فتاویٰ علماءِ ہند

جلد۔ ۲۷

تیار کردہ

منتخب علماءِ ہند

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی

زیرِ نگرانی

حضرت مولانا محمد اسامہ شمیم الندوی

باھتمام

منظمۃ السلام العالمیۃ

ممبائی۔ الہند

نام کتاب	:	فتاویٰ علماء ہند (جلد-۲۷)
زیر سرپرستی	:	حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب
زیر نگرانی	:	حضرت مولانا محمد اُسامہ شمیم الندوی صاحب
سن اشاعت	:	نومبر ۲۰۲۰ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
کمپوزنگ و ڈیزائننگ	:	محمد رضاء اللہ قاسمی
ناشر	:	منظمة السلام العالمية، ممبائی، الهند

یہ کتاب "منظمة السلام العالمية" کی
طرف سے ہدیہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے
وقف ہے، اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

منظمة السلام العالمية

Global Peace Organisation (GPO)

Email: gpo.org@yahoo.com Mob. : +91-7303 7076 05

کتاب النکاح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ عز و جل:

{وَابْتَلُوا الْيَتَامَى حَتَّى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَنْ يَكْبَرُوا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا}

(سورۃ النساء:۶)

{وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذَلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ}

(سورۃ البقرۃ:۲۳۲)

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، حَدَّثَهُمْ:

''أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُنْكَحُ الأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا تُنْكَحُ البِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَيْفَ إِذْنُهَا؟ قَالَ: أَنْ تَسْكُتَ''۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث:۵۱۳۶)

عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

''لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ وَشَاهِدَيْ عَدْلٍ، وَمَا كَانَ مِنْ نِكَاحٍ عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ، فَهُوَ بَاطِلٌ، فَإِنْ تَشَاجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ''۔

(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث:۴۰۷۵)

فہرست عناوین

نمبر شمار	عناوین	صفحات

فہرست مضامین (۵-۳۴)

بالغ اور بالغہ کا نکاح (۴۱-)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

ولایت کے مسائل (۱۳۱-)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

نمبر شمار	عناوین	صفحات

ولایت اقرب کے مسائل (۱۹۳-)

صفحات	عناوین	نمبر شمار

ولایت ابعد کے مسائل (۳۳۱-)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

نکاح کی وکالت (۳۶۹ـ)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

فضولی کا نکاح کرانا (۴۲۳ـ)

ذرائع ابلاغ کے ذریعہ نکاح (۴۴۱ـ)

☆ ☆ ☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمۃ الشکر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

یہ فتاویٰ علماء ہند کی ستائیسویں جلد ہے، اس جلد میں خصوصیت سے ذرائع ابلاغ کے ذریعے نکاح کے سلسلے میں مفتیان کرام کے فتاویٰ درج ہیں، برّ صغیر ہند و پاک کے علما نے عموماً آن لائن نکاح کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اس کی دلیل انھوں نے یہ دی ہے کہ جدید مواصلاتی ذرائع میں تلبیس اور اشتباہ کے کافی امکانات رہتے ہیں اور مختلف مناظر کو مصنوعی طریقے سے خلط ملط کرنے کی گنجائش رہتی ہے۔ دوسرے، اتحادِ مجلس بھی مفقود رہتا ہے، جو صحتِ نکاح کے لیے شرط ہے۔ ہندوستان میں دارالعلوم دیوبند اور پاکستان میں جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی اور دیگر دارالافتاء کے اس موضوع پر متعدد فتاویٰ موجود ہیں۔ ان تمام فتاویٰ میں ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ اگر فریقینِ نکاح (مرد اور عورت) میں سے کوئی کسی آدمی کو اپنا وکیل بنا دے، جو گواہوں کی موجودگی میں اپنے مؤکل کی طرف سے ایجاب کر لے اور دوسرا فریق اسی مجلس میں قبول کر لے تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔

یہ عاجز بندہ اس عظیم مجموعہ کی طباعت ونشر واشاعت کی توفیق پر اپنے کریم مولا کا شکر گزار ہے۔ یہ سنت الٰہی ہیکہ اگلے کام کی توفیق پچھلے کام کی قبولیت سے ملتی ہے۔ الحمد للہ سابقہ جلدیں ملک و بیرون ملک کے علمی حلقوں میں خوب مقبول ہو رہی ہیں، اور ہر طرف سے اسکی افادیت کے پیش نظر ہمت افزائی کے دعائیہ کلمات اور مفید مشورے موصول ہو رہے ہیں۔ مجھے بیحد مسرت ہو رہی ہے کہ موسوعہ فتاویٰ علماء ہند کی یہ عظیم علمی وفقہی خدمت عزیزم مفتی محمد اسامہ ندوی سلمہ کی نگرانی اور محب ومحترم مولانا انیس الرحمن قاسمی صاحب کی سرپرستی میں علماء کرام ومفتیان عظام کی ایک عظیم جماعت سرانجام دے رہی ہے جس میں بفضلہ تعالیٰ منظمۃ السلام العالمیہ مالی تعاون فراہم کر رہا ہے جس کے نتیجے میں یہ عظیم الشان علمی وفقہی سرمایہ پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔

درحقیقت اس علمی کتاب کے منصۂ شہود پر آنے میں بندہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے بلکہ مالک حقیقی جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اپنے کسی بندے پر اپنے ارادے کا اظہار کر دیتا ہے اس لیے کہ مخلوق سے جو کچھ بھی صادر ہوتا ہے وہ خالق کائنات کے ارادے کا ظہور ہے۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے لطف وکرم سے اسے شرف قبولیت بخشے اور خصوصاً علماء کرام ومفتیان عظام کے لئے اسے نافع بنائے اور بندہ ناچیز کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔

بندہ شمیم احمد (انجینئر) نقشبندی مجددی
ناشر فتاویٰ علماء ہند، خادم منظمۃ السلام العالمیہ
ممبئی الھند
۱۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ

تاثرات

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

دین کی اصل بنیاد قرآن ہے، حدیث اسی اصل کی تشریح ہے اور فقہ ان دونوں کی ترتیب وتبویب کا نام ہے۔ فقہ حنفی میں مسائل فقہیہ تین طبقات پر مشتمل ہیں: ظواہر، نوادر، فتاویٰ۔

پیش آمدہ واقعات کے بارے میں دریافت کرنے والے کو دلیل شرعی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بارے میں خبر دینے کو فتویٰ کہتے ہیں، اسی کی جمع فتاویٰ ہے۔

مسلم معاشرے میں فتاویٰ کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے، چوں کہ ایک مسلمان کو دینی اور دنیوی معاملات میں جدید مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے؛ اس لیے مسلم معاشرے میں اس کی موجودگی ضروری ہو جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر اب تک علماء کرام نے اس اہم ذمہ داری کو نبھایا۔ ہندوستان میں بھی فتویٰ نویسی کی تاریخ بہت پرانی ہے، سینکڑوں کی تعداد میں فتاویٰ کی کتابیں موجود ہیں۔ تاریخ میں پہلی بار یہ اہم کام ہو رہا ہے کہ اسلاف کے فتاویٰ کا ایک ایسا مجموعہ تیار ہو رہا ہے کہ جس میں زیادہ سے زیادہ مسائل کے تحقیقی جوابات بلا تکرار شامل ہوں؛ تاکہ یہ موسوعہ اسلاف کے علوم کا جامع بھی ہو اور آسانی سے میسر بھی ہو جائے اور اس سے استفادہ بھی آسان ہو۔

حضرت مولانا محمد اسامہ شمیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ ان کے ذریعہ یہ اہم کام انجام پا رہا ہے اور جب یہ کام مکمل ہوگا تو یہ عربی، اردو اور انگریزی زبانوں میں فتاویٰ کی انسائیکلوپیڈیا ہوگی اور اہل علم کی آنکھوں کا سرمہ بنے گا۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ اس عظیم دینی خدمت مدد فرمائے اور اس جموعہ کو چار دانگ عالم میں قبولیت عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

ایوب احمد بوبات
رکن شوریٰ واستاذ
الجامعۃ السلامیہ لوساکا زامبیا

۹ ربیع الاول ۱۴۴۲ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

محترم ومکرم حضرت مولانا سامہ صاحب مدظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج عالی بخیر ہوں گے۔

آں محترم کی جانب سے فتاویٰ علماء ہند کی چوتھی، پانچویں، چھٹی جلدیں موصول ہوئیں، یادفرمائی وعنایت فرمائی کا شکریہ۔(فجزاکم اللہ)

پچھلے دوسوسال میں ہندوستان بشمول پاکستان وبنگلہ دیش میں بے شمار گرانقدر علماء ومفتیان عظام اپنے علوم وفتاویٰ سے امت مسلمہ کو فیضیاب کرتے رہے ہیں اوران کے یہ فتاویٰ مختلف کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں۔ یہ معلوم کرکے بڑی مسرت ہوئی کہ آپ نے چالیس سے زیادہ کتب فتاویٰ کوایک مجموعہ کی شکل میں شائع کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے، جودوسوجلدوں پر مشتمل ہوگا۔ واقعی یہ ایک عظیم الشان اور قابل قدر مستحسن اقدام ہےاور کافی محنت طلب ہے،اس طرح کی خدمت اب تک منظرعام پرنہیں آئی ہے۔

یہ جدوجہد علمی وفقہی ذوق کی غماز ہے،حق تعالیٰ شانہ اس علمی کاوش کوقبول فرمائے۔ آپ نے تحریرفرمایاہے کہ حضرت مولانا خالدسیف اللہ صاحب زیدمجدہم کے ایماپرآپ نے احقر کو یہ علمی تحفہ بھیجاہے، بے شک وہ احقر سے محبت رکھتے ہیں اورکرم فرماہیں۔ اللہ جل شانہ ان کی علمی خدمات کوقبول فرمائے۔

امید ہے کہ ان تین جلدوں کے علاوہ بقیہ جتنی مجلدات ہیں، وہ بھی ارسال فرمائیں گے،عنایت فرمائی کا احقر صمیم قلب سے شکرگزار ہے۔(جزاکم اللہ احسن الجزاء) والسلام

سیدقمرالدین محمودقاسمی
ناظم اعلیٰ اصلاح المسلمین
وخادم حدیث دارالعلوم تاندلجہ، بڑودہ، گجرات

۲۰۱۹/۱۲/۱۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ جل وعلاء وصلی اللہ وسلم علی رسولہ المصطفٰی ونبیہ المجتبی وامینہ علی وحی السماء وعلی آلہ النجبیٰ واصحابہ الاتقیاء افضل الخلائق بعد الانبیاء ومن بھدیھم اقتدیٰ وبآثارھم اقتفٰی من المفسرین والمحدثین والفقھاء الی یوم الجزاء، أما بعد

اپنے دامن میں جگہ دے کے بڑھا دی عزت
ورنہ انصاف سے پوچھو تو کفِ خاک ہوں میں

فتاویٰ علماءِ ہند ہندوستان کی سرزمین کے ان عظیم الشان مفتیانِ کرام کے فتاوی کا مجموعہ ہے جنہوں نے اپنی تمام عمر دین اسلام کی اشاعت اور عوام الناس کے پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کے لئے وقف کی۔ فتاوی علماءِ ہند میں ایک مستند اور جامع فتاویٰ کی جو جو خوبیاں ہونی چاہئے وہ سب بدرجۂ اتم موجود ہیں۔

ابدنشان فتاویٰ، جامع ومانع تحریرات، ٹھوس حنفی دلائل سے لیس یہ فتاویٰ دورِ حاضر کی علمی تشنگی کو سیراب کرنے کے لئے کافی ہے۔

یہ تقریظ اصولاً میرے شیخ ومحسن میری تمام تر صلاحیتوں کا مرجع ومنبع شیخ المشائخ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ فی اعلیٰ علیین کو ہی لکھنی تھی لیکن حضرت صاحب کی زندگی نے وفا نہیں کی۔ حضرت الشیخ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ''کوئی ایسا موسوعہ اردو زبان میں بھی نکلنا چاہئے جیسا کہ کوئیت سے چھپا ہے ۴۸ جلدوں میں 'الموسوعۃ الفقھیۃ للفتاویٰ جس میں علماءِ دیوبند کے فتاویٰ یکجا کیئے جائیں تاکہ مسائل کی تشریح وترویج بہتر طریقہ سے سامنے آجائے۔''

حضرت الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب اس فتاویٰ کی جلدیں دیکھی تھیں تو بہت زیادہ خوشی کا اظہار فرمایا تھا اور بہت دعائیں کی تھیں۔

حضرت الشیخ رحمہ اللہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اس لئے مجھ جیسے سیاہ کار کو یہ عظیم کام انجام دینا پڑ رہا ہے، مشہور مقولہ ہے کہ ''کبرنی موت الکبری'' اس لئے یہ چند سطور بحکم منتظمینِ فتاویٰ علماءِ ہند پیشِ خدمت ہیں۔

میری قسمت سے الٰہی پائے یہ رنگ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کے لئے

کتاب کی دو تین جلدوں کو تفصیل سے دیکھا اور مطالعہ سے بھی خوب محظوظ ہوا۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے کہ فتاویٰ کا یہ مجموعہ ترتیب وتدوین میں اپنی مثال آپ ہے۔ اللہ رب العزت شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔

وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیزٍ

عاجز وفقیر محمد ہمایوں مغل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ

متعدد احادیث میں بڑی اہمیت کے ساتھ ولی کی ضرورت واہمیت کو واضح فرمایا گیا ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نکاح بغیر ولی کے نہیں کیا جائے ''لا نکاح إلا بولي'' (ترمذی، حدیث نمبر:۱۱۰۱) جمہور کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہیکہ بغیر ولی کے نکاح درست ہی نہیں ہوگا، اور حنفیہ کے نزدیک اس کی مراد یہ ہے کہ ولی کے بغیر نکاح کرنا بہتر نہیں ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس عورت نے اس کے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرلیا، اس کا نکاح باطل ہے، (ترمذی، حدیث نمبر:۱۱۰۲) جمہور کے نزدیک اس حدیث کی مراد یہ ہے کہ اس کا نکاح ہی درست نہیں ہوگا، حنفیہ اس سے مراد لیتے ہیں کہ اس کا نکاح نفع بخش نہیں ہوتا ہے، حنفیہ کے پیش نظر قرآن مجید کی وہ آیات جن میں خود عورتوں کی طرف نکاح کرنے کی نسبت کی گئی ہے، (بقرہ:۲۳۲،۲۳۰) نیز یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو ان کے کسی ولی کے بغیر، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بھتیجی کا نکاح فرمایا بھائی سے اجازت لیے بغیر، اس لیے حنفیہ نے بالغ ہونے کے بعد لڑکیوں کو خود اپنے نفس پر مختار قرار دیا ہے۔

میرے مولا کریم کے لاکھوں انعامات واحسانات ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں محض اپنے لطف وکرم سے اس نااہل سراپا جہل ونابلد کو فتاویٰ علمائے ہند کی ستائیسویں جلد کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی۔ فتاویٰ علماء ہند کی اس جلد میں مندرجہ ذیل مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ بالغ اور بالغہ کا نکاح ولایت کے مسائل ولایت اقرب کے مسائل ولایت ابعد کے مسائل نکاح کی وکالت فضولی کا نکاح کرانا ذرائع ابلاغ کے ذریعے نکاح۔ سابقہ جلدوں کی طرح اس جلد میں بھی اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ بیان کردہ تمام احکامات ومسائل دلائل وشواہد کی روشنی میں ناظرین کی خدمت میں پیش ہوسکے۔ چنانچہ فتاویٰ کے سوال وجواب کو بعینہ ذکر کیا گیا ہے، ساتھ ہی تمام فتاویٰ میں اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کیا گیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتی بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ و تابعین کے اقوال وآثار کو اہتمام کے ساتھ ذکر کرنے کی کوشش کی گئ ہے۔ اس کے بعد اس علمی وفقہی مجموعے کو مزید توثیق وتائید کے لئے ملک وبیرون ملک کے مشاہیر مفتیان عظام کی نگاہوں سے گزارنے کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ یہ مجموعہ مؤثق ہوکر مؤید من اللہ ہوجائے۔

الحمد اللہ، اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ فتاوی علمائے ہند کا یہ سلسلہ اہل علم کے یہاں خوب مقبول ہورہا ہے لیکن بہرصورت یہ ایک بشری کاوش ہے جس میں خطاوثواب کا امکان ہے چنانچہ اہل علم سے گزارش ہے کہ متنبہ فرماتے رہیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ازالہ ممکن ہوسکے۔ میں شکرگزار ہوں اپنے علماء ومفتیان کرام کا جنہوں نے بڑے ہی عرق ریزی کے ساتھ اس جلد کی تکمیل میں میرا ساتھ دیا اسی طرح میں شکرگزار ہوں اپنے دوستوں اور بزرگوں کا جنہوں نے میری گزارش پر اپنے تاثرات ودعائیہ کلمات تحریر فرمائے ہمت افزائی فرمائی اور دعائیں دیں، دعا گو ہوں میرے مولیٰ اس خدمت کو قبول فرماکر ہم سب کے لئے نجات کا ذریعہ بنادے۔ آمین۔

بندہ مفتی محمد اسامہ شمیم الندوی
مشرف فتاویٰ علمائے ہند، رئیس المجلس العالمی للفقہ الاسلامی
۸؍جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیة

الحمدُ للّٰه ربِّ العالمینَ حمدَ الشاکرینَ، وصلَواتُه علی النبی محمد صلی اللّٰه علیه وسلم وآله أجمعین

انسان انس سے بنا ہے، جس کے معنی ہیں کسی سے انسیت اور محبت کے، ہر شخص اپنا ایک ہم سفر اور ہم راز تلاشتہ ہے، جس کے سائے محبت میں اسے سکون دل حاصل ہو، اس فطری جذبے کی تسکین اور تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے نکاح کا پاکیزہ رشتہ قائم کیا ہے، جس کے ذریعہ ہر انسان جنس مخالف کی صحبت سے فیض یاب ہو کر دل و دماغ کی تسکین کا سامان فراہم کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (سورة الروم: ۲۱) (اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہی سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کی طرف (جا کر) آرام پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان دوستی اور مہربانی رکھ دی، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور کرتے ہیں۔)

نکاح شریعت کی نگاہ میں وہ پاکیزہ اور مبارک معاہدہ ہے، جو ایک مرد اور ایک عورت مہر کے عوض کرتے ہیں۔ اس جلد میں شادی بیاہ اور نکاح سے متعلق فتاووں اور مباحث کو جمع کیا گیا ہے کہ ایک بالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح آپس میں کس طرح انجام پا سکتا ہے، فریقین کے لیے کیا شرائط ہیں، عقد نکاح میں گواہوں کی کیا حیثیت ہے، اگر لڑکے یا لڑکی نکاح کے وقت نابالغ ہوں تو اس کی سرپرستی یا ولایت کا حق کس کو حاصل ہے، کس رشتہ دار کو اپنی بچی کا نکاح کر دینے کا حق کن صورتوں میں حاصل ہے، ولایت اجبار سے کیا مراد ہے؟ نکاح کا وکیل کن اوصاف کا حامل ہونا چاہیے، کن شرطوں کے ساتھ وکیل کے ذریعہ کئے جانے والے نکاح درست ہوں گے۔ رشتہ دار کے علاوہ اگر کوئی دوسرا شخص کسی کا نکاح اپنی مرضی سے کر دے تو اس نکاح کی حیثیت شریعت کی نظر میں کیا ہوگی، کیا وہ نکاح ثابت ہوگا؟ یا کالعدم قرار دیا جائے گا، اس طرح کے نکاح کو فقہا فضولی کے ذریعہ نکاح سے تعبیر کرتے ہیں۔ فتاویٰ علماء ہند یہ ۲۷ رویں جلد جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، ان میں ایسے ہی نکاح سے متعلق مسائل پر علماء ہند کے فتووں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ نیز اس جلد میں وہ فتاوے بھی شامل کر لیے گئے ہیں، جو جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعہ کئے جانے والے نکاح سے متعلق ہیں، مثلا: ٹیلیفون، موبائل، انٹرنیٹ کے ذریعہ طے کئے جانے والے نکاح، اسی طرح اسکائپ، وڈیو کانفرنسنگ یا جو جدید ایپس ہیں، ان پر اگر نکاح کیا جائے تو یہ نکاح منعقد ہوگا، یا نہیں؟ اور شریعت کی نظر میں اسے اعتبار حاصل ہوگا؟ ایسے ہی جدید مسائل سے متعلق علماء کے فتاوے بھی ہیں۔

فتاویٰ علماء ہند کے اس حصہ (۲۷ رویں) میں فتاویٰ کے سوال و جواب کو من و عن نقل کرنے کے ساتھ ہر فتویٰ کے ساتھ اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کر دیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتیٰ بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔ امید ہے کہ علما، ائمہ، اہل مدارس اور اصحاب افتا خاص طور پر اس سے فائدہ اٹھائیں گے، احقر نے حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ و تابعین کے آثار واقوال کا اہتمام کیا ہے، جس کی وجہ سے یہ فتاویٰ مدلل بھی ہو گئے ہیں۔

میں اس موقع سے ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن کے ارکان و معاونین کا شکر گزار ہوں، جن کی توجہ سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ ان تمام معاونین و مخلصین کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور میرے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

(انیس الرحمٰن قاسمی)

چیرمین ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن، پھلواری شریف، پٹنہ

۴ رجمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ

بالغ اور بالغہ کا نکاح

سن بلوغ:

سوال: اگر بلوغ کے آثار مثلاً احتلام، یا حیض، یا حمل ظاہر نہ ہوتو کتنی عمر میں بلوغ کا حکم لگایا جائے گا؟

الجواب

پندرہ سال پورا ہونے کے بعد بلوغ کا حکم لگایا جائے گا۔

درمختار میں ہے: **(فإن لم يوجد فيهما) شيء (فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة، به يفتي) لقصر أعمار أهل زماننا، انتهىٰ.** (۱)

اور شرح غرر میں ہے: **(وقالا: فيهما بتمام خمس عشرة سنة) و هو رواية عن الامام (وبه يفتي)، انتهىٰ.** (۲) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۸۰)

لڑکی کی حد بلوغت:

سوال: ایک شخص نے باوجود بیوی منکوحہ کے ایک اور عورت مطلقہ سے نکاح کر لیا تھا، اس شخص سے اس مطلقہ عورت کے ایک لڑکی ہوئی، اس کے بعد شخص مذکور مر گیا، بعد مرنے شخص مذکور نے خاوند مذکور کو کہ گھر سے ایک گونہ تعلق سا کر لیا؛ مگر کبھی کبھی خاوند کے گھر بھی رہ جاتی۔ لڑکی مذکور کبھی اپنی ماں کے پاس اور بیشتر اپنے دادا، دادی اور چچا حقیقی کے پاس رہتی رہی۔ اب لڑکی کی عمر ۱۳؍سال ۸؍ماہ کی ہے، جو دادی کے پاس ہے۔ اب لڑکی کو اس خیال سے کہ لڑکی قابل نکاح ہے، ماں اس کا کسی غیر کفو وغیرہ میں نکاح نہ کر دے، روک لیا ہے۔ اس پر لڑکی کی ماں نے دالا پانے لڑکی کا دعویٰ کیا۔ واقعات بالا کی صورت میں حسب ذیل قابل تحقیق ہے:

(۱) لڑکی سال قمری کے موافق کس مدت میں بالغ ہوتی ہے؟

(۲) دادا، دادی، چچا اور ماں میں ولایت کس کو ہے؟ دادا، دادی، چچا حقیقی اور ماں حقیقی میں سے لڑکی کے نکاح کی ولایت کا کون مستحق ہے؟

(المستفتی: ۲۵۳۸، شجاعت حسین صاحب، آگرہ، ۹؍رجب ۱۳۵۸ھ، مطابق ۲۶؍اگست ۱۹۳۹ء)

---

(۱) ردالمحتار، فصل بلوغ الغلام بالإحتلام: ۱۵۳/۶، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) درر الحكام شرح غرر الأحكام، فصل علامات البلوغ: ۲۷۵/۲، دار إحياء الكتب العربية، انيس

الجواب

(۱)　پندرہ سال کی عمر پوری ہو جائے، یا اس سے پہلے اسے حیض آنے لگے تو لڑکی بالغہ قرار دی جاتی ہے۔(۱)

(۲)　ولایت نکاح صرف دادا کو حاصل ہے، اس کے ہوتے ہوئے دادی، چچا اور ماں کو ولایت حاصل نہیں ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی:۹۱/۵)

عورت کے بالغ ہونے کی علامات اور اس کے احکام میں تفصیل:

سوال:　کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ اللہ بندی ایک لڑکی بعمر نو سال ہے، والدین مسماۃ مذکور کے فوت ہو گئے ہیں، باپ کو مرے ہوئے تین برس اور والدہ کو مرے ہوئے آٹھ مہینے ہوئے، مسماۃ مذکور کے دو پھوپھی کے بیٹے غلام محمد و الٰہی بخش صحیح و سالم اور نانا کے تایا زاد بھائی کے چار بیٹے رحیم بخش، کلو، قدرا، رولھا اور تین بیٹیاں عیدو، سوندھی، شبو اور ماں کی ایک خالہ زاد بہن اللہ دی اور ایک خالہ زاد بھائی نانو موجود ہیں، اس وقت مسماۃ اللہ بندی زیر حفاظت و پرورش رشتہ داران مادری؛ یعنی نانا کے تایا زاد بھائی کے اولاد کے ہے، ب مسماۃ مذکورہ کا حق ولایت نکاح کس فریق کر حاصل ہے اور اگر ولایۃً نکاح کیا جاوے تو حق رخصت کرانے کا شوہر کو فوراً حاصل ہو جائے گا، یا منکوحہ کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جاوے گا؟ اور اگر من جانب شوہر مہر ادا کیا جاوے تو وہ مہر کسے دیا جاوے گا اور لڑکی کس کی حفاظت میں رہے گی اور حد بلوغ عورت کیا ہے؟ اور باپ یا ماں نابالغہ کے واسطے نکاح اپنے دختر کے کسی کو وصیۃً ولی کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور وہ وصیت کہاں تک نافذ ہوگی؟ اور میعاد حضانت کیا اور کس کو حق حضانت حاصل ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مذکورہ میں حق ولایت نکاح دونوں رشتہ داروں پھوپھی کی اولاد غلام محمد و الٰہی بخش کو ہے۔

(ثم لذوی الأرحام) العمات، ثم الأخوال، ثم الخالات، ثم بنات الأعمام وبهذا االتر تيب أولادهم، شمنی. (الدرالمختار)

(قوله: و بهذاالترتيب أولادهم) فيقدم أولاد العمات، ثم أولاد الأخوال، ثم أولاد الخالات، ثم أولاد بنات الأعمام. (حاشية الطحطاوی علی الدرالمختار: ۳۹/۱)(۳)

---

(۱)　**والجارية بالإحتلام والحيض والحبل فإن لم يوجد فيهما شئ فحتي يتم لكل منهما خمس عشرة سنة، به يفتي.** (الدرالمختار، كتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام: ۱۵۳/٦، سعيد)

(۲)　**وولی المرأة فی تزويجها أبوها وهو أولی الأولياء، ثم الجد أبوالأب.** (خلاصة الفتاوی، كتاب النكاح: ۱۸/۲، بيروت)

(۳)　ردالمحتار، باب الولی: ۷۹/۳، دارالفكر بيروت، انيس

اور حق حضانت اس لڑکی کی ماں کی خالہ زاد بہن اللہ دی کو ہے؛ کیوں کہ یہ ماں کے طرف رشتہ دار قریب ہے۔

والأصل فی ذلک أن هذه الولاية تستفاد من قبل الأمهات،فكانت جهة الأم مقدمة على جهة الأب،كذافى الاختيار شرح المختار. (الفتاویٰ الهندية:۵۷۷/۲)(۱)

اور مسمیٰ نانو اور نانا کے تایا زاد بھائی کی اولا د رحیم بخش،کلو،قدرو،رولھا،عیدو،سوندھی،شبو کو نہ حق ولایت نکاح، نہ حق حضانت ہے اور اس صورت میں میعاد حصانت دختر کی اس کے قابل شہوت (یعنی ایسی عمر تک کہ اس کو دیکھ کر مرد کو اس کی طرف میلان قلب ہونے لگے) ہونے تک ہے۔

ومن سوى الأم والجدة أحق بالجارية حتى تبلغ حدا تشتهى. (الهداية: ۴۱۵/۱)

پھر جو اس کا ولی نکاح ہو،اس کی حفاظت میں رہے۔

وإن كانت البالغة بكراً فلأولياء حق الضم وإن كان لايخاف عليها الفساد إذا كانت حديثة السن. (الفتاویٰ الهندية: ۵۸۸/۲)(۲)

اور اگر اس کا نکاح کیا جاوے تو وہ لڑکی اگر بسبب قوت وجسامت کے قابل شوہر کے پاس رہنے کو ہو،شوہر کو فوراً رخصت کرا لینے کا اختیار ہوگا اور اگر اس قابل نہیں تو انتظار بلوغ کا کیا جاوے گا۔

المرأة إن كانت صغيرة مثلها لاتوطأ ولا تصلح للجماع فلا نفقة لها عندنا،حتى تصير إلى الحالة التى تطيق الجماع، سواء كانت فى بيت الأب،هكذا فى المحيط. (الفتاویٰ الهندية: ۵۶۰/۲)(۳)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب صغر میں باوجود شوہر کے گھر میں آ جانے کے اس پر نفقہ واجب نہیں ہوتا تو شوہر کو اس کے جس کا اختیار بھی نہ ہوگا اور اگر منجانب شوہر مہر ادا کیا جاوے تو اگر لڑکی اس وقت بالغہ ہو تو خود قبضہ کرے اور جانا بالغ ہو تو جو ولی نکاح کا ہے،وہی اس کا قبضہ کرے۔

امرأة زوجت بنتها وهى صغيرة وقبضت صداقها، ثم ادركت،فإن كانت الأم وصيتها،فلها أن تطالب أمّها بالصداق دون زوجها،وإن لم تكن الأم وصيتها لها أن تطالب زوجها والزوج يرجع إلى الأم وكذا فى غير الأب والجد من الاولياء ... والوصى يملك ذلک على الصغيرة وفى البنت البالغة حق القبض لها دون غيرها. (عالمگیری: ۳۳۱/۲)(۴)

پھر جب وہ بالغ ہو جاوے، ولی اس کا مہر اس کے حوالے کرے اور بلوغ دختر کی کوئی مدت معین نہیں؛ مگر نو برس سے پہلے بالغ نہیں ہوسکتی اور پندرہ برس سے پیچھے نابالغ نہیں رہ سکتی اور علامت اس کے بلوغ کی حیض وغیرہ ہے، اگر

---

(۱) الباب السادس عشر فى الحضانة: ۵۴۱/۱،دار الفكر بيروت،انيس

(۲) الفتاویٰ الهندية،الباب السادس عشر فى الحضانة: ۵۴۲/۱،دار الفكر بيروت،انيس

(۳) الفصل الأول فى نفقة الزوجة: ۵۴۵/۱،دار الفكر بيروت،انيس

(۴) الفتاویٰ الهندية،الفصل الثانى فى إختلاف الزوجين،الخ: ۳۱۹/۱،دار الفكر بيروت،انيس

کچھ علامت ظاہر نہ ہو تو بعد سترہ برس کے وہ اپنے کاروبار میں ہوشیار ہو جائے، حکم بلوغ کا دیا جائے گا اور اس کا مہر اس کے حوالہ کیا جاوے گا۔

وإن حاضت الجارية أو احتلم الغلام أو تأخر ذلك فاستكمل الغلام تسع عشر سنة والجارية سبع عشر سنة وأونس منهما الرشد واختبرا بالحفظ لأموالهما والصلاح فى دينهما دفعت إليهما أموالهما. (عالمگیری: ۳۱۳/۲)(۱)

اور باپ یا ماں نابالغہ کے واسطے نکاح اپنی دختر کے کسی کو وصی نہیں کر سکتے۔

الوصى لا ولاية له فى إنكاح الصغيرة والصغيرة سواء أوصى إليه الأب أولم يوص، إلا إذا كان الوصى وليهما، فحينئذٍ يملك الإنكاح بحكم الولاية، لابحكم الوصاية، كذا فى المحيط. (عالمگیری: ۲۹۲/۲)(۲) **والله أعلم وعلمه أتم وأحكم**

۸/ذی قعدہ ۱۳۰۰ھ (امداد: ۲/۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱۹۸/۲)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ حد لڑکی کے بالغ ہونے کی کم سے کم کیا ہے اور زیادہ سے زیادہ کیا ہے اور حنفیوں کا معمول بہ اور مفتیٰ بہ قول کیا ہے اور حساب عمر کس سَن سے لگایا جاوے، آیا شمسی سے، یا قمری سے؟

الجواب

فى الدر المختار: (فإن لم يوجد فيهما) شيء (فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة، به يفتى) لقصر أعمار أهل زماننا (وأدنى مدته له اثنتا عشرة سنة ولها تسع سنين) هو المختار.

فى ردالمختار: (قوله: لقصر اعمار أهل زماننا) ولأن ابن عمر رضى الله عنهما عرض على النبى صلى الله عليه وسلم يوم أحد وسنه أربعة عشر فرده، ثم يوم الخندق وسنه خمسة عشر فقبله، الخ. (۱٤٨/٥)(۳)

وفى رد المختار، باب العنين: (قوله: بلأهلة على المذهب): وجهه أن الثابت عن الصحابة كعمر وغيره اسم السنة وأهل الشرع إنما يتعارفون الأشهر والسنين بالأهلة فإذا اطلقوا السنة (۴) **انصرفوا إلىٰ ذلك ما لم يصرحوا بخلافه، فتح.** (۹۷۹/۲)(۵)

ان روایات سے امور ذیل مستفاد ہوئے:

(۱) ادنیٰ مدت بلوغ دختر کی ۹/سال ہے؛ یعنی جب کہ علامات بلوغ کی پائی جاویں۔

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، الفصل الثالث فى الحجر بسبب الدين: ٦١/٥، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) الفتاویٰ الهندية، الباب الرابع فى الأولياء فى النكاح: ٢٨٤/١، دار الفكر بيروت، انيس

(۳) ردالمحتار، فصل بلوغ الغلام بالإحتلام: ١٥٣/٦-١٥٤، دار الفكر بيروت، انيس

(۴) مثلا فى الحديث السابق وسنه خمس عشرة، فقبله لكاتبه

(۵) ردالمحتار، باب العنين: ٤٩٧/٣، دار الفكر بيروت، انيس

(۲)　زیادہ سے زیادہ مدت بلوغ کی پندرہ سال ہے؛ یعنی جب علامات بلوغ کی پائی جاویں۔

(۳)　فتویٰ اسی پندرہ سالہ کے قول پر ہے۔

(۴)　اس میں سنہ قمری معتبر ہے۔

۱۹؍رمضان ۱۳۱۳ھ (تتمہ ثانیہ، ص:۱۶۶)

سوال:　خروج وصعود ثد یین علامت بلوغ ہے، یا نہیں؛ یعنی اگر خروج ثد یین قبل حیض ہو جاوے اور غالب یوں ہی ہوتا ہے تو وہ بالغہ قرار دی جاوے گی، یا نہیں؟ اگر بالغہ نہ ہوگی تو بعد جماع اس پر غسل واجب ہوگا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ علامت بلوغ کی نہیں، ہاں مراہقہ کی دلیل ہے، جماع سے اس پر غسل فرض نہیں، البتہ تعلیماً واعتیاداً وتادیباً اس پر تاکید غسل کی کی جاوے گی۔

فی الدر المختار: (والجارية بالإحتلام والحيض والحبل) ... (فإن لم يوجد فيهما) شئ (فحتى يتم لكل منهما خمسة عشر سنة، به يفتى). (۱)

وأيضاً فيه: (لو) كان (مكلفين) ولو أحدهما مكلفا فعليه فقط دون المراهق لكن يمنع عن الصلاة حتىٰ يغتسل ويؤمر به ابن عشر تاديباً. (۲) **فقط**

۳؍ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ (امداد ۲/۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱۹۹/۲)

بلوغ دختر کی کوئی مدت معین نہیں؛ مگر نو برس سے پہلے بالغ نہیں ہوسکتی اور علامات اس کے بلوغ کی حیض وغیرہ ہے، اگر کچھ علامت ظاہر نہ ہو تو بعد سترہ (یہ امام صاحب کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک ۱۵؍سال اور اس پر بھی فتویٰ دیا گیا ہے۔) برس کے کہ وہ اپنے کاروبار میں ہوشیار ہو جاوے، حکم بلوغ کا دیا جائے گا اور اس کا مہر حوالہ کیا جاوے گا۔

وإن حاضت الجارية أو احتلم الغلام أو تأخر ذلك فاستكمل الغلام تسع عشر سنة والجارية سبع عشر سنة وأونس منهما الرشد واختبرا بالحفظ لأموالهما والصلاح في دينهما دفعت إليهما أموالهما. (عالمگیری: ۳۱۳/۲) (۳)

(امداد: ۱۴۷/۳) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲۰۰/۲)

سوال:　درمختار، باب الرجعۃ میں ہے:

"ولو خافت أن لا يطلقها، تقول: زوجتك نفسي علىٰ أن أمري بيدي، زيلعي. (۴)

---

(۱)　الدر المختار، فصل بلوغ الغلام بالإحتلام: ۱۵۳/۶، دار الفكر بيروت، انيس

(۲)　الدر المختار، سنن الغسل: ۱۶۲/۱، دار الفكر بيروت، انيس

(۳)　الفتاوىٰ الهندية، الفصل الثالث في الحجر بسبب الدين: ۶۱/۵، دار الفكر بيروت، انيس

(۴)　الدر المختار، مطلب في حيلة إسقاط عدة المحلل: ۴۱۵/۳، دار الفكر بيروت، انيس

اب اگر کوئی شخص اپنی لڑکی بکر بالغہ کا نکاح اس طور سے کرنا چاہے تو کس طور سے کرے، آیا باپ لڑکی سے یوں اجازت لے کہ میں تیرا نکاح اس شرط پر کرتا ہوں کہ امر طلاق میرے ہاتھ میں رہی اور وہ لڑکی کو اختیار رہے گا، یا نہیں؟ یا باپ کو اختیار رہے گا؟ یا لڑکی باپ سے اپنی زبان سے کہے کہ میرا نکاح اس شرط سے کر دو اور پھر باپ اس شرط سے کر دے، یا کوئی اور صورت اس امر کے واسطے تحریر فرمائیں، غرض جہاں تک ہو سکے لڑکی کے کلام کی کم ضرورت ہو؟

الجواب

في الدرالمختار، باب تفويض الطلاق: مشافهةً أو إخباراً.

في ردالمحتار (قوله: مشافهةً) أى فى الحاضرة أو إخباراً فى الغائبة، آه. (۱)

قلت: دل علىٰ أن التفويض يجوز للحاضرة والغائبة.

وفى رد المحتار، باب الامر باليد، تحت (قوله و ينبغي، الخ): لأنه يصح أن يجعل الأمر بيد أجنبي وإن كانت بالغة (إلى قوله) قلت: على أنه إذا جعل أمرها بيدها يكون فى معنى التعليق على اختيارها نفسها، فلا يصح من أبيها ولو كانت صغيرة وكذا لو جعله بيد أبيها، لا يصح منها ولو كانت كبيرة لعدم وجود المعلق عليه، آه. (۲)

قلت: دل على أمرين: أحدهما أن التفويض يجوز لغير الزوجة والثانى أن من فوض إليه يكون الأمر بيد غيره ودل أيضاً على أن صحة التفويض لا يتوقف على إذن المرأة.

وفى الدرالمختار، باب تفويض الطلاق: (لا) تطلق (بعده) أى المجلس (إلا إذا زاد) ... متى شئت، الخ. (۳)

قلت: دل على أن بقاء الاختيار بعد المجلس لا يكون إلا بدليل العموم.

وفى الدرالمختار، قبيل فصل المشيئة: نكحها علىٰ أن أمرها بيدها صح.

فى ردالمحتار (قوله: صح): مقيد بما إذا ابتدأت المرأة فقالت: زوّجت نفسى منك على أن أمرى بيدى أطلق نفسى كلما أريد أو على أنى طالق، فقال الزوج: قبلت، أما لو بدأ الزوج لا تطلق ولا يصح الأمر بيدها، كما فى البحر عن الخلاصة والبزازية. (۴)

وفى رد المحتار تحت قول الدر المختار المذكور فى السوال (قوله: وتمامه فى العمادية) حيث قال: ولو قال لها تزوجتك على أن أمرك بيدك فقبلت جاز النكاح، ولغا الشرط، لأن

(۱) ردالمحتار: ۳/۳۱۵، دارالفكر بيروت، انيس

(۲) ردالمحتار، باب الأمر باليد: ۳/۳۲۵، دارالفكر بيروت، انيس

(۳) الدرالمختار: ۳/۳۱۶، دارالفكر بيروت، انيس

(۴) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الأمر باليد: ۳/۳۲۹، دارالفكر بيروت، انيس

الأمر إنما يصح في الملك أو مضافا إليه ولم يوجد واحد منها، بخلاف ما مر، فإن الأمر صار بيدها مقارنة لصيرورتها منكوحة، آه، نهر، و قد مناه قبل فصل المشيئة، والحاصل أن الشرط صحيح إذا ابتدأت المرأة لا إذا ابتدأ الرجل ولكن الفرق خفي، نعم يظهر على القول بأن الزوج هو الموجب تقدم أو تاخر والمرأة هي القابلة كذٰلك، تأمل.(۱)

قلت: دل صريحا على أن صحة اشتراط التفويض في النكاح مقيد بما اذا ابتدئ من الزوجة.

ان سب روایات کے مقتضا سے ثابت ہوا کہ صورت مسئولہ میں اگر لڑکی کا باپ پہلے کہے کہ میں اپنی لڑکی کا تیرے ساتھ اس شرط سے نکاح کرتا ہوں کہ امر اس کا میرے ہاتھ میں ہو، یا اس لڑکی کے ہاتھ میں ہو کہ جب چاہوں، یا جب چاہے طلاق دے دوں، یا طلاق لے لے اور زوج کہے: میں نے قبول کیا، نکاح بھی ہو جائے گا اور امر بالید بھی ثابت ہو جائے گا، اگر باپ کے ہاتھ میں اختیار دیا ہے، وہ مختار ہوگا، لڑکی نہ ہوگی اور اگر لڑکی کے ہاتھ میں اختیار دیا ہے، وہ مختار ہوگی باپ نہ ہوگا اور اس اختیار کی شرط ٹھہرانے میں باپ کو لڑکی سے پوچھنے کی اجازت نہیں۔ فقط

۲۳/ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ (امداد: ۲/۲۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۲۰۱)

لڑکی کب بالغہ ہوتی ہے؟ اور بلوغت کے بعد وہ اپنا نکاح خود کرے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک لڑکی کافی تندرست ہے اور اسکول کے دفتر کے مطابق اس کی عمر پندرہ سال اور پانچ مہینہ کی ہے، اس نے خود اپنی مرضی سے دو مسلمان گواہوں کے روبرو ایک شخص کو اپنے نکاح کا وکیل بنایا اور اپنی عمر اکیس سال لکھوائی اور اس طرح اس نے اپنی مرضی سے ایک جگہ نکاح کرلیا ہے تو یہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

پندرہ سالہ لڑکی شرعاً بالغہ شمار ہوتی ہے۔

والجارية بالاحتلام والحيض والحبل ولم يذكر الإنزال صريحاً لأنه قلما يعلم منها فإن لم يعلم فيهما شيء فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتي. (الدر المختار مع الشامي: ۵/۱۳۲)

لہٰذا کوئی اور وجہ عدم جواز کی نہ ہو صرف عمر کی وجہ سے شبہ ہو تو یہ وجہ عدم جواز کی نہیں ہے، بلا شبہ نکاح درست ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۲۲۳)

مسئلہ نکاح (یعنی بالغ کے نکاح کا مسئلہ):

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بارات مسماۃ ہندہ سے نکاح کرنے کے لیے گئی، عقد کے وقت زید کے ولی سے دریافت کیا گیا کہ زید بالغ ہے، یا نابالغ؟ تو زید کے ولی نے کہا کہ نابالغ ہے، اس کے بعد

(۱) ردالمحتار، مطلب في حيلة إسقاط عدة المحلل: ۳/۴۱۵، دار الفكر بيروت، انيس

پوچھا گیا کہ زید کا باپ کہاں ہے تو معلوم ہوا کہ زید کا باپ نہیں آیا ہے؛ بلکہ اس نے ایک شخص کو یعنی بکر کو اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا ہے، تب بکر سے دریافت کیا گیا کہ تم کو زید کے باپ نے اپنا قائم مقام بنایا ہے تو بکر نے کہا کہ ہاں ہم کو اس کے باپ نے اپنا قائم مقام بنایا ہے، اس کے بعد لڑکی والوں کی طرف سے دین مہر مبلغ پانچ سو روپیہ کہا گیا تو لڑکے کے ولی نے انکار کیا، آخر کار بضد ہو کر مبلغ ۵۰ روپیہ مع دین مہر سے کم کرا دیا، یا غرضیکہ مبلغ چار سو پچاس روپیہ دین مہر قرار پایا، چونکہ لڑکے کو نابالغ کہا گیا تھا؛ اس لیے لڑکے سے ایجاب وقبول نہیں کرایا گیا؛ بلکہ اس کے باپ کے وکیل یعنی بکر سے کرایا گیا، بکر نے کہا کہ ہاں ہم اس لڑکے کے لیے قبول کرتے ہیں۔ زید جس کا عقد ہو رہا تھا، اسی مجلس میں موجود تھا اور سب باتوں کو سن رہا تھا، سب باتیں اس کے روبرو ہوئیں۔ بعد عقد لڑکی والوں نے باراتیوں کو کھانا وغیرہ کھلا دیا کھانے کے بعد بارات والوں نے بہت اصرار کیا کہ بیاہ کے ناجائز رسومات بھی ادا ہونے چاہیے؛ مگر لڑکی والوں نے صاف انکار کر دیا کہ ہم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم ناجائز وقبیح رسومات ادا کریں۔ آخر کار بارات والے مجبور ہو کر چپ ہو رہے۔ بعد نماز فجر لڑکی والوں نے بارات والوں کو خبر دیا کہ تم لوگ سواری منگاؤ اور لڑکی رخصت کرا لے جاؤ، تب بارات والوں نے کہا کہ ہم کو معلوم نہیں تھا کہ صبح کو رخصت ہوں گے؛ اس لیے ہم اس وقت نہیں جا سکتے؛ مگر لڑکے کے ولی زید کے روبرو کہا کہ ہم سواری منگاتے ہیں تو لڑکی رخصت کرا کے ہم لوگ اسی وقت چلے جائیں گے، لڑکا یعنی زید یہ سب باتیں بھی سن رہا تھا، کچھ دیر ہوگئی؛ مگر سواری نہیں آئی تو لڑکے کے باپ آئے اور اظہار رنج وافسوس کیا کہ رات کو بیاہ کا رسم کیوں نہیں ادا ہوا اور صبح کو کیوں رخصت کرتے ہیں، جب تک لڑکی والوں نے جہیز برتن نقد روپیہ جو کچھ دینا تھا، وکیل کے سپرد کر دیا۔ لڑکے کے باپ اور بکر جو وکیل باپ کی طرف سے تھا۔ سبھوں نے اس جہیز کو منظور کر کے لے لیا اور بارات واپس لے کر گھر چلے آئے اور چلتے وقت یہ کہا کہ سواری اس وقت کہیں چلی گئی ہے، ہر وقت نہیں مل سکتی، ہم شام کے وقت سواری بھیج کر لڑکی کی رخصت کرلیں گے۔ لڑکی والے نے شام تک انتظار کیا؛ مگر سواری نہیں آئی، قریب چار بجے آدمی جاتا ہے کہ جلد سواری بھیجو، چنانچہ اسی وقت لڑکی کے والد سواری والوں کے پاس گئے کہ تم لوگ سواری لے جاؤ؛ مگر اس وقت بھی سواری نہیں ملی، اس کی چونکہ طبیعت اور منشا کے مطابق نہ تو دونوں وقت لڑکی والے نے کھانا کھلایا اور بیاہ کے رسومات ادا کیے؛ اس لیے لڑکے کے گھر والوں کو اس کا افسوس تھا؛ اس لیے یہ کہنے لگے کہ ابھی نکاح نہیں ہوا؛ کیوں کہ لڑکا بالغ ہے اور لڑکے سے ایجاب وقبول نہیں کرایا گیا؛ اس لیے ہم لوگ دوبارہ بارات لے جائیں گے اور عقد کریں گے اور رسم ورسومات ادا کریں گے؛ تب لڑکی کو رخصت کرائیں گے، زید کے گھر والوں نے یہ سب باتیں اس ور زشام تک اور بارات رخصت ہونے سے قبل کچھ نہیں کہا تھا کہ ابھی نکاح نہیں ہوا؛ اس لیے ہم لوگ لڑکی رخصت نہیں کرائیں گے اور نہ لڑکے نے کچھ کہا، بعد میں یہ سب تدبیریں رسم ادا کرنے کے سوچی گئیں تو کیا از روئے شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پہلا نکاح معتبر ہوا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

تنقیحات:

(۱) لڑکے کی عمر کیا ہے اور اس کی صورت سے آثار بلوغ ظاہر ہوتے ہیں، یا نہیں؟

(۲) لڑکا یعنی زید اپنے کو بالغ کہتا ہے، یا نابالغ؟

(۳) نکاح ہو جانے کے بعد زید سے ایسے افعال ظاہر ہوئے، یا نہیں، جن سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ اس کے نزدیک نکاح ہو چکا، مثلا دونوں نے نکاح کی مبارکباد دی ہو اور اس نے خوشی کا اظہار کیا ہو، یا اور کوئی رسم نکاح کی ایجاب وقبول کے بعد کی گئی ہو اور اس میں اس نے حصہ لیا ہو؟

جواب تنقیح:

(۱) لڑکے کی عمر سترہ اور اٹھارہ کے درمیان ہے۔

(۲) زید اپنے کو بالغ کہا ہے۔

(۳) نکاح کے بعد زید نے لڑکی کی طرف سے انگوٹھی پہنا، نکاح کا رومال کندھے پر رکھا اور نکاحانہ روپیہ لیا، جیسا کہ دستور ہے کہ نکاح ہو جانے کے بعد اسی مجلس میں دو ایک روپیہ اور انگوٹھی ورومال دیا جاتا ہے اور نکاح کے بعد دوسرے روز دس بارہ رومال اور پندرہ بیس روپیہ خاص کر لڑکے کے ہاتھ میں دیا جاتا ہے۔ان سب رسم کو زید نے ادا کیا اور ان چیزوں کو منظور کیا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں چوں کہ لڑکا بروقت نکاح بالغ تھا، جیسا کہ جواب تنقیح میں اس کی عمر سترہ اٹھارہ سال کے درمیان بتلائی گئی ہے اور لڑکے نے نکاح کے بعد ایسے ایسے افعال کئے، جو اجازت نکاح پر دال تھے، مثلاً انگوٹھی پہننا اور نکاحانہ لینا اور سلامی کے روپیہ لینا، لہذا گو اس نے زبان سے ایجاب وقبول نہیں کیا؛ مگر عملاً نکاح کو نافذ کر دیا ہے، لہذا یہ نکاح نافذ وکامل ہو چکا، اب لڑکے والوں کا یہ کہنا کہ نکاح نہیں ہوا، ہم دوبارہ بارات لے جائیں گے، غلط ہے۔واللہ اعلم

۱۷ محرم ۱۳۴۹ھ (امداد الاحکام: ۲۴۲/۳)

دس برس کی لڑکی جب کچھ کہ حیض آتا ہے تو مانا جائے گا، اس کا نکاح اس کی مرضی سے ہوگا:

سوال: دس برس کی لڑکی کا نکاح اس کے دادا نے کرادیا، جب اس کو خبر ملی تو انکار ظاہر کیا کہ میں بالغ ہوں، مجھ کو حیض آتا ہے۔کیا انکار سے نکاح فسخ ہو جاوے گا، یا نہیں؟ اور اس کے بلوغ کو ثابت کرنے کے لیے اس کا قول معتبر ہے، یا اور شہادت کی ضرورت ہے؟

الجواب

درمختار میں ہے: (وأدنی مدتہ لہ اثنتا عشرۃ سنۃ ولھا تسع سنین)ھو المختار کما فی أحکام

الصغار (فإن راهقا) بأن بلغا هذا السن (فقالا: بلغنا، صدّقا إن لم يكذبهما الظاهر) الخ. (۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قول لڑکی مراہقہ کا دوبارہ بلوغ معتبر ہے، اگر قرائن سے اس کا کذب ظاہر نہ ہو۔ (اور جب اس نے نکاح سے انکار کر دیا تو نکاح صحیح نہیں۔ ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۵/۸)

کتنی عمر میں عورت خود مختار ہوتی ہے:

سوال (۱) عورت کس عمر کو پہونچ کر اپنے نفس کا اختیار رکھتی ہے؟

(۲) عورت کے بالغہ ہونے کی کوئی عمر مقرر ہے، یا ایک بار حیض آنا بلوغ کے لیے کافی ہے؟

الجواب

(۱) پندرہ برس کی عمر جس وقت پوری ہو جاوے، اس وقت عورت بالغہ شرعاً شمار ہوتی ہے اور اگر اس سے پہلے حیض آجاوے تو اسی وقت بالغہ ہو جاوے گی۔ (۲)

(۲) غرض یہ ہے کہ اگر حیض وغیرہ کوئی علامت بلوغ پائی جاوے تو اسی وقت بالغہ ہو جاوے گی اور اگر حیض وغیرہ نہ آوے، برس پورے ہونے پر بالغہ شمار ہوتی ہے۔ (کذا فی الدر المختار) (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۹/۸-۱۱۰)

حیض آنے کے بعد لڑکی بالغہ مانی جائے گی اور وہ اپنے نکاح کی مالک ہوگی:

سوال: لڑکی حائضہ ہونے پر بالغ مانی جائے گی، یا نہیں؟ اگر وہ بالغ مانی جائے گی تو کیا وہ کفو میں شادی کرنے کی مجاز ہے، یا نہیں؟

الجواب

بالغہ مانی جاوے گی اور کفو میں اس کو نکاح کرنا اپنے اختیار سے درست ہے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۰/۸)

عورت بلوغ کا دعویٰ کرے تو اس کو مقبول ہونے کے شرائط:

سوال: زن ہژدہ سالہ منکوحہ بولایت غیر اب وجد فی الصغر منکر لزوم نکاح می گوید کہ مارا حالا حیض اول آمدہ اعتبار کردہ شود، یا نہ؟ و عورت خانہ و محلّہ گواہی دہند کہ حیض اورا از چند سال می آید و سینہ و جسدش فی البدیہہ می نماید کہ از چند سال بالغہ است یا زنے صغیر بر ران زخم زدہ می گوید کہ مارا دم حیض است و پارچہ خون آلودہ مردم شاہد پارچہ دیدہ تحقیق نہ کردہ گواہی دادند خود آں زن گفت کہ مارا حیض می آید و خون و پارچہ کسے ندید گفتہ ایں زن بدفن قتول کردند؟

---

(۱) **الدر المختار، كتاب الحجر: ۱۵۴/۶، دار الفكر بيروت، انيس / ينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاء ها وإن لم يعقد عليها ولى بكراً كانت أو ثيباً. (الهداية، كتاب النكاح، باب الأولياء: ۲۹۳/۲، ظفير)**

(۴،۳،۲) **بلوغ الغلام بالإحتلام، الخ، والجارية بالاحتلام والحيض، الخ، فإن لم يوجد فيهما شيء فحي يتم لكل منهما خمس عشرة سنة، به يفتى. (الدر المختار، كتاب الحجر: ۱۹۹/۵، ظفير)**

الجواب ـــ

فی الدرالمختار، کتاب الحجر: (فإن راهقا)...)(فقالا: بلغنا، صدقا، إن لم یکذبهما الظاهر. (۱)

وفی الدرالمختار، باب العدة، قبیل فصل الحد: "کذ بته فی مدة تحتمله لم تسقط نفقتها وله نکاح أختها عملا بخبریهما بقدر الإمکان. (۲)

وفی ردالمحتار: فالحاصل أنه یعمل بخبریهما بقدر الإمکان بخبره فیما هو حقه وحق الشرع وبخبرها فی حقها، آه. (۳)

وفی الدرالمختار، باب الشهادة: (للولادة واستهلال الصبی للصلاة علیه) وللإرث (إلیٰ قوله) (والبکارة وعیوب النساء فیما لایطلع علیه الرجال امراة)، الخ. (۴)

وفیه، باب الولی: (کما لوزوجها أبوها)...(فقالت: أنا بالغة والنکاح لم یصح وهی مراهقة، وقال الأب) أوالزوج: (بل هی صغیرة) فإن القول لها إن ثبت أن سنها تسع، وکذا لو ادعی المراهق بلوغه ولوبرهنا فبینة البلوغ أولی علی الأصح. (۵)

وفی رد المحتار: واستشکل بعض المحشین تصورالبرهان علی البلوغ، قلت: وهو ممکن بالحبل أوالإحبال أوسن البلوغ أورؤیة الدم أوالمنی، کما فی الشهادة علی الزنا. (۶)

وفی ردالمحتار بعد قول الدر (ولو حالة البلوغ): بأن قالت عند القاضی أوالشهود: أدرکت الآن وفسخت فإنه یصح کما یأتی بیانه. (۷)

ازمجموعہ روایات بوضوح پیوست کہ در بلوغ قول زن معتبر است، ہرگاہ صدقش محتمل باشد ووقت اختلاف او را حلف دادہ شود، البتہ اگر بینہ شرعیہ بر کذبش قائم شود قول بینہ معتبر باشد و بینہ دو مرد یا یک مرد و دو زن باشد زیرا کہ اطلاع بر دم حیض بر طریقے کہ زنان را ممکن است مردان را نیز ممکن وقول امام صاحب دو اکثر بلوغ ہیجدہ سال است، پس بناءً علیٰ ہذہ الروایات ایں ہیجدہ سالہ وخرد سالہ تصدیق (۸) کردہ شود، بشرطیکہ کم از نہ سال نباشد۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ (امداد: ۲۰/۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱۹۶/۲)

---

(۱) ردالمحتار، کتاب المأذون: ۱۵٤/٦، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) الدرالمختار: ۵۲۹/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۳) ردالمحتار: ۵۳۰/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۴) الدرالمختار: ٤٦٤/٥ ـ ٤٦٥، دارالفکر بیروت، انیس

(۵) الدرالمختار: ٦٥/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۶) ردالمحتار. باب الولی: ٦٥/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۷) الدرالمختار: ٦٥/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۸) لڑکی کے بلوغ سے متعلق امام صاحب سے ایک روایت سترہ برس کی ہے اور دوسری پندرہ کی، وہو قولہما وعلیہ الفتویٰ، لہٰذا اٹھارہ سالہ لڑکی کو اختیار بلوغ نہ ہوگا۔ رشید احمد عفی عنہ

بالغ ہوجانے کے بعد باپ کا فرض ہے کہ لڑکے لڑکی کی شادی کرے:

سوال: جس شخص کی لڑکی پچیس سال کی ہوگئی ہو اور وہ شادی نہ کرتا ہو، اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اپنی دختر کی شادی کرنا موقع اور کفو کے ملنے پر ضروری ہے، بعد ملنے کفو کے اور موقع مناسب کے دیر نہ کرنی چاہیے، حدیث شریف میں اس کی بہت تاکید وارد ہے کہ لڑکا لڑکی بعد بالغ ہونے کے اس کے نکاح میں جلدی کرنا چاہیے اور اچھا موقع ملنے پر فوراً نکاح کر دینا چاہیے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۶/۷) ☆

(۱) عن أبی سعید و ابن عباس ارضی اللّٰہ عنهما قالا: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: من ولد له ولد فلیحسن اسمه و أدبه فإذا بلغ فلیزوجه فإن بلغ ولم یزوجه فأصاب إثما فإنما اثمه علی أبیه. (مشکاة المصابیح، کتاب النکاح باب الولی: ۲۷۱، ظفیر)

☆ **بالغ اولاد کا نکاح کرنا والدین کی ذمہ داری ہے:**

سوال: عوام الناس میں یہ بات مشہور ہے کہ والدین کا یہ فرض ہے کہ جب اولاد بالگ ہوجائے تو اس کا نکاح کریں، کیا واقعی یہ بات صحیح ہے؟

الجواب

احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بیٹا، یا بیٹی بالغ ہوجائے تو والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان کی شادی کا انتظام کریں اور اگر بغیر کسی شرعی عذر کے نہیں کیا اور وہ کسی معصیت میں مبتلا ہوگئے تو والدین اس گناہ میں ان کے ساتھ برابر کے شریک ہوں گے؛ اس لیے عوام الناس کی یہ بات درست معلوم ہوتی ہے۔

عن أبی سعید وابن عباس قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: من ولد لهٗ ولد فلیحسن اسمه وأدّبه فإذا بلغ فلیزوجه فإن بلغ ولم یزوجه فأصاب إثمًا فإنما اثمهٗ علٰی أبیه. (مشکاة: ۲۸۸/۲، کتاب النکاح، باب الولی) وعن عمر بن الخطاب وانس بن مالک عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال فی التوراة مکتوب: من بلغت ابنته عشرة سنة ولم یزوجهافاصابت اثماً ذٰلک علیه. رواهما البهقی فی شعب الإیمان. (مشکاة: ۲۷۱/۲، کتاب النکاح. باب الولی) (فتاوی حقانیہ: ۳۰۴/۴)

بالغ اولاد کی شادی کرنا والدین کا فرض ہے:

سوال: ہمارے پٹھانوں میں یہ رواج ہے کہ جب بیٹا، یا بیٹی بالغ ہوجائے تو کہتے ہیں کہ یہ باپ کے فرائض میں سے ہے کہ وہ ان کی شادی کا انتظام کرے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب

جب اولاد بالغ ہوجائے اور اس کے کفو کی لڑکی، یا لڑکا مل جائے تو یہ باپ کے فرائض منصبی میں داخل ہے کہ وہ ان کی شادی کا بندوبست کرے اور اس میں دیر کرنا مناسب نہیں۔

وعن أبی سعید وابن عباس قالا: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: من ولد له ولد فلیحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فلیزوجه فإن بلغ ولم یزوجه فأصاب إثما فإنما إثمه علٰی أبیه. (مشکاة المصابیح: ۲۷۱، باب الولی) عن عمر بن الخطاب وانس بن مالک (رضی اللّٰہ عنهما عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم قال: فی التوراة مکتوبٌ: من بلغت إبنته إثنتی عشرة سنة ولم یزوجها فأصابت إثماً فاثمٌ ذٰلک علیه. (مشکاة المصابیح: ۲۷۱، باب الولی) (فتاوی حقانیہ: ۳۱۲/۴)

ماں باپ کے شادی میں تاخیر کرنے کی وجہ سے بالغ لڑکے لڑکی کا اَزخود نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکا، یا لڑکی اگر بالغ ہوجائیں اور ماں باپ اُن کی شادی میں تاخیر کریں، تو بالغ لڑکا یا لڑکی اپنے طور پر نکاح کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جب بچے شادی کے قابل ہوجائیں اور نکاح کی وسعت بھی ہوتو والدین کو اُن کے نکاح کی فکر کرنا لازم ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تاکید فرمائی ہے؛ لیکن اگر توجہ دلانے کے باوجود والدین نکاح پر آمادہ نہ ہوں اور لڑکا لڑکی عاقل، بالغ اور مکلّف ہوکر اپنی اَزدواجی ذمہ داریاں بخوبی اَدا کرنے کے اہل ہوجائیں تو اُنہیں والدین کی رضامندی کے بغیر اپنا نکاح خود کرنے کی بھی اِجازت ہے؛ تاہم بہتر یہی ہے کہ والدین کو راضی کرلیا جائے۔

عن بحرية بنت هانئ بن قبيصة قالت: زوجت نفسي القعقاع بن شور، وبات عندي ليلة، وجاء أبي من الأعراب فاستعدىٰ عليًا، وجاء ت رسله، فانطلقوا به إليه، فقال: أدخلت بها؟ قال: نعم، فأجاز النكاح. (سنن الدار قطني، النكاح: ۲۲۳/۳، رقم: ۳۸۳۷-۳۸۴۰)

عن الشعبي قال: إن كان كفؤا جاز. (المصنف لابن أبي شيبة، النكاح، باب ما أجازه بغير ولي ولم يفرق: ۳۱/۹، رقم: ۱۶۰۰)

فتنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضاء ولي، والأصل أن كل من تصرف في ماله تصرف في نفسه. (شامي: ۱۵۵/٤، زكريا، كذا في كنز الدقائق على البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء: ۱۹۲/۳، زكريا)

الحرة العاقلة البالغة إذا زوجت نفسها من رجل هو كفو لها أو ليس بكفو لها، وفي الخانية: بكرًا كانت أو ثيبًا، نفذ النكاح في ظاهر رواية أبي حنيفة رحمه الله وهو قول أبي يوسف آخرًا. (الفتاوىٰ التاتارخانية: ۱۰۰/٤، رقم: ٥٦٤٤، زكريا، كذا في الهداية: ۳۱۳/۲) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۱/۱/۱۴۲۲ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۵۴/۸-۳۵۵)

بالغہ ازخود کسی سے نکاح کرلے تو درست ہے:

سوال: ایک لڑکی ہے اس سے پاک محبت ہے اور وہ لڑکی میرے بغیر دوسرے سے شادی کرنا نہیں چاہتی، میرے والد نے اس کے والد سے پوچھا تو وہ شادی کا انکار کرتا ہے۔ اب وہ لڑکی مجھ سے کہتی ہے کہ ہم باہر جا کر نکاح کرلیں تو یہ نکاح قرآن وحدیث کی رو سے منعقد ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــ

اگر آپ کفو ہیں تو یہ نکاح منعقد ہوجائے گا؛ کیوں کہ لڑکی عاقلہ، بالغہ ہو تو اپنے کفو (برابری کے خاندان) کے لڑکے سے نکاح کرسکتی ہے، ولی کی اجازت ضروری نہیں ہے۔ ہدایہ میں ہے:

وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضائها وإن لم یعقد علیها ولی بکراً کانت اوثیباً (إلٰی) **وعن أبی حنیفة وأبی یوسف أنه لا یجوز فی غیر الکفء**.(الھدایة:۲/۲۹۳-۲۹۴،باب الأولیاء والاکفاء)

شرعی گواہوں (دومسلمان عاقل، بالغ مرد، یا ایک مسلمان مرد اور دومسلمان عورتوں) کی حاضری میں عاقل، بالغ لڑکا،لڑکی ایجاب وقبول کرلیں تو نکاح منعقد ہوجاتا ہے مگر مسنون یہ ہے کہ نکاح علی الاعلان کیا جائے۔

ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاهدین، حرین، عاقلین، بالغین، مسلمین، رجلین، أورجل وامرأ تین.(الھدایة:۲/۲۸٦، کتاب النکاح)(فتاویٰ رحیمیہ:۸/۲۲۳)

بالغ لڑکی اپنا نکاح خود کرسکتی ہے:

سوال: میرے والد صاحب میں بہت سی خراب عادتیں موجود ہیں، جو ہمارے لیے تکلیف کا باعث ہونے کے ساتھ ساتھ ہماری عزتوں کی حفاظت میں رکاوٹ بھی ہیں، نشے کے عادی ہیں، گھر میں خرچ نہیں دیتے، والدہ کے ساتھ گالی گلوچ کے ساتھ بات کرتے ہیں، کئی مرتبہ انہوں نے خودکشی کے لیے نشہ آور دوائیں کھائی ہیں؛ مگر خدا نے ہر مرتبہ بچایا، خاندان والوں نے ان کو خاندان سے نکال دیا ہے، اچھی سی اچھی نوکری والد صاحب کو ملتی ہے؛ مگر چھ، سات ماہ سے زیادہ نوکری نہیں کرتے، کچھ نہ کچھ ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ نوکری سے علاحدہ کردیئے جاتے ہیں، سات، آٹھ ماہ پہلے کی بات ہے کہ اچانک رات کو گھر سے غائب ہوگئے، رات بھر نہ آئے، دوسرے دن ہمارے گھر پر آدمی آنے لگے اور کہنے لگے کہ تمہارے والد نے ہم سے کئی ہزار روپیہ باہر بھجوانے کا لیا ہے، وعدہ کرکے بلایا، کہاں ہیں؟ ان تمام واقعات کی روشنی میں اب یہ سوال ہے کہ میری ایک چھوٹی بہن ہے، اس کی عمر ۱۴/سال ہے، اس کی شادی کی بات چیت چل رہی ہے، اب تک میرے ماموں سرپرست ہیں، ہمارا خرچ بھی برداشت کرتے ہیں، والد صاحب کو بتایا کہ میں اپنی بہن کا رشتہ فلاں جگہ کرنا چاہتا ہوں، وہ بولے کہ میری مرضی کے بغیر لڑکی کی شادی نہیں ہوسکتی ہے اور میں یہ شادی ہونے نہیں دوں گا۔ کیا شرعاً سرپرست، والد کی اجازت کے بغیر ہمارا نکاح کرسکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر لڑکی عاقل بالغ ہے تو وہ اپنا نکاح خود کرسکتی ہے، بشرطیکہ جس لڑکے سے نکاح کرے، وہ خاندانی، نسبی اور دینی اعتبار سے اس کا کفو ہو، ایسی صورت میں باپ سے اجازت لینا ضروری نہیں؛ (۱) لیکن بہتر ہے کہ اس کو بھی راضی کرلیا جائے۔ واللہ سبحانہ اعلم

۱۷/۲/۱۳۹۷ھ (فتاویٰ عثمانی:۲/۲۸۸)☆

---

(۱) وفی الھندیة، کتاب النکاح (۲/۳۱۳،طبع شرکة علمیة): وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضائها وإن لم یعقد علیها ولی بکراً کانت أو ثیباً. ==

بالغہ خود اپنی مرضی سے نکاح کرسکتی ہے:

سوال: عمر کی نواسی بعمر تخمیناً پندرہ سال ہے اور علامت بلوغ کی موجود ہیں اور لڑکی کا ولی ماں باپ اور بھائی کوئی نہیں ہے، لڑکی کے حقیقی دادا کے بھائی زید اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ لڑکی کا ولی میں ہوں، بغیر میری رضامندی نکاح نہ ہونا چاہیے۔ لڑکی بالغہ ہے، یا نہیں اور لڑکی عمر کی رضامندی سے اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے اور زید جو اپنے کو ولی کہتا ہے، وہاں کرنا چاہتا اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

علامت بلوغ لڑکی کے لیے حیض وغیرہ کا ہونا ہے، اگر کوئی علامت بلوغ کی موجود نہ ہو تو پورے پندرہ برس کی عمر ہوکر سولہواں سال شروع ہوجاوے، اس وقت شرعاً لڑکی بالغہ سمجھی جاتی ہے، پس اگر علامت بلوغ کی موجود ہے، مثلا اس کو حیض آنے لگا ہے تو وہ بالغہ ہے، (۱) اس حالت میں خود لڑکی کی رضامندی سے اس کا نانا عمر اس کا نکاح کرسکتا ہے؛ لیکن چوں کہ نانا ولی شرعی نہیں ہے؛ بلکہ ولی شرعی دادا کا بھائی ہے، لہذا نانا کے سامنے جب تک وہ لڑکی بالغہ زباں

== وفی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء (۱۱۷/۳،طبع بیروت وفی مکتبة رشیدیة کوئٹه: ۱۰۹/۳) نفذ نکاح حرة مکلفة بلاولی لأنها تصرفت فی خالص حقها وهی من أهله کونها عاقلة بالغة... وإنما یطالب الولی بالتزویج کیلا تنسب الی الوقاحة،الخ. وکذا فی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الأول (۲۶۹/۱،طبع ماجدیة)

☆ کیا لڑکی کو ازخود نکاح کا حق حاصل ہے:

سوال: اگر والدین نے اس بات کی وصیت کی ہو کہ ان کی لڑکی کا نکاح فلاں مرد سے کردیا جائے؛ لیکن کسی وجہ سے لڑکی اس مرد سے نکاح نہیں کرتی تو کیا لڑکی کو ایسا کرنے کا حق حاصل ہے؟

الجواب

نکاح کے انعقاد کے لیے لڑکی کا امتیاز ضروری ہے، یہ امتیاز چاہے نام سے حاصل ہو، یا اشارے سے، یا دیگر صفات سے حاصل ہوجائے، جس کے بعد کوئی شبہ نہ رہے، صرف نام لینا ضروری نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین: قلتُ وظاهره أنها لوجرت المقدمات علٰی معینة وتمیز عند الشهود أیضًا یصح العقد وهی واقعة الفتویٰ لأن المقصود نفی الجهالة وذٰلک حاصل بتعینها عند العاقدین والشهود وإن لم یصرح باسمها. (ردالمحتار: ۴۳۷/۲، کتاب النکاح)

قال العلامة ابن نجیم: لابد من تمیز المنکوحة عندالشاهدین لتنتفی الجهالة فإن کانت حاضرة متنتقبة کفی الإشارة إلیها...إن کانت المرأة فی البیت وحدها جاز النکاح لزوال الجهالة. (البحر الرائق: ۸۸/۲، کتاب النکاح) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۰۶/۴)

(۱) بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال،الخ،والجاریة بالاحتلام والحیض والحبل،الخ،فان لم یوجد فیها شئ حتی یتم لکل منها خمس عشرة سنة،به یفتی. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، کتاب الحجر: ۱۵۳/۶، دار الفکر بیروت،ظفیر)

سے اپنی رضامندی کا اظہار نہ کرے، اس وقت تک نکاح صحیح نہ ہوگا۔ چپ ہوجانا لڑکی کا جیسا کہ ولی کے استیذ ان پر معتبر اور کافی وہ یہاں معتبر نہ ہوگا۔ (کذا فی الدرالمختار) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۶/۸-۳۷) ☆

بالغہ لڑکی اپنا نکاح خود کرسکتی ہے:

سوال: لڑکی کی عمر چودہ سال کی ہونے والی ہے؛ مگر لڑکی سن بلوغ کو پہنچ گئی ہے۔ کل علامات موجود ہیں، ماہواری ہوتی ہے۔ لڑکی چاہتی ہے کہ اپنا نکاح اپنی خواہش سے جس سے چاہوں کرلوں۔ لڑکی کا باپ بھی زندہ ہے؛

---

(۱) (وإن فعل هذا غير ولي؛ يعنى استأمر غير الولي أو ولي غيره أولىٰ منه، لم يكن رضا)أى لم يكن سكوتها ولاضحكها (حتى تتكلم به). (فتح القدير، باب فى الاولياء: ۱٦٥/۳، ظفير)

☆ بالغہ کا اپنی مرضی سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکی کی عمر ۲۵/سال ہے، والدین حیات ہیں، دو بھائی بڑے شادی شدہ ہیں، ایک بڑی بہن بھی شادی شدہ ہے، لڑکی اپنی مرضی سے کسی لڑکے سے باعزت نکاح کرنا چاہتی ہے، دیگر رشتہ دار بھی اس رشتہ سے راضی ہیں؛ لیکن دونوں بھائی راضی نہیں؛ سخت ناراض ہیں، اور ساری پراپرٹی کے مالک ہیں، لڑکی کے پاس کچھ نہیں ہے، ایسی صورت میں لڑکی کے سگے تائے، چچا، خالو اور بہنوئی نکاح کرسکتے ہیں یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر یہ رشتہ مناسب ہے اور کفو میں ہے اور خاندانی اعتبار سے کسی مصلحت کے خلاف نہیں ہے تو لڑکی کی رضامندی اور تائے چچا کی سرپرستی میں یہ نکاح درست ہوگا، اور بھائیوں کی ناراضگی کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، اور لڑکیوں کا جو بھی حق باپ کے ترکہ میں سے بنتا ہے وہ اُنہیں دینا ضروری ہے، اگر بھائی بہنوں کے حق کو غصب کریں گے، تو اُن سے آخرت میں سخت مؤاخذہ ہوگا۔

عن بحرية بنت هانىء بن قبيصة قالت: زوجت نفسى القعقاع بن شور، وبات عندى ليلة، وجاء أبى من الأعراب فاستعدىٰ عليًا، وجاء ت رسله، فانطلقوا به إليه، فقال: أدخلت بها؟ قال: نعم، فأجاز النكاح. (سنن الدار قطنى، النكاح: ۲۲۳/۳، رقم: ۳۸۳۷-۳۸٤۰)

عن الشعبى قال: إن كان كفؤا جاز. (المصنف لابن أبى شيبة، النكاح، باب ما أجازه بغير ولى ولم يفرق: ۳۱/۹، رقم: ۱٦۰۰)

فتنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضاء ولى، والأصل أن كل من تصرف فى ماله تصرف فى نفسه. (شامى: ۱٥٥/٤، زكريا، كذا فى كنز الدقائق على البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء: ۱۹۲/۳، زكريا)

ويثبت للأبعد من أولياء النسب التزويج بعض الأقرب، أى بامتناعه عن التزويج إجماعا، أى من كفء بمهر المثل. (الدرالمختار مع الشامى: ۲۰۱/٤، زكريا)

الحرة العاقلة البالغة إذا زوجت نفسها من رجل هو كفو لها أو ليس بكفو لها، وفى الخانية: بكرًا كانت أو ثيبًا، نفذ النكاح فى ظاهر رواية أبى حنيفة رحمه الله وهو قول أبى يوسف آخرًا. (الفتاوىٰ التاتارخانية: ۱۰۰/٤، رقم: ٥٦٤٤، زكريا، كذا فى الهداية: ۳۱۳/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۹/۲/۱۴۲٦ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۵۵/۸-۳۵۷)

مگر لڑکی اپنی ماں کے پاس رہتی ہے۔لڑکی کا باپ ایک بازاری عورت کے پاس رہتا ہے۔آٹھ دس برس سے اپنے بیوی بچوں کو روٹی کپڑا نہیں دیتا۔لڑکی کی ماں اور ایک لڑکا نابالغ اور ایک لڑکی یہ جو اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے، یہ تینوں مانگ کر اپنا گزارہ کرتے ہیں۔لڑکی چوں کہ بالغ ہوگئی ہے، وہ اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے۔آیا لڑکی بحیثیت بالغ ہونے کے نکاح خود کر سکتی ہے، یا نہیں؟

(المستفتی:۲۰۱۶،سید محمد ابراہیم جعفری ہاپوڑ، ۱۰/رمضان ۱۳۵۶ھ،مطابق ۱۵/نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

اگر لڑکی کو ایام ماہواری آنے لگے ہیں تو وہ بالغہ ہوگئی ہے اور اس کو اپنی مرضی سے اپنا نکاح کرنے کا حق حاصل ہوگیا ہے،(۱) اگر چہ اس کی عمر ابھی چودہ سال کی ہے؛ مگر ایام ماہواری شروع ہوجانے پر بالغہ ہوجانا متفق علیہ ہے، البتہ ایام ماہواری شروع نہ ہوں تو پھر پندرہ سال کی عمر ہوجانی لازم ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی:۸۳/۵)

کیا بالغہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے:

سوال: زید کہتا ہے کہ حنفی لوگ کنواری، آزاد، عاقلہ، مطلقہ، بیوہ، آزاد، عاقلہ بالغہ عورتوں کا نکاح بغیر ولی کے کر دیتے ہیں، جوان کی اپنی فقہ کی رو سے جائز؛ مگر اللہ اور اس کے رسول کے حکم صریح کے خلاف ہوتا ہے۔ثبوت میں حدیث ترمذی حضرت عائشہ صدیقہ والی (بغیر ولی کے نکاح باطل، باطل، باطل) پیش کی۔دوسری دلیل حدیث مسند امام احمدؒ، بیہقی، طبرانی وغیرہم والی (جس کا مطلب۔نکاح نہیں ہوتا بغیر ولی اور دو گواہوں کے) بیان کرتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے، تو بغیر ولی کے کنواری، بیوہ مطلقہ کا نکاح جائز ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی:۲۴۷۰،محمد عبد الغنی صاحب، ہوشیار پورسٹی، پنجاب، ۶/صفر ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۸/مارچ ۱۹۳۹ء)

الجواب

قرآن پاک میں ہے:

﴿حَتّٰى تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾(۳)

(یعنی: نکاح کرے عورت دوسرے خاوند سے۔)

---

(۱) وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وإن لم يعقد عليها ولي بكراً كانت او ثيبًا.(الهداية، كتاب النكاح:۳۱۳/۲، شركة علمية)

(۲) بلوغ الغلام بالإحتلام والإحبال والجارية بالاحتلام والحيض والحبل فإن لم يوجد فيهما شئ فحتى يتم لكل منهما خمس عشر سنة، به يفتى.(الدرالمختار،كتاب الحجر،فصل في بلوغ الغلام، سعيد)

(۳) سورة البقرة: ۲۳

نکاح کرنا عورت کے اختیار میں اللہ پاک نے دیا، یہ نہیں فرمایا کہ نکاح کردے ولی عورت کا دوسرے خاوند اور مسلم شریف میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الأیّم أحق بنفسها من ولیّها. (۱)

ایم سے مراد ثیبہ بالغہ ہے کہ وہ اپنے نکاح کی خود مختار ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۹۰/۵)

بالغہ لڑکی اور لڑکے کا اپنا نکاح خود کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکے اور لڑکی نے دو گواہوں کی موجودگی میں شرعی طور پر نکاح کرلیا اور اس کے بعد دونوں میں ازدواجی تعلقات بھی قائم ہوگئے؛ لیکن بوقت نکاح لڑکی کے والدین کو علم نہیں تھا؛ بلکہ بعد میں علم ہوا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نکاح صحیح ہوا ہے، یا نہیں؟ جب کہ طرفین بالغ ہیں، لڑکا اور لڑکی انصاری برادری سے متعلق ہیں اور مہر پچاس ہزار روپیہ طے پایا ہے۔

نوٹ: لڑکے کی عمر ۲۸ر سال اور لڑکی کی عمر ۲۷ر سال ہے۔

(المستفتی: رئیس احمد، دھام پور)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

سوال نامہ میں واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ لڑکا ۲۸ر سال کا ہے اور لڑکی ۲۷ر سال کی ہے اور دونوں ایک ہی برادری سے متعلق ہیں اور مہر بھی پچاس ہزار روپیہ معقول ہے اور دو شرعی گواہوں کی موجودگی میں عقد نکاح کیا گیا ہے تو ایسی صورت میں شرعی طور پر یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے، اور دونوں شریعت کے نزدیک میاں بیوی ہیں اور ایسے نکاح میں کسی کے لئے اعتراض کا حق بھی نہیں رہتا۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل: ۶۵۲/۱۱)

عن معمر قال: سألت الزهری، عن امرأة تزوج بغیر ولی؟ فقال: إن کان کفؤاً جاز. (المصنف لإبن أبی شیبة، کتاب النکاح، باب من أجازه بغیر ولی ولم یفرق، مؤسسه علوم القرآن جدید: ۴۱/۹، رقم: ۱۶۹۹۹)

الحرة العاقلة البالغة إذا زوجت نفسها من رجل هو کفو لها بکراً کانت أو ثیباً، نفذ النکاح فی ظاهر روایة أبی حنیفة، إلا أن الزوج إذا لم یکن کفؤاً فللأولیاء حق الاعتراض. (التاتارخانیة، زکریا: ۱۰۰/۴، رقم: ۵۶۴۴)

فنفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضا ولی ...والاعتراض فی غیر الکفء أی فی تزویجها نفسها من غیر کفء. (الدرالمختار مع الشامی، زکریا: ۱۵۵/۴-۱۵۶، کراچی: ۵۵/۳-۵۶)

---

(۱) الصحیح المسلم، کتاب النکاح، باب استیذان الثیب فی النکاح: ۴۵۵/۱، قدیمی

فإذا أذنت المرأة للرجل أن يزوجها من نفسه، فعقد بحضرة شاهدين، جاز. (الهداية أشرفيه ديوبند: ۳۲۲/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۰۶۷۲/۳۹) (فتاوی قاسمیہ: ۵۸۶/۱۳-۵۸۷)

پچیس سالہ لڑکی کا بذات خود کفو میں نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکی جو بالغ ہے، جس کی عمر تقریباً ۲۴/ یا ۲۵/ سال ہے اور یہ لڑکی ایک لڑکے کو بار بار شوہر تسلیم کرتی ہے اور تحریر بھی دیتی ہے کہ آپ میرے شوہر ہیں اور وہ لڑکا بھی بالغ اور عاقل ہے اور اس لڑکی کو بیوی تسلیم کرتا ہے اور بار بار تحریر میں بھی بیوی لکھتا ہے کہ آپ میری بیوی ہیں اور لڑکی نے دو گواہوں کے سامنے لڑکے سے کہا کہ میں آپ سے نکاح کرتی ہوں اور لڑکے نے ان دونوں گواہوں کے سامنے کہا کہ میں قبول کرتا ہوں۔ شریعت مطہرہ کی روشنی میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح ہوا یا نہیں؟ جواب سے نوازیں۔

(المستفتی: محمد اسلام، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

اگر واقعہ بالکل صحیح ہے اور لڑکا، لڑکی دونوں ایک ہی کفو اور برادری کے ہیں تو نکاح صحیح ہو چکا ہے اور اگر برادری اور کفو میں نہیں ہیں تو لڑکی کے باپ بھائی کی اجازت کے بغیر مذکورہ نکاح صحیح نہیں ہوسکتا۔

ويفتى في غير الكفء بعدم جوازه أصلاً وهو المختار للفتوى. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي، زكريا ديوبند: ۱۵۵/٤، كراچی: ۵۵/۳، وهكذا في الهندية، زكريا: ۲۹۲/۱، جديد: ۳۵۸/۱، البحر الرائق، كوئٹه: ۱۱۰/۳، زكريا ديوبند: ۱۹٤/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۳/ ربیع الاولیٰ ۱۴۱۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۷۰۲/۲۵) (فتاوی قاسمیہ: ۵۸۹/۱۳-۵۹۰)

کیا بالغہ لڑکی کا اپنی مرضی سے کیا ہوا نکاح درست ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ احقر شادی شدہ ہے، اب دوسرا نکاح کیا ہے، جس لڑکی سے نکاح کیا ہے، اس کے باپ کے کہنے کے مطابق ۱۷/سال کی ہے، نکاح باپ کی اجازت کے بغیر؛ لیکن ماں کی مرضی سے ہوا ہے اور لڑکی سے گواہوں کے سامنے تین مرتبہ پوچھا گیا، لڑکی نے جواب میں ہاں کہا اور نکاح نامہ پر دستخط بھی کئے، لڑکی انصاری ہے اور لڑکا میمن ہے اور دونوں دیوبندی خیالات کے ہیں، لڑکی ابھی باپ کے گھر میں ہی ہے، باپ کو پتہ نہیں ہے کہ میری لڑکی کا نکاح ہو چکا ہے۔ صورت مسئولہ میں معلوم یہ کرنا ہے کہ:

(۱) باپ کی اجازت کے بغیر نکاح ہوا، یا نہیں؟

(۲) کیا باپ کو فسخ نکاح کا اختیار ہے؟ (المستفتی: محمد اقبال)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

لڑکے کی برادری عرف ورواج کے اعتبار سے لڑکی کی برادری سے کمزور نہ ہونی چاہیے اور لوگوں سے معلوم ہوا کہ میمن برادری انصاری برادری سے کمزور نہیں ہے؛ اس لیے عاقل بالغ لڑکی کا نکاح باپ کی مرضی کے بغیر منعقد ہو چکا ہے، البتہ اگر مہر مثل سے کم پر نکاح ہوا ہے تو باپ کو اعتراض کا حق ہے، یہی ظاہر روایت کے مطابق ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الأيم أحق بنفسها من وليها، والبكر تستأذن في نفسها، وإذنها صماتها. قال: نعم. (الصحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب استيذان الثيب في النكاح بالنطق والبكر بالسكوت، النسخة الهندية: ۴۵۵/۱، بيت الأفكار رقم: ۱۴۲۱)

ولا تجبر البالغة البكر على النكاح؛ لانقطاع الولاية بالبلوغ، الخ. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي، زكريا ديوبند: ۱۵۹/۴، كراچی: ۵۸/۳)

الكفاءة هي حق الولي لا حقها. (الدرالمختار، كراچی: ۸۵/۳، زكريا ديوبند: ۲۰۷/۴)

وإذا تزوجت المرأة ونقصت عن مهر مثلها، فللأولياء الاعتراض عليها. عند أبي حنيفة حتىٰ يتم لها مهر مثلها، أو يفارقها. (الهداية، أشرفيه ديوبند: ۳۴۳/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۴/ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۰۸۹۵) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۵۷۱-۵۷۲)

کیا لڑکی ولی، یا اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کی شادی اس کے دوستوں نے ہندہ سے کرادی، جب کہ زید اور ہندہ کے ماں باپ، یا کوئی بھی رشتہ دار قطعی طور پر شادی کے لیے راضی نہ تھے، صرف یہی دونوں راضی تھے، دوستوں نے باہر لے جا کر دونوں کا نکاح بغیر گھر والوں کو خبر کرائے کر دیا؛ لیکن دونوں کے درمیان نکاح کے بعد بھی ہمبستری، یا جسمانی تعلقات قائم نہیں ہوئے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ شادی شریعت کے مطابق جائز ہے کہ نہیں؟ کیوں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوئی بھی لڑکی بغیر ولی کے، یا اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی ہے؟ جواب کتاب وسنت سے تحریر فرما دیں۔

(المستفتی: محمد خالد ملک)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

عاقلہ بالغہ لڑکی کا اپنے کفو اور برادری میں مناسب مہر کے ساتھ نکاح کر لینے سے شرعی طور پر نکاح صحیح اور درست ہو جاتا ہے، اگر چہ اس کا ولی موجود نہ ہو، یا ولی راضی نہ ہو، ہاں البتہ اگر غیر کفو اور غیر برادری میں نکاح کر لیا ہے، یا کفو

میں اس کے معیار سے بہت کم مہر باندھا ہے تو اس کے ولی کی اجازت، یا حاضری کے بغیر صحیح اور درست نہیں ہے۔

و لا يصح النكاح من غير كفء، أو بغبن فاحش أصلاً (إلى قوله) **وإن كان من كفوء وبمهر المثل صح، الخ.** (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي، زكريا ديوبند: ١٧٣/٤-١٧٤، كراچی: ٦٨/٣)

اور جس حدیث شریف میں ولی کی اجازت کا حکم آیا ہے اور بغیر اجازت نکاح باطل ہونے کو کہا گیا ہے، اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ غیر کفو اور قلیل مہر کے ساتھ نکاح منعقد نہیں ہوتا ہے؛ لیکن یہ حدیث شریف کفو اور مثل سے نکاح کرنے کے خلاف نہیں ہے، ورنہ حدیث میں عورت کا اپنے نکاح میں ولی سے زیادہ حقدار ہونے کا ذکر بھی آیا ہے۔

الثيب أحق بنفسها من وليها، والبكر يستأذنها أبوها في نفسها. (الصحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب استيذان الثيب في النكاح بالنطق والبكر بالسكوت، النسخة الهندية: ٤٥٥/١، بيت الأفكار، رقم: ١٤٢١، مشكاة المصابيح: ٢٧٠/٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۹/ ۳۴۱۱)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۰/۴/۱۴۱۴ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۵۷۲-۵۷۳)

عاقل بالغ لڑکی کا گواہوں کی موجودگی میں نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زیبہ فردوس نامی لڑکی نے جو کہ نہٹور کی رہنے والی ہے، بذریعہ رقعہ ہذا جو ساتھ میں منسلک ہے، ذوالفقار صاحب کو اپنے نکاح کا وکیل بنایا، ذوالفقار صاحب نے حسب وکالت دو گواہان کی موجودگی میں مذکورہ عورت کا نکاح پڑھوا دیا، جس کی رسید بھی ساتھ میں روانہ کی جارہی ہے، دریں صورت کیا یہ نکاح درست ہے اور شریعت کے اعتبار سے وہ لڑکی محمد یونس کی زوجہ ہے اور حق زوجیت وصول کرسکتی ہے؟ تمام کاغذات اور رقعہ ہذا کا بغور مطالعہ کر کے شرعی حکم تحریر فرمادیں۔ (المستفتی: محمد زاہد، بجنور)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

عاقل بالغ لڑکی جب اپنی مرضی سے برادری کے لڑکے کے ساتھ گواہوں کی موجودگی میں مناسب مہر کے عوض میں نکاح کرے تو شرعاً وہ نکاح درست ہوجاتا ہے اور مذکورہ نکاح میں مہر فاطمی باندھا گیا ہے، جو مناسب مہر ہے، لہٰذا مذکورہ نکاح اگر لڑکی کی مرضی اور خوشی سے ہوا ہے تو صحیح اور درست ہو چکا اور یہ لڑکی محمد یونس کی شرعی بیوی بن گئی ہے۔

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي والأصل إن كل من تصرف في ماله تصرف في نفسه وما لا فلا. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي، كراچی: ٥٥/٣-٥٦، زكريا ديوبند: ١٥٥/٤، كذا في الهندية، زكريا: ٢٨٧/١، جديد: ٣٥٣/١، ومجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت: ٤٨٨/١، مصري قديم: ٣٣٢/١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۰ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۸۱۷۶)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۳/۱۱/۱۴۲۴ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۵۷۳-۵۷۴)

اولیا کے علاوہ دیگر لوگوں کی موجودگی میں عاقل بالغ لڑکے لڑکی کا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکی نے اپنے ماں باپ کی غیر موجودگی میں اپنے ہوش وحواس کے ساتھ بنا کسی ڈر یا دباؤ کے ایک وکیل اور دو گواہ کے درمیان اقرار کیا اور نکاح کی اجازت دی، اس کے بعد معتبر قاضی نے تقریباً دس آدمیوں کی موجودگی میں سنت طریقہ سے نکاح پڑھایا، لڑکا لڑکی دونوں پٹھان ہیں، لڑکی کی عمر ۲۲؍سال لڑکے کی عمر ۲۳؍سال ہے اور دونوں کنوارے ہیں۔

(المستفتی: حافظ محمد اختر خان شہباز، پورکلاں، مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

جب لڑکے اور لڑکی دونوں عاقل وبالغ ہوشیار ہیں اور دونوں ہم کفو اور ایک برادری سے متعلق ہیں تو ایسی صورت میں ولی اور ماں باپ کی غیر موجودگی میں بلا اجازت شرعی گواہوں اور مسلمانوں کی موجودگی میں دونوں کا نکاح صحیح اور درست ہے۔

عن ابن عباس، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الأيم أحق بنفسها من وليها، والبكر تستأذن في نفسها. (الصحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب استيذان الثيب فى النكاح بالنطق والبكر بالسكوت، النسخة الهندية: ۱/۴۵۵، بيت الأفكار رقم: ۱۴۲۱)

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي، زكريا ديوبند: ۴/۱۵۵، كراچي: ۳/۵۵، تبيين الحقائق، مكتبه امدادية ملتان: ۲/۱۱۷، زكريا: ۲/۴۹۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۲؍صفر المظفر ۱۴۲۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۸۲۶۲) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۵۷۴-۵۷۵)

بالغہ لڑکی نے اپنا نکاح خود کیا اور شافعی باپ نے دوسری جگہ اس کا نکاح کر دیا، کیا حکم ہے:

سوال: ایک لڑکی بالغہ باکرہ عمر بیس سال اپنی والدہ کے ساتھ والدہ کے میکے میں والد کے وطن سے دور چند سال سے رہتی ہے۔ لڑکی اپنے ماموں کے لڑکے سے نکاح ہونے کے لیے قبول وخواہش رکھتی ہے۔ لڑکی بھی قبول ہے۔ یوں کئی سال سے اقرار ہو چکا ہے۔ لڑکے کے والدین اور لڑکی کی والدہ بھی راضی ہیں۔ لڑکی کا ماموں اور اس کا لڑکا وغیرہ لڑکی کا والد جس گاؤں میں رہتا ہے، وہیں ان کی زمین وتجارت ہے اور یہ سب وہیں رہتے ہیں۔ لڑکی کے باپ میں اور ماموں میں نا اتفاقی ہے اور لڑکی کا باپ اس رشتے سے ناراض ہے۔ لڑکی کا باپ اپنے وطن کے دوسرے شخص سے بیاہ کر دینے کے لیے اس شخص کو اور اس کے باپ بھائی اقربا اور دوستوں کو لڑکی جس وطن میں رہتی ہے، وہاں بلواتا ہے اور ان سب کو دوسرے مکان پر ٹھہراتا ہے اور خود بھی انہیں کے ہمراہ رہتا ہے۔ ان حالات سے لڑکی اطلاع پا کر مجسٹریٹ کی عدالت میں عرض گزارتی ہے اور باپ کی مداخلت سے بچنے کے لیے لڑکی کے مکان پر پولس کا

پہرہ بٹھادیا گیا، اس بستی میں ایک دوسرے شہر کا قاضی کچھ اپنے کام کو گیا ہوا تھا، لڑکی کا باپ اس کو بلایا اور کہا کہ میں شافعی المذہب ہوں، میری لڑکی کا نکاح فلاں شخص سے پڑھ دو۔ قاضی نے پوچھا: تمہاری لڑکی کی عمر کیا ہے اور کون سا مذہب رکھتی ہے؟ باپ نے کہا کہ عمر تخمیناً بیس پچیس سال بالغہ باکرہ ہے۔ قاضی نے کہا کہ اس کے اذن قبولیت ضرورت ہے۔ لڑکی کے والد نے کہا کہ میں ولی ہوں، میرے مذہب میں مجھ کو جبر کا حق ہے، میری لڑکی کا مذہب کچھ بھی ہو، اس کے اذن قبولیت کی ضرورت نہیں۔ قاضی نے کہا کہ یہ نکاح صحیح نہ ہوگا؛ مگر وہ نہ مانا، بہ مجبوری قاضی نے قبول کر نکاح پڑھا دیا، قاضی بھی شافعی المذہب ہے۔ آیا یہ نکاح شرعاً درست ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۳۳۵ بستی علی بن آدم (شمالی کنٹرا) ۷/ربیع الاول ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۰/جون ۳۵ء)

الجواب

حنفیہ کے نزدیک یہ نکاح صحیح نہیں ہوا؛ کیوں کہ بالغہ باکرہ پر ولایت اجبار باپ کو حاصل نہیں۔ حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

لا تنكح الثيب حتى تستأمر ولا البكر إلا بإذنها. (أبو داؤد)(۱)

تستأمر اليتيمة في نفسها فإن سكتت فهو إذنها وإن أبت فلا جواز عليها. (أبو داؤد)(۲)

أن جارية بكراً أتت النبي صلى الله عليه وسلم فذكرت أن أباها زوجها وهي كارهة فخيرها النبي صلى الله عليه وسلم. (۳)

اگر لڑکی کا مذہب حنفی ہو تو باپ اس پر اپنے مذہب کے لحاظ سے جبر نہیں کر سکتا۔ (۴) ہاں شوافع کے نزدیک ولایت اجبار بالغہ باکرہ پر باپ کو حاصل ہوتی ہے، (۵) اور اگر لڑکی بھی شافعی مذہب رکھتی ہو تو صحت نکاح کا حکم دیا جائے گا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۷۰/۵)

عاقلہ بالغہ شافعیُ المذہب عورت نے حنفی مذہب کی تقلید کر کے خود اپنا وکیل مقرر کر کے نکاح کر لیا تو وہ نکاح صحیح ہے:

سوال: ایک عورت بالغہ باکرہ شافعی المذہب کے چچا نے اس کے نکاح کی کاروائی کے لیے اپنی جانب سے وکیل مقرر کر کے اپنے شہر سے روانہ کیا تھا۔ وکیل موصوف جب قاضی اور اہل جماعت کے ساتھ نکاح کے لیے مسجد جانے لگے تو منکوحہ کی طرف سے ایک مانع پیش آیا۔ منکوحہ اور اس کی والدہ کو شکایت تھی کہ چچا نے کہا تھا کہ خود آ کر

(۱،۲) أبو داؤد، كتاب النكاح، باب في الاستمار: ۲۸۵/۱، سعيد

(۳) أبو داؤد، النكاح، باب في المكره يزوجها أبوها ولا يستأمرها: ۲۸۵/۱، سعيد

(۴) ولا يجوز للولي إحبار البكر البالغة على النكاح. (الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء: ۳۱۴/۲، شركة علمية)

(۵) وللأب تزويج البنت البكر ... صغيرة أو كبيرة من غير إذنها ومراجعتها ولكن يستحب ان تراجع البالغة ويستاذنها ولو لم يفعل واجبرها على النكاح صح. (العزيز شرح الوجيز، بيان احكام الأولياء: ۵۳۷/۷، بيروت)

نکاح کردوں گا۔یوں کہنے کے باوجود خود نہ آکر وکیل مقرر کر کے بھیج دیا؛اس لیے منکوحہ نے اپنی والدہ کے حکم سے خود اپنا ایک وکیل مقرر کر کے اسی ہم کفو عاقل بالغ شافعی المذہب شخص سے مذہب حنفی کی تقلید کر کے نکاح کرلیا ہے۔نکاح شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

هو الموفق للصواب: صورت مسئولہ میں عورت چوں کہ عاقلہ بالغہ ہے؛اس لیے اس کا مذہب حنفی کو اختیار کرنا صحیح ہے، چناں چہ فقہ شافعی کی کتاب فتح المعین میں لکھا ہے:

إذا تمسک العامی بمذهب لزمه موافقته وإلا لزمه التمذهب بمذهب معين من الأربعة لا غيرها،ثم له وإن عمل بالأول الانتقال إلٰى غيره بالكلية أو فى المسائل بشرط أن لا يتتبع الرخص،انتهٰى وملخصا.(۱)

اور اعانۃ الطالبین میں ہے:

(قوله:ثم له،الخ) ثم يجوز له،الخ، قال ابن الجمال:اعلم أن الأصح من كلام المتاخرين كالشيخ ابن حجر وغيره أنه يجوز الإنتقال من مذهب إلى مذهب من المذاهب المدونة ولو بمجرد التشهى سواء انتقل دواما أو فى بعض الحادثة،انتهىٰ.(۲)

بنا بریں چوں کہ اس نے ہم کفو سے خود وکیل مقرر کر کے نکاح کرلیا ہے؛اس لیے وہ نکاح صحیح ہے، چناں چہ فقہ حنفی میں ہے:

”(فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولى) ... (وله) أى للولى ... (الاعتراض فى غير الكفء) ... (ما لم) يستكت حتٰى (تلد منه)،آه.(۳)(فتاویٰ باقیات صالحات،ص:۱۷۱-۱۷۲)

عاقلہ بالغہ کفو میں نکاح خود کرسکتی ہے:

سوال: عورت عاقلہ بالغہ کو در کفو، یا غیر کفو نکاح خود کند بلا رضاء ولی آیا نکاح جائز است، یا نہ؟

الجواب

أقول:قال فى الدرالمختار:وهو أى الولى شرط صحة نكاح صغير ومجنون ورقيق لامكلفة فنفذ نكاح مكلفة بلارضى ولى،الخ،والدليل فيه قوله عليه الصلاة والسلام:الأيم أحق بنفسها من وليها،رواه مسلم وغيره.

---

(۱) فتح المعين شرح قرة العين بمهمات الدين،فائدة فى بيان التقليد: ٦١٤/١،دار ابن حزم،انيس

(۲) إعانة الطالبين،باب القضاء: ٣٥٠/٤،دار الفكر بيروت،انيس

(۳) الدرالمختار،باب الولى: ٥٥/٣-٥٦،دار الفكر بيروت،انيس

وفی ردالمحتار: والأیم من لازوج لها بکراً أولا. (شامی، جلد:۲)(۱)

وتأویل "لانکاح إلابولی" أو "فنکاح باطل" معروف ومذکور فی الفتح والشامی وغیرهما وفی الدرالمختار: وله ای للولی الاعتراض فی غیر الکفؤ، الخ، ویفتی فی غیرالکفؤ بعدم جوازه أصلا، الخ.

الحاصل نکاح مکلفہ بالغہ بلا رضاولی در کفوٴ جائز است ودر غیر کفوٴ صحیح نیست وھوالمفتی بہ۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۹/۸)

بالغہ کا نکاح باپ کی مرضی کے خلاف اگرچہ صحیح ہے؛ مگر گناہ ہے:

سوال: ایک لڑکی عاقلہ اپنے باپ کے ہوتے ہوئے اپنے نکاح کا اختیار پنچوں کو دے اور پنچ اس لڑکی کے کفو کے ساتھ مہر مثل سے زیادہ مہر پر عقد کردیں تو یہ نکاح بلا مرضی باپ کے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح جائز ہے؛ مگر یہ عورت بلا وجہ شرعی باپ کے خلاف مرضی نکاح کرتی ہے تو گناہ گار ہوگی، اول تو باپ کو بلاوجہ ناراض کرنا گناہ ہے اور پھر بلا اجازت ولی نکاح کرنا بھی بے حیائی اور گناہ سے خالی نہیں، اگرچہ نکاح درست وصحیح ہوجاتا ہے۔

کما یظهر من روایات الحدیث المانعة عن التروج بلا إذن ولی و صرح بالکراهة فی رد المختار. (واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم) (امداد المفتین: ۴۴۰/۲)

عاقلہ بالغہ کا نکاح بدون اجازت ولی:

سوال: ایک لڑکی بالغہ بعمر بیس سال نے پنچوں کے سامنے آکر بغیر اپنے باپ کے مرضی واجازت کے ایک شخص سے نکاح پڑھوالیا۔ یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

اگر لڑکی بالغہ وعاقلہ ہے تو اس کا نکاح اپنی مرضی سے بغیر اجازت ولی باپ بھائی وغیرہ کے اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ اپنے کفو میں کیا ہو یعنی نسب اور پیشہ وغیرہ کے لحاظ سے اس کے قبیلہ سے کم حیثیت نہ ہو۔

قال فی الهدایة: وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وإن لم یعقد علیها ولی. وقال بعد ذلک: إذا تزوجت المراة فی غیر الکفء فللأولیاء الاعتراض وصرح الشامی بعدم نفاذ هذا النکاح. (۲)

لیکن لڑکی کا خود اپنا نکاح بغیر توسط ولی کے کرنا بے حیائی اور مذموم ہے اور اس سے اجتناب لازم ہے۔ (صرح بہ فی ردالمختار) (امداد المفتین: ۴۴۴/۲)

---

(۱) ردالمحتار، باب الولی: ۴۰۷/۲-۴۰۸، ظفیر

(۲) الهدایة، کتاب النکاح: ۱۹۱/۱، دار إحیاء التراث العربی بیروت، انیس

أی فی تزویجها نفسها من غیر کفء. (ردالمحتار، باب الولی: ۵۶/۳، دارالفکر بیروت، انیس)

بالغہ خود بلا ولی نکاح کرسکتی ہے، باپ کا ناجائز لڑکا نہ ولی ہے، نہ لڑکا:

سوال: بالغہ باکرہ کا عقد شرعاً بلا ولی کے صحیح ہے، یا نہ؟ باپ کا ناجائز لڑکا نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟ نکاح میں کچھ خرابی نہ ہوگی اور باپ کا ناجائز لڑکا اگر باکرہ بالغہ عقد کردے گا تو اس سے وہ باپ کا بیٹا صحیح النسب بن جاوے گا، یا نہ؟ اور وارث باپ کا ہوگا، یا نہ؟

الجواب

باکرہ بالغہ کے نکاح کے جواز کے لیے عند الحنفیہ ولی کا ہونا شرط نہیں ہے، مسنون ہے۔ (کذا فی الدر المختار) پس باکرہ بالغہ کی اجازت سے ہر ایک شخص اس کا نکاح کرسکتا ہے۔(۱) باپ کا ناجائز لڑکا بھی اس کام کو باجازت باکرہ بالغہ کرسکتا ہے اور عقد صحیح ہوجاوے گا، کچھ خرابی اس میں نہ ہوگی اور جو ناجائز لڑکا باپ کا ہے، وہ اس نکاح کے باجازت باکرہ کردینے کی وجہ سے باپ کا صحیح النسب لڑکا نہ بنے گا؛ لیکن درحقیقت وہ پہلے ہی ثابت النسب اپنے باپ سے ہے تو وہ جائز بیٹا اپنے باپ کا ہے اور وارث ہوگا۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۴۰-۴۱)

بالغ کی شادی اس کی خواہش کے مطابق ہونی چاہیے، والدین کی خلاف مرضی کرنے میں کوئی گناہ نہیں:

سوال: والدین لڑکے بالغ کی شادی کرنا چاہتے ہیں؛ مگر جہاں والدین شادی کرتے ہیں، لڑکا اس کے خلاف دوسری جگہ خواہش مند ہے، والدین کو وہاں کرنا چاہیے، یا نہیں اگر لڑکا والدین کے خلاف شادی کرے گا تو گنہگار رہے، یا نہ؟

الجواب

جہاں لڑکا خواہشمند ہے، والدین کو وہاں ہی نکاح کرنا چاہیے؛ کیوں کہ ایسا نہ ہو کہ خلاف کرنے میں زوجین میں موافقت نہ ہو اور لڑکے کو حتی الوسع والدین کی اطاعت کرنی چاہیے؛ لیکن اپنی خواہش اور رضا کی موافق خلاف والدین کی مرضی کے اگر نکاح کرے گا تو گنہ گار نہیں ہے،(۲) بعد نکاح کے والدین کو جس طرح ہو راضی کرلیوے۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۱۱۰)

بالغہ خود مختار ہے، یوں ضابطہ کا ولی باپ ہے، نانا، ماموں نہیں:

سوال: ایک لڑکی کو اس کے باپ نے لڑکی کے نانا و ماموں کو دے دیا تھا کہ تم اس کو پرورش کرو اور تم ہی اس کی

---

(۱) ولا تجبر البالغة البكر في النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الولي: ۲/۴۱۰، ظفير)

(۲) ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾ (سورة النساء: ۳)

شادی بیاہ کرنا، اب وہ لڑکی جوان ہوگئی ہے، اب نکاح میں جھگڑا پیش آ رہا ہے، نانا ماموں تو چاہتے ہیں کہ اور جگہ کریں اور باپ چاہتا ہے کہ کہیں اور کرے، اب یہ فرمائیے کہ ولی کون ہے اور کون نکاح کر سکتا ہے؟

الجواب

ولی اس لڑکی کا اس کا باپ ہے؛ مگر جب کہ لڑکی بالغہ ہے تو بلا اجازت اس کے اس کا باپ بھی نکاح نہیں کر سکتا؛ لیکن باپ چوں کہ ولی شرعی ہے، (۱) اس وجہ سے اس کی اجازت لینے پر لڑکی کا چپ رہنا رضا اور اجازت سمجھی جاوے گی بخلاف نانا اور ماموں کے کہ اگر یہ اجازت لڑکی سے نکاح کی لیویں تو جب تک لڑکی صراحۃً زبان سے اجازت نہ دے، نکاح نہ ہوگا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۱۱۰-۱۱۱)

بارہ تیرہ سال کا لڑکا اور نو دس سال کی لڑکی اپنے آپ کو بالغ بتائے تو مانا جائے، یا نہیں:

سوال: اگر لڑکا جس کی عمر ۱۲ و ۱۳/ سال کے درمیان ہو اور لڑکی جس کی عمر ۹ و ۱۰/ سال کے درمیان ہو، بالغ ہونا اپنا ظاہر کریں اور صاحب شعور ہونا ان کا بخوبی ثابت ہو تو شرعاً ان کا بیان قابل تسلیم ہے، یا نہیں؛ یعنی وہ بالغ متصور ہو سکتی ہیں، یا نہیں؟

الجواب

بارہ تیرہ برس کی عمر میں لڑکا اگر بالغ ہونا اپنا بیان کرے اور بہ ظاہر حال اس کا بیان صحیح معلوم ہوتا ہو؛ یعنی اتنی عمر لڑکوں کو احتلام ہوتا ہو تو قول اس کا معتبر ہے اور وہ بالغ شمار ہوگا۔

اور لڑکی کے لیے نو دس برس کی عمر میں یہ ہی حکم ہے؛ یعنی قول اس کا در بارۂ بلوغ معتبر ہے اور پندرہ برس کی عمر میں تو لا محالہ بلوغ کا حکم شرعا دے دیا جائے گا۔

---

(۱) الولی فی النکاح العصبة بلاتوسط انثی علی ترتیب الإرث والحجب. (الدرالمختار) وابن الابن کالابن، ثم یقدم الأب، ثم أبوه، الخ. (ردالمحتار، باب الولی: ۲/۴۲۸، ظفیر)

(۲) (فَنَفَذَ نِكَاحُ حُرَّةٍ مُكَلَّفَةٍ بِلَا) رِضَا (وَلِيٍّ) وَالْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ مَنْ تَصَرَّفَ فِي مَالِهِ تَصَرَّفَ فِي نَفْسِهِ وَمَا لَا فَلَا ... (وَلَا تُجْبَرُ الْبَالِغَةُ الْبِكْرُ عَلَى النِّكَاحِ) لِانْقِطَاعِ الْوِلَايَةِ بِالْبُلُوغِ (فَإِنْ اسْتَأْذَنَهَا هُوَ) أَيْ الْوَلِيُّ وَهُوَ السُّنَّةُ (أَوْ وَكِيلُهُ أَوْ رَسُولُهُ أَوْ زَوَّجَهَا) وَلِيُّهَا وَأَخْبَرَهَا رَسُولُهُ أَوْ الْفُضُولِيُّ عَدْلٌ (فَسَكَتَتْ) عَنْ رَدِّهِ مُخْتَارَةً (أَوْ ضَحِكَتْ غَيْرَ مُسْتَهْزِئَةٍ أَوْ تَبَسَّمَتْ أَوْ بَكَتْ بِلَا صَوْتٍ) فَلَوْ بِصَوْتٍ لَمْ يَكُنْ إذْنًا وَلَا رَدًّا حَتَّى لَوْ رَضِيَتْ بَعْدَهُ انْعَقَدَ سِرَاجٌ وَغَيْرُهُ، فَمَا فِي الْوِقَايَةِ وَالْمُلْتَقَى فِيهِ نَظَرٌ (فَهُوَ إذْنٌ) أَيْ تَوْكِيلٌ فِي الْأَوَّلِ إنْ اتَّحَدَ الْوَلِيُّ، فَلَوْ تَعَدَّدَ الزَّوْجُ ... (وَكَذَا إذَا زَوَّجَهَا الْوَلِيُّ عِنْدَهَا) أَيْ بِحَضْرَتِهَا (فَسَكَتَتْ) صَحَّ (فِي الْأَصَحِّ) إنْ عَلِمَتْهُ كَمَا مَرَّ وَالسُّكُوتُ كَالنُّطْقِ فِي سَبْعٍ وَثَلَاثِينَ مَسْأَلَةً مَذْكُورَةً فِي الْأَشْبَاهِ (فَإِنْ اسْتَأْذَنَهَا غَيْرُ الْأَقْرَبِ) كَأَجْنَبِيٍّ أَوْ وَلِيٍّ بَعِيدٍ (فَلَا) عِبْرَةَ لِسُكُوتِهَا (بَلْ لَا بُدَّ مِنْ الْقَوْلِ كَالثَّيِّبِ الْبَالِغَةِ. (الدرالمختار، باب الولی: ۲/۴۲۷، ظفیر)

فی الدرالمختار: (وَأَدْنَى مُدَّتِهِ لَهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ سَنَةً وَلَهَا تِسْعُ سِنِينَ) هُوَ الْمُخْتَارُ كَمَا فِي أَحْكَامِ الصِّغَارِ (فَإِنْ رَاهَقَا) بِأَنْ بَلَغَا هَذَا السِّنَّ (فَقَالَا: بَلَغْنَا؛ صُدِّقَا إنْ لَمْ يُكَذِّبْهُمَا الظَّاهِرُ) كَذَا قَيَّدَهُ فِي الْعِمَادِيَّةِ وَغَيْرِهَا فَبَعْدَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً يُشْتَرَطُ شَرْطٌ آخَرُ لِصِحَّةِ إقْرَارِهِ بِالْبُلُوغِ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ بِحَالٍ يَحْتَلِمُ مِثْلُهُ وَإِلَّا لَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ، شَرْحُ وَهْبَانِيَّةٍ . (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۹/۸-۱۲۰)

سولہ سالہ لڑکی خود اپنا نکاح کرسکتی ہے:

سوال: حرمت خان عرصہ دس سال کا ہوا انتقال کر گیا، ایک بیوی اور ایک لڑکی چھ سالہ چھوڑی، ان دونوں کی پرورش لڑکی موجودہ کے ماموں نے کی، آٹھ ماہ ہوئے لڑکی موجودہ کی ماں کا بھی انتقال ہوگیا، اس نے یہ وصیت کی تھی کہ میری لڑکی کا نکاح صدیق پسر مولا بخش کے ساتھ کردیا جائے، اب لڑکی کی عمر سولہ سال کی ہے۔ ماموں کہتا ہے کہ لڑکی کا نکاح جس جگہ میرا دل چاہے گا کروں گا اور لڑکی کا تایازاد بھائی کہتا ہے کہ میں لڑکی کہ والدہ کی وصیت کے مطابق کروں گا، جب کہ لڑکی کی عمر سولہ سال ہے تو ولی نکاح کون ہے۔؟

الجواب

ولی شرعی اس صورت میں لڑکی کا تایازاد بھائی ہے؛ لیکن جب کہ لڑکی سولہ برس کی ہے تو شرعاً وہ بالغہ ہے، اس کی اجازت اور اذن سے اس کا ماموں بھی کفو میں نکاح کرسکتا ہے اور وہ وصیت والدہ کی دربارہ نکاح معتبر نہیں ہے، لڑکی کو اختیار ہے، جہاں وہ راضی ہو، کفو میں اپنا نکاح کرالے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۴/۸-۱۱۵)

اٹھارہ سالہ لڑکی اپنا نکاح خود کرسکتی ہے:

سوال: ایک لڑکی جس کی عمر تقریباً اٹھارہ سال کی ہے اس کا والد اس کے عقد نکاح سے بالکل بے فکر ہے، راجگیری کا پیشہ کرتا ہے اور اعمال بداطوار میں ملوث ہے اور شراب خور ہے، ایسی حالت میں اس لڑکی کو اپنی اجازت سے نکاح کرنے کا اختیار حاصل ہے، یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے: (وهو) أي الولي (شرط) صحة (نكاح صغير ومجنون ورقيق) لامكلفة (فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضى (ولي)، الخ، (إلى أن قال:) (ويفتى) في غير الكفء (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوىٰ. (۲)

پس معلوم ہوا کہ اگر لڑکی بالغہ کفو میں اپنا نکاح اپنی رضامندی سے کرالیوے تو صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۴/۸)

---

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، کتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام: ۱۳۲/۵-۱۳۳، ظفیر

(۲) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۴۰۷/۲، ظفیر

بیوہ بالغہ کے نکاح میں والد کی حاضری ضروری نہیں:

سوال: بیوہ ہندہ کے والدین موجود ہیں، ان کی غیر حاضری میں نکاح جائز ہے؟ کیا بلا مرضی بیوہ کے اس کا نکاح جائز ہوسکتا ہے؟

الجواب

والدین کی حاضری بیوہ بالغہ کی نکاح کے لیے ضروری نہیں ہے، لیکن بلا رضا بالغہ کے اس کا نکاح صحیح نہیں ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۹۱/۸)

ایک عورت نے کہا: میرا نکاح فلاں سے کردو، قاضی نے کردیا، کیا حکم ہے:

سوال: مسماۃ سندر طوائف نے تین گواہوں کے روبرو اپنے نکاح کی اجازت دی کہ میرا نکاح رمضانی سے پڑھ دو تب قاضی نے نکاح پڑھا؛ لیکن قاضی نے اپنے کان سے اجازت نہیں سنی تو یہ نکاح صحیح ہوگیا، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نکاح صحیح ہوگیا۔

(قاضی کا سننا ضروری نہیں ہے، لڑکی کا اجازت دینا کافی ہے۔ظفیر) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸۴/۸)

شیعہ بالغہ لڑکی سنی ہوکر خود نکاح کرلے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک بالغہ شیعہ لڑکی نے برضاء ورغبت خود بلا اجازت والدین ایک سنی افغانی سے چار گواہ اور ایک وکیل کی موجودگی میں معرفت قاضی کے نکاح کیا۔ منکوحہ کے والدین بوجہ شیعہ ہونے کے اپنی لڑکی کا نکاح شوہر سے فسخ کرانا چاہتے ہیں، حالانکہ قبل نکاح لڑکی نے روبرو گواہان اقرار کیا ہے کہ میں سنت جماعت حنفی مذہب اختیار کرچکی ہوں اور وکیل نکاح ہونے کا تو اقرار ہے اور میں وکیل بھی بنا؛ مگر لڑکی کے ایجاب وقبول کی آواز میرے کانوں میں نہیں پہنچی۔ اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب

درمختار میں ہے:

(فَنَفَذَ نِكَاحُ حُرَّةٍ مُكَلَّفَةٍ بِلَا) رِضَا (وَلِيٍّ) الْبَالِغَةِ، الخ، وهكذا فى العالمگيرية وغيره.(۲)

---

(۱) ينعقد نكاح الحرة العاقلة برضاءها وإن لم يعقد عليها ولى. (الهداية، كتاب النكاح، باب فى الأولياء والأكفاء: ۳۱۳/۲، ظفير)

(۲) الدر المختار، باب الولى: ۵۵/۳-۵۶، دار الفكر بيروت، انيس

پس صورت مسئولہ میں جب کہ وہ لڑکا بالغہ ہے اور سنی ہو چکی ہے، جیسا کہ شہادت سے ثابت ہے اور ایجاب وقبول بھی شہادت سے ثابت ہے، لہٰذا اس کا نکاح سنی المذہب سے صحیح ہوگیا ہے، والدین دختر جو کہ شیعہ ہیں اور اپنے مذہب پر قائم ہیں، نکاح مذکورہ فسخ نہیں کر سکتے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۴/۸-۱۳۵)

بالغ لڑکا لڑکی جو ہم کفو ہیں، بغیر مرضی والدین نکاح کر سکتے ہیں:

سوال: ایک لڑکے ۲۴/سالہ کا رشتہ ایک لڑکی ۱۷/سالہ سے ہوا، کچھ عرصہ کے بعد بغیر مرضی لڑکے کی شادی دوسری جگہ کردی، چند وجوہات سے بوقت نکاح لڑکا انکار نہ کرسکا؛ لیکن پہلی لڑکی سے اس کو محبت رہی اور لڑکے سے فعل ناجائز ہوا اور عشق میں کمی نہیں، یہ دونوں عثمانی ہیں، اگر دونوں کا خون کردیا جائے تو بے جا حرکت تو نہیں ہے، اگر شادی کی جاوے تو کس کس کی منشا ہونی چاہیے؟ فقط

الجواب

مارڈالنا ان کو جائز نہیں ہے اور نکاح دوسرا اس لڑکے کا لڑکی مذکورہ سے صحیح ہوسکتا ہے، نکاح کردیا جاوے اور جب کہ لڑکی سترہ برس کی ہے تو وہ بالغہ ہے، اس کی رضامندی سے اس کا نکاح شوہر مذکور سے ہوسکتا ہے اور چوں کہ دونوں لڑکا و لڑکی ہم قوم و ہم کفو میں تو اگر لڑکی کے والدین وغیرہ کی اجازت نہ ہو، تب بھی نکاح ہوسکتا ہے، (۱) اور اگر والدین راضی ہوں تو بہت اچھا ہو۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۵/۸-۹۶)

بالغ لڑکی، والدین کی مرضی کے بغیر نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں:

سوال: مسماۃ گلزار دختر ملکی امان عمر ۲۰/سال نے حلفی بیان دیا ہے کہ میری عمر تقریباً ۲۰/سال ہے، میں میر محمد سے شادی کرنا چاہتی ہوں، میں نے اپنی مرضی سے اپنے والدین کا گھر چھوڑا ہے، مجھے کسی نے اغوا نہیں کیا، میرے والدین میری مرضی کے خلاف شادی کرنا چاہتے ہیں؛ اس لیے ان کا گھر چھوڑ دیا ہے۔

الجواب

استفتا میں سوال کی وضاحت نہیں ہے، اگر یہ پوچھنا مطلوب ہے کہ مذکورہ بالغ لڑکی اپنے والدین کی مرضی کے بغیر نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بہتر یہی ہے کہ والدین کی مرضی حاصل کرکے نکاح کرے؛ تاہم چونکہ وہ بالغ ہے؛ اس لیے اگر والدین کی مرضی کے بغیر اپنے کفو میں شرعی طریقے سے نکاح کرلے گی تو نکاح منعقد ہوجائے گا۔(۲)

---

(۱) ینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاء ها وإن لم یعقد علیها ولی بكراً كانت أو ثیباً،الخ.(الهداية،باب الأولياء:۲۹۳/۲،ظفير)

(۲) و فی الهندية، كتاب النكاح (۳۱۳/۲،طبع شركة علمية): وینعقد نكاح العاقلة البالغة برضائها.

وفی البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الاولياء (۱۱۷/۳،طبع بيروت وفی طبع مكتبة رشيدية كوئٹه: ۱۰۹/۳): نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولی، لأنها تصرفت فی خالص حقها وهی من أهله لكونها عاقلة بالغة.

البتہ غیر کفو میں نکاح کیا تو وہ والد کی مرضی کے بغیر منعقد نہیں ہوگا۔(۱) واللہ سبحانہ اعلم

۱۳۹۶/۱۰/۲۱ھ (فتاویٰ عثمانی:۲/۲۹۰)

ولی کی اجازت کے بغیر بالغ مرد اور عورت کے نکاح کا حکم:

سوال: کیا کسی بالغ مرد اور بالغ عورت کا نکاح بلا اجازت ولی کے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

حنفیہ کے نزدیک بالغ مرد اور عورت اپنے نفس کے خود مختار ہیں؛ اس لیے دونوں ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح کرا سکتے ہیں اور ایسا نکاح شرعاً صحیح اور درست ہوگا؛ لیکن موجودہ دور کے نازک حالات کو سامنے رکھ کر ولی سے اجازت لینا فتنہ وفساد ختم کرنے کا ذریعہ ہے۔

قال المرغینائی: وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وإن لم یرضی علیها ولی بکرًا کانت أوثیبًا عند أبی حنیفة وأبی یوسف (رحمهما اللّٰه) فی ظاهر الروایة. (الهدایة: ۲/۵۷٤، باب فی الأولیاء والأکفاء)

قال العلامة داماد آفندی: نفذَ أی صح نکاح حرة احترازًا عن الأمة لأن نکاحها موقوفٌ علیٰ أذنِ مولاها کتوقف نکاح الصغیر والمجنونة والمعتوهة علیٰ اذن الموتیٰ ولذا قال مکلفه بکرًا کانَ أو ثیبًا بلاولی الی ولو کان النکاح بلا اذن ولی وحضوره عند الشیخین فی ظاهر الروایة؛ لأنها تصرف فی خالص حقها، وهی من أهله، لکونها عاقلةً بالغةً،الخ. (الدر المنتقیٰ شرح الملتقیٰ: ۲/۳۳۲، باب الأولیاء والاکفاء) (فتاویٰ حقانیہ:۴/۳۹۴)

لڑکے کا والدین کی رضامندی کے بغیر شادی کر لینے کا حکم:

سوال: لڑکے کا رشتہ اس کے گھر والوں نے لگا دیا ہے؛ مگر وہ وہاں شادی نہیں کرنا چاہتا ہے، لڑکا اپنی پسند کی شادی کرنا چاہتا ہے، جس سے شادی کرنا چاہتا ہے، وہ لڑکی بھی راضی ہے، اس کے گھر والے بھی راضی ہیں، لڑکے کے گھر والے راضی نہیں، اگر لڑکا زبردستی شادی کرنا چاہے تو شادی درست ہے، یا نہیں؟ برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلے کا جواب دیں۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

والدین ہمیشہ اپنی اولاد کی بہتری اور بھلائی کے لیے سوچتے ہیں؛ اس لیے نکاح کرنے میں بھی ان کی رائے کو مقدم

---

(۱) **وفی الدرالمختار، کتاب النکاح (باب الولی: ۳/۵٦-۵۷): ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازه أصلا وهو المختار للفتویٰ لفساد الزمان.**

وفی المبسوط،باب الأکفاء (۵/۲۵،طبع دارالمعرفة بیروت): وإذا زوجت المرأة انفسها من غیر کفو فللأولیاء أن یفرقوا بینهما، لأنها الحقت العار بالاؤلیاء.

رکھنا چاہیے؛ لیکن اگر کوئی عاقل بالغ آدمی اپنا نکاح خود کرنا چاہے تو شریعت نے اس کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنا نکاح خود کرسکتا ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگرلڑکا عاقل بالغ ہے تو وہ اپنا نکاح خود کرسکتا ہے، البتہ مذکورہ لڑکے کے لیے زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ وہ اپنے والدین کی رائے کو ترجیح دے۔

لمافی القرآن الکریم (النساء:۳): ﴿فَانۡكِحُوۡا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثۡنٰى وَثُلاثَ وَرُبَاعَ فَإِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً اَوۡ مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ ذٰلِكَ اَدۡنٰى اَلَّا تَعُوۡلُوۡا﴾

وفی صحیح البخاری (۷۷۱/۲، باب لا ینكح الاب وغیره البكر والثیب إلا برضاها): عن أبی سلمة، أن أبا هريرة حدثهم: أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: لا تنكح الأيم حتٰى تستأمر، ولا تنكح البكر حتى تستأذن قالوا: يا رسول اللّٰه، وكيف إذنها؟ قال: أن تسكت.

وفی الدرالمختار (۵٦/۳): والأصل أن كل من تصرف فی ماله تصرف فی نفسه وما لا فلا.

وفی الشامیة تحته: (والأصل، إلخ) عبارة البحر والأصل هنا أن كل من يجوز تصرفه فی ماله بولاية نفسه الخ فإنه يخرج الصبی المأذون فإنه وإن جاز تصرفه فی ماله لكن لا بولاية نفسه لٰكن يرد على العكس المحجورة فإنها تملك النكاح وإن لم تملك التصرف فی مالها على قولهما بالحجر على الحر فالأصل مبنی علٰی قول الإمام تأمل. (نجم الفتاویٰ:۲۷/۵-۲۸)

بالغہ لڑکی کی ماں کا باپ کی رضامندی کے خلاف کسی جگہ نکاح کرنا:

سوال: ایک عورت بریرہ کو شوہر نے گھر سے تین مرتبہ الگ الگ ٹائم پر نکال دیا؛ یعنی ایک بار نکالنے کے بعد پھر گاؤں والوں نے فیصلہ کیا، پھر گھر میں رکھ لیا، پھر کچھ عرصے بعد پھر نکال دیا، پھر فیصلہ ہوا، پھر نکال دیا، پھر اس عورت بریرہ کے والدین اور بھائیوں کو گاؤں والوں نے بولا کہ یہ آدمی بہت ظالم ہے، اپنی بیٹی کو طلاق دلواؤ، اُس عورت بریرہ کے والدین اور گاؤں کا خان اور گاؤں والوں نے یہی فیصلہ کیا؛ لیکن اس عورت بریرہ کو یہ فیصلہ منظور نہیں تھا اور وہ بولتی کہ کوئی بات نہیں ہے، وہ اگر مجھ کو اپنے گھر میں نہیں رکھتا تو میں اپنے والدین کے گھر رہ لوں گی؛ لیکن طلاق نہیں دلواؤ، میں اسی کے نام پر ساری زندگی گزار دوں گی، ابھی آٹھ سال ہوئے ہیں کہ یہ عورت بریرہ اپنے والدین کے ساتھ رہتی ہے، اس سب واقعے میں غلطی لڑکی کی نہیں ہے، گاؤں والے گاؤں کے خان اور معزز لوگوں نے لڑکے کو تین بار ملامت کیا ہے؛ لیکن لڑکے نے کسی کی نہیں سنی اور دوسری شادی کرلی، کچھ عرصے کے بعد تیسری شادی کرلی۔

اب سوال یہ ہے کہ اس عورت بریرہ کے دو بیٹے ہیں، جو نابالغ ہیں اور ایک بچی یعنی لڑکی جمیلہ ہے، جس کی عمر تقریباً ۱۴ر سال ہے، لڑکی جمیلہ کی منگنی تقریبا تین سال پہلے ہوگئی ہے، جب کہ ان کے باپ دادا کو یہ منگنی منظور نہیں تھی اور اب لڑکی جمیلہ کی شادی ہورہی ہے۔

سوال یہ ہے کہ شادی میں باپ، یا دادا ولی بنتا ہے، چوں کہ باپ دادا کو شادی نامنظور ہے اور وہ ادھر کراچی میں بھی

نہیں۔ کیا اس صورت میں لڑکی جمیلہ کی ماں بریرہ کا باپ یعنی لڑکی کا نانا ولی بن سکتا ہے؟ اس کے ولی بننے سے نکاح ہوگا؟ برائے مہربانی اس الجھن سے نکال دیجئے اور لڑکی لڑکا شکل وصورت، اخلاق اور دینداری اور حیثیت میں بالکل برابر ہیں صرف لڑکا سید اور لڑکی غیر سید ہے۔ ایک اور بات جس لڑکی جمیلہ کی شادی لڑکے حارث سے ہو رہی ہے، اس کے بدلے میں لڑکے حارث نے اپنی بھتیجی لڑکی جمیلہ کے بھائی کو دی ہے۔

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

لڑکی کے نکاح کرانے کا اختیار باپ، یا دادا کو ہوتا ہے، اگر چہ بالغ لڑکی اپنا نکاح اپنی مرضی سے کرسکتی ہے؛ لیکن جو نکاح (ولی) باپ اور دادا کے مشورہ اور اجازت سے ہوتا ہے، اس میں زیادہ خیر وبرکت ہوتی ہے۔ ہاں اگر باپ ظالم ہو اور معلوم ہو کہ وہ لڑکی کا نکاح کہیں اچھی جگہ نہیں کرے گا تو پھر دادا کے مشورہ سے نکاح کرنا چاہیے؛ لیکن اگر بالفرض بالغہ لڑکی کا نکاح لڑکی کا نانا، یا والدہ کرادیں تو وہ نکاح منعقد ہو جائے گا، باپ، دادا اس کو فسخ نہیں کرسکتے؛ لیکن اگر غیر کفو میں نکاح کرائیں تو نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا، غیر کفو میں نکاح کرنے کے لیے باپ اور اگر باپ موجود نہ ہو تو دادا کی اجازت کا حصول ضروری ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں چوں کہ مذکورہ لڑکا لڑکی کے کفو سے بڑھ کر ہے اور مذکورہ لڑکی بالغہ بھی ہے، اس وجہ سے نکاح منعقد ہو جائے گا اور باپ دادا کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

(۲)　ادلے بدلے کے ساتھ جو نکاح کئے جاتے ہیں، وہ منعقد ہو جاتے ہیں، بشرطیکہ مہر متعین ہو۔

لما فی البخاری (۷٦٦/۲): عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما: أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم نهی عن الشغار والشغار أن یزوج الرجل ابنته علیٰ أن یزوجه الآخر ابنته، لیس بینهما صداق.

وفی البخاری (۷٦۲/۲): عن أبی هریرة رضی اللّٰہ عنه، عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: تنکح المرأة لأربع: لمالها ولحسبها وجمالها ولدینها، فاظفر بذات الدین، تربت یداک.

وفی الدرالمختار (۵۵/۳): (فنفذ نکاح حرة مکلفة بلا) رضا (ولی) والأصل أن کل من تصرف فی ماله تصرف فی نفسه وما لا فلا (وله) أی للولی... (الاعتراض فی غیر الکفء) فیفسخه القاضی ویتجدد بتجدد النکاح... (ویفتی) فی غیر الکفئبعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوی (لفساد الزمان) فلا تحل مطلقة ثلاثا نکحت غیر کفء بلا رضا ولی بعد معرفته إیاه فلیحفظ.

وفی الشامیة (۸٤/۳): قوله (من جانبه، إلخ) أی یعتبر أن یکون الرجل مکافئا لها فی الأوصاف الآتیة بأن لا یکون دونها فیها ولا تعتبر من جانبها بأن تکون مکافئة له فیها بل یجوز أن تکون دونه فیها... فإن حاصله أن المرأة إذ زوجت نفسها من کفء لزم علی الأولیاء وإن زوجت من غیر کفء لا یلزم أو لا یصح بخلاف جانب الرجل فإنه إذا تزوج بنفسه مکافئة له أو لا فإنه صحیح لازم. (نجم الفتاویٰ: ۲۸/۵-۲۹)

بالغ لڑکی کا والدین کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکی ساجدہ جو کسی اسکول میں تعلیم حاصل کرتی تھی، روز اسکول جاتی آتی تھی، کچھ دنوں کے بعد ایک لڑکے نے جو اس کے پڑوس ہی میں رہتا تھا، ایک خط دیا، جس میں اظہار محبت کے بارے میں لکھا تھا، جب اس لڑکی نے خط پڑھا تو غصہ ہوگئی تو اس لڑکے نے بہت سمجھایا بجھایا تو تیار ہوگئی، جب لڑکی اسکول جاتی آتی تھی تو ایک روز وہ لڑکا کہیں لے گیا، جہاں اس نے دوست اور اس کے سگے بھائی بھی موجود تھے، وہاں ایک اور آدمی شادی شدہ تھا، کل دس آدمی تھے، ہمارا کوئی رشتہ دار وہاں نہیں تھا تو ہم سے پوچھا گیا کہ تم تیار ہو تو میں نے کہہ دیا کہ میں تیار ہوں تو میری شادی ہوگئی، میں نے قبول کرلیا اور اس رجسٹر میں میں نے تین جگہ دستخط بھی کیا، اس کے بعد میں گھر آگئی، اسی دس میں سے ایک نے وہاں پر میرا نکاح پڑھایا، جب میں گھر آگئی تو کچھ دنوں کے بعد میری والدہ کو پتہ چل گیا تو میرا اسکول جانا بند کر دیا، لڑکی کی امی نے ان سے قسم لی کہ تم قرآن پاک ہاتھ میں لے کر قسم کھاؤ کہ تم نے فلاں لڑکے سے شادی کی ہے، یا نہیں؟ تو اس لڑکی نے کلام پاک اٹھا کر قسم کھائی کہ میری شادی نہیں ہوئی ہے اور لڑکے نے یہ کہلایا تھا کہ چاہے تمہاری گردن پر تلوار رکھ دے تو تم شادی کے بارے میں مت بتانا؛ اس لیے اس نے قرآن اٹھا کر قسم کھالی، اس کے بعد سے اس کی والدہ یعنی لڑکی کی والدہ نے اسکول جانے کے لیے اجازت دے دی، کچھ دنوں کے بعد لڑکا لڑکی کو لے کر کہیں چلا گیا، دو روز لڑکی لڑکے کے پاس رہی اور تیسرے روز اپنی والدہ کے گھر آگئی، ان دنوں میں لڑکی سے لڑکے نے دخول بھی کیا ہے۔ اب لڑکی اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی اور لڑکی کی والدہ بھائی وغیرہ اس بات کو ناگوار سمجھ رہے ہیں کہ ہماری بیٹی اس لڑکے کے گھر جائے تو اس صورت میں کیا ہوگا، نکاح ہوا، یا نہیں؟ اگر نکاح ہوگیا ہے تو دوسری شادی کرانے کے لیے کوئی صورت ہو تو قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل تحریر فرمائیں۔

(المستفتی: محمد صابر کٹیہاری)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر لڑکا لڑکی دونوں ایک ہی کفو اور ایک ہی برادری سے متعلق ہیں تو دونوں کے درمیان مذکورہ نکاح صحیح ہو چکا ہے، اب دوسری جگہ اس لڑکی کا نکاح درست نہ ہوگا اور سابق نکاح ہی کے ساتھ اسی لڑکے کے ساتھ میاں بیوی کی زندگی گزارنا جائز ہوگا۔

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، والأصل إن كل من تصرف في ماله تصرف في نفسه وقوله ويفتىٰ في غير الكفء بعدم جوازه أصلاً وهو المختار. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي، زكريا ديوبند: ١٥٥/٤-١٥٦، كراچی: ٥٦/٣، وكذا في البحر الرائق، كوئٹه ١٠٩/٣-١١٠، زكريا: ١٩٢/٣-١٩٤)

لو زوجت الحرة البالغة العاقلة نفسها جاز. (الموسوعة الفقهية الكويتية: ۸۰/۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۷/ربیع الاول ۱۴۲۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۶۰۶۲/۳۳)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۰/۳/۷ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۷۷-۵۷۵/۱۳)

والدین کی اجازت کے بغیر بالغہ لڑکی کا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید اور ہندہ نے کافی دنوں سے پیار ومحبت سے متاثر ہوکر آپس میں ایک مستحکم عہد وپیمان کی روشنی میں نہایت خوشی کے ساتھ والدین سے بغاوت کر کے بلا اجازت نکاح شرعی کرلیا ہے، نکاح کے بعد قانونی زد سے بچاؤ کے لیے کورٹ میرج بھی کرلیا ہے، جب والدین کو اس بات کا پتہ چلا تو انتہائی خفگی کا اظہار کرتے ہوئے نکاح سے نفرت کرتے ہیں، لڑکی فی الحال والدین کے زیر نگرانی ہے اور والدین چاہتے ہیں کہ ہم اپنی مرضی سے نکاح کرائیں۔ اب ایسی صورت میں قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بتائیں کہ نکاح جائز ہوا ہے، یا نہیں؟ ہندہ کو اپنی مرضی سے نکاح کرنے کا شرعی اختیار حاصل ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ڈاکٹر محمد خلیل رحمت نگر گلی-۴/سرسید نگر، مراد آباد (یوپی))

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

لڑکی اگر بالغہ ہے اور جس لڑکے سے نکاح کیا ہے، وہ لڑکی کی ہی برادری میں سے ہے، یا ایسی برادری میں سے ہے، جس کو معاشرہ اور ماحول میں عمدہ جانا جاتا ہے تو ایسی صورت میں ہندہ کا ماں باپ کی اجازت کے بغیر نکاح کرلینا شرعاً درست ہے اور یہ نکاح شرعی طور پر منعقد ہو چکا ہے۔ اب ہندہ زید کی ہی بیوی ہے، اسی حالت میں ہندہ کے ماں باپ کے لیے دوسرے مرد سے نکاح کرانا شرعاً درست نہیں ہے؛ بلکہ وہ نکاح باطل ہوگا۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم: ۷۳/۸)

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضى ولى. (الدر المختار مع الشامى، كتاب النكاح، باب الولى، زكريا ديوبند: ١٥٥/٤، كراچى: ٥٥/٣)

قال رحمه الله: نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولى، وهذا عند أبى حنيفة وأبى يوسف فى ظاهر الرواية. (تبيين الحقائق، مكتبه امداديه ملتان: ١١٧/٢، زكريا: ١١٧/٢، الهندية: ٢٨٧/١)

أما نكاح منكوحة الغير فلم ينعقد أصلاً. (شامى، كراچى: ١٣٢/٣، زكريا ديوبند: ٢٧٤/٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۹/محرم الحرام ۱۴۲۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۶۴۳۸/۳۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۱/۱/۱۸ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۷۸-۵۷۷/۱۳)

گھر والوں کی رضامندی کے بغیر لڑکی کا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکا لڑکی بالغ اور عاقل

ہیں، دونوں نے قاضی وکیل اور گواہ کے سامنے نکاح کرلیا؛ مگرلڑکی کے گھر والے راضی نہیں ہیں اورانہوں نے لڑکی کا دوسرا نکاح طے کردیا تو معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا دوسرا نکاح صحیح ہوگا، شریعت کا حکم بیان فرمائیں؟

(المستفتی: محمد ناصر مرادآبادی)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

چونکہ لڑکا لڑکی بالغ ہیں اورلڑکی نے اپنے کفو میں نکاح کیا ہے تو یہ نکاح شرعاً درست ہے، یہ دونوں آپس میں میاں بیوی ہو چکے، لہٰذا اس شوہر سے طلاق یا تفریق حاصل کئے بغیر جو نکاح طے کیا جارہا ہے، وہ قطعاً درست نہیں ہے، اگر اس طرح نکاح کرکے دوسرے شوہر کے پاس بھیج دیا گیا تو یہ حرام کاری وزنا کاری ہوگی۔

فنفذ نكاح حرة بلا رضا ولي. (الدر مع الرد، كتاب النكاح، باب الولي، زكريا ديوبند: ١٥٥/٤، كراچی: ٥٥/٣، ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر مصرى قديم: ٣٣٢/١، دار الكتب العلمية بيروت: ٤٨٨/١)

أما منكوحة الغير فلم ينعقد أصلاً لانه لم يقل أحد بجوازه. (شامی زكريا: ٢٧٤/٤، كراچی: ١٣٢/٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۶/ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۶۹۳۴/۳۵)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۱/۱۱/۸ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۷۸/۱۳-۵۷۹)

بالغان کا والدین کی رضامندی کے بغیر نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ واسق سرور ایک لڑکا ترنم پروین سے محبت کرتا تھا، دونوں کے گھر والے نکاح کرنے پر راضی نہیں تھے؛ اس لیے میں نے ترنم کو اپنے یہاں سے قریب ایک گاؤں میں لے جاکر نکاح پڑھوالیا اور نکاح کے وقت سات آٹھ آدمی بھی موجود تھے، لڑکی کی عمر ۱۶/سال اور میری عمر ۲۲/سال ہے، میں شیخ زادہ ہوں اور لڑکی رنگریز برادری سے تعلق رکھتی ہے تو شرعاً میرا نکاح ہوگیا، یا نہیں؟

(۲) اگر میرا نکاح ہوگیا ہے تو لڑکی والوں کو رخصتی کردینا ضروری ہے، یا نہیں؟

اور نکاح کے بعد طلاق کا مطالبہ شرعاً کیسا ہے اور لڑکی کو تقریباً ۵/یا ۶/ماہ میں اپنے ساتھ بھی رکھ چکا ہوں؛ لیکن جب لڑکی والوں کو علم ہوگیا تو اب لڑکی میکہ میں ہے، اب وہ لوگ بھیجنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور لڑکی کو حمل بھی ہوگیا تھا، جسے لڑکی والوں نے گروادیا ہے۔ شرعی حکم تحریر فرمادیں نوازش ہوگی۔

(المستفتی: واسق سرور، محلّہ: افغانان، شیرکورٹ بجنور)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

(۱) مذکورہ صورت میں آپ کا نکاح ترنم پروین سے صحیح ہوگیا ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم ۲۰۶/۸)

الكفاءة معتبرة من جانبه أى الرجل (إلى قوله) لاتعتبر من جانبها؛ لأن الزوج مستفرش، فلا تغيظه دناءة الفراش.

وقال الشامي: في رد المختار: أن نكاح الشريف الوضعية لازم فلا اعتراض للولي. (شامی، كتاب النكاح، باب الكفاءة، كراچي: ۸۳/۳-۸۵، زكريا: ۲۰۷/٤)

فالكفاءة تعتبر للنساء لا للرجال على معنى أنه تعتبر الكفاءة في جانب الرجال للنساء ولا تعتبر في جانب النساء للرجال؛ لأن النصوص وردت بالاعتبار في جانب الرجال خاصة. (بدائع الصنائع، كراچي: ۳۲۰/۲، زكريا: ٦۲۹/۲)

(۲) چونکہ یہ نکاح لڑکی نے اپنے سے اعلیٰ کفو میں کیا ہے؛ اس لیے صحیح اور درست ہے، لہٰذا اولیاء اور والدین پر لازم ہے کہ موجودہ شوہر کے ساتھ رخصت کردیں۔

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي، كراچي: ۵۵/۳، زكريا ديوبند: ۱۵۵/٤، سكب الأنهر مع مجمع الأنهر مصري قديم: ۳۳۲/۱، دارالكتب العلمية بيروت: ٤۸۹/۱)

عن ابن عباس، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الأيم أحق بنفسها من وليها. (الحديث) (الصحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب استيذان الثيب في النكاح بالنطق والبكر بالسكوت، النسخة الهندية: ٤۵۵/۱، بيت الأفكار رقم: ۱٤۲۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۱/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۵۳۳۰/۳۳)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۸/۶/۱۱ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۷۹/۱۳-۵۸۱)

عاقل بالغ لڑکی کا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر ایک پندرہ سال کی لڑکی جس کو حیض آتا ہو، اپنی مرضی سے اپنی برادری کے برابر برادری والے مسلم لڑکے سے نکاح کر لیتی ہے تو وہ نکاح ہوگا، یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ واضح رہے کہ لڑکی کی عمر لڑکی کے گھر والوں کی طرف سے پندرہ سال لکھائی گئی تھی، جب کہ Medical Legal Report میں تقریباً انیس سال کی عمر بتائی گئی تھی اور یہ معاملہ گیارہ سال پہلے کا ہے، اس دوران ایک بچہ کی پیدائش ہوئی ہے۔

(المستفتی: افضال احمد معرفت محبوب احمد، محلّہ: حیات نگر گلی-۳، مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

شریعت میں پندرہ سال کی لڑکی کو بالغ شمار کیا جاتا ہے اور سوال نامہ سے پتہ چلتا ہے کہ پندرہ سال تو صرف کاغذوں میں ہے، جب کہ حقیقت میں لڑکی ۱۹/ سال کی ہے تو ایسی صورت میں سرکاری قانون کے مطابق بھی وہ لڑکی

بالغ تھی، لہٰذا اس کا نکاح شرعی طور پر اپنی برادری کے برابر برادری والے لڑکے کے ساتھ جائز اور درست ہو چکا تھا، اگرچہ ماں باپ کی مرضی کے بغیر نکاح ہوا ہو تب بھی وہ نکاح معتبر تھا اور جو بچی پیدا ہوئی ہے، وہ بہرحال ماں باپ دونوں کی وارث بنے گی۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ۱۱۲/۶-۱۱۳، فتاوی محمودیہ ڈابھیل: ۵۳۶/۱۰-۵۵۲)

نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي؛ لأنها تصرفت في خالص حقها وهي من أهله؛ لكونها عاقلة بالغة وروى الحسن عن الإمام أنه إن كان الزوج كفواً نفذ نكاحها، وإلا فلم ينعقد. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، زكريا: ۱۹۲/۳، كوئٹه: ۱۰۹/۳، الهداية اشرفية ديوبند: ۳۱۳/۲، شامي، كراچي: ۵۵/۳-۵۶، زكريا ديوبند: ۱۵۵/٤-۱۵٦)

قال أبو جعفر: و إذا تزوجت المرأة البالغة الصحيحة العقل بغير أمر وليها، فالنكاح جائز، وإن كان كفوا لها لم يكن للأولياء أن يفرقوا بينهما، وإن كان غير كفولها كان لوليها أن يفرقوا بينهما. (شرح مختصر الطحاوي جديد: ۲۵۵/٤-۲۵٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۴؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۱۴۲۲/۴۰) (فتاوی قاسمیہ: ۵۸۱/۱۳-۵۸۲) ☆

بالغ لڑکے اور لڑکی کا والدین کی رضامندی کے بغیر نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکا اور لڑکی دونوں بالغ ہیں اور عقلمند و سمجھدار ہیں اور دونوں کی عمر تقریباً ۲۰، ۲۱؍سال ہے، ان دونوں نے اپنی مرضی سے گواہ اور وکیل کی موجودگی میں

☆ **ولی کی اجازت کے بغیر عاقل، بالغ لڑکی کا نکاح:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے اپنی چچازاد بہن سے دو مسلمان گواہوں کے سامنے ایک نکاح خواں کے ذریعہ نکاح کرلیا، لڑکی کی عمر ۱۶؍سال ہے، یہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟

سوال یہ ہے کہ گواہوں نے نکاح کے رجسٹر میں اپنا صحیح نام درج نہیں کیا تو کیا اس سے نکاح پر کچھ اثر پڑے گا؟

(المستفتی: محمد عادل)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ———— وبالله التوفيق

زید کا اپنی چچازاد بہن سے نکاح شرعاً درست ہے؛ اس لیے کہ دونوں عاقل بالغ اور شرعی احکام کے مکلّف ہیں اوران کا اولیا کی اجازت کے بغیر بھی نکاح درست ہوجائے گا؛ لیکن گواہوں کا موجود ہونا اور سننا شرط ہے، دستخط شرط نہیں ہے، لہٰذا رجسٹر پر غلط نام درج کرنے سے نکاح پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين، عاقلين، بالغين مسلمين رجلين، أورجل و امرأتين عدولا كانوا أوغير عدول. (الهداية، كتاب النكاح اشرفية ديوبند: ۳۲٦/۲)

ينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها أي بعقدها الدال على رضاها. (العناية، اشرفية ديوبند: ۲٤۷/۳، الكفاية، اشرفية ديوبند: ٤٦/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۰؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۱۲۰۶/۴۰) (فتاوی قاسمیہ: ۵۸۲/۱۳-۵۸۳)

قاضی کے روبرو اپنا نکاح کرلیا ہے؛ مگر لڑکی کے ماں باپ رشتہ دار وغیرہ راضی نہیں ہیں اور انہوں نے لڑکی کا دوسرا نکاح کسی اور مقام پر لے جا کر زبردستی کسی کے ساتھ کرادیا ہے، کیا یہ دوسرا نکاح جائز اور صحیح ہے؟ اور اگر نہیں ہے تو اس دوسرے نکاح کے گواہ وکیل جن لوگوں کے علم میں یہ بات ہے کہ لڑکی کا پہلے نکاح ہو چکا ہے، اسلام کے کس زمرے میں آتے ہیں؟ دونوں نے نکاح کی رسید بھی حاصل کرلی ہے، دونوں کی برادری بھی ایک ہی ہے۔

(المستفتی: محمد مرسلین ولد مستقیم، محلّہ: سرائے شیخ محمود، تھانہ: کوتوالی، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جب لڑکا لڑکی دونوں ہم کفو وہم برادری ہیں اور دونوں عاقل بالغ ہیں تو دونوں کا اپنی مرضی سے گواہوں کے سامنے نکاح کرلینا شرعاً صحیح اور درست ہے۔ اب دونوں آپس میں میاں بیوی ہیں، لہٰذا اس شوہر سے شرعی طلاق، یا تفریق حاصل کرنے سے قبل دوسری جگہ جو نکاح ہوا ہے، وہ شرعاً صحیح نہیں ہوا، اس دوسرے شخص کے ساتھ رہنا زناکاری ہوگی۔

فنفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضا ولی. (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی، زکریا دیوبند: ۱۵۵/٤، کراتشی: ۵۵/۳، الهداية اشرفية ديوبند: ۳۱۳/۲)

أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لايوجب العدة إن علم أنها للغير، فإنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً الخ (شامی، زکریا دیوبند: ۲٤۷/٤، کراتشی: ۱۳۲/۳، البحر الرائق، زکریا دیوبند: ۲٤۲/٤، کوئٹه: ۱٤٤/٤) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۱؍شوال المکرّم ۱۴۱۹ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۴؍۵۸۹۷)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۹/۱۰/۲۱ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۸۳/۱۳-۵۸۴)

بالغ لڑکا لڑکی کا کورٹ میرج کرانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر بالغ لڑکا لڑکی اپنے ولی کی رضامندی کے بغیر کورٹ میرج کرالیں، بذریعہ کورٹ میرج تو وہ نکاح شریعت کی نظر میں ہوجاتا ہے، یا باطل ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

عموماً کورٹ میں نکاح کرتے وقت شرعی شرائطِ نکاح کا خیال نہیں رکھا جاتا، مثلاً باقاعدہ اِیجاب وقبول نہیں ہوتا؛ بلکہ صرف لکھی ہوئی تحریر پر وکیل دستخط کرالیتا ہے، اسی طرح مسلمان گواہ بھی حاضر نہیں ہوتے؛ بلکہ فرضی کارروائی کردی جاتی ہے، لہٰذا کورٹ میں اس طرح سے کیا ہوا نکاح شرعاً منعقد نہ ہوگا، البتہ اگر کورٹ میں جا کر لڑکا لڑکی باقاعدہ دو مسلمان گواہوں کے سامنے ایک ہی مجلس میں ایجاب وقبول کریں تو یہ نکاح منعقد ہوجائے گا اور اس میں کورٹ کی کوئی تخصیص نہیں، اس طرح کا نکاح کسی بھی جگہ ہوسکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ: ۲۴۲/۵، نظام الفتاویٰ: ۳۹۸)

مستفاد: عن ابن عباس رضی الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: البغايا اللاتی ينكحن أنفسهن بغير بينة. (سنن الترمذی: ۲۱۰/۱،رقم:۱۱۰۹، السنن الكبریٰ للبيهقی: ۳۲۹/۱۰،رقم:۱۴۰۲۲)

عن أبی الزبير أن عمر رضی الله عنه أتی برجل فی نكاح لم يشهد عليه إلا رجل وامرأة، فقال عمر: هٰذا نكاح السرّ ولا نجيزه، ولو كنت تقدمت فيه لرجمت. (رواه الإمام محمد فی الموطأ: ۲۴/۱،وهو مرسل صحيح)

وفی الكافی: ركن النكاح: الإيجاب والقبول ... وقبول النكاح فی المجلس. (الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۴، رقم: ۵۳۶۱،زكريا)

من شرائط النكاح الشهادة عندنا. (الفتاویٰ التاتارخانية: ۳۶/۴،رقم:۵۴۵۳،زكريا)

إنما قلنا هٰذا؛لأن الشرع يعتبر الإيجاب والقبول أركان عقد النكاح. (شامی: ۶۸/۴،زكريا)

وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الأخر وشرط حضور شاهدين الحرين مسلمين. (الدر المختار مع الشامی: ۸۶/۴، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۷/۶/۱۴۳۳ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۶۵/۸-۶۶)

شادی کے معاملے میں والدین کی اطاعت، نیز اپنی من پسند شادی کرنے کا حکم:

سوال: والدین کہیں شادی کروانا چاہتے ہیں اور لڑکا راضی نہیں ہے تو والدین کی اطاعت اس پر واجب ہے، یا نہیں؟ آج کل مرضی کی شادیوں کا رواج بڑھ رہا ہے؟

الجواب ــــــــــــ بعون الملك الوهاب

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ ہر حال میں واجب ہے، ہر مباح کام میں جو شرع کے مخالف نہ ہو، اس میں والدین کی اطاعت ضروری ہے اور جس طرح والدین کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اولاد کی صحیح پرورش کریں، اس کی اچھی تربیت کا انتظام کریں، اسی طرح لڑکی لڑکے کے نکاح کی ذمہ داری بھی والدین پر ہوتی ہے کہ ان کے جوڑ کا رشتہ تلاش کریں، لہٰذا اگر والدین ایسا رشتہ تلاش کریں کہ جس میں شرعاً کوئی خرابی نہ ہو تو ہر عاقل بالغ سمجھدار لڑکی لڑکے کو اس رشتہ پر دل سے رضامند ہو جانا چاہیے؛ کیوں کہ والدین میں اپنی اولاد کے لیے اتم درجہ کی شفقت ہوتی ہے اور وہ اولاد کی بہتری سوچتے ہیں، ان کے لیے بُرا نہیں سوچتے۔ آج کل گھر والوں کی اجازت کے بغیر اپنی من پسند شادیاں کر لی جاتی ہیں، جو کہ عارضی وجوہات کی بنا پر ہوتی ہیں، لہٰذا ان میں توافق اور دوام مشکل ہو جاتا ہے۔ نیز مصالح نکاح بھی بدرجہ اتم حاصل نہیں ہو پاتے، چناں چہ ایسے نکاح برقرار رہنے کے بجائے زوال کا شکار ہو جاتے ہیں، لہٰذا اس طرح نکاح سے اجتناب کرنا چاہیے۔

نکاح کا معاملہ والدین کے سپرد کر دینا ہی مناسب ہے، البتہ اگر لڑکے، یا لڑکی کو یقین ہو جائے کہ والدین کا دیکھا

رشتہ جوڑ کا نہیں اور وہ یہ سمجھیں کہ ہمارا نباہ نہیں ہوسکے گا، اس صورت میں بھی والدین کو ناراض نہیں کرنا چاہیے؛ بلکہ ادب اور نرمی کے ساتھ عذر کرلیا جائے اور اگر عاقل بالغ لڑکے، یا لڑکی کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر کرادیا جائے چاہے والدین ہی کرائیں، ایسا نکاح منعقد نہ ہوگا، ان کی اجازت ضروری ہے۔

لمافی التفسیر المظهری (۲۰۶/۷): (مسئلة) لا یجوز إطاعة الوالدین إذا أمرا بترک فریضة أو إتیان مکروه تحریما لأن ترک الامتثال لامر اللّٰه والامتثال لامر غیره اشراک معنی ولما روینا من قوله علیه السّلام لاطاعة للمخلوق فی معصیة الخالق – ویجب إطاعتهما إذا امرا بشیء مباح لا یمنعه العقل والشرع وهل یجب إطاعتهما ان امرا بترک إکثار الذکروالنوافل وکسب الأموال فوق الحاجة ونحو ذلک والظاهر عندی أنه لا یجب ذلک لأن اللّٰه سبحانه امر باتباع سبیل من أناب إلیه وإکثار النوافل وترک ما لا یعنیه وترک الدنیا والتبتل إلی اللّٰه سبیل المنیبین لا محالة.

وفی المشکوة (۲۷۱): وعن أبی هریرة قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: الیتیمة تستأمر فی نفسها فإن صمتت فهو إذنها وإن أبت فلا جواز علیها. (رواه الترمذی وأبو داود والنسائی)

وفی الشامیة (۵۸/۳): قوله (ولا تجبر البالغة) ولا الحر البالغ والمکاتب والمکاتبة ولو صغیرین ح عن القهستانی قوله (البکر) أطلقها فشمل ما إذا کانت تزوجت قبل ذلک وطلقت قبل زوال البکارة فتزوج کما تزوج الأبکار نص علیه فی الأصل بحر قوله(وهو السنة) بأن یقول لها قبل النکاح فلان یخطبک أویذکرک فسکتت وإن زوجها بغیر استئمار فقد أخطأ السنة وتوقف علی رضاها بحر عن المحیط. (نجم الفتاویٰ:۲۴/۵-۲۵)

من پسند شادی کرنے پر لڑکی سے قطع تعلق کا حکم:

سوال: ہمارے علاقے میں ایک لڑکی کا رشتہ اس کے سرپرست چچازاد سے کرنا چاہتے تھے لڑکی ناسمجھ اور کسی غیر برادری کے لڑکے پر عاشق تھی، سرپرستوں نے جب زیادہ سختی کی تو ایک شام وہ لڑکی بغیر بتائے اس لڑکے کے ساتھ کورٹ میرج کے لیے نکل گئی۔ کورٹ میرج کے بعد اب لڑکی کے بھائی اس سے قطع تعلق کرچکے ہیں، جینا مرنا الگ کرلیا ہے؟ مفتی صاحب آپ سے مسئلے کا حل دریافت کرنا ہے، کیا بھائیوں کا جینا مرنا ختم کردینا درست ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

لڑکی اور لڑکے کی شادی کے معاملات کو جس احسن اور اکمل طریقے سے والدین اور سرپرست انجام دے سکتے ہیں، یہ محال ہے کہ وہ لڑکا، یا لڑکی خود اس طرح کا عقد کرسکیں۔ شریعت نے شادی کے معاملے کو اولیا کے سپرد کرنے کی ترغیب دی ہے۔ علامہ طحطاوی تحریر فرماتے ہیں:

"فيستحب في حقها تفويض الأمر إلٰى وليها كيلا تنسب إلى الوقاحة". (حاشية الطحطاوى على الدر المختار: ۲/ ۲۶)

(عورت کے لیے بہتر یہ ہے کہ اپنے نکاح کے معاملے کو ولی کے سپرد کر دے تاکہ بے حیائی کا عیب نہ لگایا جائے۔)

آج کل موبائل فون اور دیگر جدید ذرائع نے جہاں اور بہت سے تشویشناک مسائل کھڑے کر دیئے ہیں، وہاں نوجوانوں کے استعمال میں ان چیزوں کا آنا اور روابط کا پیدا ہونا بھی ان میں سے ایک ہے اور پھر بالآخر نوبت سرپرستوں کی رسوائی اور کورٹ میرج تک پہنچ جاتی ہے، جو زندگیوں میں ایسی دراڑ لگا دیتی ہے، جس کا ازالہ تاحیات مشکل ہو جاتا ہے۔

لہٰذا اولاً اولیا کو چاہیے کہ اپنے بچوں خاص طور پر لڑکیوں کی صحیح اسلامی نقوش پر تربیت کریں، ان کے رہن سہن، تعلیم گاہوں اور دیگر امور پر توجہ کریں۔ نیز اگر لڑکی کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آجاتا ہے کہ وہ کسی لڑکے سے شادی کرنا چاہتی ہو جو کہ برادری سے باہر ہے تو اولیا کو چاہیے کہ اگر وہ لڑکا دینداری اور حسب کے اعتبار سے لڑکی کے برابر ہے تو اس سے نکاح کر دیں اور بلا وجہ برادری کی ضد نہ کریں۔ نیز لڑکی کو بھی چاہیے کہ والدین چوں کہ ہمیشہ بچوں کی بھلائی کا سوچتے ہیں، لہٰذا ان کی رائے کو ترجیح دی جائے اور دماغ پر چڑھے عارضی جنون کو دبا دیں۔

لہذا صورت مسئولہ میں اولاً وسرپرستوں کو چاہیے تھا کہ جب بات ہاتھ سے نکل چکی تھی تو وہ خود آگے بڑھ کر اس لڑکے سے اپنی لڑکی کا نکاح کرا دیتے (اگر وہ لڑکا دین اور مال وغیرہ کے اعتبار سے ان کے برابر ہو)، البتہ چوں کہ اب یہ نکاح ہو چکا ہے اور شریعت نے عاقلہ بالغہ لڑکی کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اپنا نکاح کرنے میں خود مختار ہے، بشرطیکہ کفو میں نکاح کرے، لہٰذا اگر لڑکی نے یہ نکاح کفو میں کیا ہے تو یہ نکاح (کورٹ میرج) منعقد ہو چکا ہے۔ اب لڑکی کو چاہیے کہ کسی بھی طرح اپنے بھائیوں اور دیگر سرپرستوں کو راضی کرے۔ اس نے بہت خطرناک قدم اٹھایا ہے، جس پر ندامت کا اظہار ہو اور اولیا کی رسوائی کا جو یہ سبب بنی ہے، اس کے ازالے کی جو ممکنہ صورت ہو، اختیار کرے۔ بھائیوں کو بھی چاہیے کہ جو ہو گیا، اسے بھول کر اپنی بہن سے قطع تعلق ختم کریں اور آئندہ گھر کے ماحول کو دینی اور اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں؛ تاکہ ایسے واقعات رونما نہ ہوں۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

لما فى صحيح المسلم (۱/ ۴۵۵): عن ابن عباس أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: الأيم أحق بنفسها من وليها والبكر تستأذن فى نفسها وإذنها صماتها.

وفى اعلاء السنن (۱۱/ ۶۷): قوله صلى الله عليه وسلم: "لاتنكح البكر حتى تستأذن" دليل علٰى أن البكر البالغ لايجبرها أبوها ولا غيره.

وفى مشكوة المصابيح (ص: ۴۲۷): عن أبى أيوب الأنصارى قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا يحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال يلتقيان فيعرض هذا ويعرض هذا وخيرهما الذى يبدأ بالسلام". (متفق عليه)

وفي الدر المختار (۵٦/۳): (ويفتى) في غير الكفء (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوى (لفساد الزمان). (نجم الفتاویٰ: ۲۹/۵-۳۰)

لڑکے کا خود کمانا اور خود شادی کرنا:

سوال: ایک شخص اپنے لڑکوں سے کہتا ہے کہ تم خود کماؤ اور اپنی شادی خود کرو اور شادی کے لیے لڑکیاں بھی خود تلاش کرو، میری کوئی ذمہ داری نہیں، آپ حضرات سے یہ معلوم کرنا ہے:

(۱) لڑکے کے لیے رشتہ ڈھونڈنا کیا باپ کے ذمہ نہیں؟

(۲) باپ کا یہ کہنا ''خود کماؤ اور اپنی شادی خود کرو'' کیا یہ بات شریعت کے مطابق ہے؟

از راہِ کرم محقق جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

جب اولاد بالغ ہو جائے تو ان کا رشتہ ڈھونڈنا اور مناسب رشتہ میسر آ جانے پر اپنی لڑکی، یا لڑکے کا رشتہ کر دینا یہ والد کی ذمہ داری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے:

''من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فليزوجه فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثما فإنما إثمه علىٰ أبيه''. (مشكاة، ص: ۲۷۱)

(جس شخص کے گھر بچہ پیدا ہو اسے چاہیئے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اسے ادب سکھائے اور جب وہ بچہ بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کرا دے اگر وہ بالغ ہو گیا اور باپ نے شادی نہ کرائی پھر کسی گناہ کا مرتکب ہو جائے تو اس کا گناہ باپ پر ہوگا۔)

البتہ لڑکے کی شادی میں مال خرچ کرنا، نیز شادی کے بعد لڑکے کی بیوی کا کسی قسم کا بھی خرچ باپ کے ذمے نہیں۔ مال کا بندوبست کرنا لڑکے کی اپنی ذمہ داری ہے، ملازمت کرے یا قرض لے اور اگر کچھ ممکن نہ ہو تو شادی کے بجائے روزے رکھے باپ کے ذمے بچے کی شادی میں پیسے خرچ کرنا ضروری نہیں۔

لہٰذا صورت مسئولہ کی شق نمبر (۱) کا جواب واضح ہے کہ لڑکے کا رشتہ ڈھونڈنا باپ کے ذمے ہے، یہ بے حیائی کی بات ہے کہ لڑکا اپنے لیے خود لڑکی ڈھونڈتا پھرے۔

(۲) دوسری شق کا جواب یہ ہے کہ اگر باپ اس معنی میں یہ بات کہہ رہا ہے کہ مہر اور شادی میں خرچ کے مناسب پیسے جمع کرلو اور شادی کے بعد بیوی کے نفقہ وغیرہ کے لیے ملازمت تلاش کرلو تو باپ کا یہ کہنا درست ہے، البتہ اگر بچوں کے پاس اتنے وسائل ہیں کہ وہ سادگی سے شریعت کے مطابق شادی کر کے اپنی بیوی کا خرچہ برداشت کر سکیں اور والد آج کل کی مروّج لاکھوں کی شادی کے مطابق پیسے جمع کرنے پر بچوں کو لگا رہا ہو تو یہ درست نہیں، اس صورت میں نکاح میں تاخیر کرنا باپ کے لیے باعثِ پکڑ ہوگا۔ باپ کو چاہیے اگر بچے اتنا مال رکھتے ہوں کہ سادگی سے

ان کی شادی کردی جائے اور وہ بیوی کا خرچہ چلاسکیں تو مناسب رشتہ ڈھونڈ کر جلد از جلد ان کی شادی کرادے۔

لما في المشكوة (ص:٢٦٧): قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه إن لا تفعلوه تكن فتنة في الأرض وفساد عريض ."رواه الترمذي

وفي إعلاء السنن (٤/١١): الحديث ورد في باب من تاقت نفسه إلى النكاح فإما أن ينكح إن قدر على مؤنة وإما أن يصوم إن لم يقدر عليها.

وفي مرقاة المفاتيح (٦/٢٥٠): تحت حديث المشكوة"أن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة" (أيسره) أي أقله أو أسهله (مؤنة) أي من المهر والنفقة للدلالة على القناعة التي هي كنز لا ينفد ولا يفنى.

وفي الدرالمختار (٣/٦): (ويكون واجباً عند التوقان) فإن تيقن الزنا إلا به فرض نهاية وهٰذا إن ملك المهر والنفقة وإلا فلا إثم بتركه بدائع. (نجم الفتاویٰ: ۱۹/۵-۲۰)

والدین کا بالغ لڑکے کو نکاح پر مجبور کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکے کا رشتہ ہوئے ڈیڑھ سال سے زائد ہو چکا ہے، جب لڑکے کا رشتہ کیا تھا تو لڑکے نے پرزور انکار کیا تھا اور اب بھی کہتا یہی ہے کہ یہ رشتہ مجھے قبول نہیں، اگر آپ نے شادی کر بھی دی، تو میں فوراً طلاق دیدوں گا، لڑکے کی عمر اس وقت تقریباً اکیس سال ہے اور عید کے بعد شادی کا یہ پروگرام طے ہونا ہے۔

نوٹ: ہر شخص یعنی ماں باپ، بھائی، بہن، عزیز واقارب اور دوست واحباب بھی لڑکے کو سمجھا چکے اور لڑکا لڑکی کو بھی دیکھ چکا ہے۔ اب آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ تحریر کریں کہ ہم یہ شادی زبردستی کرادیں تو شریعت کے مطابق جائز ہوگی، یا ناجائز؟

(المستفتی: عبدالرشید، محلّہ: یوسف چوک ٹانڈہ بادلی، رامپور)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

بالغ لڑکے کو نکاح پر مجبور کرنا والدین اور اعزاء کے لیے شرعاً جائز نہیں ہے۔

كما في الدر المختار: ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ.

في الشامية: ولا تجبر البالغة ولا الحر البالغ. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي، مصري :٢/٤١٠، كراچي: ٣/٥٨، زكريا: ٤/١٥٩)

بلکہ لڑکے کی رضامندی شرعاً ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ ۲؍رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۲۰/۲۳) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۵۶۱-۵۶۲)

مجبوراً نکاح پر رضامندی کیسی ہے:

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸؍جون ۱۹۳۳ء مطابق ۴؍ربیع الاول ۱۳۵۲ھ)

سوال: ہندہ کے منگیتر میں کچھ عیب سن کر اس کے والدین رشتہ منقطع کر دیتے ہیں اور لوگوں کو بتاتے ہیں کہ اب انہوں نے رشتہ اپنے بھائی کے لڑکے بکر کے ساتھ کر دیا ہے، حالاں کہ بکر کو علم بھی نہیں، بکر جس کے ساتھ ہندہ کی چھوٹی ہمشیرہ کی نسبت کچھ عرصے سے بتائی جاتی تھی، اپنی مخالفت ظاہر کیا کرتا تھا، اسے ہندہ پیش کی گئی؛ مگر جن نقائص کی وجہ سے وہ چھوٹی بہن کا رشتہ نہیں چاہتا تھا، وہ ہندہ میں بھی موجود تھے، انکار کر دیتا ہے۔

اب چوں کہ ہندہ کے والدین مشتہر کر چکے تھے، قول کو حق ثابت کرنے کے لیے بکر پر اِدھر اُدھر سے زور ڈالنا شروع کیا اور کہا گیا کہ لڑکی کو تعلیم دلوائی جائے گی، سینا پرونا سکھایا جائے گا اور بھی مدد کی جائے گی وغیرہ اور بھی سبز باغ دکھائے گئے، بکر نے بہت تنگ آ کر رضامندی ظاہر کر دی، منگنی کی رسم ادا ہوئی۔

بعد میں بکر نے وہی انکار شروع کر دیا؛ کیوں کہ لڑکی کے والدین نے شادی کے لیے کہنا شروع کر دیا اور اس لیے بھی کہ لڑکی بدستور اَن پڑھ اور دوسرے وعدے سے بھی پورے نہیں ہوتے معلوم ہوتے تھے، طالب علمی کا زمانہ تھا، اسے کسی کی مدد کا بھروسہ بھی نہ تھا، کچھ شکل سے بھی نفرت تھی، بہت سر پھوڑا کہ شادی نہ ہو، کسی طرح سے بلا ٹل جائے؛ مگر والدین نے کوئی پرواہ نہ کی؛ کیوں کہ رشتہ داری کا معاملہ تھا، ہندہ کے والدین کو بھی سب علم تھا؛ مگر وہ اس لیے قدم نہ اٹھاتے تھے کہ بدنامی ہوگی، باوجود اس کے کہ بکر کہتا تھا کہ اگر رشتہ ہو گیا تو طلاق دے دوں گا۔

ہندہ کے والدین نے بکر کے والدین پر بہت دباؤ ڈالا اور دھمکیاں دیں کہ اگر جلدی شادی نہ کی گئی تو سب رشتہ دار ملنا چھوڑ دیں گے، انہیں مجبوراً انتظامات کرنے پڑے۔ بکر بدستور نہیں نہیں کرتا رہا اور یہ حالت تھی کہ شادی کے ذکر سے خواہ بازار ہو، رو پڑتا تھا اور آخری دن تک یہی حالت تھی۔ دعا کرتا تھا کہ کسی طرح رہائی ہو؛ مگر نہ ہوئی۔ خودکشی اسلام میں منع ہے؛ اس لیے نہ کی۔ گھر سے بھاگا؛ اس لیے کہ نہ کسی رشتہ دار نے مدد کا وعدہ کیا، نہ جواب دیا، مجبوراً کرنی پڑی۔ اب شادی ہوئے تقریباً ۴$\frac{1}{۲}$ ماہ ہو چکے ہیں۔ اب بھی ہندہ کے لیے اس کے دل میں پہلے سے زیادہ نفرت ہے اور دن بدن اضافہ ہو رہا ہے، شکل تک دیکھنے سے نفرت ہے۔

ہندہ میں کوئی بات، یا خوبی نہیں، جو اس کا دل اپنی طرف لا سکے، بکر شادی کو اپنے اوپر ظلم سمجھتا ہے اور یہی رونا روتا ہے۔ ایسی شادی کے متعلق شریعت کیا حکم دیتی ہے؟

الجواب

از نائب مفتی صاحب:

اگر بکر بروقت عقد نکاح کے مجبور کیا گیا ہے، قبول کر لینے پر تو عقد نکاح صحیح و نافذ نہیں ہوا ہے؛ کیوں کہ زوجین کی

رضا مندی صحت نکاح کے لیے شرط ہے،(۱) جیسا کہ نماز کی صحت کے لیے وضو شرط ہے۔ فقط واللہ اعلم

حبیب المرسلین عفی عنہ

جواب از: حضرت مفتی اعظمؒ

الجمعیۃ، مورخہ ۴/ربیع الاول ۱۳۵۲ھ میں نکاح کے متعلق ایک فتویٰ شائع ہوا ہے۔ سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ ''خاوند ایک عورت سے شادی کرنے پر رضامند نہیں تھا؛ مگر اس کے والدین نے اسے مجبور کر کے اسی عورت سے اس کی شادی کردی، شادی کو ایک عرصہ ہوگیا؛ مگر خاوند اب تک زوجہ کی طرف مائل اور متوجہ نہیں ہے''۔ مستفتی نے دریافت کیا تھا کہ آیا یہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟ مولوی حبیب المرسلین صاحب نے جواب دیا تھا۔ ''یہ نکاح چوں کہ خاوند کی مرضی کے خلاف ہوا ہے؛ اس لیے صحیح و نافذ نہیں ہوا''۔ اس جواب کے متعلق مولانا عبدالوہاب نے دربھنگہ سے مجھے اطلاع دی کہ یہ ''جواب صحیح نہیں ہے''۔ میں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت جواب صحیح نہیں ہے۔ اول تو سوال سے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ واقعہ مذکورہ میں کوئی ایسی زبردستی کی گئی ہو، جس کو اکراہ قرار دیا جائے تو جواز نکاح میں کوئی شبہ ہی نہیں،(۲) اور اگر بالفرض اکراہ بھی ہوتا، جب بھی صحیح جواب یہی تھا کہ نکاح صحیح ہوگیا؛ کیوں کہ نکاح اکراہ میں بھی صحیح ہوجاتا ہے۔(۳) جن صاحب نے وہ سوال بھیجا تھا، وہ اپنے سوال کا جواب یہ سمجھیں کہ نکاح تو صحیح ہو چکا ہے، البتہ اگر زوجین میں نباہ کی کوئی صورت نہ ہو تو خلع، یا طلاق کے ذریعہ سے علاحدگی کرائیں،(۴) اور زوجین کی زندگی کو تلخی اور کشمکش میں مبتلا رکھنے سے بچانے کی تدبیر کریں۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی (یکم اگست ۱۹۳۳ء) (کفایۃ المفتی: ۳۵۰/۵)

ماموں اور خالو نے بالغہ کا نکاح بلا اس کی رضامندی کے کردیا نکاح منعقد ہوجائے گا، یا نہیں:

سوال: عرض خدمت میں یہ ہے کہ ایک لڑکی کے ماں باپ فوت ہوگئے تھے، اس وقت وہ لڑکی تقریباً چودہ سال کی عمر تھی، جس وقت اس لڑکی کے ماں باپ فوت ہوئے؛ لیکن اس لڑکی کے ماں باپ نے اپنی زندگی میں رشتہ لگائی کر

---

(۱) ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ. (الدر المختار)

وفي الرد: ولا الحر البالغ والمكاتب والمكاتبة ... وإن زوجها بغير استمار اخطا السنة وتوقف على رضاها. (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي، ۵۸/۳، سعيد)

(۲) وينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (الدر المختار، كتاب النكاح: ۹/۳، سعيد)

(۳) أكره على نكاحها بأن يدمن مهر المثل بطلت الزيادة وجاز النكاح. (الفتاوىٰ البزازية على هامش الهندية، كتاب الإكراه: ۱۳۰/۶، ماجدية)

(۴) ويجب لوفات الإمساك بالمعروف ... ومن محاسنه التخلص به من المكاره. (الدر المختار)

وفي الرد: (من المكاره) أي الدينية والدنيوية: أي كان عجز عن إقامة حقوق الزوجة، أو كان لا يشتهيها. (ردالمحتار، كتاب الطلاق: ۲۲۹/۳، سعيد)

دی، بعدفوت ہونے ماں باپ کے وہ لڑکی اپنے ماموں خالو کے یہاں اسی موضع میں آ گئی تھی، جس موضع میں اس کے ماں باپ نے رشتہ لگائی کر دی تھی، وہاں وہ آ کر کچھ عرصہ کے بعد ایک اپنے ہمجولی برادری کے لڑکے کے اوپر عاشق ہوگئی، پس جس پر وہ لڑکی عاشق ہوئی، اسی سے اپنا نکاح چاہتی تھی، اس کے ماموں خالہ نے جس وقت یہ بات سنی، ایک اور دوسری جگہ اس لڑکی کا نکاح کر دیا، براہ زبردستی کے وہ لڑکی وہاں دس، یا بیس روز رہ کر چلی آئی، اسی گاؤں میں جس میں اس کے ماموں خالہ رہتے تھے، وہاں پر آ کر بعد ایک مہینہ کے اس لڑکے کو کہیں لے کر چلی گئی، جس پر وہ عاشق تھی، لہذا حضور اب وہ طلاق نہیں دیتے ہیں، جس کے ساتھ میں اس لڑکی کا نکاح ہوا تھا اور نہ وہ اس کو اپنی رخصتی زوجیت میں لیتے ہیں، پس حضور سے ہم لوگ امیدوار ہیں کہ اس لڑکی کا نکاح اس لڑکے کے ساتھ (یعنی معشوق کے) درست ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اور وہ لوگ طلاق تمام عمر نہیں دیتے ہیں، عار دنیا کے سبب سے۔

تنقیح:

(۱) نکاح کے وقت لڑکی نے زبان سے اجازت دی تھی، یا صاف انکار کیا تھا، یا خاموش رہی تھی، صاف صاف لکھیں۔

(۲) نکاح کے بعد خاوند کو ہمبستری کا موقع دیا تھا، یا نہیں؟ ان دونوں نمبروں کا جواب آنے پر مسئلہ بتلایا جاوے گا اور یہ دونوں پرچے بھی ساتھ بھیجیں اور کسی صاف لکھنے والے سے لکھوا کر بھیجیں۔

جواب تنقیح:

جس وقت وہ لڑکی لڑکے کے ساتھ گئی، ۱۳۲۴ھ میں لڑکی کی عمر اس وقت بیس سال کی ہوگئی تھی اور اس لڑکے کے ساتھ میں گئے ہوئے عرصہ دو سال کا ہوگیا، پس اب عمر لڑکی کی بائیس سال ہوگئی ہے، جس وقت وہ لڑکی ماموں اور خالوں کے یہاں آئی، اس وقت اس کی عمر چودہ سال کی تھی اور نکاح جس وقت اس کے ماموں اور خالوں نے اس کی بلا مرضی کے دوسری جگہ کیا اور اس وقت بھی عمر لڑکی کی بیس سال کی ہوگئی تھی اور اس وقت نکاح پر رضا مند نہیں تھی، ہم نے خوب اچھی طرح سے حال دریافت کیا ہے، ان لوگوں سے جو اس وقت نکاح کے وقت موجود تھے، ان لوگوں نے یہ بات کہی ہے کہ ہمارے سامنے نکاح لڑکی کا ہوا ہے، مکان چوپال میں اور مکان زنانے میں نکاح نہیں ہوا ہے، بوجہ اس کے کہ وہ لڑکی مسماۃ مقصودن صاف انکار کر دے گی؛ کیوں کہ اس لڑکی کی رضامندی تو اسی لڑکے سے ہے، جس پر وہ ہمیشہ سے رضا مند ہے، لہذا حضور کو معلوم ہو کہ اس لڑکی کے ماموں اور خالو نے نکاح چوپال میں اس واسطے کیا؛ تا کہ ہماری حماقت ان دس آدمیوں میں انکاری ہونے سے نہ ہوئے، یہ کام نکاح کا پس پردہ ہو جاوے، ایسا ہی ہوا، نکاح ہونے کے بعد وقت دس بجے رات کے اس لڑکی کا ماموں بنام میر جہت و خالو ولی محمد اور عمرا نمبردار ان تینوں آدمیوں نے اپنی ایک رائے ملا کر اس لڑکی کے پاس گئے اور اس کا انگوٹھہ جبراً لگائے گئے، وہ لڑکی تمام رات سوچتی

رہی، انگوٹھہ لگانے کے بارے میں کہ میرا انگوٹھہ جبراً لگالئے گئے، بعد اس بات کے اگلے روز لڑکی کو وہاں بھیج دی، ڈولے میں بٹھا کر جہاں کی وہ بارات آئی تھی، وہاں جا کر وہ لڑکے کو لے یکر چلی گئی، جس پر وہ عاشق تھی، عرصہ دو سال ہوگئے ہیں، علاوہ اس کے ہم نے اور عورتوں کے ہاتھ دریافت کیا، ہمبستری کا تو ان عورتوں نے بھی یہی کہا کہ ہمبستری اس لڑکے کے ساتھ نہیں ہوئی، جس کے ساتھ نکاح چوپال میں ہوا اور وہ عورتیں تینوں اس لڑکی مقصوداً کی ہمجولی اور ہم دردی اور سہیلی تھی اور اس لڑکے کی ماں اور بہن سے بھی یہ ہی حال معلوم ہوا کہ ہمارے لڑکے کے ساتھ وہ لڑکی ہمبستر نہیں ہوئی اور مسماۃ مقصوداً کا بھی یہی بیان ہے کہ نہ میں نے اجازت نکاح کی دی اور نہ کسی نے مجھ سے پوچھا، بوجہ اس کے کہ وہ خود ہی جانتے تھے کہ اگر ہم پوچھیں گے تو صاف انکار کردے گی، پس اگر وہ مجھ سے پوچھتی بھی تو میں صاف انکار کردیتی؛ کیوں کہ میں رضا مند نہ تھی اور نہ میں وہاں جا کر اس لڑکے سے ہمبستر ہوئی۔ پس حضور کو معلوم ہوئے کہ ہم نے سب حال اچھی طرح دریافت کر کے تحریر کردیا ہے۔ آپ روانہ فرمادیں؟

الجواب

واللّٰہ الموفق للصواب، قال فی الدر: (فَإِنْ اسْتَأْذَنَهَا غَيْرُ الْأَقْرَبِ) كَأَجْنَبِيٍّ أَوْ وَلِيٍّ بَعِيدٍ (فَلَا عِبْرَةَ لِسُكُوتِهَا (بَلْ لَا بُدَّ مِنْ الْقَوْلِ كَالثَّيِّبِ) الْبَالِغَةِ لَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا إلَّا فِي السُّكُوتِ لِأَنَّ رِضَاهُمَا يَكُونُ بِالدَّلَالَةِ كَمَا ذَكَرَهُ بِقَوْلِهِ (أَوْ مَا هُوَ فِي مَعْنَاهُ) مِنْ فِعْلٍ يَدُلُّ عَلَى الرِّضَا (كَطَلَبِ مَهْرِهَا) وَنَفَقَتِهَا (وَتَمْكِينِهَا مِنْ الْوَطْءِ) وَدُخُولِهِ بِهَا بِرِضَاهَا، ظَهِيرِيَّةٌ (وَقَبُولِ التَّهْنِئَةِ) وَالضَّحِكِ سُرُورًا وَنَحْوِ ذَلِكَ بِخِلَافِ خِدْمَتِهِ أَوْ قَبُولِ هَدِيَّتِهِ، آہ.

قال الشامی: فَفِي الْبَحْرِ عَنْ الْمُحِيطِ وَالظَّهِيرِيَّةِ وَلَوْ أَكَلَت مِنْ طَعَامِهِ أَوْ خِدْمَتِهِ كَمَا كَانَتْ فَلَيْسَ بِرِضًا دَلَالَةً، آہ.

وفيه أيضا قبله بأسطر عن الخانية: الْوَلِيُّ إذَا زَوَّجَ الثَّيِّبَ فَرَضِيَتْ بِقَلْبِهَا وَلَمْ تُظْهِرْ الرِّضَا بِلِسَانِهَا كَانَ لَهَا أَنْ تَرُدَّ لِأَنَّ الْمُعْتَبَرَ فِيهَا الرِّضَا بِاللِّسَانِ أَوْ الْفِعْلُ الَّذِي يَدُلُّ عَلَى الرِّضَا نَحْوَ التَّمْكِينِ مِنْ الْوَطْءِ وَطَلَبِ الْمَهْرِ وَقَبُولِ الْمَهْرِ دُونَ قَبُولِ الْهَدِيَّةِ وَكَذَا فِي حَقِّ الْغُلَامِ، آہ. (۲/۹٤)(۱)

سائل نے جوصورت واقعہ بیان کی ہے کہ مسماۃ مقصوداً کی عمر نکاح کے وقت بیس سال کے قریب تھی اور اس کا نکاح ماموں اور خالو نے بدون اس سے پوچھے کردیا، اس سے اجازت نہیں لی اور وہ جانتے تھے کہ مسماۃ کی رضا اس جگہ نکاح کی نہیں ہے تو یہ نکاح فضولی کا عقد ہوا، جس کی صحت اس پر موقوف تھی کہ مسماۃ کی طرف سے یا تو صراحۃً رضا مندی کے الفاظ بعد علم نکاح کے پائے جاتے، یا کوئی ایسا فعل پایا جاتا، جس سے رضا پر دلالت ہوتی۔ صورت واقعہ سے معلوم ہوا کہ مسماۃ نے خبر نکاح سن کر رضا ظاہر کیا تو اگر یہ سب بیانات صحیح اور واقعہ کے مطابق ہیں تو جزئیات مذکورہ کی بنا پر یہ

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الولی: ۳/۶۲-۶۳، دارالفکر بیروت، انیس

نکاح صحیح نہیں ہوا؛ بلکہ مسماۃ نے اس سے ناراضی ظاہر کی اسی وقت کالعدم ہوگیا اور اب مسماۃ مقصوداً جہاں چاہے اپنا نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ اعلم

۲۲/رجب ۱۳۴۵ھ (امدادالاحکام:۳/۳۰۶)

بالغہ حرہ کا نکاح بلا اجازت اس کے باپ نے کردیا:

سوال: علماء دین ومفتیان شرع متین اس باب میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک لڑکی بالغہ کے نکاح کے وقت اس کے والد نے نہ تو اس کو مطلع کیا اور نہ اس سے اجازت چاہی بغیر اس کی اطلاع کے اس کا عقد کردیا، بعد عقد ہوجانے کے لڑکی بہت روئی اور بوقت رخصت بھی بہت روئی اور اس کے شوہر نے اس پر ہر قسم کا ظلم وتعدی کرنے میں کوئی کمی نہیں کی اور اس لڑکی کو اپنی جان تلف ہوجانے کا اندیشہ قوی ہے اور اب وہ اپنے والد کے گھر ہے، شوہر کے گھر جانے سے انکار کرتی ہے، لہذا گذارش ہے کہ کوئی صورت عندالشرع اس کی خلاصی کی ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ اور اگر ہوسکتی ہے تو وہ کیا صورت ہوسکتی ہے؟ اور عقد مذکور صورت مذکورہ میں جائز ہوا، یا نہیں؟ فقط بینوا توجروا۔

الجواب

فی الشامی (۲/۴۹۰) وَصَرَّحَ بِهِ أَيْضًا فِي الذَّخِيرَةِ حَيْثُ قَالَ بَعْدَ حِكَايَةِ الرِّوَايَتَيْنِ، وَبَعْضُهُمْ قَالُوا إنْ كَانَ مَعَ الصِّيَاحِ وَالصَّوْتِ فَهُوَ رَدٌّ وَإِلَّا فَهُوَ رِضًا وَهُوَ الْأَوْجَهُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى، آه.(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اس لڑکی کا رونا اگر ناراض ہوکر اور رد کرنے کے واسطے آواز کے ساتھ چلا کر تھا تو نکاح صحیح نہیں ہوا، البتہ یہ ضروری ہے کہ یہ رونا نکاح کی اطلاع ہوتے ہی پایا گیا ہو، اگر نکاح کی خبر پاکر ذرا بھی اپنے اختیار سے خاموش رہی تو نکاح صحیح ہوگیا اور اس کے بعد رونے سے نکاح میں فرق نہ آئے گا۔

فی الدر: (فَسَكَتَتْ) عَنْ رَدِّهِ مُخْتَارَةً.

(قَوْلُهُ مُخْتَارَةً) أَمَّا لَوْ أَخَذَهَا عُطَاسٌ أَوْ سُعَالٌ، حِينَ أُخْبِرَتْ فَلَمَّا ذَهَبَ قَالَتْ: لَا أَرْضَى أَوْ أَخَذَ فَمَهَا ثُمَّ تَرَكَ فَقَالَتْ ذَلِكَ صَحَّ رَدُّهَا لِأَنَّ سُكُوتَهَا كَانَ عَنْ اضْطِرَارٍ، بَحْرٌ. (۲/۴۹۰)(۲)

جس صورت میں نکاح صحیح ہوگیا ہے، اس صورت میں علاوہ طلاق کے کوئی صورت علاحدگی کی نہیں۔

احقر عبدالکریم، ۲۷/رجب ۱۳۴۴ھ الجواب صحیح: ظفر احمد عفا اللہ عنہ، ۲۹/رجب ۱۳۴۴ھ۔ (امدادالاحکام:۳/۳۰۳)

بدونِ اجازت کئے گئے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو کہ عاقل اور بالغ ہے۔ اس کے گھر والوں نے اس کی شادی اس کی خالہ زاد سے کرنے کا فیصلہ کیا، جب اس شخص کے گھر والوں نے اس

(۱-۲) ردالمحتار، باب الولی: ۳/۵۹، دارالفکر بیروت، انیس

سے اس کی خالہ زاد کے بارے میں رائے مانگی تو اس نے نہ صرف اپنی خالہ زاد سے شادی سے انکار کیا؛ بلکہ فی الحال شادی نہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا اور ساتھ ہی یہ کہا کہ وہ فی الحال اس کی شادی کے بارے میں نہ سوچیں۔

دوسری طرف اس نے ایک اور لڑکی کو شادی کے نظریئے سے پسند کیا اور بعد ازاں اس لڑکی کے بارے میں اپنے گھر والوں کو بھی بتایا؛ مگر اس کے گھر والوں نے اس بات پر برہمی کا اظہار کیا اور مصر رہے کہ اس کی شادی وہ اپنی پسند سے کریں گے۔ ابھی یہ کشمکش جاری تھی کہ اچانک اس کے گھر والوں نے اس شخص کی لاعلمی اور غیر موجودگی میں اور اس سے کسی بھی قسم کی بات چیت کیے بغیر اس کی منگنی اور نکاح کر دیا۔ نکاح کی اس تقریب میں لڑکی بذات خود موجود تھی اور لڑکے کی طرف سے ایجاب وقبول کے فرائض اس کے بھائی نے سرانجام دیئے۔ اسے اپنی منگنی کی خبر منگنی والے دن ہوئی اور نکاح کے بارے میں اسے تین دن کے بعد پتہ چلا۔ اس نے یہ سب کچھ سن کر اپنے گھر والوں سے باز پرس کی اور ان سے پوچھا کہ اس کے منع کرنے کے باوجود انہوں نے یہ قدم کیسے اٹھایا اور وہ اس بات سے سخت ناخوش ہے اور اسے انکا یہ فیصلہ نامنظور ہے۔ یہاں تک کہ اس شخص نے یہ بات اس لڑکی سے بھی کہی کہ میری غیر موجودگی میں میرا نکاح نہیں ہوسکتا، جبکہ میں نے کسی کو بھی اس کام کا اختیار نہیں دیا اور واضح طور پر انکار بھی کیا تھا کہ فی الحال اس بارے میں نہ سوچا جائے؛ مگر اس کے گھر والوں کا اصرار ہے کہ جو ہو چکا ہے، وہ درست ہے اور اسے ان کا فیصلہ قبول کرنا ہوگا۔ (واضح رہے کہ لڑکا روزگار کے سلسلے میں کراچی میں مقیم ہے اور اس کے گھر والے صوبہ سرحد میں ہیں) دریافت طلب امور یہ ہیں:

(۱) کیا ایک شخص کے واضح طور پر کسی بھی جگہ، یا کسی مخصوص جگہ شادی سے انکار کے باوجود اس کے گھر والے اس کی شادی کا فیصلہ یک طرفہ طور پر کر سکتے ہیں؟

(۲) جب کہ وہ شخص واضح طور پر نکاح سے انکاری ہے تو اس کے گھر والوں نے یہ جانتے بوجھتے جو اس کی لاعلمی میں اس کا نکاح کیا ہے، انہیں اس کا اختیار تھا؟ اور کیا اس نکاح کی کوئی شرعی حیثیت ہے؟

(۳) کیا اس طرح لاعلمی میں جب کہ گھر والے اس صورت حال سے واقف ہوں کہ ان کا بیٹا فی الحال شادی سے انکار کر رہا ہے اور کہیں شادی کا ارادہ رکھتا ہے، اس طرح نکاح کرنا جائز ہے؟ کیا ان کا اقدام درست ہے اور کیا اس نکاح کی کوئی شرعی حیثیت ہے؟ جب کہ اس نے زندگی میں کبھی بھی اس طرح کا کوئی حق کسی کو تفویض نہ کیا ہو (یعنی اس کی طرف سے ایسے کسی فیصلہ کا)۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص نے چوں کہ نہ کسی کو اپنا وکیل بنایا ہے اور نہ کسی کو اجازت دی ہے؛ لیکن اس کے باوجود اس کے گھر والوں نے اس کی لاعلمی میں اور بغیر اجازت کے نکاح کروایا ہے؛ اس لیے یہ نکاح اس کی اجازت پر

موقوف رہے گا، اگر اجازت دیدی تو صحیح ہے، ورنہ یہ نکاح شرعاً معتبر نہیں ہے۔صورت مسئولہ میں چوں کہ لڑکے نے اس نکاح کا انکار کردیا ہے، لہٰذا یہ نکاح کالعدم ہے۔

لمافی الهندية (۲۸۷/۱): لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أوسلطان بغير إذنها بكرا كانت أو ثيبا فإن فعل ذلک فالنكاح موقوف على إجازتها فإن أجازته جاز وإن ردته بطل، كذا فی السراج الوهاج.

وفيه أيضاً (۲۹۹/۱): كل عقد صدر من الفضولی وله قابل يقبل سواء كان ذلک القابل فضوليا آخر أو وكيلا أو أصيلا انعقد موقوفا هكذا فی النهاية.

وفی الشامية (۹۷/۳): قوله (إن لها مجيز، الخ) فسر المجيز فی النهاية بقابل يقبل الإيجاب سواء كان فضوليا أو وكيلا أو أصيلا وقال فيها فی فصل بيع الفضولی لو باع الصبی ما له أو اشترى أو تزوج أو زوج أمه أو كاتب عبده ونحوه توقف على إجازة الولی فلو بلغ هو فأجاز نفذ. (نجم الفتاویٰ:۹۱/۵-۹۳)

نابالغہ سمجھ کر باپ نکاح کیا؛ مگر لڑکی بالغہ تھی، انکار کردیا تو کیا حکم ہے:

سوال: زید نے اپنی لڑکی کا عقد اس کو نابالغہ سمجھ کر ایسے لڑکے کے ساتھ کردیا کہ وہ لڑکی اپنے شوہر سے کسی طرح راضی نہیں اور شوہر کسی طرح طلاق دینے پر راضی نہیں ایسی حالت میں اگر محلّہ کی پنچوں کو جمع کیا جاوے، جس میں ایک عالم بھی ہو اور ان سے تفریق کا حکم کرالیا جاوے، یا اکثر جگہوں میں اسلامی قاضی مقرر کئے گئے رہیں، وہ اگر تحقیق کرکے تفریق کا حکم دے دیں تو یہ تفریق معتبر ہوگی اور اس کا حکم طلاق کا ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــ

ان وجوہ سے تفریق نہیں ہوسکتی اور وہ تفریق شرعاً معتبر نہیں ہے اور طلاق نہیں ہے، البتہ اگر زید نے اپنی دختر کو نابالغہ سمجھ کر بدون اس سے اجازت لینے اور دریافت کرنے کے اس کا نکاح کردیا تھا اور درحقیقت وہ بالغہ تھی اور اس نے اطلاع پانے پر فوراً انکار کردیا تھا تو وہ نکاح اول سے ہی باطل ہوا، تفریق کی ضرورت نہیں ہے؛ لیکن اگر اس نے اجازت لینے کے وقت، یا اطلاع پانے کے وقت سکوت کیا تو وہ نکاح ہوگیا اور وجوہ مذکور کی وجہ سے تفریق نہ ہوسکے گی؛ بلکہ شوہر کی طرف سے طلاق دینے کی ضرورت ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶۲/۸)

باپ بھی بالغہ لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح نہیں کرسکتا:

سوال: ہندہ بالغہ اور مادر ہندہ یہ چاہتی ہیں کہ ہندہ کا نکاح غیر جگہ ہوا پدر ہندہ راضی نہیں ہوتا، اگر ہندہ بوجہ نزاع کے دوسری بستی میں چلی جاوے تو ایسی حالت میں ہندہ کی عدم موجودگی میں باپ اس کا نکاح کرسکتا ہے اور جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــ

بالغہ کا نکاح خود اسی کی اجازت سے ہوسکتا ہے، جب کہ وہ کفو میں نکاح کرے اور اس کا باپ بلا اس کی اجازت کے اس کا نکاح نہیں کرسکتا۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۹۵/۸)

بغیر عورت کی اجازت کے نکاح جب کہ وہ رضا مند نہ ہو اور سہیلی کا انگوٹھا لگانا:

سوال: ایک لڑکی کا نکاح ہونے لگا، نکاح کے وقت لڑکی سے اجازت نہیں لی گئی؛ بلکہ اس کی والدہ نے اجازت دے دی اور رجسٹر میں بھی اس کی سہیلی نے انگوٹھا لگا دیا، البتہ لڑکی رضا مند تھی اور لڑکی بالغ بھی تھی۔ اس حالت میں نکاح ہوا یا نہیں؟

الجواب ــ حامداً ومصلیاً

اگر لڑکی نے بعد عقد اس کو منظور کرلیا ہو، قولاً ہو، یا فعلاً تو یہ نکاح صحیح ہوگا، (۲) سہیلی کا انگھوٹھا لگانا بیکار ہے، جب کہ اس کا ایجاب وقبول نہیں کرایا گیا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۵۱۳/۱۰)

اجنبی اگر بالغہ لڑکی سے اجازت چاہے تو اس کا خاموش رہنا اجازت کے حکم میں نہیں ہے:

سوال: ایک نا کتخدا (کنواری) بالغہ لڑکی سے ایک اجنبی شخص نے اجازت نکاح طلب کی، وہ اجنبی نہ لڑکی کا محرم ہے اور نہ لڑکی اس کے سامنے آتی ہے اور لڑکی کے ولی یعنی لڑکی کے باپ کے چچازاد بھائی موجود ہیں؛ لیکن ان کو کچھ اطلاع نہ کی گئی اور یہ محض اس خیال سے کہ اگر ان کو اطلاع ہوئی تو معاملہ درہم برہم ہوجائے گا۔ غرض خفیہ طور سے اس

---

(۱) إذحقیقة الرضا غیر مشروطة فی النکاح لصحته مع الإکراه والهزل (إلی قوله) فالنکاح جائز. (رد المحتار، کتاب النکاح: ۳۷۳/۲، ظفیر)

(۲) "ومنها رضا المرأة إذا کانت بالغة، بکراً کانت أو ثیبا، الخ". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الأول: ۲۲۹/۱، رشیدیه)

"وتثبت الاجازه لنکاح الفضولی بالقول والفعل، کذا فی البحر الرائق". (الفتاوی العالمکیریة، الباب السادس فی الوکالة بالنکاح وغیرها: ۲۹۹/۱، رشیدیه)

"ومن شرائط الایجاب والقبول ... وشرط سماع کل من العاقدین لفظ الآخر لیتحقق رضاهما". (الدر المختار). "(قوله: لیتحقق رضاهما): أی لیصدر منهما ما من شأنه أن یدل علی الرضا؛ اذ حقیقة الرضا غیر مشروطة فی النکاح". (رد المحتار، کتاب النکاح: ۲۱-۱٤/۳، سعید)

"وینعقد انکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها، الخ". (الهدایة، کتاب النکاح، باب فی الأولیاء والأکفاء: ۱۲۳/۲، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

لڑکی سے اجازت نکاح طلب کی، لڑکی نے کچھ جواب نہیں دیا، بالکل ساکت رہی، باہر آکر اس کا نکاح پڑھا دیا اور اس کے سکوت کو اجازت بتایا۔ آیا صورت مذکور میں یہ سکوت اجازت ہوگا، یا نہیں؟ اور یہ نکاح جو بلا اجازت وبغیر اطلاع ولی محض اجنبی کے کہنے سے کر دیا گیا۔ منعقد ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

اگر نابالغہ سے اجازت لینے والا ولی قریب کے علاوہ کوئی اور اجنبی شخص ہے تو تاوقتیکہ وہ زبانی اجازت نہ دے اور بہ تکلم رضامندی کا اظہار نہ کرے تو از روئے شرع رضامندی نہیں ہوسکتی، اجنبی کے دریافت کرنے کی صورت میں سکوت رضامندی کے قائم مقام نہیں ہوسکتا، سکوت کا رضامندی پر دلالت کرنا صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ جب اجازت لینے والا ولی قریب ہو، چوں کہ صورت مذکورہ میں بالغہ مذکورہ نے زبانی اجازت نہیں دی اور رضامندی نہیں پائی گئی اور صحت نکاح کے لیے رضامندی اس کی ضروری تھی، لہذا یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔

ہدایہ میں ہے:

وإن فعل هذا غير ولي؛ يعني استأمر غير الولي أو ولي غيره أولٰى منه، لم يكن رضا، حتى تتكلم به. (۱)

اس صورت میں چوں کہ اجنبی نے نکاح کی اجازت مسماۃ سے طلب کی ہے تو مسماۃ کا زبانی اجازت دینا ضروری ہے، خاموش رہنا کافی نہیں، جب خاموش رہی نکاح نہیں ہوا۔

فی الدرالمختار: (فإن استأذنها) غير الأقرب) كأجنبی أوولی بعيد (فلا) عبرة لسكوتها (بل لابد من القول كالثيب) البالغة. (۲)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ الثانی

سکوت بالغہ کا اس صورت میں اجازت اور رضا نہیں ہے اور اس سکوت کا اعتبار نہیں ہے۔

(فإن استأذنها غير الأقرب) كأجنبی أوولی بعيد (فلا) عبرة لسكوتها، الخ. (۳)

پس وہ نکاح موقوف رہے گا بالغہ کی اجازت پر، اگر بعد نکاح اس نے صراحتاً اس نکاح کو جائز رکھا، یا کوئی ایسا فعل کیا جو رضا پر دال ہو، جیسے تمکین وطی، طلب مہر ونفقہ وخلوت برضاء بالغہ تو وہ نکاح صحیح ہوجاوے گا، ورنہ ناجائز اور باطل ہوگا، جیسا کہ درمختار میں ہے، عبارت مذکورہ کے بعد یہ مذکور ہے:

(بل لابد من القول...) ... (أوما هو فی معناه) من فعل يدل على الرضا (كطلب مهرها ونفقتها (وتمكينها من الوطء) ودخوله بهابرضاها، ظهيرية. (۴)

---

(۱)　الهداية، باب الأولياء والأكفاء: ۲۹۴/۲، ظفير

(۲-۴)　الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولی: ۴۱۳/۲، ظفير

وفی الشامی عن الظهيرية: ولو خلا بها برضا ها هل يكون إجازة؟ لارواية لهذه المسئلة، وعندى أن هذا إجازة،آه، وفى البزازية: الظاهرة أنه إجازة،الخ. (شامی)(۱)

وفی الدرالمختار:(ونكاح عبد وأمة بغير إذن السيد موقوف) على الإجازة (كنكاح الفضولى)الخ.(۲)

وفى الشامى أيضا:وأما الضحك فذكر فى فتح القدير أوّلا أنه كالسكوت لايكفى، وسلم هنا أنه يكفى وجعله من قبيل القول لأنه حرف. (۳)فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۶۸-۶۹)

ولی اور وکیل کی اجازت چاہتے وقت لڑکی کی کون کون سی ادا اجازت ہے:

سوال(۱) ولی کے لیے مثل اب وجد بنت باکرہ بالغہ سے وقت اجازت نکاح برائے اجازت یہ امور کافی ہیں، ضحک، بکاء بلاصوت وغیرہا، یا تکلم ضروری ہے؟

(۲) ولی اگر وکیل بنائے طلب اجازت بالنکاح میں تو اس وکیل من الولی کے لیے بھی وہ امور کافی ہوں گے، جو ولی کے لیے کافی تھے، یا اس وکیل کے لیے تکلم ہی ضروری ہوگا؟

(۳) وکیل من الولی اگر اجنبی غیر محرم ہے تو اس کے واسطے درصورت کفایت ان امور کے جو ولی کے لیے کافی ہیں، ان کا خود مشاہدہ کرنا ضروری ہے، یا ایک عورت کا اس کے متعلق خبر دینا کافی ہوگا؟

الجواب______________________

(۱،۲،۳) بکر بالغہ کو سکوت اور ضحک اور بکاء بلاصوت اذن ہے، جب کہ اجازت چاہنے والا ولی ہو، یا اس کا وکیل، یا قاصد اور اگرچہ وہ وکیل اجنبی غیر محرم ہو، جب کہ اس کو یہ امور بذریعہ خبر معلوم ہوجاویں، اگرچہ بذریعہ عورت معتبر کے ہوں؛ لیکن ا اس حالت میں بصورت بکر بالغہ ایک عورت، یا ایک مرد کا بیان کافی نہ ہوگا۔

قال فی الدرالمختار:(فَإِنْ اسْتَأْذَنَهَا هُوَ) أَىْ الْوَلِيُّ وَهُوَ السُّنَّةُ (أَوْ وَكِيلُهُ أَوْ رَسُولُهُ أَوْ زَوَّجَهَا) وَلِيُّهَا وَأَخْبَرَهَا رَسُولُهُ أَوْ الْفُضُولِيُّ عَدْلٌ (فَسَكَتَتْ) عَنْ رَدِّهِ مُخْتَارَةً (أَوْ ضَحِكَتْ غَيْرَ مُسْتَهْزِئَةٍ أَوْ تَبَسَّمَتْ أَوْ بَكَتْ بِلَا صَوْتٍ)،الخ. (۴)فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۱۳۷-۱۳۸)

بالغہ کا نکاح اس کے علم کے بغیر کردیا تو کیا حکم ہے:

سوال: زید نے اپنی لڑکی مسماۃ ہندہ بالغہ کا نکاح بکر سے کردیا گیا، بوقت نکاح اس سے اجازت نہیں لی اور نہ اس کو اطلاع کی تو یہ نکاح جائز ہے، یا نہ؟

(۱) ردالمحتار،باب الولی:۲/۴۱۳،ظفیر

(۲) الدرالمختار،قبیل باب المهر:۲/۳۵۴،ظفیر

(۳) ردالمحتار،باب الولی:۲/۴۱۳،ظفیر

(۴) الدرالمختار،باب الولی:۲/۴۱۰،ظفیر

الجواب

نکاح موقوف رہا، جس وقت لڑکی کو خبر نکاح کی پہنچی، اگر وہ خاموش رہی اور انکار نہ کیا تو نکاح منعقد ہوگیا۔

فی الدرالمختار: (فإن استاذنها هو) أی الولی وهو السنة (أووكيله أورسوله أوزوجها) وليها وأخبرها رسوله أو فضولی عدل (فسكتت) عن رده مختارة،الخ،فهو إذن،الخ. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۷۸)

بالغہ کا نکاح باپ نے کردیا؛ مگر رخصتی کے وقت اس نے انکار کردیا، کیا حکم ہے:

سوال: زید کے پیر نے زید کو اس بات پر مجبور کیا کہ تم اپنی دختر کا نکاح بکر کے پسر سے کردو، اولاً زید انکار کرتا رہا؛ مگر پیر صاحب کے زیادہ دباؤ دینے پر ناچارو مجبور ہوکر راضی ہوگیا اور اپنی لڑکی بالغہ کا نکاح بکر کے بیٹے سے پڑھا دیا؛ لیکن اس کے بعد جب وہ لوگ رخصتی کرانے آئے تو زید نے رخصت نہیں کیا؛ بلکہ دختر مذکور کا نکاح دوسرے شخص سے کردیا اور نکاح اول کے وقت بھی زید نے اپنی لڑکی سے نکاح کی اجازت لی، نہ بعد میں اس کو اطلاع دی، اس صورت میں کون سا نکاح جائز ہے؟

الجواب

اس صورت میں پہلا نکاح صحیح ہوگیا۔

لقوله عليه والسلام: ثلث جدهن جد وهزلهن جد . (الحدیث)(۲)

درمختار میں ہے کہ سکوت عاقلہ بالغہ کا بوقت استیذان ولی اجازت ہے اور اسی طرح عاقلہ بالغہ کو جس وقت اطلاع نکاح کرنے کی ہو اور وہ سکوت کرے تو یہ بھی اجازت ہے، (۳) پس دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا؛ **لأن نكاح منكوحة الغير باطل، كذا فی الدرالمختار والشامی.** (۴)

قال الله تعالیٰ: ﴿والمحصنات من النساء﴾ (الآیة)(۵) فقط

(لیکن اگر بالغہ نے نکاح کی خبر سنتے ہی انکار کردیا تو نکاح منعقد نہیں ہوا۔ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۸۱)

---

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۲/۴۱۰-۴۱۱، ظفير

(۲) عن أبی هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلاث جدهن جد وهزلهن جد: النكاح والطلاق والرجعة. (سنن أبی داؤد، باب فی الطلاق علی الهزل، رقم الحديث: ۲۱۹۴، سنن ابن ماجة، باب من طلق أو نكح أو راجع لاعبا، رقم الحديث: ۲۰۳۹، انيس)

(۳) دیکھئے: ردالمحتار: ۲/۴۸۲، ظفیر

(۴) وأما منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (ردالمحتار، مطلب فی النكاح الفاسد: ۳/۱۳۲، دارالفكر بيروت، انيس)

(۵) قال أبوبكر: أتفق هؤلاء علی أن المراد بقوله تعالیٰ ﴿والمحصنات من النساء﴾ ذوات الأزواج منهن وأن نكاحها حرام مادامت ذات زوج. (أحكام القرآن للجصاص، سورة النساء: ۲/۱۷۰، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

بالغ لڑکے، لڑکی کا نکاح ان کی اجازت پر موقوف ہے:

سوال: لڑکے کی عمر تقریباً بیس بائیس سال ہے، لڑکی کی عمر اُٹھارہ تا بیس سال ہے، دونوں عاقل بالغ شرعی اعتبار سے خودمختار ہیں، ان کا نکاح اس طرح کرایا گیا ہے کہ لڑکی اور لڑکے کے باپ کو مولوی صاحب نے اس طور سے ایجاب وقبول کرایا کہ لڑکی کے باپ سے مولوی صاحب نے پوچھا کہ ''تم نے اپنی لڑکی بہ عوض حق مہران صاحب کے بیٹے کے نکاح میں دی؟'' انہوں نے جواب دیا کہ ''میں نے دی!'' لڑکے کے باپ سے پوچھا کہ ''تم نے اپنے لڑکے کے واسطے قبول کی؟'' انہوں نے کہا: ''قبول کی'' اس کے بعد لڑکا اور لڑکی ہر دو کے والدین نے اپنے بچوں کو اس نکاح سے مطلع نہیں کیا، اب لڑکا علاحدہ زندگی بسر کر رہا ہے۔ اس نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

یہ نکاح تو ہوگیا؛ مگر لڑکے اور لڑکی دونوں کی اجازت پر موقوف رہا، اطلاع ہونے کے بعد اگر دونوں نے قبول کرلیا تھا تو نکاح صحیح ہوگیا اور اگر ان میں سے کسی ایک نے انکار کردیا تھا تو نکاح ختم ہوگیا۔ (۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۲۱/۶)

بالغہ بیوہ کی اجازت سے جو نکاح ہوا، وہ صحیح ہے، اب انکار سے کچھ نہیں ہوتا:

سوال: ہندہ بیوہ نے زید سے اپنی شادی کردینے کی اجازت بموجب دو عورت اور ایک مرد کے اپنی کو دی۔ اس کا عقد زید سے کردیا گیا اور چند تحائف کا استعمال بھی کیا، جو کہ زید کی جانب سے موقع عقد پر حسب دستور بھیجے گئے تھے۔ زید کے گھر جانے سے پہلے بوجہ بہکانے مخالفین زید کے ہندہ کہتی ہے کہ میں نے اجازت نہیں دی۔ کیا ہندہ کا انکار صحیح ہے اور کیا زید اس کو زبردستی اپنے گھر لاکر وظائف زوجیت ادا کرسکتا ہے؟

الجواب

اس صورت میں نکاح ہندہ کا زید کے ساتھ منعقد ہوگیا اور اب انکار کرنا ہندہ کا لغو ہے، مسموع نہ ہوگا اور زید ہندہ کو رخصت کراسکتا ہے اور وظائف زوجیت ادا کرسکتا ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۱/۸)

---

(۱) ولا يجوز نكاح أحد علىٰ بالغة صحيحة العقل من أب أوسلطان بغير إذنها بكراً كانت أوثيباً. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح: ۲۸۷/۱)

وفي البحر: قال في المحيط: والسنة أن يستأمر البكر وليها قبل النكاح بأن يقول: إن فلانا يخطبك أو يذكرك فسكتت وإن زوجها بغير استئمار فقد أخطأ السنة، وتوقف علىٰ رضاها، انتهىٰ. وهو محمل النهي في حديث مسلم ''لا تنكح الأيم حتىٰ تستأمر ولا تنكح البكر حتىٰ تستأذن، قالوا: يا رسول الله! وكيف إذنها؟ قال: أن تسكت''، فهو لبيان السنة للاتفاق علىٰ أنها لو صرحت بالرضا بعد العقد نقطا فإنه يجوز. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۱۲۱/۳، طبع دار المعرفة بيروت)

رضامندی سے جو نکاح ہوا، درست ہے، بعد کا انکار معتبر نہیں:

سوال: تین گواہوں نے جوان بیوہ عورت کی رضامندی حاصل کر کے نکاح خواں سے کہا کہ وہ عورت یہ اقرار کرتی ہے کہ بعوض دوسو روپیہ مہر کے میرا نکاح کردو۔ اس نکاح خواں نے نکاح کردیا۔ شرعاً یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟ دو گھنٹہ بعد آپس کی رضامندی سے عورت انکار کرتی ہے؟

الجواب

اس صورت میں نکاح منعقد ہو گیا۔ (کذا فی الدر المختار) (۱) فقط

(بعد کا انکار قابل اعتبار نہیں جب کہ گواہ موجود ہیں۔ظفیر) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۱۰۷-۱۰۸)

بالغہ کی اجازت سے ماموں نے اس کا نکاح کردیا تو وہ صحیح ہے:

سوال: ایک لڑکی نے اپنے ماموں کے پاس پرورش پائی؛ کیوں کہ اس کا باپ دس سال سے مفقود الخبر ہے اور ماموں نے لڑکی کے تائے کی موجودگی میں بعد بالغہ ہونے کے نکاح کردیا اور لڑکے نے بوقت اجازت لینے کے سکوت کیا، تائے نے کسی وجہ سے اجازت نہ دی تو نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

وہ نکاح اگر لڑکی کے بالغہ ہونے پر لڑکی کی اجازت سے کیا گیا ہے تو صحیح ہوا؛ لیکن سکوت لڑکی کا بمقابلہ غیر ولی کے اجازت نہیں ہے، اگر اس کے بعد ولایت رضا مثل وطی وغیرہ نہیں پائی گئی تو نکاح نہیں ہوا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۸۲)

ماں نے بالغہ کا نکاح کردیا اور وہ شوہر کے پاس رہی بھی، نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: مسماۃ ہندہ جس کی عمر پندرہ، یا سولہ سال کی ہے، اس کا والد فوت ہو چکا ہے، حقیقی تایا اور والدہ موجود ہیں، بغیر اس کی رضامندی اور اس کے تایا سے بغیر دریافت کئے محض اس کی ماں کیا جازت سے زید کے ساتھ اس

(۱) (فإن استأذنها هو) أي الولي وهو السنة (أو وكيله أو رسوله أو زوجها) وليها وأخبرها رسوله أو فضولي عدل (فسكتت) عن رده مختارة، الخ، (فهو إذن) الخ، ولو استأذنها في معين فردّت ثم زوّجها منه فسكتت صح في الأصح بخلاف مالو بلغها فردت، ثم قالت: رضيت، لم يجز لبطلانه بالرد. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الولي: ۳/۴۱۰، طبع استانبول، انیس)

(۲) (فَإِنْ اسْتَأْذَنَهَا غَيْرُ الْأَقْرَبِ) كَأَجْنَبِيٍّ أَوْ وَلِيٍّ بَعِيدٍ (فَلَا) عِبْرَةَ لِسُكُوتِهَا (بَلْ لَا بُدَّ مِنْ الْقَوْلِ كَالثَّيِّبِ) الْبَالِغَةِ لَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا إلَّا فِي السُّكُوتِ لِأَنَّ رِضَاهُمَا يَكُونُ بِالدَّلَالَةِ كَمَا ذَكَرَهُ بِقَوْلِهِ (أَوْ مَا هُوَ فِي مَعْنَاهُ) مِنْ فِعْلٍ يَدُلُّ عَلَى الرِّضَا (كَطَلَبِ مَهْرِهَا) وَنَفَقَتِهَا (وَتَمْكِينِهَا مِنْ الْوَطْءِ) وَدُخُولِهِ بِهَا بِرِضَاهَا ظَهِيرِيَّةٌ (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الولي: ۲/۴۳۱-۴۱۴، ظفير)

کا نکاح کر دیا گیا، تین ماہ سے اس کے نکاح میں ہے، دو ماہ تک شوہر کے یہاں نہ رہی؛ لیکن اب شوہر کے گھر رہنے پر رضا مند نہیں آیا۔ یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہ؟ اور اب علاحدگی کی کیا صورت ہے؟ ہندہ مہر کی مستحق ہے، یا نہ؟

الجواب

خلوت اور ولی اگر برضا واقع ہو تو وہ بھی اجازت ہے۔

"**كطلب مهرها ونفقتها من الوطء، الخ**". (الدر المختار)(۱)

پس اگر ایسا ہوا تو نکاح صحیح ہو گیا اور پندرہ سولہ سال کی عمر میں لڑکی بالغہ سمجھی جاتی ہے اور مہر اگر مؤجل ہے تو اس کی وصولی کا وقت طلاق، یا موت ہے، فی الحال نہیں لے سکتی۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۸۷-۸۸)

باپ نے اپنی بالغہ لڑکی سے نکاح کے بعد پوچھا: یہ نکاح منظور ہے، یا نہیں؟ وہ خاموش رہی، کیا حکم ہے:

سوال: زید نے اپنی دختر بالغہ کا عقد خالد کر دیا، نکاح سے ۷/منٹ کے بعد عمر نے جو لڑکی کا بھائی ہے، یہ کہا کہ زینب دختر مذکور انکار کرتی ہے، زید نے پھر زینب سے دریافت کیا کہ تو نکاح سے راضی ہے، یا نہیں؟ اس پر اس نے سکوت کیا۔ اس صورت میں یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نکاح صحیح ہو گیا۔

كمافي الدر المختار: (فإن استأذنها هو) أي الولي وهو السنة (أو وكيله أو رسوله أو زوجها) وليها وأخبرها رسوله أو فضولي عدل (فسكتت) عن رده مختارة، الخ، (فهو إذن) الخ. (۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۸۸-۸۹)

بڑا بھائی اگر بہن کا نکاح نہ کرے اور چھوٹا بالغ بھائی کر دے تو درست ہے:

سوال: عمر خان فوت ہوئے، چار بیٹے اور چار بیٹیاں اور دو بیبیاں چھوڑیں، ایک بیوی حاملہ چھوڑی، جس کی عمر خاں کی وفات کے بعد لڑکی پیدا ہوئی۔ اب پہلی بیوی سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں اور بعد کی بیوی سے دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، پچھلی بیوی کے بڑے بیٹے مجید خاں نے بعد پندرہ سال کے جو لڑکی عمر کے بعد پیدا ہوئی تھی، اپنے قبضہ میں لے کر اس کی جانب سے مقدمہ پہلی بیوی اور پچھلی بیوی کے جو وارث تھی (پر مقدمہ کیا)، مقدمہ لڑا کر تقریباً پچاس ہزار کی جائداد حاصل کی، اب لڑکی کی عمر ۲۵/یا ۳۰/سال ہے، باوجود تقاضا کرنے کے مجید خاں برادر لڑکی اپنی نفع کی غرض سے شادی لڑکی کی نہیں کرتا، ایسی صورت میں لڑکی کا دوسرا حقیقی بھائی جو مجید خاں سے چھوٹا ہے، وہ لڑکی کا نکاح

---

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۲/٤١٤، ظفير

(۲) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۲/٤١٠، ظفير

کرسکتا ہے، یا نہیں؟ مجید خاں لڑکی سے بات بھی کرنے دیتا، جو اس کا منشا معلوم ہو، ایسی حالت میں کیا کیا جاوے؟

الجواب

مجید خاں کا دوسرا بھائی اگر جوان اور بالغ ہے تو وہ لڑکی کو اطلاع کر کے اس کا نکاح کرسکتا ہے؛ مگر چوں کی لڑکی بالغہ ہے؛ اس لیے اس سے دریافت کرنا اور اس کی اجازت لینا ضروی ہے اور ساکت رہنا اس کا کافی ہے اور اجازت سمجھی جاتی ہے، اگر نکاح ہونے کے بعد جس وقت خبر اس لڑکی کو پہنچے اور وہ انکار نہ کرے؛ یعنی اپنی رضامندی ظاہر کر دیوے اور سکوت کرے تو وہ نکاح صحیح ہو جاوے گا۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۹۰/۸)

بالغہ لڑکی سے اجازت نہیں لی اور نکاح کر دیا، لڑکی ناخوش ہے، کیا حکم ہے:

سوال: سید محمد صاحب نے اپنی دختر بالغہ کا نکاح بغیر اجازت اس کے اور اس کی والدہ کے ایک شخص سے کر دیا۔ لڑکی سخت ناخوش ہوئی اور ناخوش ہے، لڑکی یہ ہرگز نہیں چاہتی تھی کہ اس سے نکاح ہوتا۔ لڑکی کا نام یوسف زماں عرف ’’جیا‘‘ ہے۔ نکاح اس کے باپ نے صرف جیا کے نام سے کیا ہے۔ یہ نکاح جائز ہوا، یا کیا؟

الجواب

لڑکی کے باپ کو اپنی زوجہ یعنی لڑکی کی والدہ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے؛ لیکن جب کہ لڑکی بالغہ ہو تو لڑکی کو اطلاع کرنا اور اجازت لینا ضروری ہے، اطلاع ہونے پر اگر لڑکی نے سکوت کیا اور نکاح کو رد نہ کیا تو نکاح منعقد ہو گیا، اگر دلی میں لڑکی ناراض رہی؛ لیکن اطلاع ہونے پر خاموش ہوگئی تو نکاح منعقد ہو گیا اور اب اگر انکار کرے تو نکاح باطل نہ ہوگا، باپ نے اگر صرف جیا نام لیا، تب بھی نکاح ہو گیا۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۹۰/۸-۹۱)

بالغہ نے جب وارثوں کے نکاح کو رد کر دیا تو صحیح نہیں ہوا:

سوال (۱) ایک لڑکی بالغہ کا نکاح بلا رضا لڑکی کے اس کے والدہ اور دیگر وارثوں نے کر دیا، جس وقت لڑکی کو خبر ملی تو وہ بہت روتی پٹتی اپنے گھر پر آئی اور کہا کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں ہے۔ یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟

اجازت کی گواہی اگر لوگ دیں تو:

(۲) قاضی نکاح کوان اور دس بیس آدمی گواہی دیتے ہیں کہ لڑکی نے اور اس کے وارثوں نے اجازت دی،

(۱-۲) (فإن استأذنها هو)أی الولی وهو السنة (أو وكيله أورسوله أوزوجها) وليها وأخبرها رسوله أوفضولی عدل (فسكتت) عن رده مختارة ... (فهوإذن) ... ولو استأذنها فی معين فردّت، ثم زوّجها منه، فسكتت صح فی الأصح بخلاف مالوبلغها فردت،ثم قالت: رضيت، لم يجز لبطلانه بالرد.(الدر المختارعلی هامش ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولی: ۴۱۰/۲ ،طبع استنبول،ظفير)

تب نکاح پڑھا ہے۔لڑکی کہتی ہے کہ ہم نے اجازت نہیں دی، یہ کام زبردستی ہوا ہے،قاضی کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟اور نکاح اس کا رہا، یا نہ؟اور شرکاء نکاح کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ

(۱) وہ نکاح باطل ہوگیا۔(۱)

(۲) اگرلڑکی کی اجازت دینے کے دوگواہوں ثقہ ومعتبر موجود ہیں تو اجازت لڑکی کی ثابت ہوگی اورانکاراس کا معتبرنہیں ہے،نکاح ہوگیا۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۹۳/۸-۹۴)

بالغہ پر ولایت:

سوال: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندراس مسئلہ میں کے:زید کی ایک لڑکی ہے،جس کا رشتہ زید نے اپنی زندگی میں خالد سے کردیا ہے۔زید کا ایک چھوٹا بھائی بکر ہے،زید بکر سے سخت ناراض تھا،زید کا انتقال ہوگیا،اب بکر چاہتا ہے کہ زید کی لڑکی کا نکاح میرے لڑکے سے ہواور زید کی بیوی اورلڑکی اس سے رضامند نہیں؛ کیوں کہ وہ لڑکا نالائق اور بدچلن ہے،زید کی بیوی اورلڑکی خالد سے نکاح کرنے میں رضامند ہیں؛ کیوں کہ زید اپنی زندگی میں خالد سے رشتہ کر چکا تھا،اب زید کی لڑکی بالغ ہے، وہ اپنی مرضی کے موافق بغیر اجازت اپنے چچا صاحب کے خالد سے نکاح کرسکتی ہے، یانہیں، جب کہ لڑکی بالغ اور خودمختار ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جب لڑکی بالغہ ہے تو اس کا چچا بلا اس کی رضامندی کہ ہرگز اس کا نکاح نہیں کرسکتا،جس جگہ لڑکی کے باپ نے لڑکی کا رشتہ اپنی زندگی میں کیا تھا،اگر وہاں لڑکی بغیر رضامندی اپنی چچا کے اپنا نکاح کرلے گی تو شرعاً یہ نکاح معتبر ہوگا اور چچا کو شرعاً اعتراض کا حق حاصل نہ ہوگا،بشرطیکہ وہ نکاح کفو؛یعنی اپنی برادری میں ہواور مہر مثل سے کم پر نہ ہو۔

"ونفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا،ولي،الخ"ولا تجبر البالغة البكر على النكاح،آه". (الدرالمختار، باب الولی)(۲)فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۱۲/۴/۱۳۵۴ھ۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ،صحیح:عبداللطیف،مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۲۰/ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۴۹۱/۱۱)

---

(۱) لايجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير ها إذنها بكراً كانت أو ثيباً فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتها جاز وإن ردته بطل.(الفتاویٰ الهندية،طبع: مصطفائی،الباب الرابع فی الأولیاء فی النكاح:۱۳/۲،ظفیر)

(۲) الدر المختار:۵۵/۳،باب الولی،سعید ==

چچا کو بالغہ پر ولایتِ نکاح:

سوال: ایک آٹھ سالہ لڑکی منگنی اس کے چچا کی اجازت سے ہوگئی، جب لڑکی کی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی تو لڑکی کے حقیقی بھائی نے انکار کردیا تو اس لڑکی بالغہ پر چچا کو ولایتِ اجبار حاصل ہے، یا نہیں؟ یہ لڑکی خود مختار ہے۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

چچا کو بالغہ پر ولایتِ اجبار حاصل نہیں،(۱) جہاں نکاح کیا جائے لڑکی کی اجازت سے کیا جائے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۱۲/۲۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۸۵)

بالغہ کے ولی ماموں اور خالہ نہیں ہیں:

سوال: ایک لڑکی جس کی عمر پندرہ سال ہے اور اس کی چھوٹی ہمشیرہ کی عمر سات سال ہے، ان کے والدین فوت ہوچکے ہیں، والدین کے قریب تر رشتہ دار نہ ہونے کی وجہ سے ماموں وخالہ لڑکیوں مذکورہ کو اپنی ہمراہ لے آئے، بڑی لڑکی منگنی ایک شخص سے کردی۔ بعد میں ایک شخص مبلغ تین سو روپے دینے والا ملا، ماموں وخالہ نے پہلے منسوب شدہ شخص کو انکار کردیا اور زیادہ رقم دینے والا شخص سے نکاح کرنا چاہا، چناں چہ یہ خبر لڑکی بالغہ کو پہنچی، اس نے ماموں وخالہ سے علاحدہ ہوکر پہلے شخص سے عقد شرعی کرلیا۔ کیا لڑکی ایسا کرسکتی ہے؟ اور چھوٹی لرکی کی ولی ماموں وخالہ ہیں، یا بڑی ہمشیرہ ولی ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

جب کہ وہ بڑی لڑکی بالغہ ہے تو اس نے اپنی رضامندی سے جو نکاح اپنا کفو میں کیا ہے، وہ صحیح ہوگیا،(۳) ماموں خالہ کو کچھ اختیار اور ولایت اس پر نہیں ہے اور چھوٹی لڑکی کی ولی اس کی بڑی بہن ہے، ماموں وخالہ اس کی بھی ولی نہیں ہیں۔(۴) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۹۴)

== "نفذ نكاح حرة مكلفة بلاولى ، لأنها تصرفت فى خالص حقها،وهى من أهله ، لكونها عاقلة بالغة ... ولا تجبر بكر بالغة على النكاح:أى لا ينفذ عقد الولى عليهابغير رضاها عندنا،الخ".(البحر الرائق: ۱۹۲/۳، كتاب النكاح، باب فى الأولياء والأكفاء،رشيديه)

(۱) "ولا يجور للولى إجبار البكر البالغة على النكاح".(الهداية ، كتاب النكاح ، باب فى الأولياء والأكفاء: ۳۱۴/۲،شركت علميه)

(۲) کیوں کہ وہ بالغہ ہے اور کسی کو ولایتِ اجبار حاصل نہیں ہے:

"(ولا تجبر البالغة الكبر على النكاح) لانقطاع الولاية بالبلوغ".(الدرالمختار،باب الولى: ۵۸/۳،سعيد)

"ولاتجبر بكر بالغة على النكاح، أى لا ينفذ عقد الولى عليها بغير رضاها عندنا، الخ" (البحر الرائق ، باب الأولياء والأكفاء: ۱۹۲/۳)،رشيديه)

(۳) نفذ نكاح حرة مكلفة بلاولى.(عالمگيرى مصطفائى، البابالرابع فى الأوليا ء: ۱۳/۳،ظفير)

(۴) (الوالى فى النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (بلاتوسط انثى) ... (على ترتيب الإرث والحجب) ... ==

بالغہ کے نکاح کا حق بڑے تایا کو ہے، یا چھوٹے تایا کو:

سوال: ایک کنواری لڑکی بالغہ اس کے والدین وفات پا چکے ہیں، لڑکی کے دو تائے ابا ہیں: ایک بڑے اور ایک چھوٹے اور ایک خالہ ہیں۔ اگر لڑکی کے برضا ورغبت ان کے بڑے تائے ابا نے نکاح کر دیا، کسی لڑکے سے، جہاں وہ لڑکی چھوٹے تائے ابا کے یہاں رہتی ہے، اس سے کسی دوسری جگہ پر نکاح درست ہے، یا نہیں؟ جب کہ لڑکی کی پرورش چھوٹے تائے ابا کے یہاں ہوئی۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جب کہ وہ لڑکی بالغہ ہے اور اس کے والدین وفات پا چکے ہیں تو اس کی مرضی کے موافق اس کے بڑے تائے ابا نے جو نکاح کر دیا، وہ صحیح ہو گیا، (۱) اگر چہ اس کی پرورش چھوٹے تائے ابا کے یہاں ہوئی ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۱۳۸۸/۲/۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۸۶/۱۱)

ولایتِ نکاح سے متعلق وصیت کا حکم:

سوال: زید کی بیوی نے اپنی بالغہ لڑکی کے نکاح کے متعلق حالتِ تندرستی میں زید سے دریافت کیا کہ کیا تمہارا ارادہ عمر کے یہاں کرنے کا ہے، زید نے کہا: جو تمہارا ارادہ ہے، وہی میرا بھی ارادہ ہے۔ زید کی بیوی نے کہا: میں اس سے ناراض ہوں۔ اس کے بعد زید کی بیوی نے بوقتِ مرگ محض ایک عاقلہ بالغہ سے وصیت کی کہ لڑکی مذکورہ کی شادی عمر کے یہاں نہ کی جاوے، اگر ایسا کیا گیا تو میں حشر میں دامن گیر ہوں گی۔ اب اگر زید لڑکی مذکورہ کی شادی عمر کے یہاں کر دے تو جائز ہے، یا نہیں، جب کہ زید سے عمر کی قاربتِ قریبہ ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

شرعاً اس وصیت کا کوئی اعتبار نہیں، (۲) زید کو اس لڑکی پر جس قسم کی ولایت کا حق پہلے حاصل تھا، ویسے ہی اب بھی ہے؛ یعنی باپ ہونے کی حیثیت سے جس طرح بیوی کی زندگی میں اپنے اختیار سے بیوی کی مرضی کے خلاف نکاح کرنے

== (فإن لم یکن عصبة فالولایة للأم) ... (ثم للاخت لأب وأم ثم للأخت لأب ثم لولد الإبن)... (ثم لذوی الارحام) العمات، ثم الأخوال، ثم الخالات ثم بنات الأعمام. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الاولیاء: ۴۲۷/۲-۴۳۰، ظفیر)

(۱) "ولا تجبر البالغة علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ، فإن استاذنها هو: أی الوکیل. وهو السنة. أو وکیله أو رسوله، أو زوجها ولیها وأخبر رسوله، فسکتت عن رده مختارة، فهو إذن أن علمت بالزوج، آه". (الدر المختار: ۵۸/۳، باب الولی، سعید)

(۲) "ولیس للوصی من حیث هو وصی أن یزوج الیتیم مطلقاً، وإن أوصی إلیه الأب بذلک علی المذهب". (الدر المختار: ۷۹/۳، باب الولی، سعید)

کا مجاز تھا، اسی طرح اب بھی ہے۔(۱) اگر وہ لڑکی زید کی نہیں؛ بلکہ اس کی بیوی کی کسی دوسرے شوہر سے ہے اور زید کا اس سے کوئی رشتہ عصبیت کا نہیں تو زید کو اس کی ولایت نہ پہلے حاصل تھی، نہ اب حاصل ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷ر صفر ۱۳۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۷ر صفر ۱۳۶۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۹۳)

چودہ سالہ لڑکی جو اپنے آپ کو بالغ بتاتی ہے، اس نے دادا کے نکاح کو رد کر دیا:

سوال: دادا نے اپنی چودہ سالہ پوتی کا نکاح اپنے پوتے کے ساتھ کرا دیا، بوقت نکاح لڑکی کسی اور شہر میں تھی، لہٰذا دادا نے نہ اجازت نکاح کی لی اور نہ یہ دریافت کیا کہ تم بالغہ ہو، یا نہیں، لڑکی کو جب نکاح کی خبر ملی تو اس نے کہا کہ ہم کو یہ نکاح منظور نہیں ہے، میں نکاح کے وقت بالغ تھی، مجھ کو مدت سے حیض آتا ہے، چناں چہ وہاں دو شخص معتبر عادل بھی موجود تھے، کہتے ہیں کہ ہم نے انکار بھی سنا اور دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ زمانہ سے بالغ ہے اور سچ کہتی ہے، ایسی عمر مں دعویٰ بلوغ کا جو خلاف ظاہر نہ تھا، جیسا کہ گواہاں معتبر سے معلوم ہوتا ہے۔ صحیح ہے، یا نہیں؟ اور بعد ثبوت بلوغ کے انکار صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

مراہقہ کا قول در بارہ بلوغ معتبر و مصدق ہوتا ہے اور وہ لڑکی جس کی عمر چودہ سال کی ہے، بالیقین مراہقہ ہے۔

درمختار میں ہے:

(فإن راهقا) بأن بلغا هذا السن (فقالا: بلغنا، صدّقا إن لم يكذبهما الظاهر) الخ. (۳)

وقال قبيله: (وأدنى مدته له اثنتى عشرة سنة ولها تسع سنين) الخ. (۴)

اور بالغہ کا نکاح بلا اس کی اجازت کے معتبر و صحیح نہیں ہوتا، لہٰذا نکاح مذکور صحیح نہیں ہوا۔(۵) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۴۷-۴۸)

---

(۱) "(الوالي في النكاح) لا المال (العصبة بنفسه) وهو من يتصل بالميت حتى المعتقة ... (على ترتيب الإرث)". (الدر المختار) "(قوله: لا المال) فإنه الولي فيه الأب ووصيه، والجد ووصيه، والقاضي ونائبه فقط، الخ". (ردالمحتار: ۳/۷٦، باب الولي، سعيد)

(۲) "ولو كان الصغير والصغيرة في حجر رجل يعولهما كا الملتقط ونحوه، فإنه لا يملك تزويجهما، كذا في فتاویٰ قاضي خان" (الفتاویٰ العالمگیرية: ۱/۲۸٤، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

"والرجل الذي يعول الصغير أو الصغيرة، فلا ولاية في إنكاحهما". (المحيط البرهاني: ۳/۱٥۸، الفصل التاسع في معرفة الأولياء غفارية)

(۳-۴) الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام، الخ: ٥/۱۳۲، ظفير

(۵) لايجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها بكراً كانت أو ثيبا. (عالمگيری كشوری، باب الأولياء: ۱/۲۹٥، ظفير)

بالغہ کا نکاح درست ہے، یا نہیں، جب کہ وہ سن کر رونے پیٹنے لگے، یا معلوم ہو کہ شوہر کا نسب غلط ہے:

سوال: زید نے بکر سے کہا کہ تم میری شادی اپنی لڑکی کے ساتھ کردو، بکر نے زید سے کہا کہ تمہارا حسب نسب کیا ہے، زید نے کہا کہ میں خاص قریشی ہوں، بکر نے اپنی لڑکی کا نکاح زید کے ساتھ کردیا، بکر نے گھر جا کر لڑکی سے کہا کہ میں نے تیرا نکاح زید کے ساتھ کردیا ہے تو وہ لڑکی جو بالغہ تھی رونے پیٹنے لگی، جس کو باہر کے لوگوں نے سنا اور بعد تحقیق معلوم ہوا کہ وہ قریشی نہیں؛ بلکہ ترک ہے، ایک گاؤں کا رہنے والا ہے۔ اس صورت میں یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ نکاح موافق تصریحات فقہاء صحیح نہیں ہوا کہ اولا بالغہ کی بے اجازت اس کا نکاح نہیں ہوتا اور سکوت اور رونے کو اگر چہ فقہا نے اجازت پر محمول فرمایا ہے؛ مگر یہ رونا پیٹنا جیسا کہ سوال میں درج ہے، دلیل اجازت نہیں ہے؛ بلکہ انکار کی دلیل ہے، دوسرے شوہر نے اپنا نسب قریشی بتلایا اور اس پر بکر نے اپنی دختر کا نکاح اس سے کیا اور پھر ظاہر ہوا کہ شوہر کا نسب قریشی نہیں ہے تو اس صورت میں نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار رہتا ہے۔

قال فی الشامی: کیف والبکاء بالصوت والویل قرینة علی الرد وعدم الرضا، الخ. (۲۹۹)(۱)

وفی الدر المختار: قلت: وأفاد البهنسی: أنها لوتزوجته علی أنه حرأوسنتی أوقادرعلی المهر والنفقة، فبان بخلافه أوعلی أنه فلان بن فلان فإذا هو لقیط أوابن زنا کان لها الخیار، فلیحفظ. (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶۱/۸-۶۲)

بالغہ لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کرنا:

سوال: بعض علاقوں میں لڑکیوں کو پتہ تک نہیں ہوتا اور والدین ان کا نکاح کرا چکے ہوتے ہیں، کیا بالغہ لڑکی کا نکاح اس کا باپ بغیر اس کی اجازت کے کرا سکتا ہے؟

الجواب

شریعت اسلامیہ نے بالغہ حرہ لڑکی کو اپنے نفس کا فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے؛ اس لیے کسی نے اس کی اجازت کے بغیر نکاح کرادیا تو وہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر وہ اجازت دے اور رضامندی کا اظہار کرے تو درست ہے، ورنہ نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین: (سئل) فی بکر بالغة عاقلة رشیدة زوجها أبوها رجلا بلا إذنها ولا وکالة عنها فردت النکاح حین بلغها فوراً فهل یرتد بردها والحالة هذه (الجواب) نعم. (تنقیح الحامدیة: ۳۰/۱، کتاب النکاح فی مسائل منورة من أبواب النکاح) (۳) (فتاوی حقانیہ: ۳۹۰/۴)

---

(۱) ردالمحتار، باب الولی: ۵۹/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) الدر المختار، باب العنین: ۵۰۱/۳، دارالفکر بیروت، ظفیر

(۳) قال العلامة فخرالدین المعروف بقاضی خان: ولایزوج البکر البالغة أبوها علیٰ کره منها خلافًا للشافعی. (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة: ۳۵۸/۱، فی الفصل الأولیاء)/ومثلهٗ فی الفتاویٰ التاتارخانیة: ۲۴/٤، کتاب النکاح، معرفة الأولیاء)

ولی کا لڑکی کی اجازت کے بغیر اور لڑکی کا ولی کے اجازت کے بغیر نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

(۱) کیا ولی بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرسکتا ہے؟

(۲) کیا بالغہ لڑکی اپنا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر کرسکتی ہے، یا نہیں؟

(۳) ولی کون کون لوگ ہوسکتے ہیں بالترتیب تحریر فرمائیں؟

(المستفتی: محمد فاروق، محلّہ: اشراف ٹولہ، سندیلہ، ہردوئی)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

(۱) بالغہ باکرہ کے نکاح کے لیے اس کی دلالۃً، یا صراحۃً اجازت ضروری ہے، اس کی اجازت کے بغیر نکاح شرعاً منعقد نہ ہوگا۔

عن ابن عباس، أن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال: الأيم أحق بنفسها من وليها و البكر تستأذن فى نفسها، وإذنها صما تها. (الصحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب استيذان الثيب فى النكاح بالنطق والبكر بالسكوت، النسخة الهندية: ۱/۴۵۵، بيت الأفكار رقم: ۱۴۲۱)

عن ابن عباس، أن جارية بكراً أتت ا لنبى صلى اللّٰه عليه وسلم، فذكرت أن أباها زوجها وهى كارهة، فخيرها النبى صلى اللّٰه عليه وسلم. (سنن أبى داؤد، كتاب النكاح، باب فى البكر زوجها أوبها ولايستئامرها، النسخة الهندية: ۱/۲۸۵، دارالسلام رقم: ۲۰۹۶)

لا ينفذ عقد الولى بغير رضاها عندنا. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والاكفاء، كوئٹه: ۳/۱۱۰، زكريا: ۳/۱۹۴)

لاينفذ عقد الولى بغير استئمار توقف على رضاها. (شامى، زكريا: ۴/۱۵۹، كراتشى: ۳/۵۸)

(۲) بالغہ باکرہ لڑکی ولی کی اجازت کے بغیر اگر کفو میں نکاح کرے تو منعقد ہوجائے گا اور اگر غیر کفو میں نکاح کرتی ہے تو مفتی بہ قول کے مطابق منعقد ہی نہ ہوگا۔

عن بحرية بنت هانى بن قبيحة، قالت: زوجت نفسى القعقاع بن شور، وبات عندى ليلة، وجاء أبى من الأعراب؛ فاستعدى عليا، وجاء ت رسله فانطلقوا به إليه، فقال: أدخلت بها؟ قال: نعم! فأجاز النكاح. (سنن الدارقطنى، كتاب النكاح، دارالكتب العلمية بيروت: ۳/۲۲۳، رقم: ۳۸۳۷۰)

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولى. (الدرالمختار)

ويفتى فى غير الكفء بعدم جوازه وهو المختار للفتوىٰ لفساد الزمان. (شامى، زكريا: ۴/۱۵۵-۱۵۷، كراتشى: ۳/۵۵-۵۶، الهندية، زكريا: ۱/۲۸۷، بدائع الصنائع، زكريا: ۲/۵۱۶)

(۳) باب نکاح میں ولی سے مراد عصبہ بنفسہ ہے؛ یعنی بیٹا، پوتا، باپ، دادا، تایا، چچا، بھائی وغیرہ ہیں۔

أی للولی إذا کان عصبة أی بنفسه. (الدرالمختار، زکریا: ۱۵٦/٤، کراچی: ۵٦/۳)

ثم الولی بترتیب عصوبة الإ نکاح. (شامی، زکریا: ۱۲۱/۳، کراتشی: ۲۲۰/۲، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، درالکتاب دیوبند: ۵۸۹، هکذا فی البدائع، زکریا: ۵۰۳/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۵/ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۶۹۵۵/۳۵)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۱/۱۱/۱۵ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۸۴/۱۳-۵۸۶)

والدین کی اجازت کے بغیر بالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک نکاح ۲۲/نومبر ۱۹۹۳ء کو ہوا، جس میں لڑکا اور لڑکی دونوں بالغ ہیں، لڑکے کی عمر ۲۷/سال اور لڑکی کی عمر ۲۰/سال ہے، دونوں سمجھ دار عاقل ہیں، اپنی مرضی سے نکاح کیا ہے، جس میں نکاح کے سب کاغذات موجود ہیں اور گواہ حضرات بھی موجود ہیں اور اس کے بعد کچھ لوگوں نے زبردستی دوسری جگہ لڑکی کی شادی کردی ہے، پہلے نکاح سے کوئی بھی طلاق نہ ہوئی اور نکاح پر نکاح کردیا ہے۔ اب جس امام نے نکاح پڑھایا اور جو اس میں شریک تھے اور گواہ حضرات ان لوگوں کے لیے کیا حکم ہے؟ کیا ان لوگوں کا نکاح ٹوٹا، یا نہیں؟ اور بطور ثبوت رسید حاضر ہے، لڑکی اور لڑکا بالغ عاقل اور کسی ڈر، یا خوف کے بغیر اپنے نفع اور نقصان کو سوچ کر اپنا نکاح کر سکتے ہیں؟ اور وہ دونوں کسی ولی کے بغیر خود ولی ہو سکتے ہیں، یا نہیں؟ (المستفتی: محمد حفیظ اللہ شاہ پونچھ)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــ وبالله التوفیق

پہلا نکاح جو لڑکی نے اپنی مرضی سے کیا ہے اور لڑکا لڑکی دونوں ہم کفو اور ہم برادری ہیں تو شرعی طور پر وہ نکاح صحیح ہو چکا ہے اور بعد والا نکاح جو لڑکی کی مرضی کے خلاف کردیا گیا ہے، صحیح نہیں ہوا، اس کے پاس جانا لڑکی کے لیے حرام ہوگا۔

عن اسماعیل بن سالم عن الشعبی قال: إن کان کفءاً جاز. (المصنف لإبن شیبه، کتاب النکاح، باب من أجازه بغیر ولی ولم یفرق مؤسسه علوم القرآن: ۴۱/۹، رقم: ۱٦۲۰۰)

أما نکاح منکوحة الغیر و معتدته فالدخول فیه لا یوجب العدة، إن علم أنها للغیر؛ لأنه لم یقل أحد بجوازه، فلم ینعقد أصلاً. (شامی، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد، زکریا دیوبند: ۲۷٤/٤، کراچی: ۱۳۲/۳، البحرالرائق، باب العدة کوئٹه: ۱٤٤/٤، زکریا: ۲٤۲/٤)

اور نکاح نامہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ لڑکا سید ہے اور لڑکی قریشی؛ اس لیے بلاشبہ ان کا نکاح صحیح ہو چکا ہے؛ اس لیے دوسرا نکاح باطل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۱/ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۷۶۴/۳۱)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۴/۱۲/۲۱ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۸۸/۱۳-۵۸۹)

بالغ کا ولی نے نکاح کر دیا، بالغ خاموش رہا، پھر انکار کر دیا:

سوال: زید مرض الموت خود عمرو پسر بالغ راہمراہ زینب نکاح ساخت، آنوقت عمر در مجلس نکاح حاضر نہ بود است اکنوں عمرو نکاح خود ہمراہ زینب منظور نمی دارد، آیا نکاح زینب یا عمرو درست است، یا نہ؟

الجواب

اگر عمرو بعد اطلاق آں نکاح پدر راونہ کرد وصراحۃ ودلالۃ آں نکاح راجائز داشت نکاح منعقد شد وبعد ازاں انکار عمرو ببطلان نکاح صحیح نخواہد شد واگر عمرو بعد اطلاع نکاح مذکور رارد کرد نکاح مذکور باطل شد۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷۵/۸-۷۶)

بالغہ کا ایجاب وقبول باپ کی موجودگی میں اس کی رضا سے ہوا تو نکاح صحیح ہے:

سوال: زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ جب کی زید کی عمر پندرہ سال سے کم تھی ہوا، مجلس نکاح میں زید کا باپ موجود تھا؛ مگر زید کے باپ کی ولایت سے نکاح نہیں ہوا، زید نے خود ایجاب وقبول کیا، نکاح نامہ پر صرف زید کے باپ کے دستخط بطور گواہ کے ثبت ہیں، یہ نکاح صحیح ہوا، یا دوبارہ نکاح ہونا چاہیے؟

الجواب

جب کہ زید کا باپ اس مجلس میں موجود تھا اور اس کی رضا واجازت سے زید نے قبول کیا تو وہ نکاح صحیح ہو گیا اور مہر بھی جو کچھ لکھا گیا اور باپ نے اس پر دستخط کر دیئے، صحیح ہوا، دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷۹/۸)

اجازت کے بعد بالغہ کا نکاح درست ہے:

سوال: زید نے اپنی لڑکی کے نکاح کی تاریخ مقرر کر دی اور لڑکی کو تنہائی میں بٹھا دیا، غرض لڑکی کو ہر طرح سے یہ علم ہو گیا کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوگا نکاح کے وقت زید نے قاضی سے کہا کہ لڑکی کا نکاح پڑھا دو لڑکی کو نکاح کا علم ہو گیا ہے۔ اس صورت میں نکاح ہو گیا ہے، یا نہ؟

الجواب

باپ کے نکاح کرنے کی صورت میں لڑکی بالغہ کو نکاح کی اطلاع پر سکوت کرنا کافی ہے، نکاح ہو جاتا ہے؛ لیکن سنت یہ ہے کہ باپ اپنی دختر سے اجازت نکاح کی لے اور کہے کہ میں تیرا نکاح فلاں شخص سے کرتا ہوں، اس پر کو سکوت کرنا اس کی رضا مندی واجازت ہے، نکاح ہو جاوے گا۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸۱/۸-۸۲)

---

(۱) (ولاتجبر البالغة البكر على النكاح)... (فإن استأذنها هو)أي الولي وهو السنة ... (فسكتت) عن رده مختارة (أوضحكت غير مستهزءة) ... (فهو إذن).(الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۴۱۰/۲-۴۱۱، ظفير)

صرف بالغہ کی اجازت سے نکاح درست ہے:

سوال: زید نے اپنے بیٹے بکر کو عمر کے مکان پر تین آدمی ہمراہ کر کے روانہ کیا، انہوں نے عمر کے مکان پر پہنچ کر عمر کی عدم موجودگی میں اور بلا اجازت صریحی، یا ضمنی عمر کے اس کے بیٹے شبیر جو نابالغ ہے اور اس کی زوجہ کو شامل کر کے عمر کی نابالغ لڑکی ہے، جس کی عمر پندرہ برس دو ماہ بارہ دن ہے، نکاح کرلیا۔ صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

پندرہ برس کی عمر میں لڑکی شرعاً بالغہ شمار ہوتی ہے، (۱) اور بالغہ کا نکاح خود اس بالغہ کی اجازت سے صحیح ہے، اگر کفو میں نکاح ہو، پس اگر اس لڑکی سے اس کی والدہ وغیرہ نے اجازت لے کر اس کا نکاح کیا، روبروشاہدین کے تو نکاح مذکور صحیح ہوگیا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸۵/۸)

لڑکی کی اجازت سے اس کا نکاح درست ہے:

سوال: ملک بنگال میں اکثر یہ دستور ہے کہ ولی لڑکی بالغہ کو قبل عقد نکاح کے مع چند اقارب کے بارات کے ساتھ دولہا کے مکان میں رخصت کر دیتا ہے، جب لڑکی دولہا کے گھر پہونچتی ہے، تب تین شخص اس کے پاس جاتے ہیں اور ایک ان میں سے لڑکی سے پوچھتا ہے کہ تم بوساطت میری وکالت کے بعوض مہر کذا کذا اپنے نفس کو فلاں بن فلاں کی زوجیت میں دینا قبول کرتی ہو۔ لڑکی کہتی ہے: قبول، تب یہ تینوں شخص مجلس دولہا میں آتے ہیں اور دولہا سے پوچھتے ہیں کہ فلاں بنت فلاں نے بعوض مہر کذا اپنے نفس کو تمہاری زوجیت میں دے دیا ہے، تم نے اس کو قبول کرلیا ہے، تب دولہا قبول کہتا ہے۔ اس طرح نکاح درست ہوتا ہے، یا نہیں؟ اور نابالغہ کو خیار بلوغ باقی رہتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں بالغہ کا نکاح منعقد ہوجانا تو ظاہر ہے؛ کیوں کہ خود بالغہ سے اجازت لے گی اور در مختار میں ہے:

"فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضى ولي، الخ". (۳)

اور یہاں تو ولی کی رضامندی بھی ظاہر ہے اور نابالغہ کے نکاح کے لیے اگر ولی نے ان لوگوں کو جو نکاح خواں سے نکاح خوانی کو کہتے ہیں وکیل بنادیا ہے تو نکاح منعقد ہوجاتا ہے اور نابالغہ کو بعد بلوغ اختیار فسخ کا لشرائط باقی رہتا ہے۔

---

(۱) بلوغ الغلام بالإحتلام والإحبال والإنزل ... والجارية بالإحتلام والحيض والحبل فإن لم يوجد فيهما شيء، حتى يتم لكل منها خمس عشرة سنة، به يفتي، لقصر أعمار أهل زماننا. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الحجر، فصل في بلوغ الغلام: ۱۳۲/۵، ظفير)

(۲) فنفذنكاح حرة مكلفة بلارضا ولي، الخ. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۰۷/۲، ظفير)

(۳) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۰۷/۲، ظفير

كما في الدر المختار: (وإن كان المزوج غيرهما)أي غير الأب وأبيه ولو الأم أو القاضي أووكيل الأب... (لا يصح)النكاح (من غير كفء)...(وإن كان من كفء وبمهر المثل صح و) لكن (لهما)أي لصغير وصغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ)...(بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده) ... (بشرط القضاء) للفسخ. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۷/۸)

لڑکی نے جب بلوغ کا اقرار کیا تو اس کی اجازت سے شادی درست ہوگئی:

سوال: ایک فرقہ نے پندرہ برس سے کم عمر کی کسی یتیمہ لڑکی کا ماں اور نانی سے مشورہ لے کر بوقت شب اقرار بلوغ وحیض کرا کے وکالۃً نکاح پڑھا دیا، صبح کو لڑکی کا چچا نکاح کی خبر سن کر لڑکی کو چھین کر لے گیا اور اپنے بیٹے سے نکاح کر دیا۔ اس صورت میں انکار کرنا لڑکی کا بعد اقرار کے معتبر ہوگا، یا نہیں؟ اور کون سا نکاح صحیح ہے؟

الجواب

درمختار میں ہے کہ مراہقہ کا اقرار بالبلوغ معتبر ہے اور انکار بعد الاقرار معتبر ہے۔

فلا يقبل حجوده البلوغ بعد إقراره مع احتمال حاله. (الدر المختار)

(وأدنى مدته له اثنتا عشرة سنة، ولها تسع سنين)، هو المختار، كما في أحكام الصغار. (الدر المختار) (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸۹/۸)

بالغہ کا نکاح بغیر ولی کے اور نابالغ کے ولی کی طلاق:

سوال: مسماۃ رمضانوں بنت نہتو بیوہ ہوگئی تھی، عدت ختم ہونے پر اس کے والد نے اس کے دیور مسمی جماعت علی سے نکاح کر دیا اور پھر اس لڑکی سے والد نے کہہ دیا کہ تمہارا نکاح مسمی جماعت علی سے کر دیا، جو کہ نابالغ تھا؛ یعنی اس وقت جماعت علی کی عمر دس برس کی تھی اور لڑکی بالغ تھی تو لڑکی نے اس بات پر اظہار ناراضگی کیا اور انکار کیا۔ اب تین سال کے بعد لڑکی کے والد نے جماعت علی کے والد سے کہہ دیا کہ اپنی بہو کو لے جا، طلاق دے دی ہے اور پہلے بھی کہہ دیا تھا کہ اپنی لڑکی کا نکاح جہاں چاہو کر دو، اب بھی کہتا ہوں کہ تم اپنی لڑکی کو جہاں چاہو نکاح کر دو اور لڑکی خود بھی جانا نہیں چاہتی ہے اور لڑکا اب بھی نابالغ ہے؛ یعنی تیرہ سال کی عمر ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــ حامداً ومصلياً

باپ کو جبراً بغیر اس کی مرضی کے نکاح کرنے کا حق نہیں، پس اگر نکاح کی خبر پا کر لڑکی نے اس نکاح کو رد کر دیا تھا تو

---

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۱۹/۲، ظفير

(۲) الدر المختار على هامش ردالمحتار، قبيل كتاب المأذون: ۹۸/۵، كتاب الحجر، فصل في بلوغ الغلام

رد ہو گیا تھا، اب طلاق کی ضرورت نہیں، دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے۔ اگر اس نکاح کو رد نہیں کیا تھا؛ بلکہ اجازت دے دی تھی تو وہ صحیح ہو گیا تھا، اب جب تک لڑکا بالغ ہو کر طلاق نہ دے، دوسری جگہ نکاح درست نہیں۔ لڑکے کے باپ کو شرعاً لڑکے کی بیوی کو طلاق دینے کا حق حاصل نہیں، یہ طلاق بالکل بے کار ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ذی الحجہ/ ۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/ ۴۹۴)

بغیر ولی کی اجازت کے بالغہ کا نکاح:

سوال (۱) ایک بالغ لڑکی نے اپنے کفو میں اور خاندان کے بالغ لڑکے سے بغیر اپنے ولی کی اجازت کے نکاح کر لیا، ایسی صورت میں ولی کو حقِ فسخ ہے، یا نہیں؟

(۲) فسخ کی صورت کیا ہوگی؟ کیا قاضی، یا کسی مسلمان حاکم کے یہاں دعویٰ کر کے، یا پنچایت میں معاملہ رکھ کر نکاح فسخ کرا دیا جائے گا، یا خود ولی کے کہنے سے فسخ ہو سکتا ہے کہ ولی کہہ دے: فسخت بینکما، اور وہ فسخ ہو جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) اگر مہر مثل پر نکاح کیا ہے تو ولی کو حقِ فسخ حاصل نہیں۔

"نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي، وله الاعتراض في غير الكفو، وروى عن الإمام جوازه، وعليه فتوىٰ قاضي خان، وهذا أصح وأحوط، والمختار للفتوىٰ في زماننا، الخ". (مجمع الأنهر)(۲)

(۲) فسخ کا حق نہیں۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۹/ ذی قعدہ/ ۱۳۷۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/ ۴۹۵)

بالغہ کا نکاح بلا اجازت کرنا:

سوال: میرے والد حقیقی محمد اسماعیل نے میری شادی میری مرضی کے خلاف مسمی خدا بخش ولد میاں خیر الدین

---

(۱) **"لايجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها بكراً كانت أو ثيباً فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل". (الفتاوىٰ العالمگيرية: ۱/ ۲۸۷، الباب الرابع في الأولياء في النكاح، رشيديه)**

(۲) **مجمع الأنهر: ۱/ ۴۸۸، باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلمية، بيروت**

"فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، وله: أي للولي إذا كان عصبة الاعتراض في غير الكفؤ، فيفسخه القاضي، ويتجدد بتجدد النكاح". (الدر المختار: ۳/ ۵۶، باب الولي، سعيد)

(۳) **"(قوله: فيفسخه القاضي)، فلا تثبت هذه الفرقة إلا بالقضاء؛ لأنه مجتهد فيه، وكل من الخصمين يتثبت بدليل، فلا ينقطع النكاح إلا بفعل القاضي". (رد المحتار: ۳/ ۵۶، باب الولي، سعيد)**

ساکن امرتسر کے ساتھ کردی، میں کنواری اور بالغہ ہوں، مجھے اس نکاح کے متعلق کچھ خبر نہیں دی گئی اور نہ ہی میرے والد، یا کسی نے مجھ سے اجازت لی اور نہ ہی ایجاب وقبول کرایا گیا، چوں کہ خدا بخش مذکو فاسق، فاجر، زانی، بے روزگار اور معمر ہے، نیز تا حال میں سسرال؛ یعنی خدا بخش کے گھر بھی نہیں گئی، میں نہ تو رضا مند تھی اور نہ ہوں۔ نکاح معرضِ تحریر میں آ چکا ہے، جو منجانب خدا بخش ہے، میرے مشاہدہ سے نہ نکاح نامہ گزرا اور نہ گزارا گیا، میں خواندہ بھی ہوں، ولی، وکیل، اور شاہدان امور متذکرہ بالا کو تسلیم کرتے ہیں۔ پس درخواست ہے کہ بوضاحت فرما دیا جائے کہ آیا نکاح درست ہے، یا نہیں؟

نوٹ:　عام طور پر لڑکی کی خاموشی کو اس پر دال کیا جاتا ہے کہ لڑکی رضا مند ہے؛ مگر یہاں تو اتنی تکلیف بھی نہیں کی گئی کہ لڑکی کے پاس جائیں اور ایجاب وقبول کا تذکرہ کریں، نہ کوئی میرے پاس آیا اور نہ مجھ سے پوچھا گیا، میں کسی حالت میں بھی خدا بخش مذکور کی زوجیت قبول کرنے کو تیار نہیں۔

تصدیق: میں اس بات کی بحیثیت ولی کے تصدیق کرتا ہوں کہ واقعی لڑکی کی اجازت نہیں طلب کی گئی''۔

(العبد محمد اسماعیل ولد رحیم)

بخدمت علمائے دین ومفتیان شرع متین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

''گزارش ہے کہ بندہ درمعاملہ ودرخواست متعلقہ نکاحِ مسماۃ غلام بتول دختر محمد اسماعیل حسب ذیل عرض کرتا ہے:

اول یہ کہ جو درخواست مسماۃ علام بتول مذکور کی طرف سے علمائے کرام کی خدمت میں ہے کہ اس کا مضمون درست ہے، بات یہ کہ غلام بتول مذکور کے نکاح نامہ پر میرے دستخط بذریعہ وکیل کے ہیں، جو کہ میں نے بذریعہ وے والد غلام بتول یعنی محمد اسماعیل کے کہنے پر وکیل بنا کر دستخط کیے، خود میں غلام بتول سے اجازت حاصل نہیں کی اور نہ ہی بعد میں ایجاب وقبول کرایا گیا، لہذا ملتمس ہوں کہ درخواست جو کہ مسماۃ غلام بتول نے گزاری ہے، وہ بالکل درست ہے''۔

(العبد حاجی قادر بخش ولد میاں پیر، المرقوم، ۲۸/اکتوبر/۱۹۳۶ء)

''جو کہ درخواست غلام بتول دختر محمد اسماعیل کی طرف سے علما کی خدمت میں ہے اور اس درخواست کا مضمون ہے؛ کیوں کہ میری موجودگی میں دختر محمد اسماعیل سے بذریعہ وکیل گواہان جن میں سے میں بھی موجود تھا، دختر محمد اسماعیل سے نہ اجازت حاصل کی گئی ہے اور نہ ایجاب وقبول کرایا گیا تھا، حالاں کہ دختر محمد اسماعیل بالغہ تھی، میری گواہی شرعی کا غذ پر ضرور ہے؛ مگر وہ تکمیلِ حق ہی کے واسطے ہے، میرا بیان حلفیہ ہے''۔

(العبد رحمت اللہ ولد میاں خیر الدین)

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جو کنواری بالغہ ہوں، اس پر کسی کو ولایت اجبار حاصل نہیں؛ یعنی کوئی شخص باپ وغیرہ اس کا نکاح جبراً بلا اس کی رضا

مندی نہیں کرسکتا، اگر کسی نے ایسا کیا بھی تو یہ نکاح اس بالغہ کی اجازت پر موقوف رہے گا، پس اگر بوقتِ نکاح اجازت نہیں لی گئی اور بلا اجازت نکاح کر دیا گیا ہے تو یہ نکاح تمہاری اجازت پر قوف ہے، اگر تم نے اجازت دے دی تو جائز ہوگا، اگر اجازت نہیں دی؛ بلکہ رد کر دیا، اس طرح پر کہ ''میں اس نکاح سے رضا مند نہیں، میں نے اس نکاح کو رد کر دیا'' تو یہ نکاح رد ہوگیا۔ اب تمہارے والد کو تمہاری مرضی کے خلاف کسی جگہ نکاح کرنے کا حق نہیں۔

''**ولا تجبر البكر البالغة على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ،آه**''. (الدر المختار: ۲/ ۴۶۱)(۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، عبد اللطیف، یکم رمضان۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/ ۴۹۷)

بغیر ولی کے نکاح:

سوال: مسماۃ ہندہ بالغہ باکرہ نے بغیر اجازتِ والد خود نکاح کرلیا؛ کیوں کہ اس کا والد دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتا تھا، ہندہ وہاں رضامند نہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا ہندہ کا نکاح ہوا، یا نہیں؟

غیر مقلد کہتے ہیں کہ دوسری جگہ پڑھایا جائے، اول نکاح درست نہیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

اگر ہندہ بالغہ نے اپنی برادری میں مہر مثل پر، یا اس سے زیادہ پر نکاح کیا ہے تو شرعاً یہ نکاح حنفیہ کے نزدیک صحیح ہے، اگر غیر برادری میں؛ یعنی نیچے خاندان میں نکاح کیا ہے تو مفتی بہ قول کے موافق وہ صحیح نہیں ہوا، دوبارہ برادری میں کرے۔ اگر مہر مثل سے کم پر کیا ہے تو ولی یعنی باپ کو اختیار ہے کہ حاکم مسلم کے یہاں درخواست دے اور حاکم شوہر کو بلا کر کہے: یا تو مہر پورا کرو، ورنہ ہم نکاح فسخ کر دیں گے، اگر شوہر نے مہر مثل پورا کر دیا، تب وہ نکاح برقرار ہے، اگر پورا نہ کرے تو حاکم مسلم نکاح فسخ کردے۔

''**فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، وله إذا كان عصبة الاعتراض في غير الكفء مالم تلد منه ويفتى في غير الكفء بعدم جوازه أصلاً، وهو المختار للفتوىٰ،آه**''. (الدر المختار: ۲/ ۴۵۸)(۲)

''**ولو نكحت بأقل من مهر المثل، فللولي العصبة الاعتراض حتى يتم مهر مثلها أو يفرق القاضي بينهما دفعاً للعار،آه**''.

''**(قوله: الاعتراض) أفاد أن العقد صحيح، وتقدم أنها لو تزوجت غير كفء، فالمختار للفتوىٰ رواية الحسن أنه لا يصح العقد، ولم أرمن ذكر مثل هذه الرواية هنا، ومقتضاء أنه لا خلاف في**

---

(۱) الدر المختار: ۳/ ۵۸، باب الولي، سعيد

(۲) الدر المختار: ۳/ ۵۵، باب الولي، سعيد

صحة العقد، لعل وجهه أنه يمكن الاستدراک هنا بإتمام مهر المثل بخلاف عدم الكفاء ة والله تعالیٰ أعلم،آه".(الدر المختار مع ردالمحتار: ۵۰۰/۲)(۱)

"نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي،وقال مالک والشافعي رحمهما الله تعالیٰ:لا ينفذ بعبارة النساء أصلاً؛لقوله تعالیٰ:(فلا تعضلوهن أن ينكحن أزرواجهن)، فلولا أن له ولاية التزويج لما منع عن العضل، وقال الشافعي:هی أبين آية فی كتاب اللّٰه تعالیٰ علی اشتراط الولی،ولقوله عليه الصلاةوالسلام :"لا نكاح إلابولي وشاهدی عدل"وقد رووا فی كتبهم أحاديث كثيرة ليس لها صحة عند أهل النقل،حتی قال البخاری وابن معين:لم يصح فی هذا الباب حديث يعنی علی اشتراط الولی،ولنا قوله تعالیٰ:﴿فلا جناح عليكم فيما فعلن فی أنفسهن﴾وقوله تعالی:﴿فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن﴾وقوله تعالیٰ﴿حتی تنكح زوجاً غيره﴾وقوله تعالی:﴿فلا جناح عليهما أن يتراجعا إن ظنا أن يقيما حدوداللّٰه﴾وهذه الأيات تصرح بأن النكاح ينعقد بعبارة النساء لأن النكاح المذكور فيها منسوب إلی المرأة من قوله:(أن ينكحن)و(حتی تنكح) وهذا صريح بأن النكاح صادر منها،آه".(زيلعی: ۱۱۷/۲)(۲)

غیر مقلد اگر ذی علم ہے تو ان عبارات میں اس کے لیے دلیل موجود ہے، اگر ذی علم نہیں ؛ بلکہ عامی اور جاہل ہے تو علمی مسائل میں جاہل سے بحث فضول ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۹/۵/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم، صحیح: عبداللطیف، ۱۸/ جمادی الاُولیٰ ۱۳۵۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۹۹/۱۱)

ولی کی اجازت کے بغیر بالغہ کا نکاح اور مبسوط کی عبارت:

سوال: اگر کوئی عورت باکرہ عاقلہ بالغہ بغیر رضائے ولی کے خفیہ نکاح کر لیتی ہے، جس سے والدین، اولیا کی عزت پر بہت بدنما دھبہ لگ گیا ہے؛ کیوں کہ وہ شریف خاندان میں سے نہیں اور اس نکاح کو ہرگز جائز نہیں کہتے تو کیا اس صورت میں حسبِ مضمون عبارت "مبسوط سرخسی" بغیر رضائے ولی یہ نکاح جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔

قال العلامة السرخسی رحمه الله تعالیٰ:"ومن العلماء من يقول:إذا كانت غنية شريفة،لم يجز تزوجها نفسها من غير رضاء الولی،وإن كانت فقيراً خسيسة، يجوز لها أن تزوج نفسها من غير رضا ء الولی".(المبسوط: ۱۰/۵،باب النكاح)(۳)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۹٤/۳،باب الكفاء ة،سعيد

(۲) تبيين الحقائق للزيلعی: ٤۹۳/۲،باب الأولياء والأكفاء،دار الكتب العلمية ،بيروت

(۳) المبسوط: ۱۰/۳،كتاب النكاح ، باب النكاح بغير ولی،طبع حبيبه

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر عاقلہ بالغہ نے اپنا نکاح کفو میں مہر مثل پر کیا تو شرعاً نافذ اور درست ہے،(۱) امام جعفر رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ظاہر الروایۃ میں یہی ہے اور انہوں نے قولِ اول سے رجوع کیا ہے، جو یہ ہے کہ ''بغیر ولی کے نکاح منعقد نہیں ہوتا، جب کہ اس کا کوئی ولی ہو''۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ''اگر کفو میں کیا ہے تو جائز ہے، ورنہ نہیں''۔ اس سے بھی رجوع کیا اور فرمایا کہ زوج کفو ہو، یا نہ ہو، بہرصورت درست ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ نکاح ولی کی اجازت پر موقوف رہتا ہے، پھر ان سے بھی شیخین علیہما الرحمہ کے قول کی طرف جو کہ ظاہر الروایۃ ہے، رجوع مروی ہے، لہٰذا ظاہر الروایۃ میں ہمارے ائمہ ثلاثہ کا قول متفق علیہ یہی ہے کہ نکاح درست اور نافذ ہے، پھر اس متفق علیہ قول کے خلاف فتوی دینا شرعاً درست نہیں۔

مبسوط میں بعض علماء کا قول نقل کیا ہے، معلوم نہیں کہ وہ حنفی ہیں، یا غیر حنفی، جیسے کہ آئندہ قول اصحاب ظواہر کا درجہ ہے، پھر یہ کہ اس پر نہ کسی کا فتویٰ نقل کیا ہے نہ اس کو کسی دلیل سے مبرہن کیا ہے، ایسے قول پر فتویٰ دینا قواعدِ افتاء کے خلاف ہے۔ (کما صرح بہ ابن عابدین فی عقود رسم المفتی)(۲)

''نفذ نكاح حرة مكلفة بلاولى،وهذا عند أبى حنيفة وأبى يوسف رحمهما اللّٰه تعالىٰ فى ظاهر الرواية، وكان أبويوسف أولا يقول:إنه لا ينعقد إلا بولى إذا كان لها ولى أو لم يكن ، وعند محمد رحمه اللّٰه تعالىٰ:وينعقد موقوفا على إجازة الولى، سواء كان الزوج كفواً لها أو لم يكن،ويروى رجوعه إلى قولهما،آه''.(تبيين الحقائق:۲/۱۱۷)(۳)

''فاتفق عليه ، أصحابنا فى الروايات الظاهر ة، يفتى به قطعاً... وأن الحكم والفتيا بالقول المرجوع جهل وحرق للإجماع ''.(الدرالمختار)

''ومذهب الحنفية المنع عن المرجوح حتىٰ لنفسه لكون المرجوع صار منسوخاً''. (شامى: ۱/۵)(۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۰۴)

---

(۱) ''ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لإنقطاع الولاية بالبلوغ''.(الدرالمختار،كتاب النكاح،باب الولى:۳/۵۸،سعيد)

(۲) ''أن الواجب على من أراد أى يعمل لنفسه أو يفتى غيره، أن يتبع القول الذى رجحه علماء مذهبه ،فلا يجوز له العمل أو الإفتاء بالمرجوح''.(شرح عقود رسم المفتى،ص: ۳۵، مطلب: يجب اتباع الراجع ولا يجوز العمل ولا الإفتاء بالمرجوح، الرشيد الوقف)

(۳) تبيين الحقائق :۲/۴۹۳،كتاب النكاح ، باب الأولياء والأكفاء دار الكتب العلمية بيروت

(۴) الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۶۹ـ۷۴، مقدمة،مطلب:لايجوز العمل بالضعيف حتى لنفسه عندنا ،سعيد

والدین سے چھپ کر نکاح کرنا:

سوال: لڑکا اور لڑکی دونوں جوان ہیں، اگر اپنے ماں باپ سے چھپ کر دو انجان مسلمان گواہوں، یا جاننے والے گواہوں کے سامنے اپنا نکاح کرلیں تو جائز ہے، یا نہیں؟ پھر اس لڑکی کے ماں باپ اس کا نکاح کسی اونچے خاندان میں کرنا چاہیں؛ اس لیے کہ لڑکی کے ماں باپ کو معلوم نہیں ہوا کہ اس نے اپنا نکاح کرلیا ہے۔ اگر میں اس لڑکی کو طلاق دے دوں؛ تاکہ بعد عدت اس کا نکاح دوسری جگہ ہوجائے تو ایسا فعل شرعاً کرنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر وہ طلاق دے دے گا تو شرعاً واقع ہوجائے گی اور بعد عدت دوسری جگہ اس کا نکاح بھی درست ہوگا؛ مگر بلا وجہ شرعی طلاق دینا ناپسند ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۱۴)

والدین کی مرضی کے بغیر بالغ لڑکے کا نکاح:

سوال: زید (بالغ) نے بغیر والد کی رضا مندی کے ہندہ (بالغہ) سے نکاح کرلیا ہے، گواہان وقاضی ونکاح، رسید سب کچھ موجود ہے۔ اب چوں کہ والد ناراض ہیں؛ اس لیے مسئلہ دریافت طلب ہے؟

نوٹ: یہ سوال سائل نے ۶، ۷/صفحات پر پھیلا دیا ہے، رسیدِ نکاح بھی موجود ہے، اسی کی پشت پر مفتی صاحب نے یہ جواب لکھا ہے:

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر واقعات اسی طرح ہیں تو یہ نہایت خود غرضی، فریب دہی، جعلسازی ہے، خدائے پاک کے نزدیک مذموم وقبیح ہے، شریف معاشرہ کے نزدیک ناپسند اور موجب غضب ہے اور لائق ملامت ونفرت ہے اور رجسٹر نکاح پر غلط اندارج پر قانونی گرفت بھی ہوسکتی ہے؛ لیکن لڑکا ماشاءاللہ عاقل بالغ ہے، برسر روزگار ہے، حالات وواقعات سے واقف ہے، اپنے والد کی اس عقد سے نارضا مندی کو بھی جانتا ہے، اس سے بھی یقیناً کوتاہی ہوئی کہ اس نے بغیر والد کی موجودگی واجازت کے عقدِ نکاح کو قبول کرلیا، جب اس نے قبول کرلیا اور چند لوگوں کی موجودگی میں قبول کیا ہے، جو کہ لڑکی سے بھی واقف تھے، اگر چہ معلوم نہیں تھے تو نکاح صحیح ولازم ہوگیا، والد کی عدمِ موجودگی باعثِ تنسیخِ نکاح نہیں بن سکتی۔(هكذا في كتب الفقه: البحر وردالمحتار والخانية والهندية وغيرها)(۲)

---

(۱) "وأيقاعه (أي الطلاق) مباح، وقيل: الأصح حظره (أي منعه) إلا لحاجة". (الدر المختار)

وقال ابن عابدين: "أبغض الحلال إلى الله الطلاق ... وإذا وجدت الحاجة المذكورة، أبيح". (رد المحتار، كتاب الطلاق: ۳/۲۲۷-۲۲۸، سعيد)

(۲) (وينعقد بإيجاب وقبول وضعا للمضي أو أحدهما): أي ينعقد النكاح، أي ذلك العقد الخاص ==

اب مصالح کا تقاضا یہ ہے کہ تین سال سے زائد گزر چکنے کے بعد اس قصہ کو نہ اٹھایا جائے، بلکہ لڑکے کی زندگی درست وخوشگوار بنانے کی کوشش کی جائے، اس اعتراض کا موقع بھی نہ دیا جائے کہ تین سال تک اس عقد کو کیوں برداشت کیا گیا، جب کہ یہ آپ کے نزدیک ناجائز تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۲۶/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۲۶/۱۱)

سابقہ مطلقہ سے بضرورت دوبارہ نکاح؛ مگر والدین ناراض ہیں:

سوال: تیرہ سال قبل میں نے اپنے والد کی لڑکی سے شادی کی تھی، دو سال تک زندگی بہت خوشگوار گزری؛ مگر دو سال بعد ہی خاندانی نااتفاقی کی بنا پر طلاق دینی پڑی، طلاق کے وقت وہ میرے دوسرے بچے کی ماں بننے والی تھی، اب وہ دونوں بچوں کو اپنے ہی پاس رکھ کر زندگی بسر کرنے لگی۔ اس دوران میں نے دوسری شادی کر لی، اس کے والدین نے بھی اس کی شادی دوسری جگہ پر کر دی، اسے اپنے بچوں کی فکر دامن گیر ہوئی اور اس پر پریشانی کے تحت وہاں سے بھی طلاق ہوگئی۔ اس دوران اس کے والد کا بھی انتقال ہوگیا، وہ بے سہارا ہوگئی، والد کے انتقال کے بعد بھائیوں نے بھی ساتھ دینا بند کر دیا۔ اس درمیان اس نے مجھ سے اپنا دکھ درد بیان کیا اور دوبارہ نکاح کے لیے اصرار کیا اور اس پر میں بھی اس کی یہ مجبوری دیکھتے ہوئے تیار ہوگیا۔

میری اپنی بیوی بھی ہے، وہ بھی اس کے حالات کو دیکھتے ہوئے راضی ہوگئی ہے؛ مگر میرے والد ایسا نہیں چاہتے اور ان کے لیے پرانی دشمنی آڑ بنی ہوئی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب ایک بار گھر سے نکل گئی تو دوبارہ نہیں لانا چاہیے، حالانکہ وہ لڑکی ہمارے والد کی سگی بھتیجی ہے۔ اس کی والدہ نے ہمارے گھر آ کر بہت منت سماجت کیا، بہت سمجھایا؛ لیکن والدین کسی طرح تیار نہیں ہوئے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ جب یہ رشتہ ہو جائے گا تو زندگی بھی سنور جائے گی اور دشمنی بھی ختم ہو جائے گی، اب مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟ والدین بالکل تیار نہیں ہیں، حالانکہ میں والدین سے الگ ہوں، اپنا کاروبار ہے، مجھے یقین ہے کہ دونوں کو سکھ چین کی زندگی دے سکتا ہوں۔ ایسے حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ جواب جلد نوازیں۔

الجواب ________ حامداً ومصلیاً

جب کہ اس غریب کا دوسرے شوہر سے بھی تعلق ختم ہوگیا اور وہ بے سہارا ہوگئی اور آپ کے ساتھ نباہ ہو سکتا ہے، نیز

== ينعقد بالإيجاب والقبول ،حتى يتم حقيقة في الوجود ... عند حرين أو حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين ولو فاسقين ،الخ". (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۱۴۴/۳-۱۵۵، رشيديه)/رد المحتار ، كتاب النكاح: ۹/۳-۳۲، سعيد/فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمگيرية، كتاب النكاح، فصل في شرائط النكاح: ۳۳۱/۱، رشيديه/الفتاوىٰ العالمگيرية ، كتاب النكاح ،الباب الأول في تفسيره، الخ: ۲۶۷/۱، رشيديه)

دونوں کے حقوق میں آپ برابر کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہ بھی توقع ہے کہ اس سے نکاح ہونے پر خاندانی دشمنی ختم ہوکر میل ملاپ کی صورت پیدا ہوجائے گی تو آپ اس سے دوبارہ نکاح کرلیں۔(۱)

امید ہے کہ اس کے نتیجے میں والدین بھی رضامند ہوجائیں گے اور آپ کے بچوں کی پرورش بھی آسان ہوجائے گی، حق تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۱۳۹۴ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۲۸)

فسق ولایت سے مانع نہیں:

سوال: ایک شخص تھا اس کی ایک لڑکی ہے اور ایک لڑکا۔لڑکے کی عمر ۲۵/سال ہے اور لڑکی کی عمر ۱۷، ۱۸ برس کی ہے، ان دونوں کی شادی ہوچکی ہے، پھر اس شخص نے دوسرا نکاح کیا تھا، اس سے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا چھوڑ کر وہ شخص مرگیا۔اب اس شخص کی بیوی نے دوسرا شوہر کرلیا، ان تینوں لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کی عمر ۱۴/سال کی ہے اور دوسری ۱۱، ۱۲ سال کی ہے۔تیسری ۶، ۷ برس کی ہے، چوتھا لڑکا قریب ۳/سال کا ہوکر مرگیا۔چچا اور بھائی چچوں کا شرابی کبابی ہے اور بچوں کی دادی بھی موجود ہے۔اب جو لڑکی چودہ برس کی ہے، اس کا نکاح سوتیلا باپ، یا ماں اور کوئی رشتہ دار مثلاً نانی وغیرہ کرسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

نابالغوں کے نکاح کی ولایت بھائی کو اس کے بعد چچا کو ہے، ان کا شرابی کبابی ہونا مانع ولایت نہیں۔

وأقرب الأولياء إلى المرأة الابن ثم ابن الإبن وإن سفل ثم الأب ثم الجد أبو الأب وإن علا كذا فى المحيط ثم الأخ لأب وأم ثم الأخ لأب،انتهى مختصراً. (الهندية)(۲)

والفسق لا يمنع الولاية، كذا فى فتاوى قاضى خان. (الهندية)(۳)

پس سوتیلا باپ، یا اور کوئی ان نابالغوں کا نکاح نہیں کرسکتا۔

ولو كان الصغير أوالصغيرة فى حجر رجل يعولهما كالملتقط ونحوه فإنّه لا يملك تزويجهما، كذا فى فتاوى قاضى خان. (الهندية)(۴)(کفایۃ المفتی:۵/۵۶)

ولی کا مجلس نکاح میں ہونا رضامندی پر دلالت نہیں کرتا:

(از سہ روزہ الجمعیۃ، مورخہ ۲/ستمبر ۱۹۲۵ء)

سوال: ہندہ کے والد کا انتقال ہوچکا اور اس نے اپنے چچا کی سرپرستی میں پرورش پائی ہے، جب ہندہ کی عمر تیرہ سال

(۱) قال اللّٰه تعالىٰ ﴿فإن طلقها فلا جناح عليهما إن يتراجعا إن ظنا يقيما حدود اللّٰه وتلك حدود اللّٰه بينها لقوم يعلمون﴾(سورة البقرة: ۲۳۰)

(۲) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع فى الأولياء: ۱/۲۸۳،ماجدية

(۳-۴) الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ۱/۲۸۴، ماجدية

کی ہوئی تو اس نکاح زید سے کردیا گیا، اس صورت سے کہ ہندہ کو نابالغ تصور کیا گیا ہے۔ ہندہ اس وقت بیمار بھی تھی؛ اس لیے اس کے دادا سے اجازت نکاح چاہی گئی؛ مگر دادا زید کے ساتھ اس کا نکاح کرنے سے ناخوش ہیں؛ اس لیے انکار کیا تو ہندہ کے چچا نے ہندہ کی دادی سے اجازت حاصل کر کے نکاح کردیا، حالانکہ ہندہ کی والدہ بھی حیات ہے اور وہ بھی اس نسبت سے ناخوش ہے؛ مگر یہ بھی ہوا کہ ہندہ کے دادا اور والدہ ہر محفل نکاح میں شریک رہے، اب آٹھ ماہ کے بعد رخصتی کرنے کا قصد کیا گیا تو ہندہ انکار کرتی ہے اور اس کی ماں اور دادا بھی اس سے متفق ہیں؛ کیوں کہ زید کا چال چلن بہت خراب ہے۔

الجواب

نکاح درست نہیں ہوا؛ کیوں کہ ہندہ کی نابالغی کی صورت میں ولایت نکاح دادا کو حصال تھا، (۱) اور جب کہ اس نے اجازت دینے سے انکار کردیا تو نکاح درست نہیں ہوا، (۲) اور اگر ہندہ بالغہ تھی تو خود اس کی اجازت ورضامندی ضروری تھی، اگر اس کی خلاف مرضی نکاح کردیا گیا تو بھی ناجائز ہوا۔ (۳) دادا کے انکار صریح کے بعد اس کی شرکت مجلس قائم مقام اجازت کے نہیں ہوسکتی؛ (۴) کیوں کہ شرکت سے دلالت اجازت نکلتی ہے اور صراحت کے ہوتے ہوئے دلالت کام نہیں کرسکتی۔ (۵) فقط

محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی (کفایۃ المفتی: ۹۴/۵)

ولی کا ایجاب وقبول بالغ کی اجازت پر موقوف ہے:

سوال: ایجاب وقبول ایک وقت میں عدم موجودگی زوجین کے لیے جاتے ہیں، بذریعہ ولیوں کے، حالانکہ ہر دو بالغ ہیں۔ ولی زوج نے گھر جا کر زوج کو بالکل قبول نہ کرایا ہو، صرف زوجین کے سکوت سے حق زوجیت ثابت ہوگا، یا نہ؟

(المستفتی: ۱۱۳۹، اللہ داد خاں وقاضی محمد عالم، راجہ محمد باقر، نجیب علی صاحب، راولپنڈی، ۴/ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۳/ اگست ۱۹۳۶ء)

الجواب

ولی جائز مجلس نکاح میں ایجاب وقبول کرے اور زوجین میں سے کوئی حاضر نہ ہو تو نکاح ہوجاتا ہے، (۶) اور زوجین

---

(۱) ولی المرأة فی تزویجها أبوها وهو أولی الأولیاء، ثم الجد أبو الأب. (خلاصة الفتاوی، النکاح، باب الولی: ۱۸/۳، بیروت)

(۲) فلو تزوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته. (الدر المختار، النکاح، باب الولی: ۱۸/۳، سعید)

(۳) ولا یجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ. (الدر المختار، باب الولی: ۵۸/۳، سعید)

(۴) فلا یکون سکونه إجازة لنکاح الأبعد، وإن کان حاضراً فی مجلس العقد ما لم یرض بالعقد صریحًا أو دلالة. (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۸۱/۳، سعید)

(۵) لأن الصریح یفوق الدلالة. (ردالمحتار، باب المهر: ۵۷/۳، سعید)

(۶) لا یجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب أو سلطان بغیر إذنها بکراً کانت أو ثیباً فإن فعل ذلک فالنکاح موقوف علی إجازتها، فإن أجازته جاز وإن ردته بطل. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء فی النکاح: ۲۸۷/۱، ماجدیة)

بالغین کے قبول پر یعنی ان کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے، اگر زوجین بالغین نے نکاح کی خبر پانے پر رد نہیں کیا اور کوئی فعل ایسا کرلیا، جس سے اجازت سمجھی جاتی ہو تو نکاح قائم رکھتا ہے، البتہ اگر کوئی ایسی بات کریں، جس سے ناراضی ظاہر ہوتی ہو، یا زبان سے رد کردیں تو رد ہوجاتا ہے۔(۱) بالغہ باکرہ کو ولی قریب خبر دے تو اس کا سکوت بھی رضامندی کے قائم مقام ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۱۰۳/۵)

کیا لڑکی کے لکھے ہوئے خط میں ''شوہرم'' لکھنے سے رضامندی ثابت ہوتی ہے:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۸/دسمبر ۱۹۳۴ء)

سوال: زید نے اپنی لڑکی بالغہ کا نکاح عمرو سے کرادیا اور ایجاب من جانب پدر زید بالعوض مہر دس ہزار من جملہ ان کے ہزار معجّل اور نو ہزار مؤجل اور عمرو نے قبول کرلیا اور شاہدین موجود تھے، من چھلہ چڑھایا گیا، شیرینی تقسیم کیے اور یہ عقد بموجودگی چند آدمی ہوا۔ زید پدر دختر نے جو تحریر عمرو کو بھیجی، اس میں یہ لفظ تھے: ''زوجہ شما'' وغیرہ اور تحریر من جانب لڑکی عمرو کے پاس آئی، اس میں لفظ ''شوہرم'' ہے۔ کیا اس سے لڑکی کی رضائے نکاح ثابت ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

اگرچہ لڑکی بالغہ کی رضامندی ثابت کرنے کے لیے کوئی ایسا فعل جو رضامندی پر دلالت کرتا ہو، کافی ہوتا ہے؛ مگر سوال میں لڑکی کے کسی ایسے فعل کا ذکر نہیں ہے، صرف یہ لفظ ''شوہرم'' جو لڑکی کی کسی تحریر سے نقل کیا گیا ہے، کافی نہیں، تحریر کی پوری عبارت نقل کرنے چاہیے تھی؛ تاکہ اس سے رضامندی، نارضامندی پر استدلال کیا جاسکتا، ممکن ہے کہ لفظ ''شوہرم'' ایسی عبارت میں ہو، جس سے ناراضی ثابت ہوتی ہو، مثلاً ''شخصے را کہ شوہرم گفتہ اند من اورا پسند نمی کنم'' بہرحال پورا واقعہ اور پوری عبارت لڑکی کی تحریر لکھنی چاہیے، جب پورا جواب دیا جاسکے گا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۱۰۸/۵)

بالغہ لڑکی کا والدین کی رضامندی کے بغیر مناسب مہر پر کفو میں نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک بالغ لڑکا، لڑکی جو

---

(۱) وإذا قال لها الولی: أرید أن أزوجک من فلان بألف، فسکتت، ثم زوجها، فقالت: لا أرضی أو زوجها ثم بلغها الخبر، فسکتت، فالسکوت منها رضا فی الوجهین جمیعًا إذا کان المزوج الولی. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء فی النکاح: ۲۸۷/۱، ماجدیة)

وفی الهدایة: فإذا استأذنها الولی فسکتت أو ضحکت فهو إذن، لقوله علیه الصلاة والسلام: البکر تستأمر فی نفسها فإن سکتت فقد رضیت. (الهدایة: ۳۱٤/۲، شرکة علمیة)

(۲) النکاح ینعقد بالإیجاب والقبول لأنه عقد. (الجوهرة النیرة، کتاب النکاح: ۱/۲، امدادیة)

ذات کے اعتبار سے ایک ہیں، اپنے والدین کی غیر رضا مندی سے دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح کر لیتے ہیں تو کیا ان دونوں کا نکاح شرعی حیثیت سے جائز ہے، یا نہیں؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

(المستفتی: محمد شکیل محلّہ: کھوکران، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر مناسب مہر کے ساتھ کفواور برادری میں والدین کی بغیر رضا مندی کے نکاح کیا ہے تو شرعاً نکاح صحیح اور جائز ہے۔

عن معمر، قال: سألت الزهري، عن امرأة تزوج بغير ولي؟ فقال: إن كان كفوأجاز. (المصنف لإبن أبي شيبة، كتاب النكاح، باب من أجازه بغير ولي ولم يفرق، مؤسسه علوم القرآن: ٤١/٩، رقم: ١٦١٩٩)

فـنـفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، الخ. (الـدرالـمختار، كتاب النكاح، باب الولي، زكريا: ١٥٥/٤، كراچی: ٥٥/٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۸/شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۲۷۳/۲۶)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۱/۸/۸ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۹۲۳/۱۳)

بیس سالہ لڑکی کا والدین کی رضا مندی کے بغیر کفو میں نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ناز خاں نے اپنے حقیقی ماموں کی بیٹی صفیہ خاتون سے جس کی عمر تقریباً بیس سال ہے، دو گواہوں کی موجودگی میں ایک لاکھ روپیہ مہر کے عوض نکاح کر لیا ہے، لڑکی کے والدین اس نکاح سے راضی نہیں ہیں اور وہ ناز خان سے بغیر طلاق حاصل کئے اپنی لڑکی کا نکاح کسی دوسری جگہ کرنا چاہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا ہے، صفیہ خاتون ناز خان کے ساتھ رہنے پر بضد ہے اور کسی بھی طرح دوسری جگہ نکاح کے لیے تیار نہیں ہے، ایسی صورت میں ناز خان سے بغیر طلاق لیے صفیہ خاتون کا نکاح دوسری جگہ درست ہوگا، یا نہیں؟ (المستفتی: عبدالقدوس، سہارن پور)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــ وبالله التوفيق

بیس سال کی لڑکی عاقلہ بالغہ ہوتی ہے، اس نے جو اپنی مرضی سے اپنی برادری کے آدمی ناز خان کے ساتھ ولی کی مرضی کے بغیر نکاح کر لیا ہے، وہ شرعی طور پر معتبر اور صحیح ہے اور ایک لاکھ روپیہ مہر بہت زیادہ ہے، شرعی طور پر کم نہیں ہے؛ اس لئے صفیہ خاتون ناز خان کی بیوی ہے، اس سے شرعی تفریق حاصل کئے بغیر دوسری جگہ صفیہ خاتون کا نکاح صحیح نہ ہوگا۔

فـنـفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، الخ. (الـدرالـمختار، كتاب النكاح، باب الولي، زكريا: ١٥٥/٤، كراچی: ٥٥/٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۳/ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۵۰۳۲/۳۲) (فتاوی قاسمیہ: ۵۹۳-۵۹۲/۱۳)

اولیاء کی رضامندی کے بغیر غیر کفو میں نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ (الف) ایک مرد ہے ہندو، (ب) ایک عورت ہے مسلمان، (الف) ہندو گھرانہ میں پیدا ہوا، اس کی شادی ایک ہندو عورت کے ساتھ ہندو رسم ورواج کے مطابق ہوئی، شادی کے چند سال بعد (الف) اپنی بیوی کے ساتھ مہاراشٹر کے ایک چھوٹے سے شہر کی ایک کمپنی میں ملازم کی حیثیت سے آتا ہے، اس کو کمپنی کی طرف سے رہائش کے لیے مکان ملتا ہے، جہاں دونوں میاں بیوی رہتے ہیں۔ الف کے مکان کے پڑوس میں ایک مسلمان فیملی کا مکان ہے، یہ مسلمان فیملی ممبئ رہتی ہے؛ مگر سال میں ایک دو مرتبہ اپنے اس مکان میں بغرض تفریح جاتی ہے، پڑوسی ہونے کے ناطے اس مسلمان فیملی کا اس ہندو فیملی سے رابطہ قائم ہوتا ہے، ایک دوسرے کے گھروں میں آنے جانے کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، مسلمان فیملی کی ایک تعلیم یافتہ بی اے پاس لڑکی اس ہندو آفیسر کے یعنی الف کے عشق میں پھنس جاتی ہے، دونوں ایک دوسرے سے چھپ کر ملتے ہیں، یہ سلسلہ سالوں تک چلتا رہتا ہے۔ الف جا کر ایک مسجد میں مسلمان ہوتا ہے، پھر ''ب'' کے ساتھ نکاح شریعت کے مطابق کرتا ہے، دونوں کچھ دنوں تک میاں بیوی کی طرح چھپ کر زندگی گزارتے ہیں، دھیرے دھیرے یہ خبر لڑکی کے والدین کو مل جاتی ہے، گھر میں ایک کہرام برپا ہوتا ہے، لڑکی کے والدین اس شادی کو کسی بھی طرح قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے ہیں اور لڑکی کو اس نکاح سے دست بردار کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں؛ مگر لڑکی کسی کی بات نہیں مانتی، لڑکی کے والدین تھک ہار کر ایک چال چلتے ہیں، لڑکی کو کہتے ہیں کہ جب تم اس کے ساتھ رہنا ہی چاہتی ہو تو تم اس کو اپنے گھر بلا لو، احباب رشتہ داروں کے سامنے ایک چھوٹی سی تقریب کر کے تمہارے نکاح کی اور تصدیق کر دی جائے، لڑکی اپنے شوہر کو اپنے گھر پر بلاتی ہے؛ مگر لڑکی کے والدین تصدیق کے بجائے بند کمرہ میں اس لڑکے کے ساتھ نازیبا حرکت کرتے ہیں، ڈانٹتے ہیں، پھٹکارتے ہیں، زدوکوب کرتے ہیں اور لڑکے سے ایک طلاق نامہ جو پہلے سے تیار تھا، اس پر دستخط لیتے ہیں۔ اب والدین اپنی لڑکی کو کہتے ہیں کہ تمہاری طلاق ہوگئی ہے؛ مگر لڑکی مانتی نہیں ہے اور آج بھی الف کے ساتھ ملتی ہے، لڑکی کے والدین کہتے ہیں تم حلالہ کر لو؛ مگر لڑکی کہتی ہے کہ میرے کو طلاق ہوئی ہی نہیں ہے؛ اس لیے حلالہ کا سوال ہی نہیں اٹھتا، لڑکی سمجھتی ہے کہ اس کے والدین کی یہ دوسری چال ہے۔ برائے کرم آپ شریعت کے مطابق بتائیے کہ طلاق ہوگئی، یا نہیں؟ لڑکا مسلمان ہوگیا ہے اور آج بھی مسلمان ہے، دونوں ایک دوسرے کے ساتھ آج بھی ملتے ہیں، دونوں نے نکاح کے علاوہ کورٹ میں بھی شادی کر لی ہے۔

(المستفتی: الطاف کریم، خطیب مسجد جماعت جمہوریہ، کالونی بازار روڈ ممبئ-۵)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــ وباللہ التوفیق

عدم کفو کی وجہ سے ''ب'' کا نکاح الف کے ساتھ اولیا کی مرضی کے خلاف صحیح قول کے مطابق منعقد ہی نہیں ہوا۔

ویفتی فی غیر الکفء لعدم جوازہ أصلاً، وھو المختار للفتویٰ لفساد الزمان. (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی، زکریا دیوبند: ۱۵۷/٤، ۱۵۸، کراچی: ۵٦/۳، البحر الرائق کوئٹہ: ۱۱۰/۳، زکریا دیوبند: ۱۹٤/۳، کراچی: ۱۲۸/۳، منحۃ الخالق، زکریا: ۱۹٤/۳، کوئٹہ: ۱۱۰/۳، کراچی: ۱۲۸/۳، الھندیۃ، زکریا: ۲۹۲/۱، جدید: ۳۵۸/۱)

لیکن اگر بچہ پیدا ہو گیا ہے، یا حمل ظاہر ہو چکا ہے تو نکاح کو برقرار رکھ کر حق کفاءت مسقوط ہوگا۔

حتیٰ تلد منہ لئلا یضع الولد. (الدرالمختار: ۳۲۳/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۲/ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۳/۴۰۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۲/۱۲/۱۴۰۷ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۹۳/۱۳-۵۹۵)

ولی کی اجازت کے بغیر ایک ہی خاندان کے لڑکی ولڑکے کا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میں حارث ولد حاجی فہیم ساکن: جامع مسجد نے اپنی چچازاد بہن ذکیہ بنت محمد عظیم، ساکن: محلّہ جامع مسجد کے ساتھ بتاریخ ۱۴/ مارچ ۲۰۱۴ء بروز جمعہ تقریباً ۱۲/ بجے محلّہ جامع مسجد کے پاس ایک مکان میں نکاح کرلیا ہے، نکاح میں مہر ۱۵/ ہزار روپیہ طے ہوئے ہیں، اسلام کے مطابق یہ بتانے کی زحمت کریں کہ اس نکاح میں کوئی خامی تو نہیں ہے؟

(المستفتی: حارث ولد حاجی فہیم، ساکن محلّہ جامع مسجد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

جب بالغ لڑکا اور بالغہ لڑکی نے آپس کی رضامندی سے دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح کرلیا ہے اور دونوں ایک برادری اور ایک ہی خاندان کے ہیں تو بلاشبہ یہ نکاح منعقد ہو کر صحیح ہو گیا، شرعی طور پر دونوں میاں بیوی ہیں۔

فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضا ولی. (شامی، کتاب النکاح، باب الولی، کراتشی: ۵۵/۳، زکریا: ۱۵۵/٤)

وعلی ھذا ینبی الحرۃ البالغۃ العاقلۃ إذا زوجت نفسھا من رجل ...جاز...فھو أنھا لما بلغت عن عقل وحریۃ فقد صارت ولیۃ نفسھا فی النکاح، فلا تبقی مولیا علیھا کالصبی العاقل إذا بلغ. (بدائع الصنائع، زکریا دیوبند: ۵۱۳/۳، کراچی: ۲٤۷/۲، البنایۃ اشرفیہ دیوبند: ۷۰/۵، الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ: ۸۰/۷)

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا ولی...لأنھا تصرف فی خالص حقھا، وھی من أھلہ. (مجمع الأنھر، دارالکتب العلمیۃ بیروت: ٤۸۸/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۸/ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۱/۱۱۵۹۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۸/۷/۱۴۳۵ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۹۵/۱۳-۵۹٦)

لڑکی کے والدین کی رضامندی شرط ہے، نہ کہ لڑکے کے والدین کی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ محلے میں پڑوسی لڑکے اور

لڑکی میں تعلقات تھے، بارہا سمجھایا گیا؛ لیکن بے اثر ثابت ہوا، ایک رات دونوں کو بات چیت کرتے دیکھ کر دریافت کرنے پر نکاح کی رضامندی ظاہر کی تو اسی وقت محلّہ والے مسجد کے امام ومؤذن کو طلب کر کے رات کے تقریباً ۲؍ بجے نکاح خوانی کر کے لڑکی کو گھر روانہ کیا؛ کیوں کہ لڑکے کے والدین اس نکاح سے متفق نہ تھے اور محلّہ والوں کو برا بھلا کہتے ہیں، اس قسم کا نکاح جو رات ۲؍ بجے والدین کی ناراضی کے ساتھ کیا گیا ٹھیک ہے؟ اور یہ نکاح درست ہے؟ ان دونوں لڑکے اور لڑکی کے بارے میں کیا حکم ہے؟　(المستفتی: محمد قاسم جھلرہ ضلع بجنور)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر لڑکی کے والدین راضی ہیں تو نکاح ہر حال میں صحیح اور درست ہے، لڑکے کے والدین کا راضی ہونا شرط نہیں ہے اور اگر لڑکی کے والدین راضی نہیں ہیں اور لڑکا اور لڑکی دونوں ایک ہی کفو اور برادری کے بھی نہیں ہے تو یہ نکاح درست نہیں ہوگا اور اگر دونوں کی برادری اور کفو ایک ہے تو لڑکی کے والدین کی بغیر رضامندی کے بھی نکاح صحیح اور درست ہو جائے گا۔

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي (إلى قوله) ويفتى في غير الكفء بعدم جوازه أصلاً. وهو المختار للفتوىٰ لفساد الزمان. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي، كراتشي: ۳/۵۵-۵٦، زكريا: ٤/۱۵۵-۱۵٦، وهكذا في البحر الرائق، كوئٹه: ۳/۱۰۹-۱۱۰، زكريا ديوبند: ۳/۱۹۲-۱۹٤، الهندية زكريا: ۱/۲۸۷، جديد: ۱/۳۵۳-۲۹۲، جديد: ۱/۳۵۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۴۱۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۷۱۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۴ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۶۰۰-۶۰۱)

بالغ لڑکا لڑکی کا ولی کی اِجازت کے بغیر نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر ایک بالغ لڑکا اور بالغ لڑکی اپنے ولی کی رضامندی کے بغیر نکاح کرے تو نکاح ہو جاتا ہے، یا باطل ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

عاقل بالغ لڑکا لڑکی اگر شرائط نکاح کی رعایت کرتے ہوئے نکاح کر لیں تو اُن کا کیا ہوا نکاح منعقد ہو جاتا ہے، خواہ والدین کی رضامندی ہو، یا نہ ہو، البتہ اگر لڑکی نے غیر کفو میں نکاح کیا ہے تو اولیا کو حق اعتراض حاصل ہے، وہ اس معاملہ میں قریبی محکمۂ شرعیہ سے رجوع کر سکتے ہیں۔

عن معمر قال: سألت الزهري عن امرأة تُزوَّج بغير ولي، فقال: إن كان كفؤاً جاز. (المصنف لابن أبي شيبة: ۳/٤٤۳، رقم: ۱۵۹٤٤، دار الكتب العلمية بيروت)

عن علي رضي الله عنه أنه أجاز نكاح امرأة بغير ولي أنكحتها أمها برضاها. (المصنف لابن أبي شيبة: ۳/٤٤۳، رقم: ۱۵۹٤٦، دار الكتب العلمية بيروت)

نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي، والأصل أن كل من تصرف في ماله تصرف من نفسه، وله أي للولي إذا كان عصبة الاعتراض في غير الكفء. (الدرالمختار مع الشامي: ۱۵۵/٤ـ۱۵٦،زكريا، مجمع الأنهر: ٤۸۸/۱ ،ديوبند، الفتاویٰ التاتارخانية: ۱۰۲/٤، زكريا)

نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي؛ لأنها تصرفت في خالص حقها وهي من أهله لكونها عاقلة بالغة ... والأصل هنا أن كل من يجوز تصرفه في ماله بولاية نفسه يجوز نكاحه على نفسه. (البحر الرائق: ۱۰۹/۳،كوئٹه)

في الهداية: وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائها، وإن لم يعقد عليها ولي بكرًا كانت أو ثيبًا (إلى قوله) ثم في ظاهر الرواية: لا فرق بين الكفء وغير الكفء؛ لكن للولي الاعتراض في غير الكفء. (الهداية: ۳۱٤/۲)

وتحته في الفتح القدير: فتحصل أن الثابت الآن هو إتفاق الثلاثة على ... الجواز مطلقاً من الكفوء وغيره. (فتح القدير: ۲۰٦/۳،بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۳/۶/۱۷ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۵۷/۸-۳۵۸)

بالغہ لڑکی کا والدین کی مرضی کے بغیر اپنے تعلق دار لڑکے سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میں ایک پڑھی لکھی اور عقل مند بالغ لڑکی ہوں، میں اپنے سگے چچازاد بھائی کو پسند کرتی ہوں اور اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہوں، سماجی اعتبار سے لڑکے کے والدین؛ یعنی میرے چچا اور چچی رشتہ لے کر آئے، پر میرے والدین نے لڑکی کی مالی حیثیت کچھ کم ہونے کی وجہ سے انکار کردیا، جب کہ میرے والدین میری مرضی سے اچھی طرح واقف ہیں اور میں لڑکے کی حیثیت کو جانتے ہوئے بھی اس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہوں؛ کیوں کہ میرا مسئلہ بہت پیچیدہ ہے، میں عورت ذات ہوں، سوائے خدا اور رسول کے فرمان کے دائرے میں رہ کر میں اپنے لیے اور کسی طرح انصاف نہیں کروا پاؤں گی، کیا مجھے اپنی مرضی کا کوئی حق نہیں ہے؟ اور کیا میں اپنی مرضی سے شادی نہیں کرسکتی ہوں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

بالغہ مسلمان عورت اپنی مرضی سے کفو میں نکاح کرنے کی شرعاً مجاز ہے، والدین کو بھی اپنی بالغ اولاد کے جذبات کا خیال رکھنا چاہیے اور اولاد کو بھی چاہیے کہ والدین کی منشا کے خلاف اقدام کرنے سے گریز کریں، ان باتوں کی رعایت نہ رکھنے کی وجہ سے طرح طرح کے خاندانی مفاسد پیدا ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔

نفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي وله، أي للولي الاعتراض في غير الكفء. (شامي: ۱۵٦/٤،زكريا)

نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي؛ لأنها تصرفت في خالص حقها وهي من أهله لكونها عاقلة بالغة...

والأصل هنا أن كل من يجوز تصرفه في ماله بولاية نفسه يجوز نكاحه على نفسه. (البحرالرائق:۱۰۹/۳،کوئٹہ)

ثم إنما يحتاج إلى الولي في الصغير والصغيرة والمجنونة إذا زال الصغر زال الولاية عندنا. (الفتاویٰ التاتارخانية: ۸۷/٤،رقم:٥٦٠٨،زكريا)

يستحب للمرأة تفويض أمرها إلى وليها كي لا تنسب إلى الوقاحة. (شامي: ١٥٤/٤، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۱/۲/۱۴۳۲ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۵۹/۸-۳۶۰)

والدین کی مرضی کے خلاف بالغہ کا غیر برادری میں نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر بالغ لڑکی والدین کو مطلع کئے بغیر کسی غیر برادری کے لڑکے کے ساتھ نکاح کرلے تو شرعاً جائز ہے، یانہیں؟ اوراگر بعد نکاح لڑکی کے والدین اظہار ناراضگی کریں تو کیا نکاح قائم ہے، یااس میں شرعاً کوئی کمی ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

مسئولہ صورت میں حنفیہ کی ظاہر الروایۃ میں یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے، البتہ اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہے، یعنی وہ اگر چاہیں تو عدالتِ شرعیہ، یامحکمۂ شرعیہ میں مقدمہ دائر کر کے اِس نکاح کو فسخ کرا سکتے ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہؒ سے حسن بن زیادؒ کی روایت یہ ہے کہ اولیا کی مرضی کے بغیر غیر کفو میں نکاح ہی منعقد نہیں ہوتا ہے، بہت سے متأخرین فقہاء نے اِسی روایت پر فتویٰ دیا ہے؛ لیکن موجودہ مخلوط ماحول میں اس روایت کے بجائے ظاہر الروایۃ پر فتویٰ دینا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

عن عبد الله بن بريدة عن أبيه قال: جاء ت فتاة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: إن أبي زوجني ابن أخيه ليرفع بي خسيسة، قال: فجعل الأمر إليها، فقالت: قد أجزت ما صنع أبي ولكن أردت أن أعلم النساء أن ليس إلى الآباء من الأمر شيء. رواه ابن ماجة ورجاله رجال الصحيح. (نيل الأوطار: ٣٥،إعلاء السنن: ٩٠/١١،رقم:٣١٤٨، دارالكتب العلمية بيروت)

دلالته على الجزء الأول من حيث إنه صلى الله عليه وسلم خيرّها بعد النكاح، وظاهر أنه كان لعدم الكفء، لقوله: "ليرفع بي" الخ. (إعلاء السنن: ٩٠/١١،دارالكتب العلمية بيروت)

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، والأصل أن من تصرف في ماله تصرف في نفسه وما لا فلا، وله أي للولي إذا كان عصبةً الخ، الاعتراض في غير الكفء،الخ، ويفتى في غير الكفء بعدم جوازه أصلاً، وهو المختار للفتوىٰ. (الدرالمختار)

هٰذه رواية الحسن عن أبي حنيفة. (شامي: ١٥٧/٤،زكريا)

إن المرأة إذا زوجت نفسها من كفوء لزم على الأولياء،وإن زوجت من غير كفو لا يلزم أو لا يصح. (شامی: ۸٤/۳، کراتشی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۲/۳/۴ھ۔ (کتاب النوازل: ۳۸۴/۸-۳۸۵)

ماں باپ کی مرضی کے خلاف شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کوئی لڑکا، یا لڑکی کسی لڑکے، یا لڑکی سے پیار ومحبت کرتے ہیں اور ماں باپ کی نامرضی سے شادی کرلیں تو جائز ہے، یا ناجائز؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

یہ نکاح منعقد ہوجائے گا؛ لیکن اگر لڑکا غیر کفو ہو تو لڑکی کا ولی بذریعہ محکمہ شرعیہ ایسے نکاح کو ختم کراسکتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ایسا نکاح منعقد ہی نہ ہوگا۔

ولـه أي للولي الاعتراض في غير الكفء،الخ، ويفتي في غير الكفوء بعدم جوازه أصلاً، وهو المختار للفتوىٰ. (الدرالمختار مع الشامی: ٥٦/٣-٥٧، کراتشی: ١٥٦/٤-١٥٧، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۷/۲/۲۳ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۸۹/۸)

والدین کے ناراض ہوتے ہوئے لڑکی کفو میں نکاح کرے تو درست ہے، یا نہیں:

سوال: لڑکا اور لڑکی بالغ ہیں عاقل ہیں، آپس میں نکاح کے لیے راضی ہیں، لڑکا اس کے کفو کا ہے؛ مگر دونوں کے والدین ناراض ہیں تو وہ لوگ آپس میں نکاح کرسکتے ہیں، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں جب لڑکا اور لڑکی بالغ ہیں اور خاندان، دینداری اور پیشہ کے لحاظ سے لڑکا پست اور گرا ہوا نہیں ہیں کہ لڑکی کی اولیا کے لیے باعث عار ہو تو والدین رضامند ہوں، یا ناراض دونوں کا نکاح درست ہے اور بلا وجہ شرعی والدین کو ناراض نہ ہونا چاہیے اور نکاح کردینا چاہیے، ورنہ گنہگار رہوں گے۔

حدیث میں ہے:

"من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فليزوجه فان بلغ ولم يزوجه فأصاب إثماً فإنما اثمه على أبيه. (مشکاة المصابیح، ص: ۲٦٧، کتاب النکاح)

(یعنی جس کے یہاں بچہ پیدا ہو، اس کو چاہیے کہ وہ اس کا نام اچھا رکھے اور اس کو اچھا ادب سکھائے، پس جب بالغ ہوجائے تو اس کی شادی کردے اور اگر بالغ ہوگیا اور اس نے (بلا عذر) شادی نہ کی اور وہ کوئی گناہ کر بیٹھا، پس اس کا گناہ اس کے باپ کے ذمہ (بھی) ہوگا۔)

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

"إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه أن لا تفعلوه تكن فتنة فى الأرض وفساد عريض. (مشكاةالمصابيح،ص:٢٦٧،كتاب النكاح)

(جب پیغام دے تمہیں وہ شخص جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کردو، اگر تم نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہو جاوے گا۔)

ہاں اگر لڑکی غیر کفو میں نکاح کرے تو ولی کی رضامندی شرط ہے، بلا رضامندی نکاح درست نہ ہوگا۔

شامی میں ہے:

"فإن حاصله أن المرأة إذا زوجت نفسها من كفء لزم على الأولياء وإن زوجت من غير كفء لا يلزم أو لا يصح. (شامي: ٦٣٤/٢، باب الكفاءة) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۲۵/۸)

اولیاء کی رضامندی سے غیر قوم میں نکاح کرنے کا حکم:

سوال: مسماۃ بی بی حنیف سید خاندان سے تعلق رکھتی ہے اور جوان العمر ہے، وہ ایک غیر قوم سے نکاح کرنا چاہتی ہے، کیا اس کو یہ حق حاصل ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر لڑکی کے اولیاء غیر قوم میں شادی کرنے پر راضی ہوں اور لڑکی بھی راضی ہو تو بلا شبہ وہ نکاح کر سکتی ہے،(۱) اور اگر اولیاء راضی نہیں ہوں تو غیر قوم کی تفصیل لکھئے کہ جس قوم میں لڑکی شادی کرنا چاہتی، وہ کون سی قوم ہے؟ اور اولیا اس کے ساتھ نکاح کرنے پر کیوں راضی نہیں ہیں؟ تب جواب دیا جا سکے گا۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۸۸/۱/۲۳ھ، الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲۸۷/۲)

جذام والے خاندان کے لڑکے سے شادی درست ہے:

سوال: ایک بالغہ لڑکی زید سے نکاح کرنے پر راضی ہے؛ مگر زید کے خاندان میں جذام ہے تو نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) و فى الهندية كتاب النكاح (٣١٣/٢،طبع شركة علمية): وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائها.

وفى البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء (١١٧/٣،طبع بيروت و فى طبع مكتبة رشيدية كوئٹه: ١٠٩/٣): نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولى، لانها تصرفت فى خالص حقها وهى من اهله لكونها عاقلة بالغة ... وإنما يطالب الولى بالتزويج كيلا تنسب الى الوقاحة،الخ.

وفى الهندية،كتاب النكاح الباب الأول (٢٦٩/١،طبع ماجدية): ومنها رضاء المرأة اذا كانت بالغة بكرا كانت أو ثيبا،الخ.

الجواب

نکاح کرنا درست ہے، فی الحال کی حالت کا اعتبار ہے، آئندہ کی خبر کس کو ہے، ایسا وہم نہ کیا جاوے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۵/۸)

بالغہ نے ابن فلاں سے اجازت دی، بعد میں معلوم ہوا، وہ فلاں کا لڑکا نہیں ہے، کیا حکم ہے:

سوال: زید نے اپنی لڑکی ہندہ سے اجازت لے کر عمر کے لڑکے بکر سے نکاح کر دیا، بعد کو معلوم ہوا کہ بکر عمر کا لڑکا نہیں ہے، کسی غیر ذات کا ہے، جو عمر کی منکوحہ لے کر آئی تھی، اب ہندہ بکر کے گھر جانے سے انکاری ہے، کہتی ہے کہ مجھے دھوکہ دیا گیا، میں نے عمر کے حقیقی لڑکے سے نکاح کی اجازت دی ہے، اس صورت میں نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر ہندہ سے یہ کہہ کر اجازت لی تھی کہ میں تیرا نکاح بکر بن عمر سے کرتا ہوں اور اس پر اس نے اجازت دی، یا سکوت کیا اور در حقیقت بکر بیٹا عمر کا نہیں ہے تو بکر سے جو نکاح باپ نے کیا، وہ ہندہ کی اجازت پر موقوف رہا، اگر بعد اطلاع کے ہندہ نے سکوت کیا تو نکاح منعقد ہو گیا اور اگر رد کر دیا تو باطل ہو گیا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۲/۸)

بعد البلوغ خطبہ نکاح کا فسخ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نابالغہ لڑکی کا خطبہ نکاح کیا گیا تھا، کیا بعد البلوغ اسے حق فسخ حاصل ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مولانا محمد سلیمان مظفرآباد)

الجواب

اگر دو گواہوں کے روبرو باقاعدہ ایجاب وقبول نہ ہوا ہو تو یہ معاملہ خطبہ ہے، نکاح نہیں ہے،(۲) اور یہ لڑکی جب خیار بلوغ کی وجہ سے نکاح فسخ کر سکتی ہے،(۳) تو خطبہ بطریق اولیٰ کالعدم کر سکتی ہے، پس یہ لڑکی اپنی مرضی سے دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے۔ وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۶۹/۴)

---

(۱) ویعتبر فی الاستئمار تسمیة الزوج علی وجه تقع به المعروفة لتظهر رغبتها فیه من رغبتها عنه.(الهداية، باب فی الأولیاء: ۳۱۵/۲، ظفیر)

(۲) قال الفقیه ابو اللیث السمرقندی: ورکن (النکاح) الایجاب والقبول وحکمه الأثر الثابت بالعقد وإنما حضور الشاهد عند العقد وهو شرط الصحة.(فتاویٰ النوازل: ۱۶۰، کتاب النکاح)

(۳) قال العلامة ابن عابدین: ولهما خیار الفسخ بالبلوغ فی غیر الأب والجد بشرط القضاء أی للصغیر والصغیرة إذا بلغا وقد زوجا أن یفسخا عقد النکاح الصادر من ولی غیر أب ولا جد بشرط قضاء القاضی بالفرقة. (البحر الرائق: ۱۲۰/۳، باب الأولیاء والاکفاء)

نکاح کے بعد فساد کے خوف سے تجدید نکاح کرنا کیسا ہے:

سوال: کسی شخص نے ایک عورت بالغہ سے نکاح کیا؛ لیکن اس شخص کے عزیز و اقارب جب آئے تو اس دفع شر و فساد کے لیے کہ یہ ناراض ہوں گے کہ ہماری عدم موجودگی میں کیوں نکاح ہوا، تجدید نکاح کر لی، اس میں کچھ حرج تو نہیں ہے؟

الجواب

اگر وہ ناکح کفو اس عورت کا ہے تو نکاح صحیح ہو گیا اور بخوف فساد اگر اولیاء کے سامنے پھر تجدید نکاح کر لی گئی، اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے اور نکاح سابق صحیح ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۱۰/۷-۲۱۱)

قوت گویائی سے محروم شخص کے نکاح کا حکم:

سوال: کیا قوت گویائی سے محروم شخص کا نکاح اشارے سے منعقد ہو جائے گا، یا نہیں؟

الجواب

بہت سارے احکامات میں اشارہ قائم مقام ملفوظ ہوتا ہے؛ اس لیے اگر نکاح کے معاملے میں فریقین، یا ایک فریق بات کرنے پر قادر نہ ہو تو وہ ایجاب وقبول اشارے سے کر سکتا ہے، بشرطیکہ وہ اشارہ رشتۂ زوجیت کے انسلاک کو واضح کرتا ہو۔

قال العلامة الكاساني: كما ينعقد النكاح بالعبارة ينعقد بالاشارة من الأخرس إذا كانت إشارته معلومة،إلخ. (بدائع الصنائع: ۲۳۱/۲، فصل أما ركن النكاح)

قال ابن عابدين: فإن كان الأخرس لايكتب وكان له إشارة كعرف في طلاقه ونكاحه وشرائه وبيعه فهو جائز. (ردالمحتار: ۴۲۱/۲، كتاب الطلاق) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۱۳/۴)

یعنی جس خط کو شوہر نے از خود نہیں لکھا اور نہ ہی اس کو اپنی مرضی سے لکھوایا اس سے شرعاً طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۴؍ رشعبان المعظم ۱۴۱۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۳۳۰/۲۶) (فتاوی قاسمیہ: ۵۹۰/۱۳-۵۹۱)

عاقلہ بالغہ لڑکی کے باپ سے پوچھ کر اس کا نکاح قاضی نے پڑھا دیا تو ہوا، یا نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عاقلہ بالغہ لڑکی ہندہ کا نکاح بکر سے کر دیا ہے؛ مگر نکاح پڑھاتے وقت نکاح کی مجلس میں قاضی صاحب نے ہندہ کے باپ زید سے پوچھ کر نکاح پڑھا دیا اور کوئی وکیل وگواہ نہ تھے نہ اور کسی سے پوچھا گیا تو اس صورت میں نکاح ہوا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي والاصل أن كل من تصرف في ماله تصرف في نفسه وما لا فلا،وله أي للولي اذا كان عصبة،الخ،الاعتراض في غير الكفء. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح،باب الولي: ۴۰۷/۲-۴۰۸،ظفير)

الجواب______________

حامداً و مصلیاً و مسلماً! جب باپ نے لڑکی سے اجازت لے کر قاضی کو نکاح پڑھانے کے لیے کہا اور قاضی نے مسلمانوں کے حضور نکاح پڑھایا تو نکاح صحیح ہوگیا۔ ہاں اگر لڑکی اپنے نکاح ہونے کی خبر سن کر انکار کردے کہ مجھے نکاح منظور نہیں ہے، میں نے اجازت نہیں دی تھی تو نکاح صحیح نہ ہوگا۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۲۹/۸)

لڑکی نے بعد از بلوغ خلع کی ڈگری لے لی تو نکاح کا حکم:

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک لڑکی کا نکاح نابالغی کی حالت میں باپ نے کرادیا تھا، بعد میں اس کے والد کا انتقال ہوگیا اور لڑکی نے عدالت سے ڈگری لے لی اور دوسرے لڑکے سے شادی کے لیے تیار ہوگئی؛ لیکن کوئی نکاح پڑھانے کے لیے تیار نہ ہوا، آخر میں ایک بریلوی مسلک کے مولوی صاحب نے نکاح پڑھادیا، اس نکاح کا کیا حکم ہے، نکاح پڑھنے اور اس میں شریک ہونے والے لوگوں کا کیا حکم ہے۔ آیا ان کا نکاح باقی ہے، یا نہیں؟

الجواب______________ بعون الملك الوهاب

اگر لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد خلع لیتے وقت شوہر بھی بالغ ہو اور وہ خلع دینے پر رضامند ہو تو اس خلع کی ڈگری سے ایک طلاق بائن واقع ہوجاتی ہے؛ اس لیے لڑکی کا عدت گزارنے کے بعد دوسرے لڑکے سے اگر وہ لڑکا کفو بھی ہو تو یہ نکاح کرنا دو گواہوں کی موجودگی میں درست ہے اور اس میں شرکت کرنا بھی صحیح ہے، بشرطیکہ وہاں کوئی اور خلافِ شرع، یا معصیت کا کام نہ ہو۔

لمافی المسلم (۱/۴۵۵): عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: الثیب أحق بنفسها من ولیها والبکر تستأمر وإذنها سکوتها.

وفی المحیط البرهانی (۵/۵۹): قال علماؤنا رحمهم اللّٰہ الخلع طلاق بائن ینتقص به من عدد الطلاق به ورد الأثر عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم وعن عمر وعلی وابن مسعود رضی اللّٰہ عنهم.

وفی الشامیة (۶/۳۴۸): لو دعی إلی دعوة فالواجب الإجابة إن لم یکن هناک معصیة ولا بدعة والامتناع أسلم فی زماننا الا إذا علم یقینا أن لا بدعة ولا معصیة. (نجم الفتاویٰ: ۴/۱۷۲-۱۷۳)

☆☆☆

---

(۱) ولا یجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب أو سلطان بغیر اذنها بکرا کانت أ وثیبافان فعل ذلک فالنکاح مو قوف علی اجازتها فان اجازته جازوان ردته بطل کذا فی السراج الوهاج. فتاوی عالمگیری، الباب الرابع فی الأولیاء: ۱/۲۸۷)

ولایت کے مسائل

ولی کس کو کہتے ہیں:

سوال: ولی کس کو کہتے ہیں، اس کی تشریح فرمائی جائے؟

(المستفتی: ۵۳، شیخ بائی جی (علاقہ خاندیس) ۱۹ر جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۰ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

الجواب ــــــــــــــــــــ

ولی اس عصبہ کو کہتے ہیں، جو نابالغوں کی تربیت اور ان کی طرف سے ان کا کام انجام دینے کا حق رکھتا ہے؛ مگر مال میں تصرف کرنا صرف نابالغ کے باپ، یا دادا، یا ان کے وصیوں کو جائز ہے، باقی اولیا کو جائز نہیں۔(۱) صرف باپ نابالغ کی جائداد فروخت کرسکتا ہے، جب کہ نابالغ کو اس کی ضرورت ہو۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

جواب دیگر:

نابالغ بچوں کے مال کی حفاظت اور ان بچوں پر اس کا خرچ کرنا باپ کا حق ہے؛ کیوں کہ مال کی ولایت نانا، نانی کو نہیں پہنچتی۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۶۵/۵)

لا نکاح الا بولی کا مطلب:

سوال: زینب بالغہ نے بغیر اذن ولی ابعد کے بموجودگی حقیقی دادی وعدم موجودگی ماں کے بحضور شاہدین عمر سے نکاح کرلیا اور ولی ابعد اور ماں اس نکاح سے راضی نہیں، اگر یہ نکاح صحیح ہے تو حدیث ’’لا نکاح الا بولی‘‘ کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کا کیا جواب ہوگا؟

---

(۱) (الوالی فی النکاح) لا المال (العصبة بنفسه). (الدر المختار) وقال الشامی: (قوله: لا المال) فإنّه الوصی فيه الأب وصيه والجد ووصيه والقاضی نائبه فقط ح. (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولی: ۷۶/۳، سعيد)

(۲-۳) الوصی لا يتجر فی مال اليتيم، لأن المفوض إليهم الحفظ دون التجارة ... بخلاف الأب والجد حيث يكون لهم ولاية التصرف فی مال الصغير مطلقًا من غير تقيد فيما تركه ميراثا فكانا وصيه يملك ذلك. (البحر الرائق، كتاب الوصايا، باب الوصی ومايملكه: ۵۳۴/۸، بيروت)

الجواب

بالغہ کا نکاح بلا اذن ولی کفو میں صحیح ہے اور غیر کفو میں صحیح نہیں علی المذہب المختار اور یہی محمل ہے حدیث ''لا نکاح الا بولی'' کا۔ان فقہا کے نزدیک جو غیر کفو میں نکاح کو صحیح نہیں کہتے اور جو صحیح موقوف علی اجازۃ الولی کہتے ہیں،ان کے نزدیک محمول ہے نفی کمال پر اور مطلب یہ ہے کہ بدون ولی اجازت کے جو نکاح ہوگا،وہ قریب ہے کہ ٹوٹ جاوے، ولی اگر چاہے اس کو فسخ کرسکتا ہے اور شامی نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ حدیث مذکور کے معارض ہے، دوسری حدیث ''الأیم أحق بنفسها من ولیها'' (رواہ مسلم) (۱) اور یہ قوی ہے اس حدیث ''لا نکاح إلا بولی'' (۲) سے؛اس لیے راجح ہے اس پر۔الحاصل صورت مذکورہ میں اگر نکاح زینب بالغہ نے کفو میں بموجودگی شاہدین کے کیا ہے تو منعقد ہوگیا۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸؍۷۰-۷۱)

نکاح کے وقت،اگر بعض ولی راضی نہ ہوں تو:

سوال: لکھا ہے کہ تھوڑے سے ولیوں کا راضی ہونا ایسا ہے جیسا سب کا راضی ہونا،اس کا کیا مطلب ہے،آیا درصورتِ موجودگی ایک ولی مقدم کے دوسرے ولیوں کو بھی اختیار ہوتا ہے اور بحالت موجودگی کل ولیوں کے؟اگر ایک، یا دو ولی ایک جگہ رضامند ہو کر نکاح کردیں اور سب کے سب ولی ناراض ہوں تو یہ بھی ہوسکتا ہے، جو کچھ مطلب ہو،تحریر فرمادیں؟

الجواب

یہ اس صورت میں ہے کہ جب اور اولیا موجود نہ ہوں اور اگر سب اولیا موجود ہوں اور پھر بعض راضی ہوں، بعض ناراض تو اس وقت میں بعض کی رضا معتبر نہ ہوگی؛ بلکہ اور کسی صورت سے ترجیح دی جاسکے گی،حاکم وغیرہ کے ہاں پیش کرکے۔واللہ اعلم

(بدست خاص،ص:۵۱) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ،ص:۲۴۹)

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:اَلْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا، وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا؟ قَالَ: نَعَمْ.(صحيح لمسلم،باب استئذان الثيب فى النكاح بالنطق،رقم الحديث: ۱۴۲۱،سنن أبى داؤد،باب فى الثيب،رقم: ۲۰۹۸،سنن الترمذى،باب ماجاء فى استئمار البكر والثيب،رقم الحديث: ۱۱۰۸، سنن النسائى،استئذان البكر فى نفسها،رقم الحديث: ۳۲۶۰،انيس)

(۲) عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وعَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ.(سنن ابن ماجة،باب لا نكاح إلا بولى،رقم الحديث: ۱۸۸۰،سنن أبى داؤد عن أبى موسىٰ رضى اللّٰه عنه ،باب فى الولى،رقم الحديث: ۲۰۸۵،سنن الترمذى عن أبى موسى رضى اللّٰه عنه،باب ماجاء لا نكاح إلا بولى،رقم الحديث: ۱۱۰۱،انيس)

(۳) فنفذ نكاح حرة مكلفة بلارضا ولى.(الدرلمختار على هامش ردالمحتار،باب الولى: ۲/۴۰۷،ظفير)

نکاح میں ولی شرط ہے، یا نہیں:

سوال (۱) نکاح میں ولی شرط ہے، یا نہیں؟

ہبہ کا حکم صرف نبی کے لیے ہے، یا کسی اور کے لیے بھی:

(۲) اگر کوئی عورت اپنا نفس نبی کے لیے ہبہ کرے بے مہر و بے نکاح تو آپ عورت پر تصرف کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ یہ حکم صرف نبی کے لیے ہے، یا امت کے لیے بھی؟

الجواب ـــ

(۱) نابالغہ کے لیے ولی شرط ہے اور بالغہ کے لیے ہونا سنت اور مستحب ہے، (۱) اور "**لا نکاح إلا بولی**" اس صورت میں محمول ہے کمال نکاح پر۔

(۲) یہ حکم خاص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۰۶/۸-۱۰۷)

ولایتِ نکاح:

سوال: مسماۃ نصیباً کا نکاح اللہ بندے سے ہوا، اللہ بندے کا انتقال ہو گیا، اللہ بندے نے دو اولاد چھوڑی: ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ مسماۃ مذکورہ نے دوسرا نکاح کرم الٰہی سے کیا، کرم الٰہی سے دو لڑکیاں ہیں، ان میں سے ایک لڑکی عمر کے لحاظ سے نابالغہ ہے اور وجود کے اعتبار سے بالغہ معلوم ہوتی ہے۔ کرم الٰہی کے ایک بہت دور کے رشتہ کا ایک بھائی ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ کہ اس کی لڑکی کی ولایت کا حق اس کے بھائی کو ہے، یا نہیں، جو اللہ بندے نے چھوڑا ہے، یا اس کی ماں کو ہے، یا اس کے نانا کو ہے، یا ماموں کو ہے، یا کس کو ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر دادھیال کی طرف سے کوئی بھی بھائی موجود ہے تو نابالغہ کے نکاح کی ولایت اسی کو حاصل ہے۔ (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۲/۲۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۶۴/۱۱)

نکاح کی ولایت کسے حاصل ہے:

سوال: ولی ورثا میں سے ہوتا ہے، یا غیر وارث بھی نکاح کا ولی ہوتا ہے؟ نیز ولی کے لیے عاقل بالغ ہونا بھی

---

(۱) وهی هنا نوعان ولاية ندب علی المكلفة أی البالغة العاقلة ولو بكراً أو ولاية إجبار علی الصغيرة ولو ثيباً وهو أی الولی شرط صحة نكاح صغير ومجنون ورقيق لا مكلفة. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولی: ۴۰۱/۲، ظفير)

(۲) "والولی هو العصبة". (الهداية، كتاب النكاح، باب فی الأولياء والأكفاء: ۳۱۶/۲، شركت علميه)

ضروری ہے، یانہیں؟ اوراگرکوئی بچہ اپنی بہن کا نکاح کروادےتو نکاح درست ہوگا، یانہیں؟ اس مسئلہ کا تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

نکاح میں ولی ''عصبہ'' ہوتا ہے اور عصبہ ان وارثوں کو کہتے ہیں، جن کا وراثت میں کوئی حصہ مقرر نہیں ہوتا؛ بلکہ حصے والے کے حصے ادا کرنے کے بعد جو مال باقی رہ جاتا ہے، وہ ان کو دے دیا جاتا ہے اور یہ عصبات علی الترتیب چار ہیں:

(۱) فروع؛ یعنی بیٹا، پوتا، نیچے تک

(۲) اصول؛ یعنی باپ، دادا، اوپر تک

(۳) باپ کی اولاد؛ یعنی بھائی اور بھتیجے وغیرہ

(۴) دادا کی اولاد؛ یعنی چچا وغیرہ

اس ترتیب پر نکاح میں ولایت کا حق حاصل ہوگا، اگر مذکورہ عصبات نہ ہوں تو پھر اس کے قرابت دار (ذوی الارحام) وراثت کی ترتیب پر ولایت کے مستحق ہوں گے۔ الغرض نکاح میں ولی ورثا میں سے ہوگا، ان کی موجودگی میں غیر وارث کو ولایت کا حق حاصل نہ ہوگا، البتہ جب ورثا اولیا نہ ہوں تو سلطان، حاکم، یا قاضی قائم مقام ولی بن سکتا ہے اور ولی کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ عاقل بالغ ہو، لہٰذا اگر کسی نابالغ بچہ نے اپنی بہن کا نکاح کرادیا تو درست نہ ہوگا۔

لما في القدوري (ص:٤٧٥):والولي هو العصبة ... ولا ولاية لعبد ولا لصغير ولا لمجنون ولا لكافر على مسلمة.وقال أبوحنيفه رحمه الله: يجوز لغير العصبات من الأقارب التزويج مثل الأخت والأم والخالة.

وفي التاتارخانية (١٩/٣،كتاب النكاح) : يجب أن يعلم بأن الولي من كان من أهل الميراث وهو عاقل بالغ حتى لا تثبت الولا يه للصبي والمجنون ... وفي جامع الجوامع: كل قريب يرث منها له أن يزوجها اذا لم يكن أقرب منه عنده.

وفي الهندية(٢٨٣/١):وأقرب الأولياء إلى المرأة الابن ثم ابن الابن وإن سفل ثم الأب ...ثم مولى العتاقة يستوي فيه الذكر والأنثى ثم عصبة المولى،كذا في التبيين، وعند عدم العصبة كل قريب يرث الصغير والصغيرة من ذوي الأرحام يملك تزويجهما في ظاهر الرواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ ... ثم مولى الموالاة، ثم السلطان، ثم القاضي ومن نصبه القاضي، كذا في المحيط القاضي.

وفي الدرالمختار(٧٦/٣):(الوالي في النكاح)لا المال(العصبة بنفسه)وهو من يتصل بالميت حتى المعتقة (بلا توسطة أنثى) بيان لما قبله (على ترتيب الإرث والحجب)...(بشرط حرية وتكليف وإسلام) ... (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم... (ثم لذوي الأرحام)... (ثم للسلطان،ثم لقاض، نص له عليه في منشوره). (نجم الفتاویٰ:۱۵/۵)

نکاح میں ولایت کی ترتیب:

سوال: نکاح میں ولایت کی ترتیب کیا ہے اور کون کسی پر مقدم ہے؟

الجواب

ولایت نکاح میں سب سے مقدم ولی ارث وحجب کی ترتیب سے عصبہ ہوتا ہے، پھر اگر عصبہ نہ ہو تو ماں ولی ہے۔

قال العلامة الكاساني: وأما شرط التقدم فشيئان أحدهما العصوبة عند أبي حنيفة فتقدم العصبة علٰى ذوي الرحم، سواء كانت العصبة أقرب أو أبعد ... وعند عدم العصبات تثبت الولاية لذوي الرحم الأقرب منهم يتقدم على الأبعد. (بدائع الصنائع: ۲/۲۵۰، فعل شرط التقدم فشيئان)

قال في الهندية: وعند عدم العصبة كل قريب يرث الصغير والصغيرة من ذوي الأرحام يملك تزويجهما في ظاهر الرواية ... والأقرب عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى الأم ثم البنت ثم بنت الابن. (الفتاویٰ الهندية: ۱/۲۸٤، الباب الرابع في الأولياء) (فتاویٰ حقانیہ: ۴/۳۷۷)

قریب کے ولی کی موجودگی میں بعید کا ولی نکاح کرے تو اس کا حکم:

سوال: باپ کی موجودگی میں ایک نابالغ لڑکی کا نکاح اس کا چچا کر دے اور باپ اس پر ناراضگی کا اظہار کرے تو کیا یہ نکاح شرعاً صحیح ہے؟

الجواب

قریبی رشتہ دار کی موجودگی میں دور کا رشتہ دار نکاح کر دے تو یہ نکاح قریبی رشتہ دار کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے، اگر وہ اجازت دے تو نکاح درست ہے، ورنہ اس نکاح کا کوئی اعتبار نہیں؛ اس لیے صورت مسئولہ میں چچا کا کیا ہوا نکاح باپ کی ناراضگی کی وجہ سے درست نہیں۔

قال ابن نجيم: وأما إذا كان أحدهما أقرب من الآخر فلا ولاية للا بعد مع الأقرب إلاّ إذا غاب غيبة منقطعة. (البحر الرائق: ۳/۱۱۹، باب الأولياء والأكفاء) (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۴/۳۷۸)

قریب کا ولی جب نکاح نہ کرے تو دور کا ولی کر سکتا ہے، یا نہ:

سوال: ہندہ اپنے نابالغ لڑکے بکر کا نکاح حمیدہ نابالغہ سے کرنا چاہتی ہے؛ لیکن بکر کا دادا اپنے پوتہ سے ناراض ہے اور اپنے لڑکے کے مرنے کے بعد اس کو اور اس کی والدہ کو اپنے مکان سے نکال دیا، اسی وجہ سے وہ بکر کے نکاح کی

---

(۱) قال في الهندية: وإن زوج الصغير أو الصغيرة أبعد الأولياء فإن كان الأقرب حاضر وهو من أهل الولالية توقف نكاح الأبعد على إجازته. (الفتاویٰ الهندية: ۱/۲۸۵، الباب الرابع في الأولياء)

ومثلهٗ في ردالمحتار: ۳/۸۱، باب الأولياء

اجازت دینے سے انکاری ہے اور چچا حقیقی بکر کا نکاح کی اجازت دینے کو تیار رہے۔ نیز حمیدہ کا ولی چچا حقیقی اور خالہ موجود ہیں؛ مگر اس کی حمیدہ کے باپ سے رنجش تھی، اس بنا پر حمیدہ کے نکاح کی اجازت نہیں دیتا، اس صورت میں بکر کا حقیقی چچا اور حمیدہ کی خالہ دونوں ان کے نکاح کی ولی ہو سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے کہ اگر ولی اقرب نکاح صغیر کفو میں کرنے سے مانع ہو تو ولی ابعد کو اختیار نکاح کا حاصل ہو جاتا ہے۔

(ویثبت للابعد) علی أولیاء النسب ... (التزویج بعضل الأقرب) أی بامتناعه عن التزویج. (۱)

بناء علیہ بکر نابالغ کا نکاح اس کا چچا کر سکتا ہے اور حمیدہ کا چچا اگر نکاح مانع ہے تو اس کے بعد حسب ترتیب ولایت جو ولی ہوگا، وہ نکاح حمیدہ نابالغہ کا کر سکتا ہے اور ترتیب یہ ہے کہ عصبات کے بعد والدہ ولی ہے، اس کے بعد دادی، نانی، بہن وغیرہ ولی ہیں، اگر ان میں سے کوئی نہ ہو اور خالہ سے مقدم کوئی ولی عصبات و ذوی الفروض میں سے نہ ہو تو خالہ نکاح کر سکتی ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۴۸-۴۹)

اچھے رشتہ کی امید پر اگر ولی نہ ہو تو کیا حکم ہے:

سوال (۱) ہم کفو مہر مثل پر جب پیام دے تو کیا ولی اقرب صغیرہ کو اقرار کرنا ضروری ہے، اگر نہ کرے گا تو کیا ظلم علی الصغیرہ لازم آئے گا اور عاصی قرار پائے گا۔

عبارت شامی و درمختار سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب کفو کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو اور نہ ہو اور حسب منشا اچھے پیام کا منتظر ہو اور اس وجہ سے انکار کرے، جیسا کہ مروج ہے تو یہ عضل ہوگا، یا نہیں؟

(۲) ولی اقرب اور ولی ابعد (جس کی تربیت میں صغیرہ ہے) یا خود صغیرہ اور ولی اقرب میں میل و محبت نہ ہو، یا مال وغیرہ کی وجہ سے باہم مخالفت ہو، قطع نظر اس سے کہ کون حق پر ہے تو کیا اس صورت میں ولی ابعد کی طرف ولایت منتقل ہو جائے گی، انتقال ولایت تو غیبت اور عضل ولی اقرب کی صورت میں لکھتے ہیں، یہ صورت تو جداگانہ

---

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۲/۴۳۳-۴۳۴، ظفیر

(۲) وأقرب الأولیاء إلی المرأة الإبن ثم ابن الإبن وإن سفل ثم الأب ثم الجد أبو الأب، الخ، ثم الأخ لأب وأم ثم الأخ لأب ثم ابن الأخ لأب وأم ثم ابن الأخ لأب وإن سفلوا، ثم العم لأب وأم ثم العم لأب ثم ابن العم لأب وأم ثم ابن العم لأبوإن سفلوا ثم عم الأب لأب وأم ثم ثم الأب لأب، ثم بنوهما علی هذا الترتیب ثم عم الجد لأب وعم ثم عم الجد لأب ثم بنوهما علی هذا الترتیب ثم رجل هو أبعد العصبات إلی المرأة وهو ابن عم بعید ... وعند عدم العصبة كل قریب یرث الصغیر والصغیرة من ذوی الأرحام یملك تزویجها فی ظاهر الروایة عن أبی حنیفة رحمه اللّٰه ... والأقرب عندابی حنیفة الأم ثم البنت ثم بنت الإبن ثم بنت البنت ثم بنت ابن الإبن ثم بنت بنت البنت ثم الاخت لأب وأم ثم الأخب لأب ثم الأخ والأخت لأم ثم أولادهم ... وبعد أولاد الأخوات العمات ثم الأخوال ثم الخالات ثم بنات الاعمام ثم بنان العمات، الخ. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الرابع فی الأولیاء فی النكاح: ۱/۳۹۱، نول كشوری، ظفیر)

ہے۔ نیز اکثر تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ اپنے نفع ونقصان کی وجہ سے بے جا جھگڑے اور قصے کرتے ہیں؛ لیکن تزویج کے وقت اس کے بدخواہ نہیں ہوتے، کفو میں اور مہر مثل ہی پر کرتے ہیں تو باوجود اس تجربہ کے بھی کیا ولایت منتقل ہوجائے گی، حالاں کہ کہ احتمال ضرر تو یہاں بہت ضعیف ہے؟

الجواب

(۱)　　عبارت شامی کا حاصل یہ ہے کہ اگر دوسرا کفو موجود حاضر ہو تو کفو اول سے انکار کرنا عضل نہیں ہے، البتہ اگر کوئی دوسرا کفو موجود نہ ہو اور کفو خاطب سے نکاح کرنے سے انکار کیا جاوے تو یہ عضل ہے، پھر اس بارے میں اختلاف ہے کہ ولی اقرب کے عضل کی صورت میں ولی ابعد کی طرف ولایت منتقل ہوجاتی ہے، یا قاضی کی طرف اور اسی کی تصحیح کی گئی ہے۔ (کذا فی الشامی)(۱)

(۲)　　اس صورت میں ولی ابعد کی طرف ولایت منتقل نہیں ہوئی۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۶/۸-۵۷)

باپ نابالغہ کا نکاح کردے تو خلاصی کے لیے طلاق ضروری ہے:

سوال:　　عبارت **”إذا عضل الولی الأقرب تنتقل الولایة إلی الأبعد“**(۳) کے متعلق چند سوال ہیں:

(۱)　　کفو جب کہ مہر مثل پر پیام دے تو کیا ولی اقرب صغیرہ کو اقرار کرنا ضروری ہے، اگر نہ کرے گا تو ظلم علی الصغیر لازم آئے گا اور عاضل قرار پائے گا اور کیا مطلق امتناع صورت مذکورہ میں عضل ہے؟ شامی و درمختار سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب کفو اور مہر مثل کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور اچھے حسب منشا پیام کا منتظر ہو اور اس وجہ سے انکار کرے، جیسا کہ مروج ہے تو کیا عضل ہوگا؟

---

(۱)　　(ویثبت للابعد) علی أولیاء النسب،الخ (التزویج بعضل الأقرب) أی بامتناعه عن التزویج إجماعاً.(الدر المختار)

(قوله: بامتناعه عن التزویج)أی من کفء بمهر المثل أما لوامتنع عن غیر الکفء أولکون المهرأقل من مهر المثل فلیس بعاضل ط وإذا امتنع عن تزویجها من هذا الخاطب الکفء لیزوجها من کفء غیره استظهر فی البحرأنه یکون عاضلا،الخ. قلت:وفیه نظر لأنه متی حضر الکفء الخاطب لاینتظر غیره خوفا من فوته، الخ، نعم لوکان الکفء الآخر حاضراً أیضاً وامتنع الولی الأقرب من تزویجها من الکفء الأول لایکون عاضلا،الخ.(ردالمحتار،باب الولی: ۴۳۳/۲-۴۳۴،ظفیر)

(۲)　　ویثبت للابعد من النسب، شرح وهبانیة؛ لکن فی القهستانی عن الغیاثی: لولم یزوج الأقرب زوج القاضی.(الدرالمختار)

ذکر فی أنفع الوسائل من المنتقی:إذا کان للصغیرة أب امتنع عن تزویجها لا تنتفل الولایة إلی الجد، بل یزوجها القاضی،الخ.(ردالمحتار،باب الولی:۴۳۳/۲،ظفیر)

(۳)　　الولی الأقرب إذا عضل تنتقل الولایة إلی الأبعد.(مجمع الأنهر،فصل الکفاء ة فی النکاح، ص: ۳۳۹، دارإحیاء التراث العربی بیروت،انیس)

(۲) کفوصغیرہ نے ولی اقرب کو پیام دیا اور مہر کا کچھ تذکرہ نہیں کیا (کیوں کہ دستور ہے لہ مہر اقرار کرنے کے بعد قرار پاتا ہے، اول ہی پیام کے ساتھ ذکر نہیں کرتے) ولی اقرب نے انکار کر دیا تو کیا یہ عضل ہوگا؟ ذکر مہر عضل کے لیے ضروری ہے، یا نہیں؟

(۳) عضل میں امتناع ولی کا صراحۃً ہونا چاہیے، یا اگر قرائن سے معلوم ہو جائے کہ یہ بھی انکار کرے گا اور وہ بھی تو ایسی صورت میں ولی ابعد کو ان کے بغیر کہے سنے حق تزویج حاصل ہوگا، یا نہیں؟

(۴) عضل کی صورتوں میں ولایت قاضی کی طرف منتقل ہوگی، یا دیگر اولیا کی طرف؟ مفتی بہ کیا ہے؟ اور یہاں چوں کہ قاضی نہیں ہے تو دیگر اولیا کی طرف ولایت منتقل ہوگی، یا نہیں؟ اور اگر منتقل ہوگی تو علی الترتیب منتقل ہوگی کہ اول جس کو حق حاصل ہے، جب وہ عاضل ہو تو اس کے بعد کے ولی کی طرف منتقل اور اگر یہ بھی عاضل ہو تو اس کے بعد ولی کی طرف منتقل، علی ہذا ثم وثم، یا درمیانی اولیا کی طرف علی السواء منتقل ہوگی، بلالحاظ تقدم وتاخر ہر ایک کو ولایت حاصل ہوگی، یا صرف آخر درجہ کا جو ولی ہے اس کی طرف؟

(۵) ولی اقرب صغیرہ میں اور ولی ابعد میں (جس کی ترتیب میں صغیرہ ہے) یا خود صغیر اور ولی اقرب میں میل جول نہ ہو، یا مال وغیرہ کی وجہ سے آپس میں مخالفت ومنازعت ہو تو کیا اس صورت میں بھی ولایت منتقل ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) جب کہ خاطب کفو ہو اور مہر مثل پر راضی ہو تو اقرار بالنکاح ولی صغیرہ پر لازم ہے، نصوص فقہیہ سے یہی ثابت ہوتا ہے اور فوت کفو سے مراد کفو خاطب حاضر کا فوت ہونا ہے، محض اسی برادری کے لوگوں کے موجود ہونے سے کام نہیں؛ کیوں کہ ایسی صورت تو نادر الوقوع ہے، جس میں ذات وبرادری کے لوگ بھی موجود نہ ہوں، پھر اگر صرف ان کا موجود ہونا کافی ہوتا تو فقہا اس کی تصریح کر دیتے؛ لیکن عبارات فقہیہ سے اس کے خلاف کی تصریح مفہوم ہوتی ہے۔ غیبت منقطعہ کے مسئلے میں فوت کفو سے یہی مراد لی گئی ہے اور ابعد کو کفو حاضر خاطب کے فوت ہو جانے کی صورت میں وجہ اقرب کے غیبت منقطعہ پر غائب ہرنے کے اجازت نکاح دے دی ہے۔ شامی میں مسئلہ غیبت میں کہا ہے:

قال فی الذخیرة: الأصح أنه إذا كان فی موضع لو انتظر حضوره أو استطلاع رأيه فات الكفء الذی حضر فالغیبة منقطعة ... وقال بعد ذلک: لكن فیه الثانی اعتبر فوات الكفء الذی حضر، الخ. (۱)

اور مسئلہ عضل میں بھی شامی نے بحر سے نقل کیا ہے:

وإذا امتنع عن تزويجها من هذا الخاطب الكفء يزوجها من كفء غيره استظهر فی البحر أنه يكون عاضلاً، قال: ولم أره وتبعه المقدسی والشرنبلالی إلی قوله قلت: وفيه نظر لأنّه متی حضر الكفء

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۸۱/۳، سعید

الخاطب لا ینتظر غیرہ خوفًا من فوتہ،ولذا تنتقل الولایۃ إلی الأبعد عند غیبۃ الأقرب، کما مر. (۱)

ان عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ کفو حاضر خاطب کا فوت ہونا ہی موجب عضل ہے۔ہاں اگر دو خاطب ہوں اور دونوں کفو ہوں تو اول سے انکار کر دینا موجب عضل نہیں؛ کیوں کہ دوسرا موجود ہے،جیسا کہ شامی نے خود تصریح کردی ہے۔(۲)

(۲)　جب کہ کفو نے پیام دیا تو انکار کی کوئی وجہ نہیں؛اس لیے لازم ہے کہ اس سے مہر مثل طے کرلیا جائے، اگر وہ مہر مثل پر راضی ہو جائے تو ظاہر ہے کہ مقصود حاصل ہے اور انکار کی کوئی صورت نہیں رہی اور اگر وہ مہر مثل پر راضی نہ ہو تو دیر لگانے سے ثابت ہوگا،جس میں خوف فوت کفو پیدا ہو جائے۔(۲)

(۳)　جب تک کہ اقرب کا عضل متحقق نہ ہو ابعد کو کوئی اختیار تزویج حاصل نہ ہوگا اور اور تحقق عضل انکار صریح، یا اتنی دیر لگانے سے ثابت ہوگا،جس میں خوف فوت کفو پیدا ہو جائے۔(۳)

(۴)　عضل اقرب کی صورت میں قاضی کی طرف ولایت منتقل ہوگی، یا اولیائے نسب کی طرف؟اس میں روایات فقہیہ مختلف ہیں۔شامی کے انداز کلام سے انتقال ولایت الی القاضی کی ترجیح معلوم ہوتی ہے اور درمختار نے اولیائے نسب کی طرف منتقل ہونا بیان کیا ہے اور اسے شرح وہبانیہ سے نقل کیا ہے؛لیکن آج کل چوں کہ قاضی شرعی نہیں ہے؛ اس لیے اگر قاضی کی طرف منتقل ہونے کا فتویٰ دیا جائے تو دفع ظلم عن الصغیرہ کی کوئی صورت نہیں، لہٰذا میرے نزدیک اولیائے نسبی کی طرف ولایت کے منتقل ہونے کی روایت ہی قابل قبول فتویٰ ہے اور انتقال اسی ترتیب سے ہوگا،جس ترتیب سے ان کی ولایت ہے،جیسا کہ مسئلہ غیبت میں مصرح ہے۔(۴)

(۵)　محض میل جول کا نہ ہونا انتقال ولایت کو مستلزم نہیں۔ہاں اگر ولی اقرب سوء اختیار کے ساتھ معروف ہو، یا صغیرہ کے حق میں اس کی عداوت، یا بے پروائی، یا اس کے فسق کی وجہ سے صغیرہ کی حق تلفی کا اندیشہ ہو تو ان صورتوں میں ولایت منتقل ہو جائے گی۔(۵) واللہ اعلم (کفایۃ المفتی:۶۲/۵)

---

(۱)　**رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی:۸۲/۳، سعید**

(۲)　**لو کان الکف، الآخر أیضاً وامتنع الولی الأقرب من تزویجها من الکفء الأوّل لایکون عاضلاً.(رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی:۸۲/۳، سعید)**

(۳)　**أما لو امتنع عن غیر الکفء أو لکون المهر أقل من مهر المثل فلیس بعاضل.(ردالمحتار،کتاب النکاح، باب الولی:۸۲/۳، سعید)**

(۴)　**اعتبر فوات الکفء اللذی حضر وینبغی أن ینظر هنا إلی الکفء إن رضی بالانتظار مدة یرجی فیها ظهور الأقرب المختص لم یجز نکاح الابعد وإلا جاز.(ردالمحتار،کتاب النکاح، باب الولی:۸۱/۳، سعید)**

(۴)　**وللولی الأبعد التزویج بغیبة الأقرب.(الدر المختار). فی الرد: المراد بالأبعد من یلی الغائب فی القرب ... فلو کان الغائب اباها ولها جد وعم فلولایة للجد لا للعم.(ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی:۶۷/۳، سعید)**

(۵)　**إن المانع هو کون الأب مشهوراً بسوء الاختیار قبل العقد، فإذا لم یکن مشهوراً بذلک ثم زوج بنته من فاسق صح. (ردالمحتار،النکاح، باب الولی:۶۷/۳، سعید)**

ولی اقرب کے ہوتے ہوئے ولی ابعد نے نکاح کر دیا، کیا حکم ہے:

سوال: ایک نابالغہ لڑکی کا نکاح اس کے دادا نے کر دیا تھا، کچھ دن گزر گئے، اب لڑکی کا باپ اس لڑکی کے نکاح کو رد کرتا ہے۔ آیا یہ رد کرنے کا اختیار اسے حاصل ہے، یا نہیں؟

الجواب

دادا ولی ابعد ہے، باپ ولی اقرب ہے۔ باپ کے ہوتے ہوئے دادا نے اگر نکاح کیا تھا تو وہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف تھا۔

فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته. (الدر المختار)(۱)

باپ کا سکوت قائم مقام اجازت کے نہیں ہے؛ بلکہ اجازت صراحۃً، یا دلالۃً ہونی چاہیے۔

فلا يكون سكوته إجازةً لنكاح الأبعد وإن كان حضراً في مجلس العقد ما لم يرض صريحًا أو دلالةً. (رد المحتار)(۲)

دلالت رضا میں طلب مہر طلب نفقہ وغیرہ داخل ہیں، ایسے ہادیاً جو خاص طور پر بعد عقد بھیجے جاتے ہوں، بھیجنا قبول کرنا دلالت رضا میں داخل ہوگا۔ (۳) واللہ اعلم

کتبہ محمد کفایت اللہ غفرلہ، سنہری مسجد، دہلی۔

الجواب صواب: بندہ محمد قاسم عفی عنہ، مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔

الجواب صواب: بندہ ضیاء الحق عفی عنہ، مدرسہ امینیہ دہلی، مہر دار الافتاء۔ (کفایۃ المفتی: ۶۲/۵)

ولی ابعد نے نکاح کیا اور ولی اقرب نے رد کر دیا تو نکاح نہیں ہوا:

سوال: ایک عورت حنفیہ جس کی عمر بیس سال کی ہے، اس کا نکاح اول بحالت نابالغی عمر تقریباً آٹھ سال میں بہ ولایت پھوپی و دیگر رشتہ داران باجبر واکراہ ہوا تھا، چوں کہ اس کے والدین بھی اس نکاح سے ناراض اور علاحدہ تھے، اس وقت تک وہ عورت خاوند اول کے گھر آباد نہیں ہوئی تھی اور نہ اس سے خلوت کی، بدستور اول نکاح سے ناراض ہے؛ مگر اب اس کے والدین فوت ہو چکے ہیں اور وہ اب نکاح ثانی کی خواہش مند ہے تو کیا شرعاً وہ نکاح اول کو فسخ سمجھ کر اپنا نکاح ثانی کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

باپ دادا کی موجودگی میں دور کے رشتہ داروں پھوپی وغیرہ کو اختیار نابالغہ کے نکاح کا نہیں ہے، اگر پھوپی وغیرہ

(۱) الدر المختار، النكاح، باب الولي: ۸۱/۳، سعيد

(۳) وقبضه ... المهر ونحوه مما يدل على الرضا رضا دلالة. (الدر المختار، باب المهر: ۵۸/۳، سعيد)

نے نکاح کر دیا تو باپ دادا وغیرہ ولی اقرب کی رضا واجازت پر موقوف رہتا ہے، اگر ولی اقرب راضی ہو تو نکاح قائم رہے گا، ورنہ باطل ہو جاوے گا، (۱) پس اگر باپ وغیرہ نے اپنی حیات میں اس نکاح کو فسخ کر دیا تھا تو اس لڑکی کو دوسرا نکاح کرنا بغیر طلاق شوہر درست ہے اور اگر بالغ فسخ نہ کیا تھا اور بعد بلوغ لڑکی میں نکاح سے راضی نہ ہوئی، تب بھی وہ نکاح فسخ ہو گیا، دوسرا نکاح لڑکی کو کرنا درست ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۸/۱۱۱-۱۱۲)

ولی ابعد کا کیا ہوا نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہے:

سوال: زید نے اپنی منکوحہ کو طلاق دی اور زید کے نطفہ سے دو اولادیں نابالغ ہیں، ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ لڑکا زید کے پاس رہا اور لڑکی کو بہ سبب زیادہ ہونے رغبت ماں سے اس کی ماں کو دے دیا اور طعام ولباس کا زید کفیل رہا۔ بعد کچھ عرصہ کے لڑکی کی ماں نے اپنا عقد ثانی کر لیا اور اپنے شوہر ثانی کے لڑکے سے اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح کر دیا، لہٰذا یہ نکاح بلا اجازت باپ کی درست ہے کہ نہیں؟ اور یہ کہ لڑکی کو بہ سبب زیادہ ہونے رغبت ماں سے زید کا مجبوراً لڑکی کو دے دینا اور طعام ولباس کا کفیل رہنا کیا زید کی ولایت کو فسخ کرتا ہے اور لڑکی کے جملہ حقوق جو کہ باپ پر فرض ہیں، جیسے وراثت، پرورش، تعلیم قرآن ومسائل ضروریہ کیا باپ سے جاتے رہیں گے؟ اور یہ کہ لڑکی کی ماں بحالت بیماری اپنے اقاربوں سے وصیت کرتی ہے کہ بعد میرے لڑکی کو اس کے باپ کے پاس پہنچا دینا اور اس کے اقارب زید کو بلا کر کہتے ہیں کہ مرحومہ کی وصیت کے مطابق لڑکی تمہاری کفالت میں دیتے ہیں اور تم لڑکی کے ولی ہو۔ زید کو لا کر کچھ عرصہ بعد دوسری جگہ لڑکی نابالغہ کا نکاح کر دیتا ہے۔ یہ نکاح ثانی درست ہے کہ نہیں؟ اور لڑکی کے بالغ ہونے تک لڑکی کی رضا مندی پر منحصر ہے کہ نہیں؟ تو کفالت لڑکی کی بالغ ہونے تک شرعاً باپ پر واجب ہے، یا کسی دیگر لڑکی کی ماں کے رشتہ دار پر، جس کی کفالت میں لڑکی کی پرورش حفاظت تعلیم دینی وتعلیم امور خانہ داری شامل ہیں؟ اور جب کہ مرحومہ کی وصیت کے مطابق لڑکی باپ کے پاس پہنچ گئی اور باپ ان تمام باتوں کی تعلیم پر سرگرم ہے۔

(المستفتی: ۱۹۴۲، سید پیارے علی تاجر عطر، بانس بریلی، ۲۱ رشعبان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۲۷/ اکتوبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

(۱) یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہے، اگر وہ اجازت دے تو جائز ہوگا اور رد کر دے تو باطل ہوگا۔ (۲)

(۲) باپ کا حق ولایت باطل نہیں ہوا اور لڑکی کے حقوق تربیت ووراثت باپ کے ساتھ قائم ہیں۔ (۳) اگر لڑکی کے باپ نے پہلے نکاح کو رد کر دیا ہے تو وہ باطل ہو گیا اور دوسرا نکاح جو یہ باپ نے کیا، وہ صحیح اور درست ہو گیا۔ (کفایۃ المفتی: ۵/۸۲)

(۱-۲) وإن زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۲/۴۳۲، ظفير)

(۳) قال الإمام أبو منصور: يجب على المؤمن ان يعلم ولده الجود والاحسان كما يجب عليه أن يعلم التوحيد والايمان. (الدر المختار، كتاب الهبة: ۶/۹۸۷)

نانا کا کیا ہوا نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہے:

سوال: مسماۃ ہندہ کا شوہر بوجہ نزاع باہمی کے مسماۃ ہندہ اپنی زوجہ منکوحہ کو جب کہ وہ حاملہ تھی، چھوڑ کر اپنی قدیم جائے سکونت پر چلا گیا، بعد جانے زید کے مسماۃ ہندہ کے لڑکی پیدا ہوئی، زید بسلسلہ تجارت برابر آتا جاتا ہے، ہندہ کے پدر نے بلا اجازت زید کی لڑکی کا عقد نکاح بزمانہ نابالغی کر دیا، اب لڑکی جوان العمر بالغ ہے، عقد سے قطعی انکار کرتی ہے اور نکاح سے تا ایں دم لڑکی شوہر کے یہاں بھی نہیں گئی ہے، زید اپنی قدیم سکونت موضع خانپور میں موجود ہے، ایسی صورت میں نکاح دختر زید کا جائز ہوا، یا نہیں؟ فقط

(المستفتی: ۲۴۰۵، عبداللہ صاحب، لکھنؤ، ۳/رجب ۱۳۵۷ھ، مطابق ۳۰/اگست ۱۹۳۸ء)

الجواب

جب کہ لڑکی کا باپ موجود ہے تو لڑکی کے نانا نے جو نکاح کر دیا تھا، وہ نکاح لڑکی کے باپ کی رضامندی اور اجازت پر موقوف تھا، اگر باپ نے اجازت دے دی تھی تو نکاح ہو گیا تھا اور اگر اس نے نارضامندی کا اظہار کیا تھا تو نکاح اسی وقت باطل ہو گیا تھا۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۸۹/۵)

ولی ابعد کا کیا ہوا نکاح موقوف ہے:

سوال: متعلقہ ولی اقرب و ولی ابعد۔

(المستفتی: ۱۷۲۱، محمد جلیل کوچہ دکھنی رائے دہلی، ۲۴/رجمادی الثانی ۱۳۵۶ھ، یکم ستمبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

ولی اقرب نے جب ولی ابعد کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ کر دیا اور لڑکی کو واپس لانے کی کوشش کی؛ مگر کامیاب نہ ہوا تو ابعد کا کیا ہوا نکاح باطل ہو گیا۔(۲) اس کے بعد جب خاوند نے لڑکی سے وطی کی تو وہ وطی ناجائز واقع ہوئی اور جب لڑکی ولی اقرب کے قبضہ میں آ گئی تو اب جدید فسخ کرانے کی ضرورت نہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۹۴/۵)

شرائطِ صحتِ نکاح باذن غیر ولی:

سوال: فی زماننا اکثر بیوہ عورتیں اپنے جیٹھ اور دیور او سسر سے لڑ کر علاحدہ ہو جاتی ہیں اور پھر وہ اپنی نابالغہ

(۱) فلو زوّج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته.(الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۸۱/۳، سعید)

(۲) فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته. وفی الرد: فللولی الاعتراض مالم یرض صریحًا أو دلالة کقبض المهر ونحوه.(ردالمحتار، النکاح، باب الولی: ۸۱/۳، سعید)

لڑکیوں کا نکاح بلاحصول اذن جیٹھ وسسر ودیور وغیرہ ورثا کے اپنے مرضی کے موافق جہاں چاہیں کر دیتی ہیں، شرعاً ایسے نکاح درست ہیں، یا حرام؟ پھر ایسے نکاحوں سے جو اولاد پیدا ہوتی ہیں، وہ اپنے باپ دادا، چچا، تائے کے متروکہ میں سے حصہ لینے کی مستحق ہیں، یا نہیں؟

الجواب

اگر یہ لڑکی جس کا نکاح ہوا ہے بالغ ہے اور تصریحاً اس نے اجازت دے دی ہے، یا سن کر سکوت کیا؛ لیکن صحبت کے وقت رضامندی ہے تو نکاح ہوگیا، ورنہ نکاح نہیں ہوا۔

في الدرالمختار: (وهو)أي الولي (شرط) صحة (نكاح صغير ومجنون،الخ).(۱)

وفيه:(فإن استاذنها غير الاقرب) كأجنبي اوولي بعيد (فلا) عبرة لسكوتها (بل لابد من القول كالثيب)البالغة (إلٰى قوله) (أو ما هوفي معناه)...(كطلب مهرها)...(وتمكينها من الوطء).(۲)

اور جس صورت میں نکاح صحیح ہے، میراث بھی ملے گی اور جس صورت میں صحیح نہیں میراث نہ ملے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ (امدادالفتاویٰ جدید:۲/۲۹۱)

درتحقیق بعض تخالف درعبارت دو رسالہ:

سوال: بہشتی زیور، حصہ چہارم، صفحہ:۹، دربیان ولی: ماں، پھر دادی، پھر نانی، پھر نانا، پھر حقیقی بہن وغیرہ تحریر ہے اور اصلاح الرسوم، صفحہ:۳۷ میں ماں، پھر دادی، پھر نانا، پھر حقیقی بہن وغیرہ تحریر ہے۔ غرضیکہ اس میں یہ تفاوت ہے کہ بہشتی زیور مذکور میں دادی کے بعد نانی کو ولی قرار دیا ہے اور اصلاح الرسوم میں نانی کو ولی قرار نہیں دیا، لہذا تحریر فرمایا جاوے کہ عبارت بہشتی زیور پر فتویٰ ہے، یا اصلاح الرسوم پر؟

الجواب

اصلاح الرسوم کی عبارت ناکافی ہے، بہشتی زیور کا مضمون کامل ہے۔ (امدادالفتاویٰ جدید:۲/۲۴۷)

ترتیب اولیاء نکاح و معنی مدار بودن بر شفقت:

سوال: ولی اقرب نکاح میں کون ہو سکتا ہے اور ولی ابعد کون کون ہے اور کس کو ولایت عام مذکورہ بالا حاصل ہے؟

الجواب

ولی نکاح عصبہ بنفسہ ہوتا ہے بہ ترتیب ارث وحجب؛ یعنی اولاً جزء، ثانیاً اصل، ثالثاً جزءِ اصل قریب، رابعاً جزء

(۱) الدرالمختار، باب الولي:۳/۵۵، دارالفكر بيروت، انيس

(۲) الدرالمختار، باب الولي:۳/۶۲-۶۳، دارالفكر بيروت، انيس

اصل بعید، درصورت عصبہ نہ ہونے کے ولایت ماں کو ہے، پھر دادی کو بعض نے (۱) بالعکس کہا ہے، پھر بیٹی، پھر پوتی، پھر نواسی، پھر پوتے کی بیٹی، پھر نواسی کی بیٹی، اسی طرح آخر فرع تک، پھر حقیقی بہن، پھر علاتی، پھر اخیافی بہن بھائی، پھر ذوی الارحام، اول پھوپی، پھر ماموں، پھر خالہ، پھر چچازاد بیٹی، پھر اسی ترتیب سے ان کی اولاد، پھر مولی الموالاۃ، درمختار میں یہ تفصیل موجود ہے، فليرجع إليه. (۲) واللہ اعلم

(امداد: ۱۰/۲) (امدادالفتاویٰ جدید: ۳۴۷/۲)

ولایت بہ اعتبار وراثت، یا بہ اعتبار خیراندیشی:

سوال: نابالغہ عورتوں کی شادی میں جو اولیاء بموجب شرع شریف کے علی الترتیب ہوا کرتے ہیں تو یہ ولایت باعتبار وراثت کے ہے، یا خیراندش ہونے کے اگر باعتبار وراثت ہونے کے ہے تو وراثت کے لئے کما ینبغی خیراندیشی وصلہ رحمی مشروط ہے یا نہیں؟

الجواب

فی الدرالمختار: (الْوَالِي فِي النِّكَاحِ) ... (عَلَى تَرْتِيبِ الْإِرْثِ وَالْحَجْبِ). (۳)

اس سے معلوم ہوا کہ عصبات میں ولایت بترتیب ارث وحجب ہوتی ہے۔

وفی ردالمحتار (الجلد الأول، ص: ٤٨٤): وبه ظهر ان الفاسق المتهتک وهوبمعنی سیيء الاختيار لاتسقط ولايته مطلقا لأنه لوزوج من كفء بمهرالمثل كماسيأتی بيانه. (۴)

وما فی البزازية من أن الأب والجد إذا كان فاسقا فللقاضی أن يزوج من الكفء، قال فی الفتح: إنه غيرمعروف فی المذهب. (۵)

(۱) اور ام الاب کے بعد ام الام ہے، کذا فی الشامیہ۔ منہ

(۲) (الْوَالِي فِي النِّكَاحِ) لَا الْمَالُ (الْعَصَبَةُ بِنَفْسِهِ) وَهُوَ مَنْ يَتَّصِلُ بِالْمَيِّتِ حَتَّى الْمُعْتَقَةِ (بِلَا تَوَسُّطِ أُنْثَى) بَيَانٌ لِمَا قَبْلَهُ (عَلَى تَرْتِيبِ الْإِرْثِ وَالْحَجْبِ) فَيُقَدَّمُ ابْنُ الْمَجْنُونَةِ عَلَى أَبِيهَا لِأَنَّهُ يَحْجُبُهُ حَجْبَ نُقْصَانٍ (بِشَرْطِ حُرِّيَّةٍ وَتَكْلِيفٍ وَإِسْلَامٍ فِي حَقِّ مُسْلِمَةٍ) تُرِيدُ التَّزَوُّجَ (وَوَلَدٍ مُسْلِمٍ) لِعَدَمِ الْوِلَايَةِ (وَكَذَا لَا وِلَايَةَ) فِي نِكَاحٍ وَلَا فِي مَالٍ (لِمُسْلِمٍ عَلَى كَافِرَةٍ إلَّا) بِالسَّبَبِ الْعَامِّ (بِأَنْ يَكُونَ) الْمُسْلِمُ (سَيِّدَ أَمَةٍ كَافِرَةٍ أَوْ سُلْطَانًا) أَوْ نَائِبَهُ أَوْ شَاهِدًا (وَلِلْكَافِرِ وِلَايَةٌ عَلَى) كَافِرٍ (مِثْلِهِ) اتِّفَاقًا (فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عَصَبَةٌ فَالْوِلَايَةُ لِلْأُمِّ) ثُمَّ لِأُمِّ الْأَبِ وَفِي الْقُنْيَةِ عَكْسُهُ، ثُمَّ لِلْبِنْتِ، ثُمَّ لِبِنْتِ الِابْنِ، ثُمَّ لِبِنْتِ الْبِنْتِ، ثُمَّ لِبِنْتِ ابْنِ الِابْنِ، ثُمَّ لِبِنْتِ بِنْتِ الْبِنْتِ، وَهَكَذَا، ثُمَّ لِلْجَدِّ الْفَاسِدِ (ثُمَّ لِلْأُخْتِ لِأَبٍ وَأُمٍّ، ثُمَّ لِلْأُخْتِ لِأَبٍ ثُمَّ لِوَلَدِ الْأُمِّ) الذَّكَرُ وَالْأُنْثَى سَوَاءٌ، ثُمَّ لِأَوْلَادِهِمْ (ثُمَّ لِذَوِي الْأَرْحَامِ) الْعَمَّاتِ، ثُمَّ الْأَخْوَالِ، ثُمَّ الْخَالَاتِ، ثُمَّ بَنَاتِ الْأَعْمَامِ وَبِهَذَا التَّرْتِيبِ أَوْلَادُهُمْ، شُمُنِّيٌّ، ثُمَّ مَوْلَى الْمُوَالَاةِ (ثُمَّ لِلسُّلْطَانِ ثُمَّ لِقَاضٍ نَصَّ لَهُ عَلَيْهِ فِي مَنْشُورِهِ). (الدرالمختار، باب الولی: ۷٦/۳-۷۹، دارالفکر بیروت، انیس)

(۳) الدرالمختار، باب الولی: ۷٦/۳-۷۹، دارالفکر بیروت، انیس

(۴-۵) ردالمحتار، باب الولی: ٥٤/۳، دارالفکر بیروت، انیس

ان روایات سے معلوم ہوا کہ ولی کے خیر اندیش نہ ہونے کا یہ اثر تو ہے کہ بعض مواقع میں اس کے کئے ہوئے نکاح میں علماء کو کلام ہے؛ لیکن یہ اثر کہیں نہیں کہ اس کی موجودگی میں ولی ابعد کا نکاح نافذ ہو جائے۔

۱۱/ربیع الاول ۱۳۲۵ھ (امداد:۲/۳۵) (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۳۴۷-۳۴۸)

ولایت میں قریب وبعید کے ورثا کا اعتبار:

سوال: جناب مفتی صاحب! ہمارے گاؤں میں ایک یتیم لڑکی ہے، جس کے اولیا میں دادا اور دو چچے ہیں، بچی کے بالغ ہونے پر چھوٹے چچا نے باپ اور بڑے بھائی کی اجازت کے بغیر بچی کا ایک جگہ نکاح کر دیا، جب بچی کے دادا کو پتہ چلا تو اس نے یہ نکاح نامنظور کر دیا تو کیا اس بچی کا نکاح صحیح ہے، یا کہ دادا کے انکار کی وجہ سے اس کی حیثیت ختم ہو جائے گی؟

الجواب ______________________

واضح ہو کہ اولیا دو قسم کے ہوتے ہیں: (۱) قریب (۲) بعید۔ اگر کسی بچی کا نکاح اس کا ولی بعید بغیر اجازت ولی قریب کے کسی جگہ کر دے تو وہ نکاح ولی قریب کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر وہ نافذ کر دے تو فبہا، ورنہ ناجائز ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر دادا اجازت دے دے تو نکاح صحیح ہے، ورنہ نہیں۔

قال العلامة السرخسي: فإن زوجها الأبعد والأقرب حاضرٌ توقف علی إجازة الأقرب لأن الأ بعد كالأجنبي عند حضرة الأقرب فيتوقف عقده علیٰ إجازة الولي،إلخ. (المبسوط: ۲۲۰/٤، كتاب النكاح، باب نكاح الصغير والصغيرة)(۱) (فتاوی حقانیہ:۴/۳۸۴)

کیا ولیِ نکاح کا عادل ہونا ضروری ہے:

سوال: ولایت کے لیے عدالت ضروری ہے، یا نہیں؟ فاسق آدمی اپنے چھوٹے بیٹے، یا بیٹی کا نکاح کر سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ______________ بعون الملك الوهاب

ولایت کے لیے عدالت شرط نہیں ہے، لہٰذا فاسق باپ اپنے بیٹے بیٹی کا نکاح کر سکتا ہے، جب کہ باپ بالکل لاپرواہ نہ ہو، یا باپ کے نکاح میں عدم شفقت بالکل ظاہر نہ ہو اور اگر عدمِ شفقت ظاہر ہو، مثلاً مجبورا نکاح کیا ہے تو یہ نکاح غیر کفوء میں تو منعقد ہی نہ ہوگا۔

---

(۱) قال ابن عابدين: (قوله والّا) اي وإن لم يستووا في الدرجة وقد رضي الأ بعد فللأقرب الاعتراض. (ردالمحتار: ۳۲۳/۲، كتاب النكاح،باب الولي)

ومثلهٗ في درالمنتقى شرح الملتقى: ۳۳۹/۱، كتاب النكاح باب الأولياء والأكفاء

لما فی الهندية (كتاب النكاح ، ٢٨٤/١):والفسق لايمنع الولاية، كذا فی فتاویٰ قاضی خان.

وفی الدرالمختار (٥٤/٣،باب الولی): (هو) لغة خلاف العدو وعرفا العارف باللّٰه تعالیٰ وشرعا (البالغ العاقل الوارث) ولو فاسقا علی المذهب ما لم يكن متهتكا.

وفی الرد تحته: وحاصله أن الفسق وإن كان لا يسلب الأهلية عندنا لكن إذا كان الأب متهتكا لا ينفذ تزويجه إلا بشرط المصلحة ... وبه ظهر أن الفاسق المتهتك وهو بمعنی سيیء الاختيار لا تسقط ولايته مطلقا لأنه لو زوج من كفء بمهر المثل صح كما سيأتی بيانه. (نجم الفتاویٰ:۱۵/۵-۱۶)

کسی ایک ولی کا حق ولایت استعمال کرنے سے دوسرے اولیا کا حق ساقط ہو جاتا ہے:

سوال: اگر کسی عورت کے متعدد اولیا ہوں اوران میں سے کسی ایک ولی کا اپنا حق استعمال کرنے سے نکاح کے بعد دوسرے اولیا کو نکاح کے رد کرنے کا حق حاصل ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

کسی عورت کے متعدد اولیا جب مرتبہ میں برابر ہوں تو جس ولی نے پہلا نکاح کرایا تو وہ درست ہے، دوسرے اولیا کے رد کرنے سے نکاح باطل نہیں ہوگا۔

قال ابن نجيم: اِذَا اِجتمع فی الصغير أو الصغيرة وليان، فی الدرجة علی السواء، فزوج أحدهما جازأجاز الأوّل أوفسخ. (البحرالرائق:١١٩/٣،باب الأولياء والأكفاء)(۱)(فتاوی حقانیہ:۳۷۹/۴)

بلا اجازت ولی غیر کفو میں نکاح منعقد نہیں ہوتا:

سوال: لڑکا لڑکی دونوں عاقل بالغ سنی حنفی ہیں، لڑکی سید (آل رسول اللہ علیہ وسلم) خاندان کی ہے اور لڑکا نیچ ذات کا (جولاہا) ہے، دونوں باہم شادی کرنے کے لیے رضا مند ہیں؛ مگر لڑکی صاف طور پر یہ شرط لگاتی ہے کہ میرے والدین کی رضا مندی اور منظوری ضروری ہے، اس کے بغیر شادی نہیں کرسکتی، لڑکے کی طرف سے لڑکی کے والدین کی منظوری حاصل کرنے کی مسلسل کوشش دو سال تک کی جاتی ہے؛ مگر لڑکی کے والدین اس رشتہ کو غیر کفو بتاتے ہیں اور منظور نہیں کرتے، اس کے بعد لڑکا ایک دن لڑکی کو اپنے کسی دوست کے گھر لے جاتا ہے، جہاں لڑکی اکیلی ہوتی ہے اور لڑکا ایک نکاح خواں کو لا کر اپنے دو دوستوں کو گواہ بنا کر لڑکی سے نکاح کر لیتا ہے، اس وقت لڑکی کے والدین، یا اور کوئی رشتہ دار وہاں نہیں تھے، لڑکی نے مجبوراً نکاح قبول کیا؛ مگر بعد میں لڑکی نے کہا کہ اس چوری چھپے شادی کو میں دھوکا

---

(۱) قال فی الهندية:وإذ اجتمع للصغير والصغيرة وليان مستويان كالأخوين والعمين فأيهما جاز عندنا. كذا فی فتاویٰ قاضيخان. (الفتاویٰ الهندية: ٢٨٤/١،الباب الرابع فی الأولياء)

ومثلهٗ فی الدرالمختارعلیٰ صدر رد المحتار: ٨١/٣،باب الأولياء

سمجھتی ہوں اوراب تو مجھے بھی تم سے سخت بیزاری ہوگئی ہے اور کسی قیمت پر میں تمہارے یہاں نہیں جاؤں گی، لڑکی کے والد کو جب یہ تمام ماجرا معلوم ہوتا ہے تو وہ فوراً اس ڈرامائی نکاح کو رد کر دیتے ہیں، کیا یہ نکاح شرعاً درست ہے؟ اگر درست ہے تو لڑکی کے والد اس نکاح کو فسخ کرا سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسطورہ میں عدم کفو کی بنا پر نکاح اصلاً منعقد ہی نہیں ہوا، لہٰذا فسخ کی بھی ضرورت نہیں۔ درمختار میں ہے:

(ویفتی) فی غیر الکفء (بعدم جوازہ أصلاً) وھو المختار للفتویٰ لفساد الزمان (قولہ وھو المختار للفتویٰ) وقال شمس الأئمة: وھٰذا أقرب إلی الا حتیاط، کذا فی تصحیح العلامة قاسم، إلخ. (الدر المختار وشامی: ۴۰۸/۲-۴۰۹، باب الولی)

الحیلة الناجزہ میں ہے: پہلی صورت یہ کہ بالغ عورت بغیر اذن ولی عصبہ کے غیر کفو میں نکاح کرے، اس صورت میں فتویٰ اس پر ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہوتا؛ کیوں کہ نکاح سے پہلے اجازت کا ہونا شرط ہے، لہٰذا عورت کو لازم ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرے، اگر کرے گی تو نکاح کالعدم ہونے کی وجہ سے ہمیشہ معصیت میں رہے گی۔

کما فی تنویر الأبصار: نفذ نکاح حرة مکلفة بلا ولی ولہ إذا کان عصبة ولو غیر محرم کإبن عمّ فی الأصح والأم والقاضی الاعتراض فی غیر الکفء ما لم تلد ویفتی بعدم جوازہ أصلا، آہ.

وأیدہ صاحب الدر بقولہ: وھو المختار للفتویٰ والعلامة الشامی وغیرہ بقول شمس الأئمة: وھٰذا أقرب إلی الاحتیاط. (الحیلة الناجزة، ص: ۸۴، خیار کفاءت)

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے:

سوال: زید غیر کفو غیر صحیح النسب نے اپنے کو شریف النسب بتلا کر بکر شریف سید کی بالغہ لڑکی ہندہ سے بوکالت غیر ولی نکاح کیا۔ اس صورت میں نکاح فسخ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے: **ویفتی فی غیر الکفء بعدم جوازہ أصلا وھو المختار لفساد الزمان، إلخ.**

اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر عورت بالغہ اپنا نکاح غیر کفو میں کرے بلا اجازت ورضاء ولی کے تو وہ نکاح منعقد نہیں ہوتا، پس جب کہ وہ نکاح صحیح نہیں ہوا تو فسخ کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۰۹/۸-۲۱۰) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/)

ولایت مجنون:

سوال: لڑکی کا نام سکینہ ہے اور لڑکی کا باپ باؤلا ہے اور لڑکی کی ماں محنت کرتی ہے اور اپنے بچوں کو پالتی ہے۔ جس وقت لڑکی کا نکاح ہوا تھا، اس وقت لڑکی کی عمر ۴/ یا ۵/ سال کی تھی، لہذا ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ نکاح شرع کی رو سے جائز ہے، یا نہیں؟ کیوں کہ لڑکی بھی چاہتی ہے کہ وہاں نہ جاؤں؛ کیوں کہ پانچ، سات آدمی اکٹھے ہوئے اور

انہوں نے لڑکی سے کہا تو لڑکی نے جواب دے دیا کہ میں اس گھر میں نہیں جاتی ۔ اگر تم زیادتی کروگے تو ہم کنویں میں گر کر مر جائیں گے؛ اس لیے یہ فتویٰ طلب ہے کہ یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر نکاح کے وقت لڑکی کا باپ باؤلا نہیں تھا؛ بلکہ ہوش میں تھا تو وہ نکاح صحیح اور لازم ہوگیا، اس کو فسخ کرانے کا اختیار نہیں، (۱) جب تک شوہر طلاق نہ دے، دوسری جگہ نکاح نہیں ہوسکتا ۔ (۲) اگر لڑکی کا باپ نکاح کے وقت باؤلا تھا اور اسی حالت میں اس نے نکاح کیا ہے تو یہ نکاح اس کی والدہ کی اجازت پر موقوف تھا، (۳) اگر والدہ نے اجازت دے دی تو صحیح ہوگیا تھا، (۴) اگر والدہ نے اس سے ناراضی ظاہر کرکے انکار کردیا تھا تو وہ صحیح نہیں ہوا، اب لڑکی کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے، برادری میں اپنا نکاح کرلے ۔ (۵) اگر والدہ نے نکاح کی اجازت دے دی تھی تو اگرچہ اس وقت نکاح صحیح ہوگیا؛ مگر لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہے؛ یعنی جب بالغ ہونے کے آثار دیکھے فوراً دو آدمیوں کو گواہ بنائے اور کہہ دے کہ میں اس وقت بالغ ہوئی ہوں اور اس نکاح سے رضی نہیں ہوں اور پھر کسی مسلمان حاکم کی عدالت میں دعویٰ کرکے نکاح فسخ کرالے، (۶) اگر وقتِ بلوغ نکاح سے ناراضی ظاہر نہیں کی تو پھر یہ اختیار حاصل نہیں، (۷) اگر لڑکی جانا نہیں چاہتی تو کسی صورت سے طلاق لے لے ۔ (۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۲/۶۱/۱۳ھ ۔

درست ہے: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/صفر/۱۳۶۱ھ ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۹۰)

---

(۱) "اعلم أن الولی من کان أهلاً للمیراث وهو عاقل بالغ ، لا یثبت للصبی والمجنون ولایة ". (حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق: ۴۹۳/۲ ، باب الأولیاء والأکفاء ، دار الکتب العلمیة ، بیروت)

(۲) ﴿والمحصنٰت من النساء إلا ما ملکت أیمانکم﴾ والمراد بهن علی المشهور ذوات الأزواج أحصنهن التزوج أو الأزواج أو الأولیاء: أی منعهن عن الوقوع فی الإثم. (روح المعانی: ۲/۵ ، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۳) "ویثبت للأبعد التزوج بعضل الأقرب". (الدر المختار: ۸۲/۳ ، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(۴) "وإن زوج الصغیر أو الصغیرة أبعد الأولیاء فإن کن الأقرب حاضراً ... وإن لم یکن من أهل الولایة بأن کان صغیراً أو کان کبیراً مجنوناً ، جاز". (الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۸۵/۱ ، کتاب النکاح، الباب الرابع، رشیدیه)

(۵) "الولی (هو) ... (البالغ العاقل الوارث)". (الد المختار) "أن الصبی خرج بقوله: البالغ، والمجنون والمعتوه بالعاقل". (ردالمحتار: ۵۴/۳ ، کتاب النکاح ، باب الولی، سعید)

(۶) "(وإن کان المزوج غیرهما): أی غیر الأب وأبیه، ولو الأم ... وإن کان من کفء وبمهر مثل صح، و) لکن (لهما): لصغیر وصغیرة وملحق بهما (خیار الفسخ بالبلوغ أو العلم بالنکاح بعده بشرط القضاء) للفسخ". (الدر المختار: ۶۷/۳ ـ ۷۰ ، کتاب النکاح ، باب الولی ، سعید)

(۷) "ویبطل الخیار فی جانبها بالسکوت إذا کانت بکراً ، ولا یمتد إلی آخر المجلس حتی لو سکتت کما بلغت وهی بکر ، بطل الخیار". (الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۸۶/۱ ، کتاب النکاح ، الباب الرابع ، رشیدیه)

(۸) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿فإن خفتم ألا یقیما حدود اللّٰه فلا جناح علیهما فیما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۳۰) ==

ترتیب درولی مجنوں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ نے انتقال کیا اور کچھ جائداد وغیرہ منقولہ ترکہ میں چھوڑی ہے؛ لیکن کوئی اولاد نہیں چھوڑی، صرف ایک بھائی حقیقی چھوڑا ہے، جو مجنوں ہے اور ایک بھائی متوفی کی، جن کا انتقال ہندہ کی موجودگی میں ہو چکا ہے، اولاد از قسم ذکور واناث ہے اور ایک پوتی حقیقی ہے اور چند باپ شریک بھائی اور بہن چھوڑے ہیں اور ایک سوتیلی ماں ہے، اس مجنون حقیقی بھائی کی اولاد میں از قسم اناث صرف ایک لڑکی سلمہ ہے اور از قسم ذکور کوئی دیگر اور اولاد نہیں ہے، از روئے شرع شریف مسماۃ ہندہ مرحومہ کے وارث کون کون قرار دیئے جاسکتے ہیں اور کس قدر حصص ہر ایک کو پہونچتے ہیں، اس بھائی حقیقی مجنون کا حق ولایت کس کو پہونچتا ہے، مسماۃ سلمہ کے خاوند اپنے مجنون خسر کی جائداد کے ولی ہونا چاہتے ہیں، از روئے شرع شریف ان کو ولایت پہونچتی ہے، یا باپ شریک بھائی سے کسی کو پہونچتی ہے، یا بھائی متوفی کی اولاد ذکور میں سے کسی کو پہونچتی ہے، مع حوالہ کتب جواب تحریر فرمایا جاوے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

بعد تقدیم ما یتقدم علی المیر اث کل ترکہ ہندہ کا دو حصے پر منقسم ہوکر ایک حصہ حقیقی پوتی کو اور ایک حصہ حقیقی بھائی کو ملے گا اور باقی سب محروم ہیں اور ولایت مال مجنوں کی دو قسم ہے: ایک ولایت تصرف، دوسری ولایت حفظ، قسم اول میں یہ ترتیب ہے:

(وولیہ أبوہ، ثم وصیہ)... (ثم) ... (جدہ) الصحیح ... (ثم وصیہ) ... (ثم القاضی أو وصیہ)، کذا فی الدرالمختار. (۱)

اور یہ اس وقت ہے، جب کہ وہ بلوغ کے قبل سے مجنون ہو، ورنہ یہ ولایت صرف قاضی کو، یا جس کو قاضی تجویز کردے، حاصل ہوگی۔

کما فی الدرالمختار: ثم هذا إذا بلغ معتوها أما إذا بلغ عاقلا ثم عَتِهَ لاتعود الولایة إلی الأب قیاسا بل إلی قاضی أو السلطان. (۱٦٩/٥)(۲)

اور بعض کے نزدیک پھر بھی ان کی طرف عود کرے گی اور قسم دوم اس شخص کے لیے ہے، جو اس مجنون کی نگرانی وخدمت کرے اور اگر اس میں نزاع ہو تو حاکم، یا عامہ اہل اصلاح وخیر خواہ اقارب، یا اجانب شخص کو متدیّن ومعتمد قرار دے کر تجویز کردیں، وہ ولی ضروریات اس کے لیے خرید کرنا اور چیز منقول زائد ہو، یا بگڑنے لگے، اس کا فروخت کرنا یہ جائز ہے۔

== "(ولاباس به عند الحاجة للشقاق بعدم الوفاق)". (الدرالمختار)

"أی لوجود الشقاق وهو الاختلاف والتخاصم ... السنة إذا وقع بین الزوجین اختلاف أن یجمع أهلهما لیصلحوا بینهما ،فإن لم یصطلحا،جاز الطلاق والخلع". (ردالمحتار: ٤٤١/٣،کتاب الطلاق،باب الخلع ،سعید)

(۱-۲) الدرالمختار ،مبحث فی تصرف الصبی ومن له الولایة علیه: ١٧٤/٦،دارالفکر بیروت،انیس

فی ردالمحتار :قال فی السابع والعشرین من جامع الفصولین :ولولم یکن أحدمنهم، فلوصی الأم الحفظ وبیع المنقول من الحفظ ولیس له بیع عقاره ولاولایة الشراء علی التجارة إلا شراء ما لا بد منه من نفقة وکسوة،الخ.(۱۷٤/٥)(۱)

وفی الدرالمختار :وعند عدمهم تتم قبض من یعوله کعمه (وأمه وأجنبی) ولوملتقطا (لوفی حجرهما) وإلالا.(٧٨٤/٤)(۲)

۲/جمادی الثانی ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ،ص:۴۱) (امدادالفتاویٰ جدید:۲/۳۴۹-۳۵۱)

ولی اقرب کا صبی یا مجنون ہونا:

سوال: اگر ولی قرب کی موجودگی میں ولی ابعد نے صغیرہ کو نکاح کر دیا؛ مگر ولی اقرب صبی، یا مجنون تھا تو نکاح جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

جائز ہے۔عالمگیریہ میں ہے:

وإن زوج الصغیر أوالصغیرة أبعد الأولیاء، فإن کان الأقرب حاضراً، وهو من أهل الولایة توقف نکاح الأبعدعلی إجازته وإن لم یکن من أهل الولایة بأن کان صغیراً أوکان کبیراً مجنوناً جاز ،إنتهیٰ. (۳) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۲۷۵)

غلام اور باندی کا نکاح:

سوال: اگر غلام اور باندی اپنا نکاح خود کرلیں، یا مالک کے علاوہ کوئی دوسرا کردے تو کیا حکم ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

یہ نکاح مولیٰ کی اجازت پر موقوف رہے گا۔اب اس کو اختیار ہے کہ اجازت دے، یا نہ دے۔

عالمگیریہ میں ہے:

ونکاح القن والمکاتب والمدبر والأمة وأم الولد بلا إذن السید موقوف إن أجازه نفذ وإن رد بطل فإن نکحوا بالإذن فالمهر علیهم وبیع القن فیه لا الآخران بل یسعان،کذا فی الوقایة. (۴)

درمختار میں ہے:وأطلق النکاح یشتمل مالوزوج بنفسه وزوجه غیره،إنتهیٰ. (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۲۴۱)

---

(۱) ردالمحتار،فرع أقر الصبی والمعتوه المأذونان: ١٧٥/٦،دارالفکربیروت،انیس

(۲) الدرالمختار،کتاب الهبة: ٦٩٥/٥،دارالفکربیروت،انیس

(۳) الفتاویٰ الهندیة،الباب الرابع فی الأولیاء فی النکاح: ٢٨٥/١،دارالفکربیروت،انیس

(۴) الفتاویٰ الهندیة،الباب التاسع فی نکاح الرقیق: ٣٣١/١،دارالفکربیروت،انیس

ولایتِ نکاح میں شافعیہ کے قول پر فتویٰ:

سوال: امام شافعی کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوتا اور ہمارے علاقہ میں ایسا ہوتا چلا آ رہا ہے، جو علما کے نزدیک ہوجاتا ہے؛ مگر جن لڑکیوں نے فرار ہوکر بغیر ولی کے اپنا نکاح کرلیا ہے، صاحب اولاد بھی ہیں، ان کے بارے میں امام شافعی کے نزدیک کیا حکم ہے، نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ جواب امام شافعی کے حوالہ سے تحریر کریں، ہمارے علاقہ میں دنیاوی علم بہت ہے اور دینی کم؛ اس لیے ایسے نکاح کثیر تعداد میں ہوتے ہیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اتنا تو آپ کو بھی معلوم ہے کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح درست نہیں ہوتا، (۱) پھر ایسے نکاح اور ایسے نکاح سے اولاد کا حکم جو کچھ دریافت کرنا ہو، علمائے شافعیہ ہی سے دریافت کیا جائے، بمبئی جامع مسجد سے بھی حکم مذہب شافعیہ کا معلوم ہوسکتا ہے، آپ کے مقامی علمائے شافعیہ اگر خود نہ بتائیں تو بمبئی سے دریافت کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۷/۱۴۰۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۹۲/۱۱)

ولی سے اجازت کی ایک صورت:

سوال: بکر نے مولوی عمر سے کچھ نااتفاقی کی وجہ سے اپنے لڑکے سے کہا: مولوی صاحب سے کہہ دو میری لڑکی کا نکاح پڑھادیں۔ یہ اجازت معتبر ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اس طرح اجازت بھی معتبر ہے، (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۲/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۱۱/۱۱)

باپ جب صحیح الحواس نہ ہو تو لڑکی کا ولی کون ہے:

سوال: زید بوقت شادی صحیح الحواس تھا، کچھ عرصہ بعد مجنوط الحواس ہوگیا اور دختر خورد سالہ اور زوجہ کو گھر سے نکال

---

(۱) "الولی عن المرأة مطلقاً عند الشافعية لصحة أی عقد من عقود الزواج، فلا تزوج امرأة نفسها بإذن وليها، ولا غيرها بوكالة، ولا تقبل زواجاً لأحد". (الفقه الأسلامی وأدلته: ٦٦٩٥/٩، أنواع الولاية عند الشافعية، رشيديه)

(۲) "(فإن وكل)الوكيل غيره (بدونهما) بدون إذن وتفويض (ففعل الثانی) بحضرته أو غيبته (فأجازه)(الوكيل الأول،صح)". (الدرالمختار: ٥٢٨/٥، كتاب الوكالة، فصل: لا يعقد وكيل البيع والشراء والإجازة، الخ، سعيد)

"(أمر)الأب (رجلاً أن يتزوج صغيرته، فزوجها عند رجل أو امرأتين) والحال أن (الأب حاضر صح)؛ لأنه يجعل عاقداً حكماً، وإلا لا". (الدرالمختار: ٢٤/٣، مطلب فی عطف الخاص على العام، سعيد)

دیا، طلاق نہیں دی، کیا زید کی رضامندی اس کی دختر نابالغہ کے عقد میں ضروری ہے؟

الجواب

اگر زید صحیح الحواس ہو تو اس کی اجازت و رضامندی اس کی دختر نابالغہ کے نکاح کے جواز کے لیے ضروری ہے اور اگر زید صحیح الحواس نہیں، دیوانہ یا مجنون الحواس ہے تو اس کی اجازت و رضا کی ضرورت نہیں ہے، (۱) اور رضا و عدم رضا برابر ہے، چچا، تایا وغیرہ جو اولیا باپ، دادا کے بعد کے ہیں، نکاح نابالغہ کا کر سکتے ہیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۶/۸)

لڑکی کا سکوت اجازت ہے، یا نہیں:

سوال (۱) اگر لڑکی نے اجازت نکاح لفظوں میں نہ دی ہو اور صرف سکوت کیا تو یہ اجازت شمار ہوگی، یا نہیں؟

دوسرا نکاح صحیح نہیں:

(۲) اب لڑکی اپنی ماں، یا کسی اور رشتہ دار کے کہنے سننے سے اگر دوسری جگہ نکاح کر لے تو یہ دوسرا نکاح صحیح ہوگا، یا نہیں؟

باپ کے نکاح کر دینے پر لڑکی اپنی رضامندی ظاہر کر دی تو کیا حکم ہے:

(۳) لڑکی کے باپ کو عمر کے لڑکے سے نکاح کرتے ہوئے دیکھ کر خاموش رہنا اور بعد میں لڑکی کا یہ کہنا کہ جو ہونا تھا ہو گیا، موجب نکاح ہے، یا نہیں؟

لڑکی غائب رہی تو کوئی حرج نہیں:

(۴) دو دن لڑکی کے غائب رہنے اور اپنی ماں کے ساتھ کسی رشتہ دار کے یہاں رہنے سے نکاح میں کچھ خلل ہے، یا نہیں؟

نکاح ہونے کے بعد فسخ نہیں کیا جا سکتا:

(۵) باوجود صحت نکاح زید اپنی بیوی کے کہنے سننے، یا لڑکی اپنی ماں کے کہنے سننے سے نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

رخصتی کا شوہر کو حق ہے:

(۶) زید کے اپنی بیوی، یا کسی اور کے کہنے سننے سے نکاح سنے نارضامند ہونے سے اور لڑکی کے زوج کے ساتھ نہ رخصت کرنے پر شرعی مطالبہ شوہر کو ہے، یا نہیں؟

---

(۱) وللولی الأبعد التزویج بغیبة الأقرب. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۴۳۲/۲، ظفیر)

الجواب

(۱) سکوت لڑکی کا اس موقع پر کافی ہے اور اجازت سمجھی جاتی ہے۔ (کذافی الدر المختار)(۱)

(۲) دوسرا نکاح صحیح نہ ہوگا۔(۲)

(۳) لڑکی کا یہ کہنا بھی اجازت نکاح کی ہے اور زید نے تو خود ناکح کو امر نکاح خوانی کا کیا ہے، اس کی اجازت ظاہر ہے۔

(۴) کچھ خلل نہیں آتا۔

(۵) فسخ نہیں کر سکتے۔

(۶) جب کہ معلوم ہوا کہ نکاح صحیح ہوگیا تو شوہر کو رخصت کرانے کا شرعاً حق ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۸۵-۸۶)

باپ کے مرنے کے بعد نکاح کے باب میں اس کی وصیت کا اعتبار نہیں:

سوال: ایک شخص نے وصیت کی کہ میری لڑکی کا ناطہ میری برادر میں نہ کیا جاوے، باہر غیر قوم میں کر دیا جاوے، اب اس لڑکی کا وارث اسکا چچا ہے، اس کو اس لڑکی کا ناطہ کہاں کرنا چاہیے؟

الجواب

اس وصیت کا اعتبار نہیں ہے، اولیا کو اختیار ہے کہ ہم قوم میں جہاں سمجھیں، نکاح کر دیں، متوفی کی وصیت کا بالکل خیال نہ کیا جاوے، کیوں کہ یہ وصیت غیر معتبرہ ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۱۰۵-۱۰۶)

ولی پر ضروری نہیں کہ وہ دوسرے کی بات مانے:

سوال: زید کی برادر نے زید کے نام اقرار نامہ لکھ دیا ہے کہ برادری کے سرپنچ اور قاضی ہیں، بغیر ان کی رضامندی کے دوسرا نکاح نہیں پڑھا جاسکتا؛ مگر بکر لڑکی کا ولی ہو کر زید کو نکاح نہیں پڑھانے دیتا، بکر کی اس حرکت سے برادری میں تفرقہ اور فساد ہوتا ہے۔ شرعاً اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

بکر جس لڑکی کا ولی ہے، وہ اس کا نکاح خود کر سکتا ہے، کسی نکاح خوان کو اس کی ضرورت نہیں ہے؛ لیکن تفرقہ ڈالنا

---

(۱) (فإن استأذنها هو)أی الولی ... (فسكتت) .... (فهو إذن).(الدر المختار،باب الولی: ۲/ ٤١٠،ظفیر

(۲) أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته،الخ،لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا.(ردالمحتار، كتاب النكاح،باب المحرمات: ۲/ ٤٨٢،ظفير)

(۳) وليس للوصی من حيث هو وصی أن يزوج اليتيم مطلقا وإن أوصى إليه الأب بذلك على المذهب.(الدر المختار على هامش ردالمحتار،باب الولی: ۲/ ٤٣١،ظفير)

بھی برادری میں اچھا نہیں ہے، بکر کو ایسی بات نہ کرنی چاہیے، جس سے تفرقہ برادری میں لازم آوے۔ فقط (مگر زید کو بھی لازم ہے کہ ولی کی بات، مانے، اس کے اختیار میں خواہ مخواہ دخل نہ دے۔ ظفیر) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۲/۸-۱۱۳)

جعلی اجازت نامہ ولی کی طرف سے بنوا کر نکاح پڑھایا تو کیا حکم ہے:

سوال: سترہ سال ہوئے کہ زید نے اپنے پسر کا لڑ کا رشتہ عمر کی دختر ہندہ سے پیغام دیا، چوں کہ زید رذیل قوم کا تھا؛ اس لیے عمر نے اس درخواست اور پیغام کو ترشی کے ساتھ رد کر دیا۔

کچھ عرصہ بعد عمر برہما چلا گیا، اس کے پیچھے عمر کی طرف سے ایک جعلی خط بنایا گیا کہ عمر اپنی لڑکی ہندہ کو بخوشی زید کے پسر خالد کے نکاح میں دیتا ہے اور نکاح پڑھوا دیا جائے۔

غرضیکہ ہندہ نو سالہ کا نکاح خالد سے کر دیا گیا، جب عمر کو اس نکاح کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت ناراض ہوا اور یہ لکھا کہ میں ہرگز اس امر کی اجازت نہیں دیتا اور لڑکی کو مت بھیجو۔

یہ نکاح شرعاً جائز ہوا، یا نہیں؟ کچھ عرصہ کے بعد یعنی بالغہ ہونے کے چند سال بعد ہندہ نے باسط سے نکاح کر لیا، یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب

خلاصۂ جواب یہ ہے کہ چوں کہ عمر اس نکاح سے راضی نہ تھا اور اس کی طرف سے جعلی خط بنایا گیا اور جس وقت عمر کی اطلاع ہوئی، اس نے انکار کر دیا، (۱) لہٰذا وہ نکاح جو خالد سے کیا گیا، باطل ہو گیا، لہٰذا ہندہ کا نکاح جو باسط سے کیا گیا، وہ صحیح ہے، خالد کو دعویٰ زوجیت اس پر نہیں پہنچتا اور چوں کہ اس صورت میں خالد سے ہندہ کا نکاح صحیح نہیں ہوا، لہٰذا اس کے بعد دیگر سوالات کے جواب کی ضرورت نہیں ہے، جو کہ نکاح سابق کے صحیح ہونے پر متفرع ہیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۸/۸-۱۲۹)

پہلا نکاح صحیح ہے اور تعلیق کالعدم ہے:

سوال: زید کے والد نے زید کے روبرو اس کی دختر کا نکاح گواہوں کی موجودگی میں عمر کے بیٹے سے کر دیا، زید ساکت صامت رہا، اب سہ ماہ کے بعد غصہ کی حالت میں ناراض ہو کر کہہ دیا کہ اگر میں عمر کے لڑکے کو ناطہ دوں تو مجھ پر میری عورت بہ سہ طلاق حرام ہے۔ اب اگر کوئی شخص خواندہ معتمد علیہ زید کو ن سی دیوے کہ تیری لڑکی کا شرعی نکاح عمر کے لڑکے سے ہو چکا ہے، یہ تمہاری تعلیق لغو ہے، تم کو بغرض تشہیر دوبارہ جدید نکاح کر دینے میں کوئی حرج نہیں، زید

(۱) ونکاح عبد وأمة بغير إذن السيد موقوف على الإجازة كنكاح الفضولي سيجيء في البيوع توقف عقوده كلها إن مجيز حالة العقد وإلا تبطل. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مطلب في الوكيل والفضولي: ۴۴۹/۲، ظفير)

نے اس پر اعتماد کر کے دوبارہ نکاح اپنی لڑکی کا عمر کے لڑکے سے کر دیا گیا، زید کی منکوحہ زید پر حرام ہو جائے گی؟

الجواب

فلوزوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته،الخ. (الدرالمختار)(۱)

قال في الشامي: فَلَا يَكُونُ سُكُوتُهُ إِجَازَةً لِنِكَاحِ الْأَبْعَدِ وَإِنْ كَانَ حَاضِرًا فِي مَجْلِسِ الْعَقْدِ مَا لَمْ يَرْضَ صَرِيحًا أَوْ دَلَالَةً تَأَمَّلْ. (شامی: ۳۱۵/۲)(۲)

پس اگر زید نے صراحۃً، یا دلالۃً اپنی رضا کا اظہار کر دیا، مثلا اپنی دختر کو اس کے شوہر کے گھر بخوشی بھیج دیا، یا مہر طلب کیا وغیرہ تو نکاح زید کے باپ کا کیا ہوا صحیح ہو گیا اور دوبارہ زید کا نکاح کرنا لغو اور فضول اور کالعدم ہے، لہذا اس کی زوجہ اس پر بہ سہ طلاق حرام نہ ہوگی لعدم تحقق الشرط اور اگر زید نے محض سکوت کیا تھا اور اجازت صراحۃً نہ دی تھی اور نہ دلالۃً اظہار رضا کیا تھا تو نکاح سابق منعقد نہ ہوا تھا، پس زید نے جو نکاح کیا، وہ صحیح ہو گیا اور شرط سہ طلاق پائی گئی، لہذا اوس کی زوجہ مطلقہ ثلٰثہ ہوگئی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۰/۸-۱۴۲)

ولی کی طرف اضافت کی ایک صورت کا حکم:

سوال: ایک نکاح خوان نے مجلس نکاح میں لڑکی کے باپ سے کہا کہ تو نے اپنی لڑکی سکینہ اس عبداللہ کے ساتھ نکاح کے لیے دی ہے، اس کے لڑکے شریف اللہ کے لیے۔ لڑکی کے باپ نے کہا: دی ہے شریف اللہ کے لیے۔ پھر نکاح خوان نے عبداللہ کو کہا تو نے قبول کی ہے اپنے لڑکے شریف اللہ کے لیے؟ وہ بولا: میں نے قبول کی ہے شریف اللہ کے لیے، نکاح خوان نے اضافت نکاح کی عبداللہ کی طرف کی ہے اور لڑکی کے باپ نے نہیں کی تو اعتبار نکاح خواں کے الفاظ کا ہوگا اور لڑکی کے باپ کے الفاظ بھی ان کے ساتھ مقید ہوں گے اور نکاح خود عبداللہ کا منعقد ہو جائے گا، نہ اس کے لڑکے شریف اللہ کا۔

كما قال الشامي: وبقي أيضاً قولهم: زوجتك بنتي لابنك، فيقول: قبلت، ويظهر لي أنه ينعقد للأب لإسناد التزويج وقول أبي البنت لابنك معناه لأجل ابنك فلا يفيد وكذا لو قال الآخر: قبلت لابني لايفيد أيضاً. (۳)

یا اعتبار لڑکی کے باپ کے الفاظ کا ہوگا اور نکاح عبداللہ کے لڑکے شریف اللہ کا منعقد ہوگا، نہ عبداللہ کا۔

كما قال الشامي: نعم لو قال: اعطيتك بنتي لابنك، فيقول: قبلت، فالظاهر أنه ينعقد للإبن؛ لأن قوله أعطيتك بنتي لابنك معناه في العرف أعطيتك بنتي زوجة لابنك وهذا

---

(۱) الدرالمختار على هامش ردلمحتار، باب الولي: ۴۳۲/۲، ظفير

(۲) ردالمحتار، باب الولي: ۴۳۳/۲، ظفير

(۳) ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲۶/۳، دارالفكر بيروت، انيس

المعنی وإن کان هو المراد عرفا من قولهم زوجتک بنتی لابنک؛ لکنه لایساعده اللفظ کما علمت والنیة وحدها لا تنفع کما مر واللّٰه سبحانه أعلم.(۱)

حاصل سوال یہ ہے کہ نکاح بطریقہ مذکوہ عبداللہ کا ہوا ہے، یا اس کے لڑکے شریف اللہ کا؟ بینوا لوجہ اللہ العظیم فإنہ یجزی بمغفرۃ ورزق کریم۔

الجواب

صورت مسئولہ میں شریف اللہ کا نکاح صحیح ہوگیا ہے اور نکاح خوان کے کلام میں جو ساتھ نکاح کے واقع ہے، وہ شریف اللہ سے متعلق کہا جاوے گا، پس زوجتک بنتی لابنک پر اس کا قیاس کرنا صحیح نہیں ہے، کما لا تخفی و نیز اس استفہام کو تو ایجاب نہیں کہہ سکتے؛ بلکہ ایجاب وہ ہے، جو ولی نے کہا ہے اور ولی کے قول میں عبداللہ کے نکاح کا احتمال ہی نہیں اور رہا یہ شبہ **و کذا لو قال الآخر: قبلت لابنی لایفید أیضاً** معلوم ہوتا ہے کہ قول اول کا اعتبار ہوتا ہے، سو اس کا جواب یہ ہے کہ قول اول سے مراد ایجاب ہے، قبول ایجاب کے تابع ہوگا، قول ولی کو قول نکاح خوان کے تابع کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم

احقر عبدالکریم عفی عنہ۔ الجوب صحیح ۔ظفر احمد عفا عنہ۔ ۲۱/ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ۔ (امداد الاحکام: ۳/۲۳۹-۲۴۰)

اولیا کی رضامندی کی صورت میں کفو، یا غیر کفو میں نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکی کے رشتے کے متعلق اس کے بھائی نے استخارہ کیا تو استخارہ میں جس لڑکے کا انتخاب ہوا تو اس لڑکے کے متعلق تقریباً دس آدمیوں نے تحقیق کی تو لڑکا بالکل صحیح نہیں نکلا اور لڑکی کے اولیاء اس لڑکے سے رشتہ کرنا نہیں چاہتے ہیں، جب کہ لڑکی کے بھائی کو اصرار ہے کہ ہم نے استخارہ سے انتخاب کیا ہے؛ اس لیے شادی وہیں سے ہوگی تو اس مسئلہ کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

(المستفتی: محمد شعیب، متعلم مدرسہ شاہی، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب وباللّٰہ التوفیق

اگر لڑکی بالغہ ہے اور وہ مذکور لڑکے کے ساتھ نکاح پسند نہیں کرتی تو وہاں نکاح نہیں کرنا چاہیے، لڑکی کی رضا پر بھائی کے استخارے کو ترجیح نہیں ہوگی اور اگر لڑکی اسی لڑکے کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہے تو اسی کے ساتھ زیادہ اولیٰ رہے گا اور اگر لڑکی اور اس کے اولیا وہاں نکاح کرنا پسند نہ کریں، تب بھی بھائی کے استخارہ کا اعتبار نہ ہوگا اور لڑکی اور اس کے اولیا کے منشا کی مطابق لڑکے کا انتخاب کرنا ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ اگر لڑکی کی مرضی نہ ہو تو کسی کے انتخاب کا اعتبار نہ ہوگا اور اگر لڑکی کی مرضی ہے تو کسی کے اعتراض وانتخاب وناگواری کا اعتبار نہ ہوگا۔ (مستفاد: بہشتی زیور: ۶/۴)

---

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳/۲۶-۲۷، دارالفکر بیروت، انیس

اور اگر لڑکا غیر کفو ہے تو اولیا کی رضامندی کے بغیر نکاح درست نہ ہوگا۔

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولى. (الدرالمختار)

ويفتى في غير الكفء بعدم جوازه أصلاً وهو المختار للفتوىٰ لفساد الزمان. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولى، زكرياديوبند: ١٥٥/٤-١٥٦، كراتشى: ٥٥/٣-٥٦، الفتاوىٰ الهندية زكريا: ٢٩٢/١، جديد: ٣٥٨/١)

نفذ نكاح حرة مكلفة بلاولى؛ لأنها تصرف فى خالص حقها، وهى من أهله لكونها عاقلة بالغة. (مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت: ٤٨٨/١، مصرى قديم: ٣٣٢/١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۰؍ربیع الاول ۱۴۱۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۵/۱۸۱۷) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۵۵۶-۵۵۷)

لڑکی کی عمر کی زیادتی کی وجہ سے اگر مناسب رشتہ نہ ملے تو کیا سرپرست گنہگار رہوں گے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کسی لڑکی کی عمر پچاس کے قریب پہنچ چکی ہو تو کیا اُس کو نکاح کے لئے مجبور کرنا سرپرستوں کا فرض ہے؟ کیا دوسری صورت میں سرپرست گنہگار ہوں گے؟ یا یہ کہ بغیر نکاح رہنے کا کوئی وبال پڑے گا؟ آں جناب سے گزارش ہے مسئلہ ہذا کا قرآن وشریعت کی روشنی میں بالوضاحت جواب تحریر فرمادیں؟ جزاکم اللہ۔ اللہ رب العزت آپ کے مراتب کو مزید بلند فرمائیں، آمین۔

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

بہتر یہی ہے کہ کوئی عورت بے نکاحی نہ رہے؛ اس لیے سرپرستوں کو چاہیے کہ مناسب جوڑ ملنے پر مذکورہ لڑکی کا نکاح کردیں؛ لیکن اگر کوشش کے باوجود لڑکی کے لیے مناسب رشتہ نہ ملے تو سرپرستوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اور عمر زیادہ ہونے پر لڑکی کو نکاح پر مجبور کرنا صحیح نہیں؛ بلکہ اس کی رضامندی ضروری ہے۔

قال الله تعالى: }وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُم. (النور: ٣٢)

عن على بن أبى طالب رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال له: يا علىّ! ثلاث لا تؤخرها: الصلاة إذا آنت، والجنازة إذا حضرت، والأيم إذا وجدت لها كفوا. (سنن الترمذى، النكاح، باب ما جاء فى تعجيل الجنازة: ٢٠٦/١، رقم: ١٠٨١)

عن عبد الله بن دينار عمن حدثه عن الحسن قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أنكح الرجل ابنه وهو كارهٌ فليس بنكاح، وإذا زوجه وهو صغير جاز نكاحه. (المصنف لابن أبى شيبة: ٤٤٩/٣، رقم: ١٦٠٠٤، دار الكتب العلمية بيروت)

عن ابن طاؤس عن أبيه قال: لا يكره الرجل ابنته الثيب على نكاح هى تكرهه. (المصنف لابن أبى شيبة: ٤٤٦/٣، رقم: ١٥٩٦٩، دار الكتب العلمية بيروت)

ولا تجبر البالغة البكر على النكاح؛ لانقطاع الولاية بالبلوغ. (الدرالمختار: ١٥٩/٤)

ولا یزوج البکر البالغة أبوها علی کرہ منها. (الفتاویٰ التاتارخانیة: ۲۳/۳، خانیة: ۳۵۸/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۵/۱۱/۱۴۲۹ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۵۴/۸-۳۵۵)

عورت مہر مثل سے کم پر نکاح کرلے تو اولیا کے لیے فسخ کا اختیار:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک عورت نے ایک آدمی سے مہر مثل سے کم پر نکاح کیا تو کیا اولیا کو فسخ کا اختیار رہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر وہ مرد کفوء نہیں تو نکاح ہی کالعدم ہے اور اگر وہ شخص لڑکی کا کفو ہے تو اولیا کو حق اعتراض حاصل ہے، یا تو مہر مثل کو پورا کرے، یا نکاح فسخ کروالیا جائے، نکاح کو قاضی، یا جج فسخ کرے گا۔

لمافی الدرالمختار (۹٤/۳): (ولو نکحت بأقل من مهرها فللولی) العصبة (الاعتراض حتیٰ یتم) مهر مثلها (أویفرق) القاضی بینهما دفعا للعار.

وفی الشامیة تحته: قوله (بأقل إلخ) أی بحیث لا یتغابن فیه وقدمنا تفسیره فی الباب السابق قوله (فللولی العصبة) أی لا غیره من الأقارب ولا القاضی... قوله (دفعا للعار) أشارإلی الجواب عن قولهما لیس للولی الاعتراض لأن ما زاد علیٰ عشرة دراهم حقها ومن أسقط حقه لا یعترض علیه ولأبی حنیفة أن الأولیاء یفتخرون بغلاء المهور ویتعیرون بنقصانها فأشبه الکفائة بحر و المتون علی قول الإمام. (نجم الفتاویٰ: ۳۲/۵)

بلا اجازت جو نکاح ہوا، وہ موقوف ہے:

سوال: زید کا سوتیلا لڑکا اپنے نکاح کے موقعہ پر راضی نہیں ہے، باہر کسی شہر میں نوکری پر ہے، زید چالیس پچاس آدمیوں کا جرگہ لے کر بکر کے گھر جاتا ہے؛ تاکہ اپنے سوتیلے بیٹرے بکر کی لڑکی سے کرے حسب معمول نکاح پڑھایا گیا اور زید نے اپنے سوتیلے بیٹے کی طرف سے جو حاضر نہیں تھا، قبول کیا؛ لیکن جب لڑکی کی رضامندی حاصل کرنے کی نوبت آئی تو بکر نے یہ کہدیا کہ لڑکی نابالغہ ہے، اس پر لڑکی سے اجازت حاصل نہیں کی گئی، حالاں کہ لڑکی اس وقت عاقلہ بالغہ تھی، ایسی صورت میں نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

لڑکے کو جس وقت یہ اصلاح اور خبر پہونچے گی کہ میرے سوتیلے باپ نے میرا نکاح فلاں لڑکی سے کردیا ہے تو اگر اس وقت وہ نکاح مذکور کو جائز رکھے، بشرطیکہ وہ لڑکا بالغ ہو تو وہ نکاح صحیح ہوجاویگا، کما ھو حکم نکاح الفضول، اسی طرح لڑکی کو اگرچہ وہ بالغہ ہے اور قبل نکاح اس سے اجازت نہ لی گئی، جس وقت خبر نکاح کی پہونچے گی کہ میرے باپ نے

میرا نکاح فلاں لڑکے سے کر دیا ہے اور وہ سکوت کر لے گی تو نکاح صحیح ہو جاوے گا، الغرض نکاح مذکور موقوف ہے، لڑکے اور لڑکی کی اجازت پر؛ مگر لڑکی کا سکوت بھی اس صورت میں اجازت شمار ہوتا ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے:

(...أو زوجها) وليها وأخبرها رسوله أو فضولي عدل (فسكتت) عن رده مختارةً ...فهو إذن. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۱۰۸-۱۰۹)

حکومت کا مقرر کردہ ولی، نکاح کا ولی نہیں ہے؛ بلکہ مال کا ہے:

سوال: ایک یتیمہ نابالغ کا ولی اس کا چچازاد بھائی تھا اور جائداد نابالغہ پر قابض تھا اور سالہا سال سے اس کی کل آمدنی اپنے مصرف میں لاتا تھا، نابالغہ کو ایک پیسہ بھی نہ دیتا تھا، اس کی بددیانتی کی وجہ سے حاکم وقت نے نابالغہ کے ماموں کو ولی مقرر کیا اور نابالغہ کے چچازاد بھائی نے مرنے سے سات روز قبل نابالغہ کا عقد اپنے پوتے سے کرایا، یہ عقد درست ہے، یا نہیں؟ باوجود حاکم کے دوسرا ولی مقرر کے ولی سابق کو اختیار نکاح کا رہتا ہے، یا نہ؟

الجواب

نابالغہ مذکور کا نکاح جو اس کے چچازاد بھائی نے اپنی ولایت سے اپنے پوتہ کے ساتھ وہ صحیح ہے اور ولایت نکاح نابالغہ کی اس کے چچازاد بھائی ہی کو ہے، ماموں کو نہیں ہے، (۲) البتہ اس کے مال میں تصرف کا اختیار چچازاد بھائی کو نہیں ہے، مال میں تصرف کا اختیار ماموں کو ہے، جس کو حاکم نے مقرر کیا، یا کسی اور امانت دار کے متعلق کیا جاوے۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۱۱۷-۱۱۸)

عصبہ کسی بھی پشت کا ہو، اس کے ہوتے ہوئے ماں ولی نہیں:

سوال: اگر کسی نابالغہ کا کوئی عصبہ پانچویں پشت کا موجود ہو تو والدہ کا کیا ہوا نکاح جائز ہوگا، یا نہیں؟ اور وہ نابالغہ بعد بلوغ کے اس نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ نابالغہ کا کوئی عصبہ کسی پشت کا موجود ہو تو والدہ کو ولایت نکاح نہیں ہے، پس اگر ایسی حالت میں والدہ نابالغہ کا نکاح کرے گی تو وہ نکاح اس عصبہ کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر وہ اجازت دے گا تو وہ نکاح صحیح ہوگا اور اگر وہ انکار کر دے گا تو وہ باطل ہوگا اور اگر ولی عصبہ اس نکاح کو جائز رکھے تو نابالغہ کو بعد بالغ ہونے کے اختیار ہوگا کہ اس نکاح کو فسخ کرا دے؛ مگر بذریعہ قاضی وحاکم کے فسخ کرا سکتی ہے، خود فسخ نہیں کر سکتی۔ (کذا فی الشامی) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۱۴۱)

---

(۱) الدر المختار، باب الولي: ۳/۵۹، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) (الوالي في النكاح) لا المال (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب)، الخ. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الولي: ۲/۴۲۷، ظفير)

نکاح کے بعد انکار معتبر نہیں:

سوال: ہندہ کو کچھ روپے کی ضرورت تھی، کسی طریقے سے کوئی سبیل روپیہ ملنے کی نہ تھی۔ ہندہ کی ایک لڑکی زینت جس کا نکاح ہمراہ زید کے اس بات پر طے پایا کہ مبلغ ۲۴/روپے ہندہ کو ادا کرے؛ تاکہ اس کی ضرورت رفع ہو اور ہندہ اپنی لڑکی کا نکاح ہمراہ زید کے کردے اور یہ روپیہ علاوہ مہر کے قبل نکاح زید کو دینا پڑا۔لڑکی زینت کے والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ولی اس نابالغ لڑکی کا اس کا چچا جو کہ اس سے علاحدہ رہتا تھا اور دوسری ولی اس کی والدہ تھی، جو ہمراہ اپنی لڑکی کے تھی، بروقت نکاح قاضی نے زینت کے چچا کو جو کہ چند قدم کے فاصلے پر تھے بلایا، چچا نے کہا کہ میں سنتا ہوں، تم نکاح پڑھو، میں اسی جگہ پر بیٹھا ہوں، نکاح میں قاضی نے کچھ الفاظ غلط استعمال کئے ،جس کی درستی کے واسطے اس کے چچا نے لقمہ دیا اور الفاظ کو درست کرایا اور قاضی نے اسی وقت اس کے چچا نے یہ کہا کہ آپ ۲/روپے اور لادو؛ تاکہ اس کی ضرورت رفع ہو جائے۔بعد ازاں مبلغ ۲۵/۱۰روپے مہر مقرر رہا اور نکاح پڑھایا گیا۔اب عرصہ چھ سال کا ہوا، دولہا دلہن دونوں بالغ ہوئے۔اب یہ بات رخصتی لڑکی کے جھگڑا پڑا، چچا کہتا ہے کہ میں ولی ہوں، میری اجازت سے نکاح نہیں ہوا؛ اس لیے میں رخصت نہیں کرسکتا اور لڑکی کو اور لڑکی کی والدہ کو سکھلایا،لڑکی نے اور لڑکی کی والدہ نے رخصتی سے انکار کردیا، اس فساد پر تمام اطراف کے مسلمان جمع ہوئے اور پنچایت ہوئی، مسلمانوں نے زینت کو سمجھایا کہ تو اپنے شوہر کے مکان پر جا؛ مگر اس نے انکار کیا، جب اس کو دوبارہ پھر سمجھایا تو اس نے یہ کہا کہ جو روپیہ ہماری والدہ نے قبل از نکاح لیا ہے، اس کو معاف کریں ہمیں طعنہ وغیرہ کے الفاظ نہ کہیں تو آپ پنچ لوگ کا کہا مجھے منظور ہے۔بعد ازاں اس کے چچا نے سکھایا، اب وہ پھر شوہر کے ہاں جانے سے انکار کرتی ہے۔دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۹۰۹، مقصود علی (ضلع گونڈہ) ۱۱/صفر ۱۳۵۵ھ مطابق ۳/مئی ۱۹۳۶ء)

الجواب

نکاح تو چچا کی اجازت اور شرکت کی وجہ سے صحیح ہو گیا تھا؛(۱) لیکن لڑکی کو بوقت بلوغ انکار کردینے کا حق حاصل تھا، اگر لڑکی نے بوقت بلوغ ناراضی کا اظہار کردیا تھا تو وہ اپنے نکاح کو فسخ کرسکتی ہے،(۲) اور اس کی ماں نے جو روپیہ نکاح سے پہلے لیا تھا، وہ واپس کرنا لازم ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ (کفایۃ المفتی: ۷۴/۵)

---

(۱) وینعقد بإیجاب وقبول ... کزوجت نفسي أو بنتي أو موکلتي وفي الرد: (قوله کزوجت نفسي، الخ) أشار إلی عدم الفرق بین ان یکون الموجب اصلیا أو ولیا أو وکیلاً.(رد المحتار، کتاب النکاح: ۹/۳، سعید)

(۲) وإن فعل غیرهما فلهما أن یفسخا بعدا لبلوغ.(رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۶۸/۳، سعید)

(۳) خطب بنت رجل وبعث إلیها أشیاء ولم یزوجها أبوها فما بعث للمهر سیترد ... وکذا ما بعث هدیة وهو قائم.(الدرالمختار، باب المهر: ۱۵۳/۳، سعید)

دھوکہ سے غیر کفو میں نکاح ہو گیا تو لڑکی اور اولیا کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوگا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بالغہ کا نکاح اس کے سوتیلے باپ نے زید کے ساتھ کر دیا، جس نے اپنے کو شیخ انصاری بتلایا، بعد نکاح معلوم ہوا کہ زید نور باف ہے، چوں کہ یہ نکاح لاعلمی غیر کفو میں ہو گیا۔ کیا شرعاً یہ نکاح درست اور جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں نکاح تو ہو گیا؛ لیکن چوں کہ زید نے ہندہ کو اور اس کے اولیا کو دھوکہ دیا کہ اپنے کو انصاری ظاہر کیا اور یہی سمجھ کر وہ لوگ نکاح پر راضی ہوئے؛ اس لیے ہندہ کو اور اس کے اولیا کو اس نکاح کے فسخ کرانے کا حق حاصل ہے، وہ عدالت میں دعویٰ کر کے نکاح کو فسخ کرا سکتے ہیں، اگر حاکم عدالت مسلمان ہو تو اس کا فسخ شرعاً بھی معتبر ہے، اگر مسلمان نہ ہو تو اس کے بعد ہندہ کو اپنا مقدمہ برادری کی پنچایت کے سامنے بھی پیش کرنا چاہیے، جس میں کسی عالم کو بھی شریک کیا جائے، برادری اس نکاح کو فسخ کر دے گی تو شرعاً نکاح فسخ ہو جائے گا، جس کے بعد ہندہ دوسری جگہ اپنا نکاح کفو میں کر سکے گی۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: رسالہ الحیلۃ الناجزۃ) واللہ تعالی اعلم

ظفر احمد عفا عنہ، ۲۶ / شعبان ۱۳۵۶ھ۔ (امداد الاحکام: ۳۲۶/۳)

لڑکی کب بالغہ شمار ہوگی اور اس سے قبل نکاح کا حق کس کو ہوگا:

سوال: سید محمد خداداد (جو حضور کے والد ماجد سے مرید تھے) بگذاشت دو دختر ایک موسومہ ہاجرہ، دوسری سنجیدہ فوت کئے۔ ہاجرہ بڑی لڑکی نے بعد حد بلوغیت کے عقد کر لیا اور چھوٹی لڑکی سنجیدہ بوجہ خردسنی کے اپنی خالہ کے یہاں پرورش پا کر بارہ برس ایک ماہ کے سن تک پہنچی، بعد اس کے سنجیدہ کے خالو نے فوت کیا اور ہاجرہ اپنی بہن سنجیدہ کو اپنے سسرال لے گئی اور بعد اس کے ہاجرہ کے شوہر یعنی سنجیدہ کے بہنوئی نے بمدد زوجہ مسمّی ہاجرہ یہ چاہا کہ اپنے بھائی کا عقد ساتھ سنجیدہ کے کر دے، ہاجرہ نے کہا کہ لڑکی نابالغہ ہے، اس کا ولی چچا موجود ہے، بغیر اجازت چچا کے عقد کس طرح سے ہوگا؟ تم جا کر ان سے اجازت لے آؤ، چناں چہ ہاجرہ کے شوہر مع تین آدمی کے موضع مظفرہ جوان کے مسکن سے چھ کوس کے فاصلہ پر ہے، بغرض لینے اجازت کے تاریخ یکم جمادی الثانیہ کو پہنچے، سنجیدہ کے چچا نے جواب دیا کہ ہم اس لڑکی کی نسبت دوسری جگہ پختہ کر چکے ہیں، یہ نسبت ہم کو منظور نہیں ہے۔ اس پر ہاجرہ کے شوہر نے غصہ سے یہ کہا کہ اچھا اپنی بھتیجی سنجیدہ کو سواری بھیج کر بلوالیں۔ چناں چہ اس کے چچا مطابق کہنے کے ۶ / جمادی الثانیہ کو سواری لے کر سنجیدہ کو لانے گئے۔ معلوم ہوا کہ ہاجرہ کے شوہر نے ایک سوال نزد ایک مولوی مسمّی مولوی دیانت اللہ صاحب کے سامنے پیش کر کے فتویٰ لے کر سنجیدہ کا عقد بتاریخ ۵ / جمادی الثانیہ کو اپنے بھائی سے کر دیا۔ سوال پیش کردہ شوہر ہاجرہ یہ ہے:

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں: ذکیہ جس کی عمر تیرہ برس دس ماہ دس روز کی ہے اور نموداری سینہ اور موئے بغل بھی موجود ہے، صرف ایام کا سلسلہ ابھی شروع نہیں ہوا ہے، صورت مسئولہ میں وہ بالغہ ہے، یا نہیں؟ اور اس کی ولایت اس کے عقد کے لیے کافی ہے، یا نہیں؟ مولوی صاحب ممدوح نے فتویٰ دیا کہ وہ لڑکی بالغہ ہے، ولی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ پس ان صورتوں میں حضور عالی سے فتویٰ طلب کیا جاتا ہے کہ سنجیدہ لڑکی بارہ برس ایک ماہ، یا تیرہ برس دس ماہ دس روز کی لڑکی صرف نمود پستان وموئے بغل ظاہر ہونے پر از روئے شرع شریف کے بالغہ ہے، یا نہیں؟ اور اس کا عقد بغیر اجازت ولی کے جائز ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ براہ وفور کرم جہاں تک جلد ممکن ہو، جواب اس کا مع دلائل قویہ مطابق نص وحدیث شریف دیں، تعویق وتاخیر ہونے سے خرابی ہوگی۔ ایسا نہ ہو کہ ہاجرہ کا شوہر بدد زوجہ سنجیدہ کو رخصتی کرا کرا اپنے گھر لے جائے، ایسی حالت میں مفت میں سنجیدہ گناہ میں گرفتار ہوجائے گی؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں وہ لڑکی نابالغہ ہے۔ بلوغ کے لیے حیض ضروری ہے۔

درمختار میں ہے:

”والجارية بالاحتلام والحيض والحبل“. (۱)

البتہ پندرہ سال گزر جانے کے بعد اگر حیض نہ آئے تو حکم بلوغ کا شرعاً دے دیا جائے گا۔ اسی کو بلوغ بالسن کہتے ہیں۔

باقی رہے وہ اشارات جن کو کسی مجیب نے جواب میں لکھا ہے، اس کا شرعاً اعتبار نہیں ہے، چناں چہ ردالمحتار میں ہے:

”مفاده أنه لا اعتبار لنبات العانة خلافا للشافعي ورواية عن أبي يوسف ولا اللحية وأما نهود الثدي فذكر الحموي أنه لا يحكم به في ظاهر الرواية وكذا ثقل الصوت، كما في شرح النظم الهاملي أبو السعود وكذا شعر الساق والإبط والشارب (قوله به يفتىٰ) هذا عندهما وهو رواية عن الإمام وبه قالت الأئمة الثلاثة. (۲)

لہٰذا موجودہ حالت میں بغیر اجازت ولی سنجیدہ کا نکاح صحیح نہیں ہے۔ فقط، واللّٰہ تعالیٰ اعلم

محمد نور الحسن۔ الجواب صحیح: محمد نظام الدین۔

الجواب صواب: ابوالمحاسن محمد سجاد۔ محمد قمر الدین پھلواری، ۱۰ر جمادی الاخریٰ ۱۳۴۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۶۱/۴-۲۶۳)

صورت ولایت نکاح وجائداد نابالغاں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ محمودہ نے انتقال کیا اور حمیدہ سعیدہ اور صالحہ تین لڑکیاں نابالغاں اور مسماۃ واحدہ ماں اور زید باپ کو وارث شرعی چھوڑا۔ حمیدہ، سعیدہ اور صالحہ نابالغاں کے

(۱) الدر المختار، كتاب الحجر، فصل في بلوغ الغلام: ۹۷/۵

(۲) ردالمحتار: ۹۷/۵

نکاح کے ولی ان کے حقیقی چچا کے لڑکے ہیں اور نابالغاں کے پرورش کا حق شرعاً مسماۃ واحدہ کو ہے، جو کہ نابالغان کی نانی ہے، مسئلہ جواب طلب یہ ہے کہ نابالغان حمیدہ، سعیدہ اور صالحہ کے مال واسباب و جائداد کی ولایت کس کو حاصل ہے، آیا نانی جائداد کا انتظام کریں، جو کہ نکاح کے ولی ہیں، اس مسئلہ میں سخت اختلاف واقع ہو رہا ہے، جس سے نابالغان کو نقصان پہونچنے کا خطرہ ہے، لہذا مفصل اور مدلل جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں اور جو کچھ تحریر فرماویں، اس کی دلیل شرعی بھی تحریر فرماویں، ورنہ یتیموں اور نابالغوں کو نقصان پہونچے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ولایت مال؛ یعنی تصرف وحفظ کی اصل میں باپ کے لیے ہے، وہ نہ ہوتو اس کا وصی، وہ نہ ہوتو دادا اور دادا کے بعد دادا کا وصی ولایت مال کا متحقق ہے، ان چار میں سے اگر کوئی موجود ہوتو مال پر کسی قسم کی ولایت دوسرے شخص کو حاصل نہیں ہوتی؛ لیکن جب یہ چاروں نہ ہوں تو پھر جس کو پرورش کا حق ہے، اس کو حفظ مال کی ولایت حاصل ہوتی ہے، نہ ولایت تصرف؛ یعنی جس کو ولایت حفظ حاصل ہے، وہ بلا ضرورت مال یتیم میں تصرف نہیں کرسکتا، نہ بلا ضرورت کوئی شے خریدنا جائز ہے، نہ کسی شے کا فروخت کرنا جائز ہے؛ بلکہ فقط ضرورت کی وجہ سے خرید وفروخت جائز ہے، مثلاً کھانا کپڑا وغیرہ خریدنا جائز ہے اور اسی طرح نفقہ وغیرہ کی ضرورت سے کسی شے کا فروخت کرنا بھی جائز ہے، البتہ جائداد غیر منقولہ کو کسی حال میں فروخت کرنے کی اجازت نہیں۔

في كتاب الهبة للهداية:(وإن وهب لليتيم هبة فقبضها له وليه وهو وصى الأب أوجد اليتيم أووصيه جـار) لأن لهـؤلاء ولاية عليه لقيامهم مقام الأب (وإن كان في حجر أمه فقبضها له جائز) لأن لها الولاية فيما يرجع إلىٰ حفظه وحفظ ماله، وهذا من بابه لأنه لا يبقى إلا بالمال فلا بد من ولايته التحصيل. (۱)

وقال صاحب الكفاية تحت(قوله:لأن لهؤلاء،الخ)وفي الإيضاح: ولا يجوز قبض غير هؤلاء الأربعة، أراد بتلك الأربعة الأب ووصيه والجد أب الاب ووصيه، فأما مع وجود واحد منهم،فلا، سواء كان الصبي في عيال القابض، أولم يكن، وسواء كان ذارحم محرم منه، أوأجنبياً، لأنه ليس لهؤلاء ولاية التصرف في ماله، فقيام ولاية من يملك التصرف في المال يمنع ثبوت حق القبض له، ثم قال:وإن لم يكن واحد من هؤلاء الأربعة جاز قبض من كان الصبي في حق حجره وعياله ولم يجز قبض من لم يكن في عياله لأنه إذا كان في عياله فله ضرب ولاية،الخ. (فتح القدير:۴۹۴/۷)

وفي الهداية: ونوع آخر ما كان من ضرورة حال الصغار وهو شراء مالابد للصغير منه وبيعه وإجارة الآظار، وذلك جائز ممن يعوله وينفق عليه كالأخ والعم والأم والملتقط إذا كان في حجرهم وإذا ملك هؤلاء هذا النوع فالولي أولى به إلا أنه لا يشترط في الولي أن يكون الصبي في حجره. (الهداية آخرين،ص: ۴۶۰،متفرقات كتاب الكراهية)

---

(۱) الهداية: ۲۲۴/۲،دارإحياء التراث العربي بيروت،انيس

وفی الفتاوی الحامدیة (۲۹۶/۲): ثم إن ما مر من أن عائل الیتیم یملک بیع ما لا بد منه خاص بغیر العقار من نحو المنقولات، أما العقار فلیس له بیعه ولو مع وجود المسوغات لما فی الدر المختار حیث قال: قلت: وهذا أی بیع العقار للمسوغ لو البائع وصیاً لا من قبل أم أو أخ فإنهما لا یملکان بیع العقار مطلقا ولا شراء غیر طعام وکسوة، الخ، تأمل، آه. (۱)

وقال صاحب البدائع فی تعلیل هذه المسئلة: لأن الوصی خلف الموصی قائم مقامه فلا یثبت له إلا قدر ما کان للموصی وهو قضاء الدین والحفظ، الخ. (بدائع: ۱۵۵/۵) (۲)

جب معلوم ہوگیا کہ اولیاء اربعہ کے بعد ولایت مال اس کو پہنچتی ہے، جس کو حق حضانۃ حاصل ہو اور یہ ظاہر ہے کہ صورت مسئولہ میں حق حضانۃ نانی کو حاصل ہے، پس ولایت حفظ مال بھی نانی کو حاصل ہے۔ واللہ اعلم

احقر عبد الکریم عفی عنہ، ۱۴رشوال ۱۳۴۳ھ، الجواب صحیح: ظفر احمد عفا عنہ، ۱۵رشوال ۱۳۴۳ھ۔ (امداد الاحکام: ۳۰۰/۳-۳۰۱)

نابالغہ کے نکاح میں ولی قریب وبعید کے اختیارات وغیرہ کا حکم:

سوال: لیاقت النساء بیگم جہانگیر النساء نابالغہ کی علاتی ہمشیرہ ہیں اور تلاوت علی خان جو بالغہ موصوفہ کے علاتی ماموں ہوتے ہیں، والدین کی وصیت کے بموجب انہوں نے اپنی وصایت ولایت سے جہانگیر النساء نابالغہ کا عقد نکاح میر احمد علی خان کے ساتھ جو نابالغہ کے قریب عزیز ہوتے ہیں کردیا، اس واقعہ کے بعد نابالغہ اور اس کی معاش وجائیداد پر کورٹ آف وارڈر کی نگرانی قائم ہوئی، اب نابالغہ کی علاتی ہمشیرہ لیاقت النساء بیگم کو باجلاس عدالت مجاز یہ عذر ہے کہ میں بہ حیثیت علاتی ہمشیرہ ہونے کے بمقابل علاتی ماموں نابالغہ سے قریب تر اور مستحق ولایت ہوں؛ اس لیے عقد نکاح صحیح نہیں ہوا، مخفی مباد کہ لیاقت النساء بیگم ہمشیرہ علاتی کو نابالغہ سے ایک عرصہ سے سلسلہ مخالف ہے؛ یعنی بمقابل نابالغہ محکمہ جات سرکاری میں مقدمات دائر ہیں، ایسی حالت میں نقطہ نظر سے حسب ذیل تفصیلات کی ضرورت ہے:

(۱) کیا ایسے ولی یا ولیہ کی ولایت (جسے نابالغ نابالغہ سے وجہ مخالفت اور اس کے مقابل مقدمہ بازی ہو رہی ہو) قابل تنسیخ ہے، یا نہیں؟

(۲) کیا وہ عقد جو ولی بعید نے بحالت موجودہ مخالف ولی قریب کے بلا اجازت اپنی ولایت سے کردیا ہو، صحیح اور قابل نفاذ ہے، یا موقوف، یا سرے سے باطل ہے۔

(۳) کیا لیاقت النساء بیگم کو صورت مسئولہ میں عقد کے انفساخ کا اختیار حاصل ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مفتی صاحب حیدر آباد۔۔۔۔ شریعت مطہرہ میں وصی کو نابالغ نابالغہ کے مال وجائیداد کی نگرانی کا حق حاصل ہے

---

(۱) العقود الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة، باب الوصی: ۲۹۶/۲، دار المعرفة بیروت، انیس

(۲) بدائع الصنائع، فصل فی ترتیب الولایة: ۱۵۵/۵، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس

کہ وہ مجاز عقد نہیں ؛ یعنی وہ اپنی وصایت سے نابالغ ، یا نابالغہ کا نکاح کرسکتا۔

(قوله: لا المال) فإنه الولي فيه الأب ووصيه والجد ووصيه والقاضي ونائبه. (الدر المختار، باب الولي: ۴۸۰/۲)

الوصي لا ولاية له في إنكاح الصغير والصغيرة سواء أوصى إليه الأب أو لم يوص. (الفتاویٰ الهندية، الباب الرابع في الأولياء في النكاح: ۱۳/۲)

علاتی بہن اور علاتی ماموں دونوں اولیاء ذوی الارحام میں شامل ہیں اور عصبات کی عدم موجودگی میں انہیں حق ولایت حاصل ہے ؛ لیکن علاتی بہن بہ نسبت علاتی ماموں کے قرابت قریبہ رکھتی ہے ؛ اس لیے بمقابل علاتی ہمشیرہ علاتی ماموں ولی بعید ہوں گے۔

(وإن لم تكن عصبة فالولاية للأم ثم للاخت لأب وأم ثم لأب ثم لولد الأم ثم لذوي الأرحام ثم للحاكم. (البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء في النكاح: ۱۲۴/۳)

اگر ولی نابالغ ، یا نابالغہ کا مخالف ہو، یا بعض خاندانی حالات ونزاعات کی وجہ سے نابالغین کے لیے کسی بھلائی کی توقع نہ ہوتو ولایت باقی نہ رہے گی۔

لأنه ليس كل ولي يحسن المرافعة والخصومة، ولا كل قاضي يعدل ولو أحسن الولي وعدل القاضي فقد يترك أنفة للتردد على أبواب الحكام واستثقالا لنفس الخصومات فيتقرر الضرر فكان منعه دفعاً له، فتح. (ردالمحتار، باب الولي: ۴۵۹/۲)

اگر ویسے ولی قریب کے موجود ہونے پر جو ولایت کی اہلیت رکھتا ہو، ولی بعید نے اپنی ولایت سے نابالغ کا عقد نکاح کرادیا تو نفس نکاح جائز ومنعقد ہوجائے گا ؛ لیکن اس کا نفاذ ولی قریب کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

وإن زوج الصغير أو الصغيرة أبعد الأولياء فإن كان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولاية توقف نكاح الأبعد على إجازته. (الفتاویٰ الهندية، الباب الرابع في الأولياء في النكاح: ۱۳/۲)

صورت مسئولہ میں تلاوت علی خان جہانگیر النساء بیگم نابالغہ کے والدین کی طرف سے وصی ہونے کے لحاظ سے ان کی جائیداد و دیگر مالی نگرانی کا حق رکھتے تھے ؛ لیکن عقد کرادینے کے مجاز نہ تھے، البتہ ان کی حیثیت علاتی ماموں ہونے کی وجہ سے بمقابل لیاقت النساء بیگم نابالغہ ولی بعید کی ہے، انہوں نے جہانگیر النساء بیگم نابالغہ کا جو عقد نکاح اپنی ولایت سے میر احمد علی خان سے کردیا وہ صحیح ہے ؛ لیکن لیاقت النساء بیگم ہمشیرہ علاتی ولی قریب کی اجازت پر موقوف رہے گا، ولی قریب نابالغہ کے مقابل مقدمات سرکاری میں فریق ہیں اور بلحاظ اس دیرینہ مخالف کے ظاہر ہے کہ ان سے نابالغہ کے متعلق کسی بھلائی کی توقع نہیں ؛ اس لیے ان کی ولایت اس معاملہ میں لیاقت النساء بیگم ہمشیرہ علاتی کا بمقابلہ نابالغہ فریق ہونے کے ثبوت مکمل ہوجانے کے بعد ولی بعید تلاوت علی خان کی ولایت سے جو عقد ہوا ہے، وہ موقوف بھی نہ رہے گا ؛ بلکہ نافذ ہوجائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: مفتی اول بلدہ صدارت العالیہ سرکاری عالی

الجواب

از: حضرت مفتی صاحب، دارالعلوم دیوبند

یہ صحیح ہے کہ تلاوت علی خان کو بہ حیثیت وصی ہونے کے نکاح صغیرہ کا اختیار شرعا نہ تھا، کما صرح بہ فی العالمگیریۃ والشامی؛ لیکن ولی بعید ہونے کی حیثیت سے ان کا کیا ہوا نکاح منعقد ہوگیا؛ مگر ولی قریب؛ یعنی لیاقت النساء بیگم کی اجازت پر موقوف رہا، کما ہو مصرح فی الدرالمختار وعامۃ الکتب۔

اب جب کہ لیاقت النساء بیگم اس نکاح موقوف کو جائز نہیں رکھتی تو حسب قاعدہ یہ نکاح باطل وغیر موقوف ہوگیا باقی رہا، یہ کہ عداوت کی وجہ سے لیاقت النساء کا حق ولایت ساقط کردیا جائے یہ بچند وجوہ محل نظر ہے:

(الف) محض اتنی بات سے کہ جہانگیر النساء اور لیاقت النساء بیگم کے درمیان مقدمات وخصومات عدالت میں دائر رہے ہیں۔ شرعاً عداوت کا ثبوت نہیں ہوتا؛ کیوں کہ عدالت میں کسی کے مقابل اپنے جائز حقوق کو طلب کرنے کے لیے مقدمہ دائر کرنا شرعاً کوئی عداوت نہیں۔

قال فی الدرالمختار من أول القضاء: ثم إنما یثبت العداوۃ بنحو قذف وجرح وقتل ولی لا بمخاصمۃ، نعم ھی تمنع الشھادۃ فیما وقعت فیہ المخاصمۃ.

قال الشامی من ابن وھبان: ”وقد یتوھم بعض المتفقھۃ من الشھود أن من خاصم شخصا فی حق أو ادعی علیہ یصیر عدوہ، فیشھدون بینھما بالعداوۃ ولیس کذلک وإنما تثبت بنحو إلخ، آہ. (ردالمحتار، کتاب القضاء: ۳۳۲/٤)

(ب) ثانیا ولی کی عداوت، یا خیانت، یا فسق ثابت ہو جانے سے بھی ولایت کا حق ساقط نہیں ہوتا، البتہ جو تصرف نکاح وہ کرتا ہے، اگر اس تصرف میں قصداً اضرار، یا عداوت ثابت ہو جائے تو قاضی اور حاکم قبل البلوغ بھی اس تصرف کو رد کر سکتے ہیں اور بعد البلوغ لڑکی کو فسخ کرانے کا اختیار ہوگا؛ بلکہ اگر نکاح غیر کفو میں، یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ کیا گیا ہے تو نکاح ہی منعقد نہیں ہوگا، اس پر فتویٰ ہے اور محققین کے نزدیک بھی مختار ہے۔

لما فی الدرالمختار: (ویفتی) فی غیر الکفء (بعدم جوازہ أصلا) وھو المختار للفتوی (لفساد الزمان). (۱)

وقال فی الفتح بعد ذکرہ بروایۃ الحسن: واختیرت للفتوی لما ذُکر أن کم من واقع لا یرفع ولیس کل ولی یحسن المرافعۃ والخصومۃ ولا کل قاض یعدل ولو أحسن الولی وعدل القاضی فقد یترک أنفۃ للتردد علی أبواب الحکام واستثقالا لنفس الخصومات فیتقرر الضرر فکان منعہ دفعا لہ. (فتح القدیر، باب الأولیاء والأکفاء: ۱۵۷/۳)

---

(۱) الدرالمختار، باب الولی: ۵۶/۳-۵۷، دارالفکر بیروت، انیس

یہ عبارت دراصل اس صورت کا بیان ہے کہ عورت بالغہ اپنا نکاح غیر کفو میں خود کرے تو یہ نکاح بقول مفتی بہ منعقد نہ ہوگا اور یہی حکم اس صورت کا ہے، جب کہ نابالغہ کا نکاح علاوہ باپ دادا کے کوئی دوسرا ولی ہوگا کہ غیر کفو میں کردے، یا باپ اور دادا کا فاسق اور خائن ہونا ثابت ہو جائے تو پھر ان کا بھی یہی حکم ہوگا کہ غیر کفو میں، یا غبن فاحش کے ساتھ نکاح کیا تو منعقد نہیں ہوگا، صرح بہما فی الدر المختار والشامی وسیاتی بیانہ۔

الغرض ولی کی اگر عداوت ثابت ہو جائے تو خاص وہ معاملہ جس میں عداوت کا ظہور اور قصدِ اضرار پایا جائے، وہ معاملہ نافذ نہ ہوگا؛ لیکن مطلقاً حق ولایت اس سے ساقط نہیں ہوتا۔

والدليل عليه ما في الدر المختار: بَابُ الْوَلِيِّ (هُوَ) لُغَةً: خِلَافُ الْعَدُوِّ، وَعُرْفًا: الْعَارِفُ بِاللَّهِ تَعَالَى وَشَرْعًا: (الْبَالِغُ الْعَاقِلُ الْوَارِثُ) وَلَوْ فَاسِقًا عَلَى الْمَذْهَبِ مَا لَمْ يَكُنْ مُتَهَتِّكًا.

فِي الْقَامُوسِ: رَجُلٌ مُنْهَتِكٌ وَمُتَهَتِّكٌ وَمُسْتَهْتِكٌ لا يُبَالِي أَنْ يَتَهَتَّكَ سِتْرُهُ، آه، قَالَ فِي الْفَتْحِ عَقِبَ مَا نَقَلْنَا عَنْهُ آنِفًا، نَعَمْ إذَا كَانَ مُتَهَتِّكًا لا يَنْفُذُ تَزْوِيجُهُ إيَّاهَا بِنَقْصٍ عَنْ مَهْرِ الْمِثْلِ وَمِنْ غَيْرِ كُفْءٍ وَسَيَأْتِي هَذَا، آه، وَحَاصِلُهُ أَنَّ الْفِسْقَ وَإِنْ كَانَ لا يُسْلَبُ الْأَهْلِيَّةَ عِنْدَنَا، لَكِنْ إذَا كَانَ الْأَبُ مُتَهَتِّكًا لا يَنْفُذُ تَزْوِيجُهُ إلَّا بِشَرْطِ الْمَصْلَحَةِ وَمِثْلُهُ مَا سَيَأْتِي مِنْ قَوْلِ الْمُصَنِّفِ وَلَزِمَ وَلَوْ بِغَبْنٍ فَاحِشٍ أَوْ بِغَيْرِ كُفْءٍ إنْ كَانَ الْوَلِيُّ أَبًا أَوْ جَدًّا لَمْ يُعْرَفْ مِنْهُمَا سُوءُ الِاخْتِيَارِ وَإِنْ عُرِفَ لا، آه، وَبِهِ ظَهَرَ أَنَّ الْفَاسِقَ الْمُتَهَتِّكَ وَهُوَ بِمَعْنَى سَيِّءِ الِاخْتِيَارِ لا تَسْقُطُ وِلَايَتُهُ مُطْلَقًا لِأَنَّهُ لَوْ زَوَّجَ مِنْ كُفْءٍ بِمَهْرِ الْمِثْلِ صَحَّ كَمَا سَيَأْتِي بَيَانُهُ. (ردالمحتار، باب الولی: ۳۰۳/۲، وبمثله صرح فی ج: ۲/ص: ۴۱۸)

ثم قال: قُلْت: وَمُقْتَضَى التَّعْلِيلِ أَنَّ السَّكْرَانَ أَوْ الْمَعْرُوفَ بِسُوءِ الِاخْتِيَارِ لَوْ زَوَّجَهَا مِنْ كُفْءٍ بِمَهْرِ الْمِثْلِ صَحَّ لِعَدَمِ الضَّرَرِ الْمَحْضِ. (۱)

وفي الفتاوى الخيرية في تفسير سوء الاختيار مانصه: قال ابن فرشته في شرح المجمع: لو عرف من الأب سوء الاختيار لسفهه او لطمعه لا يجوز عقده اتفاقا ومثله في الدرر والغرر (إلى قوله) قال في فتح القدير: من زوج ابنته الصغيرة القابلة للتخلق بالخير والشر ممن يعلم أنه شرير أو فاسق فهو ظاهر سوء اختياره. (الفتاویٰ الخیریة، باب الأولیاء والأکفاء: ۲۳/۱)

وقال في الفتح: حاصله ان القرابة مع قصور الشفقة مقتضاها ولاية غير ملزمة (إلى قوله) وهذا لما اثبتنا فيه من الخيار عند البلوغ والرد من القاضي عند الاطلاع على عدم النظر من تنقيص مهر أو عدم كفاءة. (فتح القدیر، مصری، باب الأولیاء والأکفاء: ۱۷۴/۳)

عبارت مذکورہ شامی وفتاوی خیریہ وفتح القدیر اس قدر مشترک کے لیے تقریباً صریح ہیں کہ ولی سے اگر عدم شفقت ونظر؛ بلکہ خیانت وطمع، یا فسق بھی ثابت ہو جائے تو ولایت مطلقاً ساقط نہیں ہوتی، البتہ اگر ایسا ولی کوئی خلاف مصلحت

---

(۱) ردالمحتار، باب الولی: ۶۷/۳، دارالفکر بیروت، انیس

غبن فاحش کے ساتھ، یا غیر کفو میں کر دے تو وہ نکاح نافذ نہ ہوگا، اگر چہ ولی باپ دادا ہی کیوں نہ ہو، جس سے معلوم ہوا کہ اگر بالفرض لیاقت النساء بیگم کی عداوت ثابت بھی ہو جائے، تب بھی حق ولایت ساقط نہیں ہوتا اور جو عبارت ''لیس کل ولی یحسن المرافعة، الخ'' سقوط ولایت کے لیے پیش کی جاتی ہے، اس سے اس کا ثبوت نہیں ہوتا اور نہ وہ اس کے متعلق ہے؛ بلکہ اس کا محل اور مفہوم وہی ہے، جو اوپر بحوالہ فتح القدیر نقل کیا گیا ہے۔

(ج) البتہ ایک بات باقی ہے کہ بتصریح فقہاء اگر کسی کفو کی جانب سے منگنی کی جائے اور ولی اقرب بلا وجہ اس کو رد کر دے تو ولی اقرب کی ولایت ساقط ہو جاتی ہے؛ لیکن اس صورت میں صحیح ومفتی بہ قول کے موافق ولایت کا حق ولی اقرب سے منتقل ہو کر ہر ولی وبعید کو نہیں پہنچتا؛ بلکہ صرف قاضی کو پہنچتا ہے۔

قال فی البحر: قالوا: وإذا خطبها كفء وعضلها الولی تثبت الولاية للقاضی نيابة عن العاضل، الخ. (البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء فی النكاح: ۱۳۶/۳)

وقال العلامة ابن عابدين فی حواشی البحر ومثله فی فتاواه الشامية فی تفسير العضل بل ينبغی التفصيل بأن يقال: إن كان الكفء الآخر حاضراً أو امتنع الأب من تزويجها من الأول وأراد تزويجها من الثانی لايكون عاضلاً لأن شفقته دليل على أنه اختيار لها الأنفع أما لو حضر كفء وامتنع من تزويجها له وأراد انتظار كفء آخر فهو عاضل لأنه متى حضر الكفء لا ينتظر غيره خوفاً من فواته ولذا تنتقل الولاية إلى الأبعد إذ غاب الأقرب، انتهىٰ. (۱)

نیز یہ بات کہ حق ولایت صورت عضل میں ہر ولی بعید کی طرف منتقل نہیں ہوتا؛ بلکہ صرف قاضی کو پہنچتا ہے، اس کی تصریح بحر سے اوپر مذکور ہو چکی ہے اور علامہ شامی نے حواشی بحر اور در المختار میں اس پر نہایت مفصل کلام کیا ہے اور

---

(۱) قُلْتُ: وَيُؤَيِّدُهُ مَا مَرَّ عَنْ التَّسْهِيلِ، وَكَذَا قَوْلُهُمْ فَلَهُ التَّزْوِيجُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي مَنْشُورِهِ وَيَجِبُ حَمْلُ مَا فِي الْمُجَرَّدِ عَلَى مَا إذَا كَانَ الْعَاضِلُ الْأَبَ أَوْ الْجَدَّ لِثُبُوتِ الْخِيَارِ لَهَا عِنْدَ تَزْوِيجِ غَيْرِهِمَا فَكَذَا عِنْدَ تَزْوِيجِ الْقَاضِي نِيَابَةً عَنْهُ (قَوْلُهُ عِنْدَ فَوْتِ الْكُفْءِ) أَيْ خَوْفَ فَوْتِهِ (قَوْلُهُ أَيْ بِامْتِنَاعِهِ عَنْ التَّزْوِيجِ) أَيْ مِنْ كُفْءٍ بِمَهْرِ الْمِثْلِ، أَمَّا لَوْ امْتَنَعَ عَنْ غَيْرِ الْكُفْءِ، أَوْ لِكَوْنِ الْمَهْرِ أَقَلَّ مِنْ مَهْرِ الْمِثْلِ، فَلَيْسَ بِعَاضِلٍ ط وَإِذَا امْتَنَعَ عَنْ تَزْوِيجِهَا مِنْ هَذَا الْخَاطِبِ الْكُفْءِ لِيُزَوِّجَهَا مِنْ كُفْءٍ غَيْرِهِ اسْتَظْهَرَ فِي الْبَحْرِ أَنَّهُ يَكُونُ عَاضِلًا قَالَ وَلَمْ أَرَهُ وَتَبِعَهُ الْمَقْدِسِيَّ وَالشُّرُنْبُلالی، وَاعْتَرَضَهُ الرَّمْلِيُّ بِأَنَّ الْوِلَايَةَ بِالْعَضْلِ تَنْتَقِلُ إلَى الْقَاضِي نِيَابَةً لِدَفْعِ الْأَضْرَارِ بِهَا وَلَا يُوجَدُ مَعَ إرَادَةِ التَّزْوِيجِ بِكُفْءٍ وَغَيْرِهِ، آه، قُلْتُ: وَفِيهِ نَظَرٌ لِأَنَّهُ مَتَى حَضَرَ الْكُفْءُ الْخَاطِبُ لَا يَنْتَظِرُ غَيْرَهُ خَوْفًا مِنْ فَوْتِهِ وَلِذَا تَنْتَقِلُ الْوِلَايَةُ إلَى الْأَبْعَدِ عِنْدَ غَيْبَةِ الْأَقْرَبِ كَمَا مَرَّ، نَعَمْ لَوْ كَانَ الْكُفْءُ الْآخَرُ حَاضِرًا أَيْضًا وَامْتَنَعَ الْوَلِيُّ الْأَقْرَبُ مِنْ تَزْوِيجِهَا مِنْ الْكُفْءِ الْأَوَّلِ لَا يَكُونُ عَاضِلًا لِأَنَّ الظَّاهِرَ مِنْ شَفَقَتِهِ عَلَى الصَّغِيرَةِ أَنَّهُ اخْتَارَ لَهَا الْأَنْفَعَ لِتَفَاوُتِ الْأَكْفَاءِ أَخْلَاقًا وَأَوْصَافًا فَيَتَعَيَّنُ الْعَمَلُ بِهَذَا التَّفْصِيلِ وَاَللَّهُ أَعْلَمُ (قَوْلُهُ وَلَا يَبْطُلُ تَزْوِيجُهُ) يَعْنِي تَزْوِيجَ الْأَبْعَدِ حَالَ غَيْبَةِ الْأَقْرَبِ، وَكَانَ الْأَوْلَى ذِكْرَ هَذِهِ الْجُمْلَةِ بَعْدَ قَوْلِهِ وَلِلْوَلِيِّ الْأَبْعَدِ التَّزْوِيجُ بِغَيْبَةِ الْأَقْرَبِ ط. (ردالمحتار، فروع ليس للقاضی تزويج الصغيرة بنفسه: ۸۲/۳-۸۳، دارالفكر بيروت، انيس)

شرنبلالی کے رسالہ کشف العضل فی من عضل سے اس کی بہت سی تائیدات نقل فرمائی ہیں۔(فمن رام التفصيل فليراجعه حواشي البحر: ۱۳۶/۳)(۱)

(۱) (قَوْلُهُ وَإِذَا خَطَبَهَا كُفْءٌ وَعَضَلَهَا الْوَلِيُّ تَثْبُتُ الْوِلَايَةُ لِلْقَاضِي) قَالَ الرَّمْلِيُّ تَقَدَّمَ الْإِجْمَاعُ عَلَى أَنَّهَا تَنْتَقِلُ إلَى الْأَبْعَدِ فَيُحْمَلُ مَا هُنَا عَلَى مَنْ لَيْسَ لَهَا وَلِيٌّ أَبْعَدُ،آه.وَيُؤَيِّدُهُ قَوْلُ الْمُؤَلِّفِ وَبِهِ انْدَفَعَ مَا ذَكَرَهُ السُّرُوجِيُّ إلَخْ لَكِنْ لِلشُّرُنْبُلَالِيِّ رِسَالَةٌ سَمَّاهَا"كَشْفُ الْمُعْضَلِ فِيمَنْ عَضَلَ"حَقَّقَ فِيهَا عَكْسَ مَا فَهِمَهُ الْمُؤَلِّفُ وَالرَّمْلِيُّ وَأَيَّدَهُ بِالنُّقُولِ فَلَا بَأْسَ بِإِيرَادِ حَاصِلِهَا هُنَا فَنَقُولُ: قَالَ ابْنُ الشِّحْنَةِ عَنْ الْغَايَةِ عَنْ رَوْضَةِ النَّاطِفِيِّ إنْ كَانَ لِلصَّغِيرَةِ أَبٌ امْتَنَعَ عَنْ تَزْوِيجِهَا لَا تَنْتَقِلُ الْوِلَايَةُ إلَى الْجَدِّ،آه.وَنَقَلَهُ أَيْضًا عَنْ أَنْفَعِ الْوَسَائِلِ عَنْ الْمُنْتَقَى وَنَصُّهُ: إذَا كَانَ لِلصَّغِيرَةِ أَبٌ امْتَنَعَ عَنْ تَزْوِيجِهَا لَا تَنْتَقِلُ الْوِلَايَةُ إلَى الْجَدِّ بَلْ يُزَوِّجُهَا الْقَاضِي،آه.وَكَذَا نَقَلَ الْمَقْدِسِيُّ عَنْ الْغَايَةِ أَنَّهُ ثَبَتَ لِلْقَاضِي نِيَابَةً عَنْ الْعَاضِلِ فَلَهُ التَّزَوُّجُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي مَنْشُورِهِ، وَكَذَا نَقَلَ فِي النَّهْرِ عَنْ الْمُحِيطِ أَنَّهُ تَنْتَقِلُ إلَى الْحَاكِمِ وَنَصَّ فِي الْفَيْضِ بِمَا مَرَّ عَنْ الْمُنْتَقَى وَقَالَ الزَّيْلَعِيُّ عِنْدَ قَوْلِهِ وَلِلْأَبْعَدِ التَّزْوِيجُ بِغَيْبَةِ الْأَقْرَبِ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ بَلْ يُزَوِّجُهَا الْحَاكِمُ اعْتِبَارًا بِعَضْلِهِ وَقَالَ فِي الْبَدَائِعِ.وَالشَّافِعِيُّ يَقُولُ إنَّ وِلَايَةَ الْأَقْرَبِ بَاقِيَةٌ كَمَا قَالَ زُفَرُ إلَّا أَنَّهُ امْتَنَعَ دَفْعُ حَاجَتِهَا مِنْ قِبَلِ الْأَقْرَبِ مَعَ قِيَامِ وِلَايَتِهِ عَلَيْهَا بِسَبَبِ الْغَيْبَةِ فَتَثْبُتُ الْوِلَايَةُ لِلسُّلْطَانِ كَمَا إذَا خَطَبَهَا كُفْءٌ وَامْتَنَعَ الْوَلِيُّ مِنْ تَزْوِيجِهَا مِنْهُ لِلْقَاضِي أَنْ يُزَوِّجَهَا، وَالْجَامِعُ دَفْعُ الضَّرَرِ عَنْهَا، ثُمَّ قَالَ فِي تَقْرِيرِ دَلِيلِنَا وَبِهِ تَبَيَّنَ أَنَّ نَقْلَ الْوِلَايَةِ إلَى السُّلْطَانِ أَيْ حَالَ غَيْبَةِ الْأَقْرَبِ بَاطِلٌ؛ لِأَنَّ السُّلْطَانَ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ وَهَاهُنَا لَهَا وَلِيٌّ أَوْ وَلِيَّانِ فَلَا تَثْبُتُ الْوِلَايَةُ لِلسُّلْطَانِ إلَّا عِنْدَ الْعَضْلِ مِنْ الْوَلِيِّ وَلَمْ يُوجَدْ،آه.وَقَالَ فِي التَّسْهِيلِ وَلَيْسَ هَذَا كَالْعَضْلِ فَإِنَّهُ ثَمَّةَ صَارَ ظَالِمًا بِالِامْتِنَاعِ فَقَامَ السُّلْطَانُ مَقَامَهُ فِي دَفْعِ الظُّلْمِ وَالْأَقْرَبُ غَيْرُ ظَالِمٍ فِي سَفَرِهِ خُصُوصًا الْحَجَّ،آه.وَنَحْوُهُ فِي شَرْحِ الْمَجْمَعِ الْمَلَكِيِّ فَهَذِهِ النُّقُولُ تُفِيدُ الِاتِّفَاقَ عِنْدَنَا عَلَى ثُبُوتِهَا بِعَضْلِ الْأَقْرَبِ لِلْقَاضِي فَقَطْ، وَأَمَّا مَا فِي الْخُلَاصَةِ وَالْبَزَّازِيَّةِ مِنْ أَنَّهَا تَنْتَقِلُ إلَى الْأَبْعَدِ بِعَضْلِ الْأَقْرَبِ إجْمَاعًا فَالْمُرَادُ بِالْأَبْعَدِ الْقَاضِي؛ لِأَنَّهُ آخِرُ الْأَوْلِيَاءِ فَالتَّفْضِيلُ عَلَى بَابِهِ وَإِلَّا نَاقَضَهُ مَا مَرَّ الْمُفِيدُ وِلَايَةَ الْقَاضِي إجْمَاعًا وَيَدُلُّ عَلَيْهِ ذِكْرُ صَاحِبِ الْفَيْضِ كَلَامَ الْخُلَاصَةِ بَعْدَ قَوْلِهِ إنَّ تَزْوِيجَهُ هُنَا نِيَابَةٌ عَنْ الْعَاضِلِ بِإِذْنِ الشَّرْعِ لَا بِغَيْرِهِ فَهُوَ نَصٌّ فِي أَنَّ الْمُرَادَ بِالْأَبْعَدِ الْقَاضِي وَمَا ذَكَرَ فِي الْبَحْرِ وَرَدَّ بِهِ عَلَى السُّرُوجِيِّ لَوْ نَظَرَ إلَى مَا مَرَّ مَا وَسِعَهُ أَنْ يَقُولَهُ بَلْ صَارَ كَالْمُتَنَاقِضِ حَيْثُ ذَكَرَ بَعْدَهُ بِنَحْوِ سَطْرٍ مَا يُخَالِفُهُ،آه،مُلَخَّصًا،وَمَنْ رَامَ الزِّيَادَةَ فَلْيَرْجِعْ إلَى تِلْكَ الرِّسَالَةِ فَإِنَّ فِيهَا زِيَادَةَ تَحْقِيقٍ.وَيُمْكِنُ أَنْ يُجَابَ بِحَمْلِ مَا فِي الْخُلَاصَةِ عَلَى مَا إذَا لَمْ يَكُنْ قَاضٍ، هَذَا وَمَا فِي الْمِنَحِ مِنْ قَاضِي خَانْ أَنَّهُ مَا دَامَ لِلصَّغِيرِ قَرِيبٌ فَالْقَاضِي لَيْسَ بِوَلِيٍّ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَعِنْدَ صَاحِبَيْهِ مَا دَامَ عَصَبَةً آه.

قَالَ الْمَرْحُومُ حَامِدٌ أَفَنْدِي الْعِمَادِيُّ فِي فَتَاوِيهِ إنَّ قَاضِي خَانْ ذَكَرَ هَذِهِ الْعِبَارَةَ فِي تَعْدَادِ الْأَوْلِيَاءِ فِي مَسْأَلَةِ الْعَضْلِ فَفِي نَقْلِ الْمِنَحِ لَهَا فِي هَذَا الْمَحَلِّ تَسَامُحٌ،آه.أَيْ: أَنَّ مَا فِي الْخَانِيَّةِ بَيَانٌ لِرُتْبَةِ وِلَايَةِ الْقَاضِي وَأَنَّهَا مُؤَخَّرَةٌ عَنْ الْعَصَبَاتِ وَذَوِي الْأَرْحَامِ وَعِنْدَهُمَا عَنْ الْعَصَبَاتِ فَقَطْ، وَقَدْ عَلِمْت أَنَّ تَزْوِيجَ الْقَاضِي عِنْدَ عَضْلِ الْأَقْرَبِ لَيْسَ بِطَرِيقِ الْوِلَايَةِ بَلْ بِطَرِيقِ النِّيَابَةِ وَلِذَا يَثْبُتُ لَهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي مَنْشُورِهِ، وَاَللَّهُ أَعْلَمُ (قَوْلُهُ وَهُوَ الظَّاهِرُ وَلَمْ أَرَهُ صَرِيحًا) قَالَ الرَّمْلِيُّ هَذَا الظَّاهِرُ غَيْرُ ظَاهِرٍ إذْ الْوِلَايَةُ بِالْعَضْلِ نِيَابَةً إنَّمَا انْتَقَلَتْ لِلْقَاضِي لِدَفْعِ الْأَضْرَارِ بِهَا وَلَا يُوجَدُ مَعَ إرَادَةِ التَّزْوِيجِ بِكُفْءٍ غَيْرِهِ تَأَمَّلْ،آه.

قُلْتُ: فِيهِ أَنَّهُ قَدْ يُرِيدُ أَنْ يُزَوِّجَهَا مِنْ كُفْءٍ آخَرَ لَا تُحِبُّهُ وَلَا تَرْضَى بِهِ فَإِذَا امْتَنَعَ مِنْ تَزْوِيجِهَا مِمَّنْ تَرْضَى بِهِ يَلْزَمُ مَنْعُهَا عَنْ التَّزَوُّجِ أَصْلًا.وَقَدْ يُقَالُ إنَّ الْكَلَامَ فِي الصَّغِيرَةِ وَلَا عِبْرَةَ بِرِضَاهَا وَعَدَمِهِ بَلْ يَنْبَغِي التَّفْصِيلُ بِأَنْ يُقَالَ إنْ كَانَ الْكُفْءُ الْآخَرُ حَاضِرًا وَامْتَنَعَ الْأَبُ مِنْ تَزْوِيجِهَا مِنْ الْأَوَّلِ وَأَرَادَ تَزْوِيجَهَا مِنْ الثَّانِي لَا يَكُونُ عَاضِلًا؛ لِأَنَّ شَفَقَتَهُ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ اخْتَارَ لَهَا الْأَنْفَعَ أَمَّا لَوْ حَضَرَ كُفْءٌ وَامْتَنَعَ مِنْ تَزْوِيجِهَا لَهُ وَأَرَادَ انْتِظَارَ كُفْءٍ آخَرَ فَهُوَ عَاضِلٌ؛ لِأَنَّهُ مَتَى حَضَرَ الْكُفْءُ لَا يُنْتَظَرُ غَيْرُهُ خَوْفًا مِنْ فَوْتِهِ وَلِذَا تَنْتَقِلُ الْوِلَايَةُ إلَى الْأَبْعَدِ إذَا غَابَ الْأَقْرَبُ كَمَا مَرَّ وَاَللَّهُ أَعْلَمُ.(منحة الخالق على البحر الرائق،باب الأولياء والأكفاء فى النكاح: ۱۳۶/۳-۱۳۷،دار الكتاب الإسلامى بيروت،انيس)

خلاصہ حکم:

لہذا جب ایک کفو کی طرف سے مسماۃ جہانگیر النساء بیگم کے نکاح کی طلب ہوئی اور اس کے ماموں تلاوت علی خانے جو ولی بعید ہیں، اس کا نکاح کر دیا تو یہ نکاح ولی اقرب یعنی لیاقت النساء بیگم کی اجازت پر موقوف تھا تو اب غور طلب امر یہ ہے کہ جس وقت لیاقت النساء کو اس نکاح کا علم ہوا، انہوں نے اس کی اجازت صراحتاً دی، یا نہیں اور اگر نہیں دی تو کوئی معقول عذر ایسا پیش کیا کہ کوئی دوسری جگہ کفو کے اندر موجود ہے، جس سے وہ نکاح کرنا چاہتی ہے اور اس طرف سے بھی طلب موجود ہے، یا ایسا عذر پیش نہیں کیا؛ بلکہ بلا وجہ انکار کیا۔

صورت اولی میں کہ لیاقت النساء بیگم اجازت صراحتاً دے دی ہو، نکاح نافذ وصحیح ہو گیا، اب اس کو نکاح فسخ کرانے کا کوئی حق نہیں۔

صورت ثانیہ میں کوئی عذر معقول انکار کے لیے پیش کیا ہے تو جو نکاح تلاوت علی خان نے کیا تھا، باطل ہو گیا اور اب لیاقت النساء کے ہوتے ہوئے کسی کو جہانگیر النساء کا نکاح بحالت صغرسنی کرانے کا حق نہیں۔

صورت ثالثہ میں کہ نکاح مذکور سے انکار بلا وجہ کیا، اس کی جگہ اجازت بجائے لیاقت النساء قاضی شرعی کی طرف منتقل ہوگئی، اگر قاضی نے جائز رکھا تو وہ نکاح جائز ونافذ ہو گیا؛ لیکن درصورت جواز بھی بعد بلوغ لڑکی کو فسخ نکاح کا اختیار ہوگا، **صرح به الشامی و الدر المختار.**

ہاں اس جگہ ایک چوتھی صورت بھی محتمل ہے، وہ یہ کہ قاضی اس جگہ موجود نہ ہو، جیسا کہ عام بلاد ہند میں ہے تو پھر ولی اقرب سے ولایت منتقل ہو کر قاضی کے ولی بعید ہی کی طرف پہنچتی ہے تو اس صورت میں جو نکاح ولی بعید تلاوت علی خان نے کیا تھا، نافذ وصحیح ہو جائے گا، بشرطیکہ اب مکرر اس کی اجازت دے، **كما فى الدر المختار: ولو تحولت الولاية إليه؛ يعنى الأبعد لم يجز إلا بإجازته بعد التحويل، انتهى.**

پھر اس صورت میں بھی لڑکی کو خیار بلوغ دیا جائے گا۔

والدليل عليه ما فى حواشى البحر للشامى: ويمكن ان يجاب بحمل ما فى الخلاصة على ما إذا لم يكن قاضى، انتهىٰ. (البحر الرائق: ۱۳۶/۳)

يعنى: أن الانتقال إلى الولى البعيد الذى صرح به فى الخلاصة إنما يكون إذا لم يكن ثم قاض والله تعالىٰ أعلم

کتبہ: محمد شفیع غفرلہ، الجواب صحیح بندہ اصغر حسین عفا اللہ عنہ، الجواب صحیح: محمد رسول خان عفی عنہ۔ (امداد المفتین: ۴۵۰/۲)

نابالغ کی طرف سے ولی کا ایجاب وقبول:

سوال: ایک شخص اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح لڑکی کی رضامندی سے ایک تین سال عمر کے لڑکے کے ساتھ جائز ولی

کی قبولیت سے کردیتا ہے، چند یوم بعد فریقین علما سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا ایسی صورت میں یہ لڑکا اپنی منکوحہ کو طلاق دینے کا اختیار رکھتا ہے، یا نہیں؟ اس قسم کے فتوے طلب کرنے کے بعد بالآخر لڑکے کے نکاح کو کالعدم تصور کرکے لڑکے سے طلاق حاصل کئے بغیر لڑکے کی منکوحہ کا نکاح ایک دوسری جگہ کردیتے ہیں اور عذر گناہ یہ تراشتے ہیں کہ اگرچہ لڑکے کی طرف سے جائز ولی قبول کنندہ ہو، لڑکے کا نکاح عندالشرع مسلم نہ ہوگا۔

(۲) یا بصورت دیگر اگر لڑکے سے بالفرض طلاق حاصل کی جائے تو لڑکے کی طلاق مشروع ہوگی، یا غیر مشروع۔

(۳) مذکورہ بالاصورت میں نکاح اول صحیح رہا، یا دوسرا؟ نکاح ثانی کے نکاح خواں اور حاضرین مجلس کے اپنے نکاح باقی رہیں گے، یا ان کو تجدید نکاح وتجدید کلمہ ضروری ہے؟

(۴) اگر ان کو تجدید نکاح وغیرہ ضروری ہے اور وہ اس کے لیے تیار نہ ہوں تو ایسے محرمات الٰہیہ کو مستحل سمجھنے والے سے مجلسی اور خانگی تعلقات رکھنے کیسے ہیں؟

(المستفتی: ۲۱۱۰، ایم۔ حافظ عبدالستار (ملتان) ۹/ شوال ۱۳۵۶، مطابق ۱۳/ دسمبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

یہ عذر کہ بوقت نکاح شوہر بچہ تھا؛ اس لیے نکاح صحیح نہیں ہوا، اگرچہ قبول اس کے جائز ولی نے کیا تھا، غلط اور مہمل ہے، جائز ولی کے قبول کرنے سے نکاح صحیح ہوگیا، (۱) اور حنفیوں کے نزدیک نابالغ، (۲) اور اس کے ولی کی طلاق غیر معتبر ہے۔ (۳) پس صورت مسئولہ میں نکاح اول قائم ہے اور اس کی صحت اور قیام کی صورت میں نکاح ثانی ناجائز ہے، (۴) جو لوگ نکاح ثانی میں شریک تھے اور ان کو نکاح اول کا علم تھا، وہ سب گنہگار ہوئے، ان پر توبہ واجب ہے، ان کے کفر کا حکم کرنا لازم نہیں، ہاں توبہ کرنی لازم ہے۔ (۵)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۸۶/۵)

---

(۱) وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة. (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۶۵/۳، سعید)

(۲) فلایصح طلاق صبی. (الدرالمختار، کتاب الحجر: ۱۴۴/۶، سعید)

(۳) وأھلہ زوج عاقل بالغ، الخ) وفی الرد: احترز بالزوج عن سید العبد ووالد الصغیر. (ردالمحتار، کتاب الطلاق: ۲۳۰/۳، سعید)

(۴) لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ وکذلک المعتدة. (الفتاویٰ الھندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث فی المحرمات: ۲۸۰/۱، ماجدیة)

(۵) یجب ان یعلم انہ إذا کان فی المسئلة وجوہ توجب التکفیر ووجہ واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی أن یمیل إلی الوجہ الذی یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم إن کانت نیة القائل الوجہ الذی یمنع التکفیر فھو مسلم ... وإن لم تکن لہ نیة حمل المفتی کلامہ علی وجہ لا یجوب التکفیر ویؤمر بالتوبة والاستغفار واستجداد النکاح. (الفتاویٰ التتارخانیة: ۴۵۸/۵))

بچوں کی پرورش کرنے والا ولی نکاح نہیں:

سوال: لڑکی کی پرورش ابتدا سے دوسرے شخص نے کی ہے اور ولی زندہ ہے۔ اب شرعاً لڑکی ولی کون ہے؟

الجواب

محض پرورش کرنے سے آدمی ولی نہیں بن جاتا، جس کو شریعت نے ولی مقرر کیا ہے، وہ ہی ولی ہے۔

"**ولو كان الصغير والصغيرة في حجر رجل يعولهما كالملتقط ونحوه، فإنه لا يملك تزويجهما، كذا في فتاویٰ قاضي خان**". (عالمگیری: ۲۹۲/۲)(۱)

پس اس پرورش کرنے والے کو بغیر ولی کی اجازت کے نکاح کر دینے کا اختیار نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۶/۲/۷ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۸/صفر/۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۸۷/۱۱)

پرورش سے حق ولایت حاصل نہیں ہوتا:

سوال: ہندہ کو ایک عورت اور اس کے شوہر نے حالت یتیمی میں چھ سات برس کی عمر سے بوجہ نہ ہونے ماں باپ کے پرورش کیا۔ جب ہندہ کی عمر بارہ برس کی یا کچھ زیادہ کی ہوگئی تو ایک شخص نے اپنی وکالت سے نکاح کر دیا اور رخصت نہیں کیا۔ اقرار بالغ ہوجانے کا کیا۔ بعد میں اس شخص کے فعل لڑکی کے مصنوعی ماں باپ کو بھی معلوم ہوئے کہ لڑکا چور ہے۔ علاوہ ازیں جو کچھ اس کے متعلق فعل ہیں سب کرتا ہے۔ اب ہندہ بالغ ہوئی ہے اور اس کو وہ نکاح جو کہ مصنوعی ماں باپ نے کیا ہے منظور نہیں ہے۔ آیا وہ نکاح عنداللہ وعندالرسول فسخ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

(ازمولوی محمد ابراہیم دہلوی)

صورت مذکورہ میں ہندہ کو اختیار فسخ نکاح حاصل ہے اور صورت اس کی یہ ہے کہ وہ معاً بلوغ؛ یعنی ایام شروع ہوتے ہی دو گواہوں کے سامنے کہے کہ میں نے اپنے اس نکاح کو فسخ کر دیا، پس یہ نکاح فسخ ہوجائے گا،(۲) اور بہتر یہ ہے کہ اس فتوے کو حاکم وقت کے یہاں پیش کر کے تصدیق کرالے؛ تاکہ شوہر کو کوئی فساد کا موقع نہ رہے۔ (محمد ابراہیم)

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۸٤/۱، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه

"والرجل الذي يعول الصغير أو الصغيرة، فلا ولاية له في إنكاحهما". (المحيط البرهاني: ۱۵۸/۳، الفصل التاسع في معرفة الأولياء، غفارية)

(۲) فإن زوجها غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء قام على النكاح وإن شاء فسخ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، باب في الأولياء: ۲۱۷/۲، شركة علمية)

(از حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ)

ہوالموفق، سوال سے ظاہر ہے کہ ہندہ کو ایسے شخصوں نے پالا جو اس کے ساتھ کوئی تعلق نسبتی نہیں رکھتے۔ نیز سائل سے معلوم ہوا کہ ہندہ کا کوئی ولی نسبتی موجود نہیں ہے، نہ قریب نہ بعید۔ ایسی حالت میں ہندہ کا نکاح، یا تو بعد بلوغ خود ہندہ کی اجازت سے،(۱) یا قاضی شرعی کی اجازت سے صحیح ہوسکتا تھا، (۲) یہ لوگ جنہوں نے نکاح کیا ہے، محض فضولی ہے، (۳) اور ہندہ وقت نکاح خود نابالغ تھی اور فضولی کا کیا ہوا نکاح اس وقت موقوف ہوتا ہے، جب کہ کوئی مجیز یعنی کوئی نافذ کرنے والا عقد کے وقت موجود ہو اور صورت سوال میں ایسا نہیں ہے؛ کیوں کہ یہاں مجیز عقد، یا تو خود ہندہ ہوسکتی تھی (اگر بالغ ہوتی)، یا قاضی شرعی؛ لیکن ہندہ نابالغ ہے اور قاضی شرعی ہندوستان میں موجود نہیں، لہٰذا یہ نکاح باطل ہے، منعقد ہی نہیں ہوا، فسخ کرنے کرانے کی ضرورت ہی نہیں۔

وما لا مجيز له أی ما ليس له من يقدر علی الإجازة يبطل كما إذا كانت تحته حرة فزوجه الفضولی أمة أو اخت امرأته أو خامسة أو زوجة معتدة أو مجنونة أو صغيرة يتيمة فی دار الحرب أو إذا لم يكن سلطان ولا قاض لعدم من يقدر علی الإمضاء حالة العقد فوقع باطلاً، انتهی. (رد المحتار نقلاً عن الفتح)(۴)

محمد کفایت اللہ، مدرس مدرسہ امینیہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۵/۵۵)

تین برس کی بچی کا نکاح:

سوال: زید وعمر میں دنیاوی معاملات میں جھگڑا وفساد ہوگیا، اس فساد میں زید کے ہاتھ سے عمر مارا گیا۔ بعد اس میں اتفاق کرنے کی غرض سے زید کے برادر سے اپنی لڑکی نابالغہ جس کی عمر تین سال یا چار سال ہوگی، عمر مقتول کے برادر خالد سے نکاح کروایا، اس واقعہ کو ۱۲/سال کا عرصہ گزر گیا ہے اور لڑکی اپنے والدین کے ہاں موجود ہے۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ اس نابالغہ لڑکی کا نکاح خالد مذکور کے ساتھ جائز ہے، یا نہیں؟ اگر ہے تو نکاح کے فسخ کی کیا صورت کی جائے؟ مہربانی فرما کر تمام شبہات کو دفع فرما کر مکمل جواب بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

یہ نکاح لازم ہوگیا، اس کو خیار، بلوغ کے ذریعے بھی فسخ کرانا درست نہیں، البتہ اگر خالد طلاق دے دے، تب دوسری جگہ نکاح درست ہوگا۔

---

(۱) صغيرة زوجت نفسها ولا ولی ولا حكم ...توقف ونفذ بإجازتها بعد بلوغها. (الدر المختار، باب الولی: ۳/۸۰، سعيد)

(۲) وإذا عدم الأولياء فالولاية إلی الإمام والحاكم لقوله عليه السلام: "السلطان ولی من لا ولی له". (الفتاویٰ الهندية، باب فی الأولياء: ۲/۳۱۹، شركة عليمة)

(۳) ولو كان الصغير والصغيرة فی حجر يعولها كالملتقط ونحوه فإنّه لا يملك تزويجها. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ۱/۲۸۴، ماجدية)

(۴) فروع ليس للقاضی تزويج الصغيره نفسه: ۳/۸۰، دار الفكر بيروت، انيس

"إذا زوجهما:أی الصغیر ة الأب أو الجد،فإنه لا خیار لهما بعد بلوغهما". (البحرالرائق:۱۴۰/۳)(۱)فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ، صحیح :عبد اللطیف۔ (فتاویٰ محمودیہ:۴۷۰/۱۱)

نابالغ کا نکاح ولی کے ایجاب وقبول سے ہوتا ہے:

سوال: نابالغ بچوں کا نکاح صرف والد کے ہی ایجاب وقبول سے ہوتا ہے، یا ہر جائز ولی بھائی چچا وغیرہ کے ایجاب وقبول سے بھی؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ

صغیر اور صغیرہ کا نکاح ان کے ہر ولی جائز کے ایجاب وقبول سے منعقد ہوجاتا ہے؛ لیکن ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد کو نکاح کا حق حاصل نہیں ہے، پس اس میں اب وجد ودیگر اولیا حسب درجات یکساں ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۸/۸)

بلا ولی اصلی کی اجازت کے نابالغہ کا نکاح درست نہیں:

سوال: محمد بخش فوت ہوگیا، ایک لڑکی صغیرہ سالہ اور ایک عورت اور دو چچا زاد بھائی محمد سعید محمد صالح، محمد سعید جو ولی اصلی ہے، اس کے فرزند نے بغیر رضا واجازت باپ کے نابالغہ کا نکاح کردیا، جب ولی اصلی کو خبر ہوئی تو اس نے مجلس عام میں کہہ دیا کہ یہ نکاح جو میرے لڑکے نے کردیا ہے، اس پر میں راضی نہیں ہوں۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ

بدون ولی اصلی کی رضامندی واجازت کے نابالغہ کا نکاح صحیح نہیں ہوسکتا، پس ولی کے فرزند نے بموجودگی ولی کے جو نکاح نابالغہ کا بدون اجازت ورضامندی ولی کے اور بعد نکاح کے ولی نے اس نکاح سے انکار کردیا اور اس کو رد کردیا تو وہ نکاح باطل ہوگیا۔ (ہکذا فی الدرالمختار وغیرہ)(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴۱/۸-۴۲)

بغیر اجازت ولی نابالغہ کا نکاح درست نہیں:

سوال: ہندہ کا نکاح بحالت نابالغی زید کے ساتھ ہوا اور کوئی ولی ہندہ کا بوقت نکاح موجود نہیں تھا، آیا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) البحر الرائق، باب الأولیاء والأکفاء:۲۱۱/۳،رشیدیه/"فإن زوجها الأب أو الجد؛ یعنی الصغیر والصغیرة، فلا خیالهما بعد بلوغهما، الخ" (الهدایة)باب فی الأولیاء والأکفاء: ۳۱۷/۲،شرکة علمیه،ملتان)

(۲) فلو زوج الولی الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته.(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار،باب الولی: ۴۳۲/۲،ظفیر)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

نابالغہ کا نکاح بدون اجازت ولی کے نہیں ہوتا۔

کذا فی الدر المختار: (وهو) أي الولي (شرط) صحة (نكاح صغير ،الخ). (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۷۱)

اگر ولی نابالغہ کا نکاح نہ کرے تو اس کا نکاح کیسے ہوگا:

سوال: نابالغہ کے اولیاء مساوی کئی ہوں اور ہر ایک دوسرے کو یہ الزام دے کہ نابالغہ کا مال تلف کرنے کے لیے یہ فلاں شخص سے نکاح کر دینا چاہتا ہے، یا اپنا حقیقی بھائی اور حقیقی چچا ایک دوسرے کو اسی الزام کی وجہ کر نکاح میں تعویق ڈالیں تو ایسی صورت میں نابالغہ کا نکاح کیا باجازت قاضی ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ولی اقرب اگر عاضل ہو تو ولی ابعد ولایت نکاح کا حقدار ہے اور ولی ابعد سے مراد قاضی ہے۔ صورت مسئولہ میں جب قاضی کے نزدیک ولی کا عضل ثابت ہو، تب وہ نابالغہ کے نکاح کا حق رکھتا ہے، محض الزام سے عضل ثابت نہیں ہوگا۔ بھائی اور چچا کی ولایت مساوی نہیں ہے۔ بھائی ولی اقرب ہے اور چچا ولی ابعد؛ اس لیے بھائی کے رہتے ہوئے چچا کو نکاح کر دینے کا حق ہی نہیں ہے۔

عالمگیری، کتاب النکاح: ۴۰۲ میں ہے:

وأجمعوا أن الأقرب إذا عضل ينتقل الولاية إلى الأبعد، كذا في الخلاصة، غاب الولي أو عضل أو كان الأب والجد فاسقا فللقاضي أن يزوّجها من كفء، كذا في الوجيز للكردري. (۲) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۸/۸/۱۳۵۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۳۰۱-۳۰۲)

نابالغہ کا نکاح ولی نہ کرے تو کون کرے:

سوال: ایک نابالغہ لڑکی کے نکاح کی چند وجوہ سے نانی کو ضرورت پیش آئی کہ ولی لڑکی کا حقیقی چچا ہے، جو عرصہ دراز سے صریح دشمن ہے، جب نانی نے اجازت طلب کی تو اس نے کہا ہم سے کوئی تعلق نہیں، ہم نہیں جانتے۔ علاوہ ازیں ایک اور دور کے رشتہ کے چچا ہیں اور ماں تو ایسی صورت میں یا غیر حقیقی چچا کی طرف ولایت، یا اختیار اجازت منتقل ہوگا، یا نہیں؟ یا کوئی ایسی صورت نکل سکتی ہے کہ نابالغہ ہونے کی صورت میں نکاح ہو سکے، جب کہ چچا کا یہ قول ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں جب لڑکی کا حقیقی چچا اس لڑکی کے نکاح کرنے کا منکر ہے اور نکاح کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو

---

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الولي: ۲/۴۰۷، ظفیر

(۲) الفتاویٰ الهندیه: ۲/ ۲۸۵، طبع بیروت لبنان

اس کے نکاح کرنے کی یہ صورت ہے کہ کسی مسلمان بااختیار حاکم کے یہاں درخواست دی جاوے اور وہ حاکم اس لڑکی کا نکاح اپنی طرف سے کردے، شامی: عن المفتی:

''إذا کان للصغیرۃ أب امتنع عن تزویجھا ،لا تنتقل الولایۃ إلی الجد، بل یزوجھا القاضی... وأما ما فی الخلاصۃ والبزازیۃ من أنھا تنتقل إلی الأبعد بعضل الأقرب، فالمراد بالأبعد القاضی؛ لأنہ آخر الأولیاء ،الخ''. (۴۳۳/۲)(۱)

صورتِ مذکورہ میں ماں یا غیر حقیقی چچا کو خود اس لڑکی کے نکاح کرنے کا حق شرعاً حاصل نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، ۱۳۵۲/۳/۳ھ۔

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ، صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۰۷/۱۱)

جس کا کوئی ولی نہ ہو، حاکم ولی ہے:

سوال: ایک عورت جو بطور طوائف اپنا پیشہ کرتی تھی، اسی اثنا میں اس کے ایک لرکی پیدا ہوئی، جس کا باپ معلوم نہیں، بعد اس عورت نے اپنا نکاح ایک شخص سے کرلیا اور آٹھ روز بعد انتقال کرگئی، عمر لڑکی کی دس سال ہے، سوتیلے باپ نے لڑکی کو ایک طوائف کے ہاتھ فروخت کرنا چاہا، اہل محلّہ نے مزاحمت کی، سوتیلے باپ نے جوائنٹ مجسٹریٹ کے یہاں نالش کردی، حاکم نے بعد تحقیقات لڑکی کو ایک معمر شخص کے سپرد کرکے ہدایت کردی کہ اس کا نکاح کسی محتاج شخص سے کردیا جائے، لہذا اس لڑکی کا نکاح ایک لڑکے سے کردیا، اب یہ نکاح جو سوتیلے باپ کی بلا اجازت ہوا، شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

سوتیلا باپ اس لڑکی کا ولی نہیں ہے؛ بلکہ ایسے لاوارث بچوں کے نکاح کا ولی حاکم ہی ہوتا ہے، لہذا نکاح مذکور درست ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۸/۸)

جس نابالغہ کا کوئی ولی نہ ہو، اس کا ولی قاضی ہوگا:

سوال: ایک لڑکی بارہ سالہ نابالغہ ہے، اس کی پرورش غیر شخص کررہا ہے، اس کی برادری کا کوئی آدمی نہیں ہے، باپ اس کا مجنون ہوکر کہیں چلا گیا ہے، اس کے نکاح کی اجازت کون دے گا؟

---

(۱) رد المحتار: ۸۲/۳، باب الولی ،سعید

''وأجمعوا أن الأقرب إذا عضل ، تنتقل الولایۃ إلی الأبعد ، غاب الولی أوعضل ، أو کان الأب أو الجد فاسقاً ، فللقاضی أن یزوجھا من کفء''. (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۲۸۵/۱، الباب الرابع فی الأولیاء ، رشیدیہ)

(۲) ثم للسلطان ثم لقاضی نص لہ فی منشورہ ثم لنوابہ. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار، باب الولی: ۴۳۰/۲، ظفیر)

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

منتظم نکاح کو چاہیے کہ دارالقضاء، پھلواری شریف میں قاضی شریعت سے اجازت لے کر نکاح کریں؛ کیوں کہ ایسی لڑکی کا ولی قاضی شریعت ہی ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۹۸/۴-۲۹۹)

باپ شرابی ہو تو قاضی کے نکاح کرا دینے کا حکم:

سوال: ایک شخص شرابی ہے اور دوسرے برے کاموں میں مبتلا ہے، اس کی ایک بچی ہے، جو اس وقت تقریباً ۹؍سال کی ہے، وہ اپنی بیٹی کا نکاح ایک ایسے شخص سے کرنا چاہتا ہے، جو اس سے بھی زیادہ فاسق وفاجر ہے، جب اس شخص کے بھائیوں کو علم ہوتا ہے تو وہ اس کو تسلیم نہیں کرتے اور فیصلہ کو عدالت میں لے جاتے ہیں اور قاضی اس بچی کا نکاح ان بھائیوں کے ایک لڑکے سے کر دیتا ہے اور والد اس نکاح پر راضی نہیں ہے، آیا اس طرح قاضی کا نکاح کرنا درست ہے، یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورتِ مسئولہ میں (جب کہ ایک شرابی شخص اپنی نابالغہ بچی کو اپنے ہی جیسے ایک فاسق وفاجر شرابی کے نکاح میں دینا چاہتا ہے تو) قاضی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس بچی کا نکاح اس کے کفوء میں مہر مثل، یا اس سے کچھ زیادہ میں کرادے۔ قاضی نے اس بچی کا نکاح چوں کہ اس کے چچا زاد بھائی سے کر دیا ہے، لہٰذا یہ نکاح درست اور منعقد ہے۔

لما في المحيط البرهاني (٥٦/٤): (كتاب النكاح الفصل التاسع في معرفة الأولياء): وفي المنتقى قال محمد رحمه الله: إن كان للصغيرة والد أوجد لم يزوجهما القاضي، وإن كان الجد أو الأب فاسقاً ينبغي للقاضي أن يزوجهما من الكفء.

وفي الهندية (٢٩٤/١، النكاح، الباب الخامس في الأكفاء): ولو زوج ولده الصغير من غير كفء بأن زوج ابنه أمة أو ابنته عبداً أو زوج بغبن فاحش بأن زوج البنت ونقص من مهرها أو زوج ابنه وزاد على مهر امرأته جاز وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى، كذا في التبيين، وعندهما لا تجوز الزيادة والحط إلا بما يتغابن الناس فيه قال بعضهم فأما أصل النكاح فصحيح والأصح أن النكاح باطل عندهما هكذا في الكافي والصحيح قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى... والخلاف فيما إذا لم يعرف سوء اختيار الأب مجانة أو فسقا أما إذا عرف ذلك منه فالنكاح باطل إجماعا وكذا إذا

---

(۱)　(ثم لقاض نص له عليه في منشوره). (تنوير الأبصار)

وسنذكر في مسئلة عضل الأقرب أنه تثبت الولاية فيها للقاضي وإن لم يكن في منشوره. (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ٣١٣/٢)

كان سكران لا يصح تزويجه لها إجماعا، كذا في السراج الوهاج.

وفي الشامية (٦٧/٣): قلت ومقتضى التعليل أن السكران أو المعروف بسوء الاختيار لو زوجها من كفء بمهر المثل صح لعدم الضرر المحض ومعنى قوله والظاهر من حال الصاحي أنه يتأمل أي أنه لوفور شفقته بالأبوة لا يزوج بنته من غير كفء أو بغبن فاحش إلا لمصلحة يزيد على هذا الضرر كعلمه بحسن العشرة معها وقلة الأذى ونحو ذلك وهذا مفقود في السكران وسيىء الاختيار إذا خالف لظهور عدم رأيه وسوء اختياره في ذلك. (نجم الفتاویٰ:۳۳/۵-۳۴)

ولی اقرب بدنیتی کی وجہ سے نکاح نہ کرے تو ولایت نکاح قاضی کو حاصل ہوگا:

سوال: شیخ وزیر علی نے انتقال کیا، دولڑکی محل اولیٰ سے ایک بالغہ اور دوسری نابالغہ اور محل ثانی سے ایک لڑکی نابالغہ ، زوجہ اور ایک چچازاد بھائی کو جو ہمیشہ سے علاحدہ رہتا تھا چھوڑا۔ وزیر علی نے کافی جائداد چھوڑ کر انتقال کیا ہے۔ اب لڑکی نابالغہ محل اولیٰ سے اس کی شادی درپیش ہے، جس کو تمام برادری کے لوگ چاہتے ہیں کہ لڑکی کی شادی لڑکی کے ماموں زاد بھائی سے ہو، اس لڑکی کا چچا بلا رضامندی برادری کے اپنے لڑکے سے جس کی شادی ہو چکی ہے اور بیوی موجود ہے، اس سے بسبب طمع مال کے زبردستی اپنی ولایت سے کرنا چاہتا ہے۔ قانونی ولی اس کی بہن ہے اور شرعاً چچا ہوگا۔ ایسی حالت میں بہن اس کا نکاح کرا سکتی ہے، یا نہیں؟ کیوں کہ چچا کہتا ہے کہ اگر برادری والے میرے لڑکے سے نہیں ہونے دیتے ہیں تو ہم دوسرے سے کر دیتے ہیں، حالاں کہ وہ مرد بھی شادی شدہ اور بیوی موجود ہے۔ اب حکم شریعت کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں ولی قریب چچا ہے؛(۱) مگر جب وہ بدنیتی سے ایک اچھی نسبت کو پسند نہ کر کے بُری جگہ کرنا چاہتا ہے تو وہ عاضل ہے اور عضل سے ولایت منقطع ہو جاتی ہے اور ولایت قاضی کی طرف لوٹتی ہے؛ اس لیے اس کی بہن محکمۂ قضاء پھلواری شریف میں درخواست دے اور پورے واقعات کو لکھے۔ اگر قاضی پر تحقیقات کے بعد چچا کا عضل ثابت ہوگا تو وہ خود اپنی ولایت سے نکاح کی اجازت دیں گے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۲/۴/۱۳۴۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۹۹/۴-۳۰۰)

چچا بدخواہ ہو تو نکاح کس کی اجازت سے ہوگا:

سوال: لڑکی کا ولی لڑکی کا بدخواہ ہو تو کوئی دوسرا ولی ہو سکتا ہے؟ تفصیل یہ ہے کہ مرحوم عبدالغفور کی آٹھ سالہ لڑکی

---

(۱) (الوالي في النكاح)...(العصبة بنفسه)...(على ترتيب الإرث والحجب). (الدر المختار: ٣١١/٢)

(۲) لو لم يزوّج الأقرب زوّج القاضي عند فوت الكفء (التزويج بعضل الأقرب) أي بامتناعه عن التزويج إجماعاً، خلاصة. (الدر المختار: ٣١٥/٢-٣١٦)

ہے، اس کا چچا اس کو اور اس کی ماں کو مرحوم عبد الغفور کے ترکہ سے حصہ دینا نہیں چاہتا ہے؛ بلکہ مرحوم عبد الغفور کی بڑی لڑکی کو سسرال سے بلوا کر بہکا کر ترکہ رجسٹری سے زائل کر دیا ہے اور عبد الغفور کی دوسری بیوی اور نابالغہ لڑکی مذکور کو اپنے مکان پر ناقابل برداشت تکلیف دی، یہاں تک کہ وہ اپنی لڑکی کو لے کر میکہ چلی آئی؛ اس لیے لڑکی کی ماں چاہتی ہے کہ اس کی شادی ایسی جگہ ہو کہ اس کا ترکہ لینے میں آسانی ہو تو کیا ماموں کی ولایت سے نکاح ہو سکتا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

صورت مسئولہ میں جب کہ اچھا لڑکا مل رہا ہو اور چچا اس سے نکاح کی اجازت نہ دے تو ایسی صورت میں وہ عاضل ہوگا اور حق ولایت ساقط ہوگا اور ولایت نکاح قاضی شریعت کو حاصل ہو جائے گی؛ اس لیے ایسی صورت پیش آئے تو قاضی شریعت پھلواری شریف سے اجازت طلب کی جائے تو نکاح درست ہوگا اور کسی ولی بعید کی اجازت سے نکاح درست نہ ہوگا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۳۰۰)

حکم تولیت نکاح یتیمہ :

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمی زید فوت ہو گیا، اس نے ایک بنت صغیرہ مسماۃ کریمہ زوجہ مسماۃ ہندہ اور ام مسمات زینب چھوڑی اور اپنے حیات میں ایک ذی علم متدین شخص وصی مقرر کیا اور صغیرہ مسماۃ کریمہ کی تزویج کو بھی اپنے وصی کے حوالے کر دیا، اب سوء اتفاق سے زندگی زوجہ ہندہ کو ایک شخص مفلس قلاش بغرض طبع اس کے جائداد کے بدراہ کر کے اس کو اس پر آمادہ کیا ہے کہ اپنا نکاح اس سے اور صغیرہ کریمہ کا نکاح اس کے بیٹے سے کر دے؛ لیکن صغیرہ کریمہ کی جدہ صحیحہ مسماۃ زینب کو اس امر سے سخت صدمہ اور الم اور اضطراب ہوتا ہے اور صغیرہ کو بھی تمام ضرر اور نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے، پس اس صورت میں جب وصی کو ولایت نکاح نہیں اور متون عند عدم العصبات ام کو ام الاب پر مقدم لکھتے ہیں؛ لیکن صاحب الدر المختار نے ولی کی تعریف میں **مالم یکن متهتكا** کا قید بھی لگایا ہے اور مسماۃ زینب یتیمہ کریمہ کا نکاح کسی اہل علم متدین مالدار سے کر دے تو نکاح صحیح ہوگا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ مہربانی فرما کر جواب شافی مدلل عنایت فرما دیں، جو مسئلہ واقعی اور ضروری ہے۔

الجواب ـــــــــــــــــــ

قال في الدر: فإن يكن عصبة فالولاية للأم ثم لأم الاب وفي القنية عكسه، آه.

قال الشامي: أي حيث قال فيها: أم الأب أولى في التزويج من الأم، قال في النهر: وحكى عن خواهر

---

(۱) لولم يزوّج الأقرب زوّج القاضي عند فوت الكفء. (الدر المختار) إذا كان للصغيرة أب امتنع عن تزويجها لاتنتقل الولاية إلى الجد بل يزوّجها القاضي. (ردالمحتار، باب الولي: ۲/۳۱۵)

زاده وعمر النسفي تقديم الأخت على الأم؛ لأنها من قوم الأب أي فيكون من اعتبر ترجيح قوم الأب يرجح الجدة للأب والأخت على الأم؛ لكن المتون على ذكر الأم عقب العصات،آه. (۵ ۱۲/۲)

قال في الدر: أباً أوجداً لم يعرف منهما سوء الاختيار مجانة وفسقا وإن عرف لم يصح النكاح إتفاقا،آه.

قال الشامي: والحاصل أن المانع هو كون الأب مشهوراً بسوء الاختيار قبل العقد فإذا لم يكن مشهوراً بذلك ثم زوج بنته من فاسق صح وإن تحقق بتلك أنه سيىء الاختيار واشتهر به عند الناس، فإن زوج بنتا أخرى من فاسق لم يصح العقد الثاني لأنه كان مشهوراً بسوء الاختيار قبله بخلاف العقد الأول لعدم وجود المانع قبله،آه. (۴۹۹/۲)

قلت: فعلى هذا لا يمكن سلب الولاية عن الأم بمجرد تهتكها، نعم لو افتى مفت في مثل تلك الحالة بتقديم أم الاب على الأم فللافتاء بذلك مجال لذهاب بعض المشائخ إلٰى تقديم قوم الأب على الأم فلينظر والله أعلم

صورت مسئولہ میں اگر جدہ صحیحہ یتیمہ مذکورہ کا نکاح بدون اجازت ام کردے اوراس کے مصالح دینیہ ودنیویہ کی پوری طرح رعایت کرے تو جدہ صحیحہ کا کیا ہوا نکاح صحیح ہوگا اوراگر بحالت عدم بلوغ نکاح کیا جائے تو لحاظ کفواور مہر مثل ضروری ہے غیر کفو میں، یا مہر مثل سے کم میں نکاح نہ کیا جاوے۔ واللہ اعلم

۲۶ رجمادی الاولی ۱۳۴۲ھ (امدادالاحکام: ۲۹۹/۳)

سوتیلا بھائی نابالغہ کے نکاح کی اجازت نہ دے تو قاضی اس کا ولی نکاح ہوگا:

سوال: زید نے مسماۃ مقیمن سے نکاح کیا اوراس سے ایک لڑکی ہندہ اورایک لڑکا اظہار عالم پیدا ہوا، بعدہ مسماۃ مقیمن مادراظہار عالم نے انتقال کیا اور بعد انتقال مقیمن کے زید نے داشتہ رکھا، جس کا نام مسماۃ مجیدن ہے اور بعد عرصہ کے مسماۃ مجیدن سے نکاح کرلیا اوراس محل ثانیہ سے چارلڑکیاں پیدا ہوئیں، اس کے بعد زید نے بھی انتقال کیا۔ بعد انتقال زید اظہار عالم نے اپنی جائداد متروکہ پدری میں داخل خارج میں صرف نام اپنا اوراپنی حقیقی بہن ہندہ کا درج کرایا اوراپنی سوتیلی ماں مسماۃ مجیدن کو پانچ روپیہ ماہانہ واسطۂ خرچ خانہ داری دیتا رہا؛ مگر نام اپنی سوتیلی ماں وسوتیلی بہنوں کا جائداد پدری میں درج نہیں کرایا۔ داخل خارج صرف بنام مسماۃ ہندہ اخت عینی وبنام اظہار عالم ہوگیا۔ اب مسماۃ مجیدن اپنی بڑی لڑکی کو جس کی عمر بارہ سال ہے اور ہنوز کوئی علامات بلوغ ظاہر نہیں ہوئے ہیں، بیاہ دینا چاہتی ہے، چناں چہ اظہار عالم سے اجازت عقد نکاح طلب کی، اس نے اجازت نہ دی اور کہا کہ دو برس کے بعد ہم شادی کردیں گے؛ لیکن مسماۃ مجیدن کا گمان ہے کہ اظہار عالم اجازت اس خیال سے نہ دیتا ہے کہ اگر ہم اجازت دیں گے اوراس بہن علاتی کی جب شادی ہوجائے گی تو بعد شادی کے اس کا شوہر میری جائداد متروکہ پدری میں

درخواست عذر داری کی نسبت داخل خارج کے دے دے گا، جس سے داخل خارج ٹوٹ جائے گا، چناں چہ مسماۃ مجیدن خود ولیہ ہوکر عقد کر دینا چاہتی ہے۔ اب آپ لوگوں سے ہم لوگ مستفتی ہیں کہ اس نابالغہ کی ماں بلا اذن اخ علاتی دختر نابالغہ کی ولیہ نکاح ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ اور باوجود اخ علاتی عاقل بالغ جو ولی عصبہ ہے اور بالفعل اپنی اخت علاتی کا نکاح کرنا نہیں چاہتا ہے، ماں کی اجازت سے اس لڑکی نابالغہ کا نکاح منعقد ہوگا، یا نہیں؟ اور "**النكاح إلى العصبات**" کا لحاظ ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں بھائی "ولی عاضل" ہے؛ یعنی مناسب جوڑا میسر ہوجانے کے باوجود وہ محض اپنے ذاتی مفاد کے پیش نظر اس نکاح کو روک رہا ہے تو ایسی صورت میں اس کی ولایت باطل ہوجاتی ہے اور قول راجح کے مطابق قاضی اس لڑکی کا ولی ہوگا اور اس کی اجازت سے اس لڑکی کا نکاح ہوگا اور ایک قول کے مطابق اس ولی اقرب عاضل کے بعد جس کو ولایت حاصل ہے، اس کی اجازت سے نکاح ہوگا۔

درمختار میں ہے:

(ويثبت للأبعد) من أولياء النسب، شرح وهبانية، لكن في القهستاني عن الغياثي: لولم يزوّج الأقرب زوّج القاضي عند فوت الكفء (التزويج بعضل الأقرب) أي بامتناعه عن التزويج إجماعاً، خلاصة. (الدر المختار: ۲/ ۳۱۵-۳۱۶)

اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے: ردالمحتار: ۲/ ۳۱۵-۳۱۶، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مجاہد الاسلام قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/ ۱۹۷-۱۹۸)

نابالغ نکاح کا ولی نہیں ہوسکتا، اس کا کیا ہوا نکاح درست نہیں:

سوال: ایک یتیم نابالغ لڑکی کے دو چچا حقیقی سفر میں تھے، اس کی تیسرے چچا مرحوم کے لڑکے نابالغ نے اپنی چچازاد بہن کا نکاح غیر خاندان میں کردیا، نکاح سے پہلے جب ان کو خبر ہوئی تھی تو بذریعہ خط کے انکار کر چکے تھے اور اب بھی اس نکاح کو منظور نہیں کرتے۔ آیا نابالغ بموجودگی چچا کے ولی ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ

نابالغ کسی حال میں ولی نہیں ہوسکتا، لہٰذا نکاح مذکور صحیح نہیں ہوا، (۱) ولی اس نابالغہ کا اس صورت میں اس کا ہر ایک چچا ہے، بموجودگی چچا کے چچا کا بیٹا ولی نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/ ۱۰۳)

---

(۱) بشرط حرية وتكليف. (الدر المختار) واحترز بالحرية عن العبد، الخ، وبالتكليف عن الصغير، الخ، علل الزيلعي عدم الولاية لمن ذكر بأنهم لاولاية لهم على أنفسهم فأولٰى أن لايكون لهم ولاية على غيرهم لأن الولاية على الغير ذرع الولاية على النفس. (ردالمحتار، باب الولي: ۲/ ۴۲۸، ظفير)

نابالغ لڑکی کا نکاح جو دلیوں کے ذریعہ ہوا درست ہے، دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں:

سوال: نابالغ لڑکا جس کی عمر چھ سال کی ہے اور نابالغہ لڑکی عمر پانچ سال کی ہے، ان کا نکاح پڑھادیا گیا؛ لیکن لڑکا ولڑکی کلمہ نہیں پڑھ سکتے اور لفظ ''قبول'' اچھی طرح نہیں کہہ سکتے ہیں، اس صورت میں بعد بلوغ نکاح ثانی کی ضرورت ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ وہ دونوں بچے مسلمانوں کی اولاد ہیں تو بوقت نکاح ان کو کلمہ پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ان کا ایجاب وقبول معتبر ہے؛ بلکہ ان کے اولیا کے ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوجائے گا اور بعد بلوغ نکاح ثانی کی ضرورت نہ ہوگی، (۱) اور اگر اس وقت دونوں کے ولیوں نے ایجاب وقبول نہیں کیا، صرف بچوں سے کہلا دیا تو اب تجدید نکاح ضروری ہے۔ فقط (جب خود ولیوں نے کہلوایا تو یہ دلیل ہے کہ انہوں نے اپنی رضا کے بعد ایسا کیا، یا ان کے حکم سے کیا، یا اجازت سے اور ولی کا اس قدر کہنا ایجاب وقبول میں کافی ہے؛ اس لیے ہمارے ملک میں رواج یہ ہے کہ بچی کے والد قاضی سے کہتے ہیں: میری لڑکی کا ان کے اس لڑکے سے نکاح کردیجئے۔ لڑکے کا باپ بچے سے کہتا ہے: بیٹا کہہ میں نے قبول کیا اور وہ خود مجمع کے سامنے کہتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ظفیر) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۹۹-۱۰۰)

صرف نابالغ کے ایجاب وقبول سے نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال (۱) نابالغ کے اور لڑکی سے ایجاب وقبول کرانے سے نکاح صحیح ہوتا ہے، یا نہیں؟

اس صورت میں کیا حکم ہے:

(۲) یہاں دستور ہے کہ نکاح خواں نابالغ کے باپ، یا اور کسی ولی سے اجازت لے کر دو گواہوں کے ساتھ نابالغہ دولہن کے پاس آتے ہیں اور اس کو کلمہ پڑھا کر کہتے ہیں کہ تمہارا نکاح بعوض ۸ر مہر کے فلاں کے لڑکے مسمی فلاں سے ہوتا ہے، تم نے قبول کیا، کہو: ہاں قبول کیا، اسی طرح لڑکے سے کہلاتے ہیں، غرض دونوں جانب قبولیت ہوتی ہے، ایجاب کا پتہ نہیں۔ کیا شرعاً یہ نکاح صحیح ہوجاتا ہے؟ شرعاً جو طریقہ نکاح مسنون کا ہو تحریر فرمائیں۔

نابالغ کا ولی غیر سے ایجاب وقبول کرادے تو کیا حکم ہے:

(۳) اگر ولی خطبہ پڑھنے، یا صرف ایجاب وقبول کرنے پر قادر نہ ہو بوجہ شرم کے تو ایک غیر سے ایجاب وقبول کرانا کیسا ہے؟

---

(۱) (وللولي) ...(إنكاح الصغير والصغيرة) جبراً (ولو ثيباً) ... (ولزم النكاح ولو بغبن فاحش).(الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ٤١٧/٢، ظفير)

الجواب

(۱)　نابالغوں کے ایجاب وقبول کو اگر ولی نے جائز رکھا تو نکاح صحیح ہو گیا۔

(۲)　جب کہ نکاح خواں نے ولی نے کی اجازت سے ایسا کیا تو یہ نکاح صحیح ہو گیا اور ان دونوں طرف کے کلام میں سے پہلا ایجاب اور دوسرا قبول سمجھا جائے گا اور اصل تو یہ ہے کہ نابالغ سے ایجاب وقبول کرانے کی ضرورت ہی نہیں ہے، ان کا ولی، یا جس کو ولی اجازت دیئے، ایجاب وقبول کر لیوے۔

(۳)　اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۸/۷۹)

نابالغ کا ولی ایجاب وقبول کے بعد مر جائے تو کیا حکم ہے:

سوال: زید نے اپنے پسر نابالغ کے لیے ایک دختر نابالغہ عقد نکاح میں قبول کی زید کا پسر نابالغ ہی تھا کہ زید مر گیا اور ولایت وقبولیت نکاح کسی ولی دیگر نہیں دے گیا تو شرعا کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر زید نے اپنی حیات میں اپنے نابالغ پسر کا نکاح جو کہ نابالغہ لڑکی کے ولی کی ولایت سے ہوا تھا، قبول کر لیا تھا اور ایجاب وقبول نکاح کا باقاعدہ شاہدین کی روبرو ہو گیا تھا تو وہ نکاح منعقد ہو گیا کہ کیوں کہ نابالغوں کی طرف سے ان کا ولی ہی ایجاب وقبول کرتا ہے؛ یعنی مر جانے کے بعد نکاح میں خلل نہیں ہوا، نکاح ہو چکا تھا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۸/۸۰)

نابالغہ کے لیے کی اجازت کافی ہے، مجلس میں اس کی موجودگی ضروری نہیں:

سوال: ایک نکاح میں یہ صورت کہ لڑکی کا باپ بارات میں نہیں آیا اور نکاح لڑکے کے مکان پر ہوا، قاضی لڑکی کے باپ سے اجازت لے کر آیا، تب نکاح پڑھایا گیا تو یہ نکاح درست ہوا، یا نہیں؟

الجواب

اگر دختر کا باپ اس نکاح ہونے کے بعد اس نکاح سے راضی رہا اور اجازت دے دی تو نکاح صحیح ہو گیا۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۸/۸۱)

قاضی نے صرف نابالغ لڑکے سے قبول کرایا تو نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے اپنی لڑکی نکاح پڑھنے کے واسطے قاضی کو اجازت دی، قاضی نے صرف لڑکے سے جو نابالغ ہے، قبول کرایا، حالاں کہ اس کا باپ بھی مجلس میں موجود تھا، نہ اس سے قاضی نے کچھ کہا اور نہ بولا، اس صورت میں نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ لڑکے کا باپ اس نکاح سے راضی تھا اور لڑکے کے قبول کرنے کو اس نے جائز رکھا تو نکاح منعقد ہو گیا؛

کیوں کہ نکاح ان تصرفات میں سے ہے کہ صبی (بچہ) ممیّز (تمیز دار) اپنے ولی کی اجازت سے ان کو کرسکتا ہے۔

فی الدرالمختار: (...وماتردد) من العقود (بين نفع وضرر كالبيع والشراء توقف على الإذن) ... (فإن أذن لهما الولي فهما في شراء وبيع كعبد مأذون،الخ. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۳-۷۴)

نابالغہ کی شادی اس کی مرضی کے بغیر ولی نے کردی تو وہ جائز ہے:

سوال: ایک لڑکی بعمر دس سالہ کا نکاح اس کے بھائی نے بلا رضامندی نابالغہ لڑکے چھ سالہ کے ساتھ کردیا۔ اس وقت سے اب تک وہ لڑکی ناراض ہے اور وہ اپنے شوہر کے گھر نہیں جاتی، اب اس لڑکی کی عمر پندرہ سال کی ہے اور لڑکے کی عمر دس سال کی ہے، آیا اس لڑکی کا نکاح بلا طلاق دوسری جگہ پڑھا سکتے ہیں، یا نہیں؟ اس لڑکی مذکورہ کے تین بھائی ہیں، ان میں سے دو بھائی پہلے بھی ناراض تھے اور اب بھی وہ ناراض ہیں۔

الجوابــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر بھائیوں کے سوا اور کوئی ولی اقرب اس لڑکی نابالغہ کا نہ تھا تو جس بھائی نے نکاح اس کا اپنی ولایت سے کفو میں کردیا، وہ صحیح ہوگیا، (۲) نابالغہ کی ناراضی شرع میں معتبر نہیں ہے، (۳) اور جب تک شوہر بالغ نہ ہو، اس کی طلاق بھی واقع نہ ہوگی اور بدون طلاق کے دوسرا نکاح اس لڑکی کا صحیح نہ ہوگا۔ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۸۴)

ولی کی اجازت سے نابالغ کا ایجاب وقبول:

سوال: جب کہ لڑکا لڑکی نابالغ ہیں تو ولی ایجاب وقبول کرسکتا ہے، یا نہیں؟ یا یہ خود ایجاب وقبول کرسکتے ہیں، یا نہیں، جب کہ ان کو معلوم ہو کہ نکاح کے فوائد کیا ہیں؟

الجوابــــــــــــــــــــــــــــ **حامداً ومصلیاً**

یہ بھی درست ہے کہ ولی نابالغ لڑکے لڑکی کے لیے ایجاب قبول کرلے اور یہ بھی درست ہے کہ ولی کی جازت سے نابالغ ایجاب وقبول کرلے۔ (کذا فی الشامی: ۲/۳۱۴) (۵) واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارلعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۷/۱۳۸۷ھ۔ لجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۰۱)

---

(۱) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب المأذون: ۵/۱۵۰، ظفير

(۲) ولوزوجها الأقرب حيث هو جاز النكاح (وفيه قبله) ولو زوجها وليان مستويان قدم السابق. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۲/۴۳۲-۴۳۳، ظفير)

(۳) وهي نوعان: ولاية ندب على المكلفة وولاية إجبار على الصغيرة، الخ، وهوأى الولي شرط صحة نكاح صغير ومجنون، الخ. (الدرالمختار، باب الولي: ۲/۴۰۷، ظفير)

(۴) وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته ...لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (ردالمحتار، باب المهر: ۲/۴۸۲، ظفير)

(۵) نعم لوكان لها أب أو جد، زوجت نفسها، كذلک توقف؛ لأن له مجيزا وقت العقد؛ لأن الأب والجد يملكان العقد بذلک والصغير كالصغيرة". (ردالمحتار: ۳/۸۰، كتاب النكاح، باب الولي، مطلب: لايصح تولية الصغير، سعيد)==

نابالغ کا نکاح باپ کی اجازت سے ہوا؛ مگر قبول صرف نابالغ نے کیا تو کیا حکم ہے:

سوال: زید اپنے بیٹے کی عمر بارات کی تیاری کر کے مع عمر خالد کے مکان پر گیا، تمام لوگوں کو مجلس نکاح میں جمع کیا اور ملا کو یہ کہا کہ میرے بیٹے عمر کا نکاح خالد کی لڑکی سے کردو۔ ملا نے باجازت زید نکاح عمر کا کردیا اور زید وقت ایجاب وقبول کے موجود تھا؛ مگر قبول عمر نابالغ غیر عاقل نے کیا، بموجودگی اپنے باپ زید کے، کیا یہ نکاح شرعا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

نکاح شرعاً صحیح ہے؛ کیوں کہ باپ کی رضا واجازت دلالۃً معلوم ہے۔

فی الدرالمختار: ویثبت الإذن دلالةً. (۱)

وفیه أیضا: وما تردد من العقود بین نفع وضرر کالبیع والشراء توقف علی الإذن، الخ، فإن أذن لهما الولی فهما فی شراء وبیع کعبد مأذون فی کل أحکامه.

وفیه: ولا یتزوج إلا بإذن، الخ. (من کتاب المأذون) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۸۶-۸۷)

نابالغہ کا نکاح بلا مرضی ولی درست نہیں، ہاں بالغہ اپنی مرضی سے کرسکتی ہے:

سوال: ایک لڑکی کی عمر تیرہ، یا چودہ سال ہے، اس کا باپ، دادا، تایا حیات ہیں، دادا تایا نے مشورہ کر کے لڑکی کا نکاح خفیہ کردیا اور پہلے لڑکی کے باپ نے دوسری جگہ نسبت کردی تھی، آیا بلا اجازت باپ کے یہ نکاح صحیح ہوسکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر لڑکی بالغہ ہے، مثلا اس کو حیض آ گیا ہے تو خود لڑکی کی اجازت ورضا سے اس کا دادا، یا تایا وغیرہ نکاح اس کا کرسکتے ہیں اور نکاح صحیح ہے اور اگر لڑکی نابالغہ ہے، جیسا کہ اس کی عمر سے ظاہر ہے تو بدون اس کے باپ کی اجازت کے دادا اور تایا نکاح بموجودگی باپ کے نہیں کرسکتے اور وہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر وہ جائز رکھے تو صحیح ہوگا اور اگر انکار کرے تو باطل ہوگا، (۳) اور لڑکی کے بالغہ ہونے کی علامت اول تو حیض وغیرہ علامات کا ظاہر ہونا ہے، اگر کوئی ایسی علامت موجود نہ ہو تو پندرہ برس کی عمر میں بالغہ شمار ہوتی ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۱۰۰)

== "الصبی إذا تزوج، یتوقف علی اجازه الولی فی حالة الصغر". (فتح القدیر: ۳/۳۰۹، کتاب النکاح، فصل فی الوکالة بالنکاح، مصطفی البابی الحلبی مصر)

"لولی الصغیر والصغیرة أن ینکحهما وإن لم یرضا بذلک، سواء کانت بکرا أو ثیبا". (الفتاوی العالمکیریة: ۲/۲۸۵، کتاب النکاح، الباب الرابع، رشیدیه)

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، کتاب الماذون، ص: ۱۲۵، ظفیر

(۲) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، کتاب المأذون: ۵/۱۴۰-۱۵۱، ظفیر

(۳) فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته. (الدرالمختار) فلا یکون سکوته إجازة لنکاح الأبعد وإن کان حاضرا فی مجلس العقد ما لم یرض صریحا أو دلالةً. (ردالمحتار، باب الولی: ۲/۴۳۲-۴۳۳، ظفیر)

ولی کی اجازت کے بغیر نابالغہ کا نکاح ماموں کردے اور خلوت بھی ہو جائے تو کیا حکم ہے:

سوال: لڑکی نابالغہ کا نکاح اوس کا ماموں بلا اجازت علاتی بھائی اور باپ کے چچا کے کردیوے تو احناف کے نزدیک وہ نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟ اگر درست نہیں ہوا تو اس سے طلاق لینے کی ضرورت ہے، یا نہیں؟ کیوں کہ لڑکی اس کے مکان پر گئی اور خلوۃ صحیحہ بھی ہو چکی ہے اور مہر لازم ہوگا، یا نہیں؟ اور عورت پر عدت ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

احناف کا مذہب یہ ہے کہ ولی اقرب کی موجودگی میں اگر ولی ابعد نابالغہ کا نکاح کردے تو وہ نکاح صحیح ہو گیا ہے اور اگر اوس نے اس کو رد کر دیا تو وہ نکاح باطل ہو گیا ہے،(۱) پس بصورت اجازت کے بدون اس کی طلاق کے وہ نکاح فسخ نہ ہوگا اور طلاق کے بعد عدت لازم ہوگی اور مہر لازم ہے اور اگر اس نے باطل کر دیا تھا اور انکار کر دیا تھا تو وہ نکاح باطل ہو گیا، اس صورت میں طلاق کی ضرورت نہیں ہے؛ مگر بوجہ موطوءۃ بالشبہ کے تحت میں آنے کے عدت لازم ہوگی اور مہر مثل دینا ہوگا۔ (درمختار وغیرہ) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۲/۸-۱۳۳)

نابالغہ کا نکاح طوائف کے یہاں کر دیا، حکم کیا کرے:

سوال: ایک شخص نے اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح کچھ روپیہ لے کر ایک طوائف کے یہاں کر دیا، وہ خود بھی گروہ طوائف سے تھا، اب فوت ہو گیا ہے۔ لڑکی اس وقت سوتیلی والدہ اور سوتیلے والد کے قبضہ میں ہے، وہ گروہ طوائف سے نہیں ہے اور سسرال جانا نہیں چاہتی؛ اس لیے اس نے تنسیخ نکاح کا دعویٰ عدالت میں کیا ہے، مجسٹریٹ صاحب کے ایما سے ہر دو فریق نے اس دعویٰ میں مجھ پر حصر کیا ہے کہ جو فیصلہ میں کروں، مجھ کو منظور ہوگا، میں اس میں کیا فیصلہ کروں؟

الجواب

لڑکی بعد بالغہ ہونے کے اس نکاح کو فسخ کرا سکتی ہے، لہذا آپ بوجہ حکم مسلم فریقین ہونے کے ان میں تفریق کرادیں۔
درمختار میں ہے: (وَلَزِمَ النِّكَاحُ وَلَوْ بِغَبْنٍ فَاحِشٍ) بِنَقْصِ مَهْرِهَا وَزِيَادَةِ مَهْرِهِ (أَوْ) زَوَّجَهَا (بِغَيْرِ كُفْءٍ إِنْ كَانَ الْوَلِيُّ) الْمُزَوِّجُ بِنَفْسِهِ بِغَبْنٍ (أَبًا أَوْ جَدًّا) وَكَذَا الْمَوْلَى وَابْنُ الْمَجْنُونَةِ (لَمْ يُعْرَفْ مِنْهُمَا سُوءُ الِاخْتِيَارِ) مَجَانَةً وَفِسْقًا (وَإِنْ عُرِفَ لَا) يَصِحُّ النِّكَاحُ اتِّفَاقًا، انتهىٰ ملخصا.
وفي الشامي: ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّ مَا مَرَّ عَنِ النَّوَازِلِ مِنْ أَنَّ النِّكَاحَ بَاطِلٌ مَعْنَاهُ أَنَّهُ سَيَبْطُلُ كَمَا فِي الذَّخِيرَةِ، لِأَنَّ الْمَسْأَلَةَ مَفْرُوضَةٌ فِيمَا إِذَا لَمْ تَرْضَ الْبِنْتُ بَعْدَمَا كَبِرَتْ كَمَا صَرَّحَ بِهِ فِي الْخَانِيَّةِ وَالذَّخِيرَةِ وَغَيْرِهِمَا. (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۱/۸-۱۳۲)

(۱) فلوزوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۳۲/۲، ظفير)
(۲) ردالمحتار باب الولي: ۴۱۸/۲-۴۱۹، ظفير

نابالغہ کا نکاح جس ولی نے پہلے کیا، وہ درست اور بعد والا باطل ہے:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ کے دو ولی مساوی ہیں اور اس لڑکی سے دو شخص نے نکاح کا دعوی کیا اور ہر ایک نے اپنی سند ایک ایک ولی کی طرف سے پہونچائی اور اولیا نے بھی اقرار کیا اور درحقیقت جس شخص کا نکاح بعد میں ہوا تھا، اس نے کسی طرح سے عدالت میں اپنے نکاح کو پہلے ہونا ثابت کر دیا اور لڑکی بھی بعد بلوغ اسی کے ساتھ رضامند ہے تو اب وہ لڑکی زوج اول کو ملنی چاہیے، یا زوج ثانی کو؟

الجواب ــ

درمختار میں ہے:

ولو زوجها وليان مستويان قدم السابق. (۱)

پس جس ولی نے پہلے نکاح کیا، وہ صحیح ہوا اور وہ لڑکی زوجہ شوہر اول کی ہے، اسی کو ملنی چاہیے اور جس نے بعد میں نکاح کیا، وہ باطل ہے، جب تک شوہر اول بالغ ہو کر طلاق نہ دیوے، اس وقت تک دوسرے شخص سے نکاح صحیح نہ ہوگا فقط (غلط طور پر پہل ثابت کرنے سے حکم نہیں بدلنا۔ ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۱۴۵-۱۴۶)

نابالغی کی حالت کا انکار معتبر نہیں:

سوال: جولائی سن ۱۹۱۷ء میں ہندہ پیدا ہوئی، اس کا باپ کچھ دنوں بعد فوت ہو گیا، مارچ ۱۹۲۹ء میں ہندہ کے چچا نے اپنی حق ولایت کی بنا پر اس کا نکاح اپنے بیٹے زید سے بعمر (۷) سال کر دیا؛ مگر رسم نکاح کی ادائیگی کے وقت ہندہ برابر کہتی رہی کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں ہوں، میرے چچا مجھے ذبح کر رہے ہیں، میں ہرگز یہ نکاح قبول نہیں کرتی۔ ادھر ولی نے ایجاب وقبول کے سب مراحل ومراسم طے کر دیئے، ادھر ہندہ اپنی نفرت وناراضی کا اظہار کرتی رہی اور جہاں تک معلوم ہے کہ آج تک زید وہندہ میں باوجود ایک گھر میں رہنے سہنے کے کوئی تعلق، یا برتاؤ زن وشوہر کا عمل میں نہیں آیا؛ بلکہ ہندہ زید کی صورت سے سخت متنفر اور بیزار رہتی ہے، اگست ۱۹۳۵ء میں ایک ناگوار واقعہ اور پیش آیا کہ ہندہ کے بطن سے ایک بیٹی پیدا ہوئی، جس کی بابت ہندہ نے نہایت صفائی سے کہہ دیا کہ یہ لڑکی زید کی نہیں ہے۔ ہمدردان ہندہ اب تک اس امید میں تھے کہ شاید امتداد زمانہ سے ہندہ اس تعلق پر کسی طرح راضی ہو جائے؛ مگر ہنوز روز اول ہے۔ مجبوراً اب انہوں نے باب شریعت پر دستک دی ہے اور اس کا سوال ہے کہ کیا از روئے شرعی ہندہ اس نکاح کی پابند ہے؟ اور کیا ہندہ بغیر طلاق کیے ہوئے دوسرے نکاح کی مجاز مختار ہے؟ اور کیا وہ نکاح شرعاً صحیح وجائز ہوگا؟

(المستفتی: ۲۶۳۱، محمد یوسف اعظمی، اعظم گڑھ، ۳/جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۰/جولائی ۱۹۴۰ء)

---

(۱) الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۲/ ۴۳۲، ظفیر

الجواب

سوال سے ثابت ہے کہ ہندہ نکاح کے وقت بارہ سال کی تھی اور نابالغہ تھی اور نکاح چچا نے اپنی ولیت سے کیا تھا، لہٰذا نکاح صحیح ہو گیا تھا،(۱) اس وقت کا انکار ہندہ کا معتبر نہ تھا۔

پھر یہ ثابت نہیں کہ اس نے خیار بلوغ کے ماتحت اپنا نکاح فسخ کرایا، پس وہ ابھی شوہر کے نکاح میں ہے؛ اس لیے جب تک شوہر سے طلاق نہ لے، یا کوئی مسلمان حاکم ایکٹ نمبر ۸ سن ۱۹۳۹ء کے ماتحت اس کا نکاح فسخ نہ کردے، دوسرا نکاح نہیں کرسکتی، اگر کرلے گی تو ناجائز ہوگا۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۹۱/۵-۹۲)

مسلمان کنندہ کے ولایت سے نابالغہ نومسلمہ کے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ مسماۃ عیدیا جس کی عمر اس وقت میں ۱۱/سال کی ہے، چمار کی لڑکی تھی، اس کی ماں مسماۃ جھنکوریا نے بلا معاوضہ مسماۃ نصیباً کو (جو پیشتر قوم کی ڈہمیر تھی اور قریب ۱۵/سال ہوئے کہ مسلمان ہوگئی تھی) جبکہ مسماۃ عیدیا ۴/ماہ کی تھی نصیباً کو دے دیا، مسماۃ نصیباً نے ۴/ماہ کی عمر مسماۃ عیدیا لڑکی کو مسلمان کرایا، اب مسماۃ عیدیا ۱۱/سال کی ہے، ۹/سال کی عمر میں نکاح برضامندی اپنے شوہر مسمی کریم کی اجازت سے زید کے نکاح میں دے دی گئی تو ایسی حالت میں نکاح جائز ہے، یا نہیں، یا پھر دوبارہ مسلمان ہوکر نکاح ہونا چاہیے؟ بینوا توجروا۔

تنقیح:

(۱) یہ نکاح مسماۃ عیدیا کے مسلمان ہونے کے بعد ہوا، یا مسلمان ہونے سے پہلے۔

(۲) اس وقت مسماۃ عیدیا بالغ تھی، یا نابالغ؟ کیوں کہ بعض لڑکیاں نو سال کی عمر میں بھی بالغ ہو جاتی ہیں، جس کی علامت حیض کا آنا ہے۔

(۳) اگر مسماۃ عیدیا نکاح کے وقت بالغ تھی تو اس نے اپنی زبان سے نکاح کی اجازت دی تھی، یا نہیں؟ ان تنقیحات کے جواب کے بعد حکم نکاح بتلایا جائے گا، جواب کے ساتھ یہ دونوں پرچے بھی بجنسہ واپس ہوں۔ فقط

۳۰/محرم ۱۳۴۵ھ

جواب تنقیحات:

(۱) مسماۃ عیدیا ۴/ماہ کی عمر میں مسلمان ہوئی تھی اور اسی مسلمانی کی حالت میں جب عمر ۹/سال ہوئی تو نکاح کیا گیا۔

---

(۱) وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة.(الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۶۵/۳، سعید)

(۲) لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره وكذلك المعتدة.(الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، البابا لثالث فی المحرمات: ۲۸۰/۱، ماجدیة)

(۲)　مسماۃ عیدیا اس وقت میں نابالغ تھی، کوئی علامت سن بلوغ کی نہیں تھی (یعنی نکاح کے وقت وہ بالغ نہ تھی)۔

(۳)　مسماۃ عیدیا اس وقت میں؛ یعنی نکاح کے وقت نابالغ تھی، اگر بالغ ہوتی تو اجازت دیتی، نابالغی کی صورت میں تعلقات زوجین اور زناشوئی کے معاملات سے قطعاً ناواقف تھی، اجازت دینا کیا؟

الجواب

مسماۃ عیدیا کا نکاح جو بحالت نابالغی مسمی زید سے ہوتا تھا، وہ نکاح شرعاً درست نہیں ہوا؛ کیوں کہ اس وقت مسماۃ عیدیا نابالغ تھی اور مسماۃ نصیباً، یا اس کا شوہر کریم بخش شرعاً اس کے ولی نہیں تھے تو یہ نکاح صغیرہ بدون ولی ہوا اور نکاح صغیر بدون ولی کے باطل ہے، لہذا یہ نکاح باطل ہوا اور جب تک مسماۃ عیدیا بالغ نہ ہو جائے، اس وقت تک اس کا نکاح کسی کی ولایت سے نہیں ہوسکتا؛ إلا بولایة القاضي والي هوفي بلادنا.

قال في الدر: (ولا ينفذ للملتقط عليه نكاح وبيع و) كذا (إجارة) في الأصح [لأن الولاية عليه في ماله ونفسه للسلطان] لأن السلطان ولي من لا ولي له، آه.

قال الشامي (قوله: ولا ينفذ للملتقط عليه نكاح) لأنه يعتمد الولاية من القرابة والملك والسلطنة ولا وجود لواحد منها، نهر. (۴۹۰/۳)(۱)

بعد بلوغ کے مسماۃ عیدیا کی صریح رضا وصریح اجازت سے اس کا نکاح دوبارہ کیا جائے، خواہ مسمیٰ زید ہی سے، یا جس کے ساتھ مسماۃ مذکور راضی ہو اور بلوغ کے بعد بھی اس کا سکوت قبل نکاح اذن نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

۷/صفر ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۲۹۵/۳)

اگر کسی لڑکی کے بلوغ اور عدم بلوغ پر شبہ ہو تو اس کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر غیر ولی کرسکتا ہے:

سوال:　مسماۃ فاطمہ کو جس کی عمر میں اختلاف ہے، اس کا چچا کہتا ہے کہ وہ نابالغ ہے اور بظاہر وہ لڑکی بالغ معلوم ہوتی ہے اور اس کی منگنی بھی اس کے باپ نے اپنی زندگی میں کردی تھی، اس کا بہنوئی زید چچا کے گھر سے اپنے گھر لے گیا اور اپنے بھائی کے ساتھ بلا اجازت فاطمہ چچا کے نکاح نکاح کردیا، لڑکی یہ کہتی ہے کہ میں نے یہ نکاح اپنی رضامندی سے کیا ہے۔

(۱)　شرعاً یہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

(۲)　بصورت صحت اس کے خاوند سے طلاق دلوا کر پہلی منگنی والے کی طرف رد کی جائے، یا اسی نکاح پر قائم رکھی جائے اور اختیار تجدید نکاح کی جاوے، یا نہیں؟

(۳)　پہلی منگنی والے کو اس کا تمام خرچ واپس دلوایا جائے گا، یا نہ؟ اور اگر لڑکی کو جو زیور وغیرہ تقریب منگنی میں دیا گیا تھا، وہی دلوایا جائے گا۔

---

(۱)　الدر المختار مع رد المحتار، كتاب اللقيط: ۲۷۴/٤، دار الفكر بيروت، انيس

(۴) صورت مذکورہ میں یہ چند خرابیاں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) فاطمہ کو دھوکہ سے لے جا کر نکاح کر دینا۔

(۲) باپ کی منگنی کے بعد دوسری جگہ نکاح کر دینا۔

(۳) ولایت اب کو بے وقعت جان کر بغیر اجازت ولی کے نکاح کر دینا۔

(۴) منکوحہ کا وقاحت اور بے شرمی پر اجرت کرنا، سوان خرابیوں کا مرتکب صرف زید کے بھائی اور زید کو قرار دیا جائے گا اوران پر کیا سزا جاری ہوگی۔

الجواب

اگرلڑکی بوقت نکاح نابالغہ تھی تو یہ نکاح ولی کی اجازت پر موقوف تھا، جب ولی نے خبر نکاح سن کر اس کو در کر دیا تو باطل ہوگیا۔

قال فی الدرالمختار: (هو) أی الولی (شرط) صحة (نكاح صغیر ومجنون ورقيق) لا مكلفة. (۱)

اور اگر بوقت نکاح لڑکی بالغہ تھی تو نکاح صحیح ہوگیا، البتہ اگر نکاح غیر کفو میں، یا مہر مثل سے کم پر کیا گیا ہو تو لڑکی کے اولیا چچا وغیرہ کو اس وقت تک نکاح فسخ کرنے کا حق رہے گا، جب اس سے اولاد پیدا نہ ہوجائے

کما فی الدرالمختار: (فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولی) ... (وله) أی للولی (إذا كان عصبة) إلى قوله (الاعتراض فی غير الكفء) ... (مالم) ... (تلد منه). (۲)

(۲) اگر نکاح بوجہ مذکور صحیح نہیں ہوا تو اس شخص سے علاحدہ کرنا فرض ہے اور پھر اختیار ہے کہ جس سے چاہے نکاح کرے اور اگر لڑکی اسی سے نکاح کرنے پر راضی ہے تو اسی سے تجدید نکاح باضابطہ کرنا ضروری ہے اور اگر بوجہ مذکور نکاح ہوگیا تو اب تجدید کی حاجت نہیں۔

(۳) پہلی منگنی والے کو کوئی کسی قسم کا خرچ کسی سے دلوانے کا حق نہیں، اس نے اپنی خوشی سے فضول خرچ کیا، اس کا وہی ذمہ دار ہے۔

(۴) اگرلڑکی نابالغ تھی تو دھوکہ دینے کا، نیز جائز طور پر شرع نکاح کا نام کر کے اپنے گھر میں رکھنے کا سخت گناہ ان دھوکہ دینے والوں کو ہوگا اور اگر نکاح پڑھنے والے اور شاہدین کو بھی اس دھوکہ کے واقعہ کا علم ہو تو ان کو گناہ اعانت معصیت کا ہوگا، **لقوله﴿ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان﴾** (۳) اور اگرلڑکی بوقت نکاح بالغہ تھی تو وقاحت و بے شرمی پر جرأت کرنے سے، نیز بلا اذن نکاح کرنے سے یہ لڑکی گناہ گار ہوئی، نکاح کرنے والے اور پڑھنے والے

(۱) الدرالمختار، باب الولی: ۵۵/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) الدرالمختار، باب الولی: ۵۵/۳-۵٦، دارالفکر بیروت، انیس

(۳) سورۃ المائدۃ: ۲، انیس

اورشاہدین کو پہلی قسم کے شاید گناہ سے بری ہوگئے، البتہ وقاحت وبے شرمی پرلڑکی کی امداد کرنے سے ان کو بھی یہ کہا جاتا ہے کہ ان کو ایسا کرنا نہ چاہیے تھا اور اگرلڑکی کو انہوں نے کوئی فریب، یا دھوکہ دیا ہے، اس کا گناہ اس کے سر علاحدہ ہے۔(امداد المفتین:۲/۴۴۴)

ربیبہ کے نکاح کی ولایت:

سوال: خالد نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا ہے، جو اپنے ساتھ ایک نابالغہ لڑکی لائی، جو پہلے شوہر سے ہے۔ اب خالد نے اس نابالغہ صغیرہ کا نکاح کردیا ہے تو بالغ ہونے کے بعد اس لڑکی کو فسخ نکاح کا حق ہے، یا نہیں؟ اگر نابالغہ تو ہے؛ لیکن صغیرہ نہیں ہے، ہوشیار ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

خالد کو اپنی اس بیوی کی نابالغہ لڑکی پر ولایت حاصل نہیں، جو کہ اس کے پہلے شوہر سے ہے۔

"ولو كان الصغير والصغيرة فى حجر رجل يعولهما كالملتقط ونحوه ، فإنه لا يملك تزويجهما، كذا في فتاوىٰ قاضي خان". (عالمگیری:۲/۲۹۲)(۱)

لہذا لڑکی بالغہ ہونے پر اگر اس سے ناخوشی ظاہر کردے اور کہہ دے کہ مجھے یہ منظور نہیں تو اس نکاح کا کوئی اثر باقی نہیں رہے گا؛ بلکہ کالعدم ہوجائے گا اور اس کے لیے عدالت، یا پنچایت کی بھی ضرورت نہیں ہوگی۔(۲) واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۹/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۱۳۸۵ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۴۸۸)

ولی کو نابالغ کی منکوحہ کو طلاق دینے کا اختیار نہیں:

سوال: نابالغ کے ولی کو طلاق دینے کا اختیار ہے، یا نہیں؟

(المستفتی:۲۷۲، منشی عبداللطیف (ضلع جسر بنگال) ۲۰/محرم ۱۳۵۳ھ مطابق ۵/مئی ۱۹۳۴ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

حنفیہ کے نزدیک نابالغ کے ولی کو یہ حق واختیار نہیں کہ نابالغ کی منکوحہ کو طلاق دے دے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی:۵/۶۸)

---

(۱) الفتاوىٰ العالمگرية ، كتاب النكاح ، الباب الرابع فى الأولياء : ۱/ ۲۸٤، رشيدية

(۲) "(لهما)أى لصغير وصغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده) لقصور الشفقة". (الدرالمختار: ۳/۶۹، باب الولى ،سعيد)

(۳) (قوله:وأهله زوج عاقل،الخ) احترز بالزوج عن سيد العبد، ووالده الصغير. (ردالمحتار، كتاب الطلاق: ۳/۲۳۰، سعيد)

شوہر بالغ ہونے کے بعد شرابی اور ڈاکو بن گیا تو نکاح کے فسخ کی کیا صورت ہے:

سوال: ایک بالکل ہی کمسن اور نابالغ لڑکی کا نکاح اس کے باپ نے ایک نابالغ لڑکے سے کردیا، جو بالغ ہونے کے بعد چور، ڈاکو اور شرابی کبابی بن گیا اور انہیں جرائم کی وجہ سے اکثر وبیشتر جیل میں سزا کاٹتا رہتا ہے اور قلیل آمدنی تو درکنار چوری اور ڈکیتی کی آمدنی سے بھی اپنی منکوحہ کو نان نفقہ نہیں دے سکتا اور نہ اس کے سکنی کا انتظام کرسکتا ہے۔ یہ لڑکی جب سن شعور کو پہنچی تو اس نے اسی وقت سے اس شوہر کی زوجیت کو قبول کرنے سے نفرت کا اظہار؛ بلکہ انکار شروع کردیا تھا۔ نیز جب وہ شرعی قاعدہ کی مطابق ہوئی، اس وقت بھی اس نے اس کی زوجیت میں رہنے اور اس کو قبول کرنے سے صاف انکار کردیا اور اب بھی وہ یہ چاہتی ہے کہ اس شوہر سے چھٹکارا حاصل ہوجائے۔

سوال یہ ہے:

(۱) کیا اس لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد انکار سے یہ نکاح شرعی طور پر غیر معتبر اور فسخ سمجھا جائے گا، یا نہیں؟

(۲) اور اگر یہ نکاح منعقد ہو ہی گیا ہے تو اس سے نجات حاصل کرنے کی کیا صورت شرعی ہوسکتی ہے؟

(المستفتی: ۲۶۷۳، آدم عیسیٰ صاحب ہادی منزل (دیوبند) ۱۹؍جمادی الاول ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۶؍جون ۱۹۴۱ء)

الجواب

اگر اس لڑکی کا باپ نے غیرتی، یا سفاہت میں معروف ومشہور ہے تو یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔

وإن عرف (أی سوء الاختیار من الأب والجد) لا یصحّ النکاح اتفاقًا. (الدر المختار)(۱)

اگر باپ ان امور مذکورہ میں معروف نہ تھا اور اسے زوج کے خاندان کے فسق وفجور کی اطلاع نہ تھی اور اس نے اس کو مناسب سمجھ کر نکاح کردیا تو یہ نکاح مسلمان حاکم کی عدالت سے فسخ کرایا جاسکتا ہے۔

رجل زوج ابنته الصغیرة من رجل، علی ظن أنه صالح لا یشرب الخمر، فوجده الأب شریباً مدمناً وکبرت الابنة فقالت: لا ارضی بالنکاح إن لم یعرف أبوها بشرب الخمر وغلبة بیته الصالحون فالنکاح باطل أی یبطل وهذه المسئلة بالاتفاق، کذا فی الذخیرة. (الفتاویٰ العالمکیریة)(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۹۲/۵)

☆☆☆

(۱) الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ٦٧/٣، سعید

(۲) الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الاکفاء: ٢٩١/١، ماجدیة

ولایت اقرب کے مسائل

اَولاد کا شرعی ولی کون ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر میاں بیوی کے بیچ طلاق ہوجائے، اور اُن کی صرف ایک اولاد نابالغ لڑکی عمر قریب چار سال کی ہو، جو اپنے باپ کے پاس رہتی ہو، اُس کی ذات کا شرعاً ولی ماں باپ، دادا دادی میں سے کون ہوگا؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

مذکورہ بچی کا ولی اُس کا باپ ہے اور بلوغ تک پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے۔

والولي هو العصبة. (الهداية: ۳۱۶/۲، البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء: ۲۰۶/۳-۲۱۱، زكريا)

أي المراد بالولي هنا الولي في النكاح، سواء كان له ولاية في المال أيضًا كالأب والجدّ والقاضي، أو لا كالأخ لا الولي في المال فقط. (شامي، باب الولي: ۱۹۱/٤، زكريا: ۷٦/۳، كراتشي)

والولي هو العصبة نسبًا وسببًا على ترتيب الإرث. (مجمع الأنهر: ٤۹۸/۱، بيروت)

أحق بالولد أمه قبل الفرقة وبعدها ثم أم لأم. (البحر الرائق: ۱٦۷/٤، زكريا، شامي: ۲٦۲/٥، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۶/۱۰/۲۸ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۳۸/۸)

صغیر اولاد کا ولی باپ ہے:

سوال: ہم اپنی اولاد پر خود قادر ہیں، جہاں چاہیں شادی کریں، یا شریعت کے محتاج ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

اولاد کا اختیار اللہ تعالیٰ نے باپ کو دیا ہے، جہاں وہ مصلحت دیکھے نکاح کردے، شرعاً اس میں کچھ روک نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۷۱)

---

(۱) نابالغ ہے تو باپ کی صواب دید پر ہے اور بالغ ہے تو اولاد کی اجازت ضروری ہے، بالغ پر شادی میں جبر کا اختیار نہیں ہے۔

الولي (شرط) صحة (نكاح صغير...) لامكلفة (فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولي) ... (ولا تجبر البالغة البكر على النكاح). (الدر المختار، باب الولي: ٤۰۷/۲، ظفير)

والدین میں سے حق ولایت کس کو حاصل ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کی بیوی جاہلہ نافرمان اور گستاخ ہے، وہ لڑکی کی شادی اپنی مرضی کے مطابق کررہی ہے، تجویز شدہ لڑکا معمولی دنیوی تعلیم رکھتا ہے، اس کے اندر دینی تعلیم نہیں ہے، اس کو قرآن پاک یاد نہیں ہے، وہ پابند صوم وصلوۃ نہیں ہے، اہل مال ہے، زید کی رائے کے مطابق لڑکا عالم، یا حافظ قرآن اور دیندار اور پابند صوم وصلوۃ ہونا چاہیے، اگر چہ اس کی مالی حیثیت (توکلت علی اللہ) معمولی ہو، زید کی منشا ہے کہ لڑکی کو فروعی اور فالتو سامان دے کر اس کی مالی مدد کر کے کسی حد تک اپنا اطمینان کرلیا جائے تو وہ بہتر ہے، (واللّٰہ یرزق من یشاء بغیر حساب) زید کا منشا ہے کہ بیوی کو اس کا حکم اور نیک خیال تسلیم کرنا چاہیے، یا مطمئن کرنا چاہیے؟ زید کی بیوی خود بھی شوہر کے ساتھ گستاخانہ اور نافرمانی کا عمل پیش کررہی ہے اور اپنی اولاد لڑکے لڑکیوں کو بھی باپ کے خلاف گستاخی اور بے ادبی پر اور نافرمانی پر اُکسارہی ہے، ایسی صورت میں زید بیوی بچوں کے مقابلہ میں زور وزبر دستی کرے، یا راہ فرار اختیار کرے، شرعاً کیا کرے، ایسی سرکش اور گستاخ بیوی کے بارے میں شریعت کا کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟ (المستفتی: اظہار خاں، پیپل سانہ، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

لڑکی کی شادی میں رشتہ پسند کرنے کا اختیار باپ کو ہوتا ہے، ماں کو نہیں، لہٰذا اگر ماں جس کو پسند کرتی ہے، اس کو باپ پسند نہ کرے تو ماں کو کوئی اختیار نہیں ہے کہ باپ کی مرضی کے بغیر رشتہ کردے، لہٰذا باپ جس کو پسند کرے گا، اسی کے ساتھ لڑکی کا نکاح ہونا چاہیے، اس معاملہ میں شرعی طور پر سارے اختیارات باپ کو حاصل ہیں، ماں کو نہیں، لہٰذا باپ ماں کی مرضی کے خلاف اور اپنی مرضی کے مطابق رشتہ کرنے پر زور دے سکتا ہے۔

ولا ولاية...بغير العصبات من الأقارب، ولاية التزويج عند أبي حنيفة،الخ. (الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء، اشرفي ديوبند: ۳۱۸/۲)

وليس بغير العصبات من الأقارب ولاية التزويج. (تبيين الحقائق،امدادية ملتان: ۱۲۶/۲، زكريا: ۵۱۳/۲)

وفي القهستاني:وعندهما وفي رواية عن الإمام لاولاية لغيرالعصبات وعليه الفتوى. (مجمع الأنهر، مصرى قديم: ۳۳۸/۱، دارالكتب العلمية بيروت: ۴۹۸/۱، الموسوعة الفقهية الكويتية: ۲۷۶/۴۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۳۰ رصفر المظفر ۱۴۱۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۶۴۰/۳۲)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۳۰/۲/۱۴۱۷ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۵۲/۱۳-۵۵۳)

باپ اگر اجازت دے تو نانا نابالغہ نواسی کا نکاح کرسکتا ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنے خسر کو اسٹامپ لکھ دیا اور کہہ دیا کہ میری دختر نابالغہ کا نکاح میرا خسر جہاں چاہے

کردے، اب اگر شخص مذکور کا خسر اپنی نواسی کا نکاح کرادے تو بلا اجازت اس کی والد کے درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

ولی اس صورت میں نابالغہ کے نکاح کا اس کا باپ ہے؛ لیکن اگر باپ نے نابالغہ کے نانا کو اجازت دے دی اور اس نے نکاح کردیا تو وہ نکاح صحیح ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۸/۸)

باپ اپنے لڑکے کو اجازت دے تو اس کی اجازت سے نکاح جائز ہے:

سوال: والد کی موجودگی میں بھائی اجازت نکاح کی دی سکتا ہے اور نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر باپ نے اپنے پسر؛ یعنی نابالغہ کے بھائی کو اجازت دے دی اور اختیار دے دیا تو بھائی کی اجازت سے نکاح نابالغہ کا صحیح ہوگا، ورنہ نہیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۱/۸)

باپ نے نشہ کی حالت میں لڑکی نابالغہ کا نکاح کیا، ہوا، یا نہیں:

سوال: ایک عورت کا نکاح صغرسنی میں ہوا تھا، لڑکی کا والد اس روز نشہ میں تھا تو یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ بعد بلوغ لڑکی خاوند کے یہاں نہیں رہی، مقدمہ عدالت میں چلا، لڑکی کے باپ نے یہ ثابت کیا کہ نکاح نہیں ہوا تھا؛ مگر ہوا ضرور تھا، عدالت نے نکاح کو فسخ کردیا، خاوند نے طلاق نہیں دی، اب عورت نے نکاح ثانی کرلیا، یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ اور جو لوگ اس نکاح میں شریک ہوئے، ان کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ نکاح ضرور ہوا تھا اور باپ جو نکاح کرنے والا تھا، وہ نشہ میں تھا؛ لیکن نکاح کفو میں ہوا اور مہر مثل کے ساتھ ہوا تو ہو نکاح صحیح ہوگیا، اس صورت میں بدوں طلاق دینے شوہر اول کے دوسرا نکاح صحیح نہ ہوا، جیسا کہ شامی میں ہے:

ومقتضى التعليل أن السكران أو المعروف بسوء الاختيار لوزوجها من كفء بمهر المثل صح لعدم الضرر المحض، الخ.(۲)

پس جو فتویٰ دوسرے فریق نے عدم جواز نکاح ثانی بدون طلاق دینے شوہر اول اور بدوں گزرنے عدت کے دیا اور یہ نکاح اول بسبب کفو میں ہونے کے صحیح ہوگیا، یہ فتویٰ صحیح ہے اور موافق ہے روایات کتب فقہ کے اور جو لوگ نکاح

---

(۱) (الوالي في النكاح) لا المال (العصبة بنفسه) ...(على ترتيب الارث والحجب)... فلو زوج الأبعد حال قيام الاقرب توقف على إجازته.(الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۳۲/۲، ظفير)

(۲) ردالمحتار: ۳۰۵/۲، ظفير

ثانی میں شریک ہوئے، ان کا نکاح نہیں ٹوٹا؛ لیکن اگر باوجود علم اس امر کے کہ اس عورت کو شوہر اول نے طلاق نہیں دی، شریک نکاح ثانی ہوئے تو گنہگار رہوئے، توبہ کریں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۲/۸۔۱۴۳)

مرتد باپ کو نابالغ لڑکا لڑکی پر کوئی حق ولایت نہیں:

سوال (۱) ایک شخص مسلمان آریہ ہوگیا ہے اس کے ایک لڑکی دس سال اور لڑکا بعمر ۸/سال ہے، لڑکی اپنی ماں کے ہمراہ اپنے نانا کے مکان پر پرورش پاتی ہے اور دادا بھی موجود ہے، کیا باپ کو کوئی حق اولاد کے بارے میں حاصل ہے، لڑکی کا نکاح دادا کی اجازت سے ہوسکتا ہے، یا نانا کی اجازت سے؟

مرتد مسلمان ہوجائے تو وہ اپنی بیوی سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں:

(۲) اگر باپ پھر مسلمان ہوجائے اور تائب ہوجائے تو اپنی پہلی بیوی سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟ اور اپنی اولاد پر قابض ہوسکتا ہے، یا نہ؟

الجواب ______________

(۱) باپ چوں کہ مرتد ہوگیا اس کو کچھ حق اور تعلق اولاد سے نہیں رہا، ولی اولاد نابالغہ کا اس صورت میں ان کا دادا ہے، دادا کی اجازت سے نکاح ان نابالغوں کا صحیح ہوسکتا ہے، نانا کی اجازت سے نہیں ہوسکتا۔ (۱)

(۲) اگر باپ مسلمان ہوجائے اور تائب ہوجائے تو اپنی زوجہ سابقہ سے نکاح کرسکتا ہے اور اولاد بھی اس کا حق ہوجائے گا اور ولایت ثابت ہوجاوے گی۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۵/۸۔۴۶)

مسلم پر کافر کو ولایت نہیں:

(اخبار الجمعیۃ، مورخہ ۱۰/فروری ۱۹۲۷ء)

سوال: ایک نابالغہ مسلمہ کو ایک غیر مسلم نے بوصیت والدین نابالغہ پرورش کیا ہے۔ اب اس غیر مسلم نے اس کا نکاح کردیا ہے تو وہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

---

(۱) (الوالی فی النکاح) لاالمال (العصبة بنفسه) ... (علی ترتیب الإرث والحجب) فیقدم ابن المجنونة علی أبیها. (الدرالمختار)

هذا عندهما خلافا لمحمد رحمه الله حیث قدم الأب...ثم یقدم الأب، ثم أبوه. (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۴۲۷/۳۔۴۲۸، ظفیر)

(۲) اس لیے کہ مرتد ہونے کی وجہ سے دین اسلام سے خارج ہوگیا تھا اور سارے حقوق سے محروم ہوگیا تھا، جب مسلمان ہوگیا تو پھر اسے باپ کے حقوق حاصل ہوجائیں گے اور شادی کا حق بھی حاصل ہوجائے گا؛ اس لیے کہ فقہا صراحت کرتے ہیں:

(وبقی النکاح إن ارتد معا) بأن لم یعلم السبق فیجعل للغرقی (ثم أسلما کذلک)، الخ. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب نکاح الکافر: ۵۴۱/۲، ظفیر)

الجواب

نابالغہ کا نکاح بغیر ولی کے درست نہیں ہوتا،(۱) اور غیر مسلم کو کسی حال میں مسلم پر ولایت حاصل نہیں ہوتی،(۲) پس نکاح مذکور درست نہیں ہوا۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ (کفایۃ المفتی: ۹۸/۵)

مشرک والد کی وجہ سے حاکم کا کسی مسلمان شخص کولڑکی کا ولی بنایا کیسا ہے:

سوال: ایک لڑکی برس ڈیڑھ برس کی تھی، اس کے والدین مشرک تھے، وہ مرگئے، حاکم نے ایک مسلمان کے سپرد کردیا، اب وہ مسلمان اس کی شادی کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

قال في الدرالمختار: (ولاينفذ للملتقط عليه نكاح وبيع و) كذا (إجارة)،الخ.

وفي الشامي: لأنه يعتمد الولاية من القرابة والملك والسلطنة ولا وجود لواحد منها، نهر. (۳)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ مسلم اس لڑکی نابالغہ کا نکاح نہیں کرسکتا، البتہ بعد بلوغ اس کی اجازت سے نکاح صحیح ہوجاوے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷۵/۸)

مرزائی باپ نابالغہ کا ولی نہیں ہوسکتا:

سوال: ایک کنواری لڑکی عاقلہ بالغہ نے جس کے (والدین اور دادا اور دیگر رشتہ دار موجود ہیں) اپنے دادا کو ولی بنا کر اپنا نکاح اپنی برادری کے ایک لڑکے سے احکام شرعی کے مطابق کرلیا ہے، لڑکی کا باپ کچھ عرصہ سے مرزائی ہوگیا ہے، وہ کہتا ہے کہ میں لڑکی کسی مرزائی کو دوں گا، قادیان والوں نے حکم دیا ہے کہ اگر لڑکا مرزائی مذہب اختیار کرے، تب لڑکی دی جاسکتی ہے، اس صورت میں جو نکاح لڑکی کا دادا کی ولایت سے نکاح ہوا، جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں اول تو لڑکی خود بالغہ عاقلہ ہے تو خود اس کی اجازت سے اس کا نکاح کفو میں صحیح ہے، کسی ولی کی ضرورت نہیں ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے:

(وهو)أي الولي (شرط) صحة (نكاح صغير)...لامكلفة (فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولي). (۴)

---

(۱) وهو أي الولي شرط صحة نكاح صغير ومجنون. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۵۵/۳، سعيد)

(۲) ولا ولاية لصغير ولامجنون ولا لكافر على مسلم. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ۲۸٤/۱، ماجدية)

(۳) ردالمحتار، كتاب اللقيط: ۲۷٤/٤، دارالفكربيروت، انيس

(۴) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ٤۰۷/۲، ظفير

اور ثانیا یہ کہ اگر ولی کے ذریعہ سے ہی نکاح اس کا کیا جاوے، جیسا کہ سنت ہے تو ولی اس کا اس صورت میں اس کا دادا ہے، باپ بوجہ مرزائی ہوجانے کے ولی نہیں رہا، ولایت اس کی باطل ہوگئی، (۱) پس دادا نے جو نکاح اس بالغہ کا اس کی اجازت سے کیا، وہ صحیح ہوگیا، باپ کو اس نکاح کو توڑنے کا اختیار اور دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار نہیں ہے اور مرزائی لڑکے سے نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ الحاصل جو نکاح بولایت دادا ہوگیا، وہ صحیح ہے، قادیان والوں کا حکم باطل ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۰/۸)

باپ کے رہتے ہوئے ماں نے نابالغہ لڑکی کی شادی اور باپ نے انکار کردیا تو نکاح درست نہیں ہوا:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اسکی ماں کی اجازت سے ہوا، لڑکی کا باپ انکار کرتا رہا، حتیٰ کہ مجلس نکاح میں بھی شریک نہیں ہوا، لڑکی اب بالغہ ہوئی اور اس نے کہا کہ میں اب بالغہ ہوئی اور شریعت کے قاعدہ سے میں اس شخص کے نکاح سے باہر ہوئی، جس کے ساتھ میری ماں نے نکاح پڑھایا جائے، اب میں نے اپنے باپ کی مرضی سے نکاح کروں گی۔ لڑکی کا نکاح فسخ ہوا، یا نہیں؟ اور اس کا باپ اس کا دوسرا نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

باپ کی موجودگی میں ماں کی ولایت اور اختیار نکاح کرنے کا نہ تھا، اگر ماں نے بلا اجازت باپ کے نابالغہ کا نکاح کیا تو باپ کی اجازت پر موقوف تھا، اگر باپ نے رد کردیا اور انکار کردیا تو نکاح باطل ہوگیا۔ (۲) اس صورت میں دوسرا نکاح لڑکی کا باپ کرسکتا ہے اور خیار بلوغ کی صورت اس وجہ سے نہیں چل سکتی کہ اس میں قاضی شرعی کی ضرورت ہوتی ہے، بدون قضاء قاضی نکاح فسخ نہیں ہوتا اور قاضی شرعی اس زمانہ میں نہیں ہے، (۳) اور اگر حکم کو بھی اختیار فسخ ہونا مان لیا جائے تو حکم بتراضی فریقین ہوتا ہے۔ (هكذا في الدر المختار) (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۹/۸-۶۰)

---

(۱) مرزائی مرتد کافر ہوتا ہے؛ اس لیے وہ ولی نہیں ہوسکتا؛ اس لیے کہ ولی کے لیے اسلام کی شرط ضروری ہے۔

(بشرط حرية وتكليف وإسلام في حق مسلمة تريد التزوج (وولد مسلم) لعدم الولاية. (الدرالمختار)

يعني: أن الكافر لا يلي على المسلمة وولده المسلم لقوله تعالىٰ ﴿ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا﴾. (ردالمحتار، باب الولي: ۴۲۸/۲-۴۲۹، ظفير)

(۲) فلوزوج الأبعد على حال قيام الأقرب توقف على إجازته. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۴۳۲/۲، ظفير)

(۳) (لهما) أي لصغير وصغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ أو العلم النكاح بعده)... (بشرط القضاء) للفسخ. (الدرالمختار)

وحاصله أنه إذا كان المزوج للصغير والصغيرة غير الأب والجد فلهما الخيار بالبلوغ أو العلم به فإن اختار بالفسخ لايثبت الفسخ إلابشرط القضاء. (ردالمحتار، باب الولي: ۴۲۱/۲، ظفير)

(۴) خیار بلوغ کی تفصیل کے لیے دیکھئے: الحیلۃ الناجزۃ للتھانویؒ

نابالغہ لڑکی کے باپ کے ایجاب اور نابالغ کے باپ کے قبول سے نکاح ہوگیا:

سوال: لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کے باپ نے نابالغ لڑکے سے کردیا، لڑکے نابالغ کے باپ نے ایجاب کیا، پھر لڑکے کا باپ لڑکے کو اجازت دیوے، تب لڑکے کا حق ہوتا، یا دوسری دفعہ اجازت دے دینے کی ضرورت نہیں ہوئی؟

الجواب

دوسری دفعہ ایجاب دینے کی ضرورت نہیں ہے، پس جب کہ دختر نابالغہ کے اب نے ایجاب کے ساتھ تکلم کیا اور شوہر نابالغ کے باپ نے قبول کرلیا تو نکاح صحیح ہوگیا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۶۲)

باپ کا کیا ہوا نکاح درست ہے، بغیر طلاق دوسرا نکاح جائز نہیں:

سوال: مسماۃ کریمن کا نکاح سات برس کی عمر میں اس کے باپ نے ایک شخص سے کردیا تھا؛ لیکن بعد دوسال کے اس کی ماں اپنی لڑکی کریمن کو لے کر بھاگ گئی اور بعد دوتین سال کے جب اس کی عمر گیارہ برس کی ہوتی تو اس کی ماں نے اس کا نکاح دوسری جگہ کردیا، باپ مر چکا تھا، پھر وہاں سے بھی نکل گئی، اب زید اس سے عقد کرنا چاہتا ہے اور ہر دو خاوند میں سے کسی نے طلاق نہیں دی تو زید عقد کرسکتا ہے، یا کیا حکم ہے؟

الجواب

پہلا نکاح جو باپ نے کیا تھا، وہ صحیح ہوگیا تھا، وہ فسخ نہیں ہوا، زید اگر اس عورت سے نکاح کرنا چاہے تو شوہر اول سے طلاق دلوائے، اس وقت زید نکاح کرسکتا ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۶۷-۶۸)

نابالغہ لڑکی کا ولی اس کا باپ ہے، نانا اس کا نکاح نہیں کرسکتا:

سوال: ایک شخص کی لڑکی ابتدائے سے اپنے نانا کے زیر پرورش رہتی ہے، باپ نے اول سے اس لڑکی سے تعلق قطع کررکھا ہے، کسی قسم کی خبر نہیں لیتا، اس حالت میں اس لڑکی کا عقد اس کا نانا کرسکتا ہے، یا نہیں؟ اور علامات بلوغ کیا ہیں؟

الجواب

جب کہ ابھی وہ لڑکی نابالغہ ہے، بدون باپ کی رضامندی واجازت کے اس کا نکاح نہیں ہوسکتا ہے؛ کیوں کہ ولی شرعی اس حالت میں باپ ہے، (۲) البتہ جب وہ لڑکی بالغہ ہوجاوے تو خود اس لڑکی کی اجازت سے کفو میں اس کا نکاح

---

(۱) ویجوز نکاح الصغیر والصغیرة إذا زوجهما الولی بکراً کانت الصغیرة أوثیباً، الخ، فإن زوجهما الأب والجد ... فلا خیار لهما بعد البلوغ. (الهدایة، باب فی الأولیاء: ۲/۲۹۵-۲۹۶، ظفیر)

(۲) (الوالی فی النکاح) لا المال بنفسه ... (علی ترتیب الإرث والحجب). (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الولی: ۲/۴۲۷، ظفیر)

صحیح ہوجاوے گا اور بالغہ ہونا لڑکی کا حیض سے معلوم ہوگا، یا اگر حیض نہ آوے تو پندرہ برس کی عمر ہونے پر شرعاً بالغہ ہوجاوے گی، یعنی سولھویں برس کے شروع ہونے پر۔ (ھکذا فی کتب الفقه) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۷۰)

باپ کے رہتے ہوئے دوسرا ولی نہیں ہوسکتا:

سوال: زید کی دختر صالحہ کو جب کہ صالحہ کی ماں فوت ہوگئی تھی، عمر نے پرورش کیا، زید نے عمر کے حوالہ کردی تھی، صالحہ کو عمر نے حالت نابالغی میں بکر کے ساتھ واسطے مناکحت منسوب کیا، زید زندہ ہے، کسی وجہ سے صالحہ کو بکر کے ساتھ منسوب کرنے میں رضامند نہیں، اب عقد صالحہ نابالغہ کا باجازت عمر بکر کے ساتھ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

صالحہ نابالغہ دختر زید کا ولی زید ہے، عمر کی اجازت سے بلا اجازت زید کے صالحہ کا نکاح درست نہیں ہے۔ (ھکذا فی عامة کتب الفقه) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۷۶)

بھائی کے رہتے ہوئے سوتیلا باپ ولی نہیں ہے:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ کا سوتیلا باپ اور حقیقی ماں موجود ہے اور لڑکی کا حقیقی بڑا بھائی بالغ ایک روز کی مسافت پر ہے، اگر سوتیلا باپ اور حقیقی ماں کسی شخص سے نابالغہ کا نکاح کردیں اور حقیقی بھائی کو عقد کے بعد خبر ہو اور وہ اجازت نہ دے اور راضی ہو تو ایسی حالت میں نکاح درست ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسی حالت میں ولی شرعی اس نابالغہ کا اس کا حقیقی بھائی ہے، اگر اس نے اجازت نہ دی تو نکاح نہیں ہوا۔ (کذا فی الدر المختار وغیرہ) (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۷۷)

نابالغ کا نکاح والد کی موجودگی میں دوسرا شخص کرسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: نابالغ بچوں کا نکاح والدین کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص کرسکتا ہے، یا نہیں؟

---

(۱) وبلوغ الجارية بالحيض وبالاحتلام والحبل فإن لم يوجد ذلک فحتى يتم لها سبع عشرة سنة وهذا عند أبي حنيفة وقالا: إذا تم للغلام والجارية خمس عشرة سنة فقد بلغا وهو رواية عن أبي حنيفة. (الهداية، كتاب الحجر، فصل في حد البلوغ: ۳/۳٤۱، ظفير)

(۲) (الوالي في النكاح) لا المال (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب) ... فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الولي: ۲/٤۲۷، ظفير)

(۳) فلو زوج الأبعد حال قيام الاقرب توقف على اجازته الدر الالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۲/٤۲۷، ظفير)

الجواب

نابالغ بچہ کے نکاح کا ولی اول باپ ہے، پھر دادا، پھر بھائی، وغیرہ۔ پس باپ کی موجودگی میں اگر کوئی دوسرا شخص نابالغ کا نکاح کرے تو نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہے، اگر باپ اجازت دے گا تو نکاح ہوگا، ورنہ نہیں۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷۹/۸-۸۰)

باپ کی اجازت سے نابالغ کا نکاح ہوا اور نابالغ نے قبول کیا تو حکم ہے:

سوال: زید نے اپنی لڑکی نابالغہ کے نکاح پر اور عمر نے اپنے لڑکے نابالغ کے نکاح پر راضی ہوکر نکاح خواں کو کہا کہ نکاح پڑھو، نکاح خواں نے زید وعمر کی موجودگی میں روبرو شاہدین نکاح کر دیا، عمر نے قبول نہیں کیا؛ بلکہ لڑکے نے قبول کیا، لہذا یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ باپ اس نابالغ کا اس مجلس میں موجود تھا اور اس نے نابالغ کے قبول کو تسلیم رکھا تو وہ قبول باپ کی طرف سے منسوب ہوکر نکاح صحیح ہوگیا؛ کیوں کہ صبی نابالغ ممیز کے اس قسم کے تصرفات جو متردد ہیں بین النفع والضرر، ولی کے قبول پر موقوف رہتے ہیں، اگر ولی جائز رکھے جائز ہوتے ہیں۔

(**وما تردد**)**من العقود**(بين نفع وضرر **كالبيع والشراء توقف على الإذن**.(الدرالمختار، كتاب المأذون)(۲)

اور نکاح بھی مثل بیع وشرا کے ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۰/۸)

نابالغی میں باپ نے جو نکاح لڑکی کا کیا، وہ درست ہے، دوسرا نکاح بعد بلوغ نہیں کرسکتی:

سوال: ایک شخص نے اپنی لڑکی نابالغہ کا ایجاب وقبول اپنے بھتیجے کے لیے روبرو گواہان کے مجلس عام میں کیا؛ یعنی شخص مذکور کے حقیقی بھائی نے قبول کیا، اب جب کہ لڑکی بالغہ ہوئی تو اس کے باپ نے اس کا نکاح دوسری جگہ کر دیا، آیا نکاح اول بحال رہا، یا فاسد ہوگیا اور نکاح ثانی کے لیے اور اس شخص کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر ایجاب وقبول اول بطریق نکاح ومجلس نکاح میں کیا گیا روبرو گواہوں کے تو وہ پہلا نکاح صحیح ہوگیا، دوسرا نکاح اس کا باطل اور ناجائز ہوا، وہ لڑکی پہلے شوہر کو ملنی چاہیے اور دوسرے شوہر سے علاحدہ رکھی جاوے اور شخص مذکور جس نے ایسا کیا، اس فعل سے توبہ کرلے، یہی کفارہ اس گناہ کا ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۳/۸)

(۱) **فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته.(الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۴۳۳/۲،ظفير)**

(۲) **الدرالمختار على هامش ردالمحتار كتاب الماذون: ۱۵۰/۵،ظفير**

باپ نابالغہ کا نکاح جہاں بھی کردے، صحیح ہے:

سوال: زید نے اپنی عورت کو طلاق دے دی، اس سے ایک چھوٹی لڑکی تھی، زید کو چوں کہ اپنی بیوی اور لڑکی سے ایک گونہ عداوت ہے، اس نے فوراً لڑکی کی شادی لڑکی کی غیبت میں خفیہ طور پر کردی، ایسی صورت زید اپنی لڑکی کا نکاح بغیر رضا والدہ کے کرسکتا ہے اور وہ نکاح صحیح ہے، جب کہ زید کی نیت بد ہوا اور طمع نفسانی سے روپیہ وغیرہ بھی لے لیا ہو تو زید لڑکی کا ولی رہ سکتا ہے اور اس کا کیا ہوا نکاح جائز ہے؟ کیا زید لڑکی کا نکاح ایسی جگہ کرسکتا ہے، جہاں لڑکی کا دینی و دنیاوی نقصان متصور ہو اور ہو نکاح باقی رہ سکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

جب کہ وہ لڑکی نابالغہ ہے تو ولایت نکاح نابالغہ کی اس صورت میں اس کے باپ کو ہے، بدون رضامندی والدہ وغیرہ کے نابالغہ کا نکاح کرسکتا ہے اور وہ نکاح صحیح ہوجاوے گا اور نیت کا حال چوں کہ معلوم نہیں ہوسکتا؛ اس لیے اس پر مدار ولایت وعدم ولایت کا نہیں ہوسکتا۔ شریعت میں باپ لڑکی کا خیر خواہ ہی سمجھا جاتا ہے؛ اس لیے فقہا نے لکھا ہے کہ اگر باپ اپنی نابالغہ دختر کا نکاح غیر کفو میں بھی کردے اور مہر مثل سے مہر میں کمی کردے تو پھر نکاح صحیح ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۲/۸)

باپ ولی ہے، پھوپا پھوپی نہیں ہیں:

سوال: ایک شخص کی عورت انتقال کرگئی، ڈھائی برس کی لڑکی چھوڑی، اس لڑکی کی اس شخص کی بہن لے گئی اور اس کی پرورش کی، جب لڑکی کی عمر ساڑھے گیارہ برس کی ہوگئی، تب بلا اجازت لڑکی کے باپ کے لڑکی کی پھوپی اور پھوپا نے اس کا نکاح کردیا، باپ اور بھائی کی وہاں مرضی نکاح کرنے کی نہیں ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

پھوپی اور پھوپا کو اختیار اس نابالغہ کے نکاح کا نہیں ہے، پس جو نکاح انہوں نے کیا، وہ باپ کی اجازت پر موقوف ہے، اگر باپ اجازت دے گا تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر باپ انکار کردے گا تو نکاح باطل ہوجاوے گا اور باپ کی موجودگی میں بھائی کو بھی اختیار نکاح کا نہیں ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۴-۱۰۵)

---

(۱) (وللولی) ...(إنکاح الصغیر والصغیرة)...(ولوثیبا) ...(ولزم النکاح ولوبغبن فاحش) بنقص مهرها وزیادة مهره (أو) زوجها (بغیر کفء إن کان الولی) ... (أبا أوجداً) ... (لم یعرف منهما سوء الاختیار) مجانة وفسقا.(الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۴۱۷/۲، ظفیر)

(۲) (الوالی فی النکاح) ... (العصبة بنفسه) ... (علی ترتیب الإرث والحجب) فیقدم ابن المجنونة علی أبیها.(الدر المختار) وابن الإبن کالإبن،ثم یقدم الأب ثم أبوه، الخ.(ردالمحتار،باب الولی: ۷۶/۳،دارالفکربیروت،انیس)

فلوزوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته.(الدرالمختار، باب الولی: ۴۲۷/۲-۴۳۲، ظفیر)

نابالغہ کے نکاح کا اختیار باپ کو ہے، یا نہیں:

سوال: پدر را اختیار نکاح دختر نابالغہ خود ہست، یا نہ؟ و نکاح حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا بعمر چند سال شدہ؟

الجواب

پدر اختیار نکاح دختر نابالغہ خود ہست و نکاح حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا بعمر ہفتہ سال شدہ است۔ (كذا في حديث رواه مسلم) (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۱۰۸)

لڑکی کا باپ لڑکے سے روپیہ لے لے تو ولی رہتا ہے، یا نہیں:

سوال: لڑکی اور لڑکے کا نکاح نابالغی کی حالت میں والدین نے کر دیا اور لڑکی کے والد نے لڑکے کے باپ سے پچاس روپے، یا کچھ کم وبیش طمع نفسانی سے لے لیے، ایسی حالت میں یہ دختر کا ولی رہا، یا نہیں؟ اور نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟ بغیر طلاق لڑکی بعد بلوغ نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

نابالغی کی حالت میں جو نکاح ان کے والد نے کیا صحیح ہے اور لڑکی کے باپ نے جو روپیہ شوہر کے والد سے لیا، یہ رشوت ہے اور حرام ہے، واپس کرنا چاہیے؛ مگر اس لینے کی وجہ سے ولایت باطل نہیں ہوئی، اب بدون طلاق کے عورت کا نکاح ثانی نہیں ہو سکتا اور نہ اس صورت میں لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۱۲۱-۱۲۲)

ماں نابالغہ لڑکی کا نکاح کر دے اور باپ اجازت نہ دے تو نکاح نہیں ہوا:

سوال: ایک لڑکی نو سالہ کا نکاح اس کی والدہ نے بلا اجازت و رضامندی اس کے باپ کے کر دیا تھا، اب وہ لڑکی بالغہ و جوان ہے، اس کو شوہر نان نفقہ نہیں دیتا؛ بلکہ ایک خط میں لکھتا ہے کہ میں نے اس کو دل سے طلاق دے دی ہے اور تحریری طلاق نامہ اس کو کچھ مدت خوار کر کے دوں گا؛ مگر وہ خط کم ہو گیا ہے؛ لیکن ایک اور خط موجود ہے، جس میں چند الفاظ طلاق کنایہ کے موجود ہیں، مثلاً: (۱) وہ میری عورت نہیں، (۲) اس کو کہو میرے گھر سے چلی جا، جدھر مرضی ہو، میں بالکل خرچ نہ دوں گا، (۳) چند سال خراب کر کے تحریری طلاق دوں گا، وغیرہ وغیرہ۔

کیا عورت مذکورہ کو نکاح مذکورہ کالعدم سمجھ کر نکاح ثانی کی اجازت ہے؟

---

(۱) عن عروة عن عائشة رضي الله عنها قالت: إن النبي صلى الله عليه وسلم تزوجها وهي بنت سبع سنين وزفت إليه وهي نبت تسع سنين ولعبها معها وهي بنت ثمان عشرة. (الحديث) (صحيح لمسلم: ۴۵۶/۱، ظفير) (باب تزويج الأب البكر الصغيرة، رقم الحديث: ۱۴۲۲، انيس)

(۲) أخذ اهل المرأة شيئا عندالتسليم فللزوج أن يستوده لأنه رشوة. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب المهر: ۵۰۳/۲، ظفير)

نقل خط جو زوج نے بھیجا ہے:

جناب والاکرم میاں پیر محمد

از جانب عبدالقیوم

خط آپ کا پہنچا، حال معلوم ہوا، دل کو خوشی ہوئی اور مجھ کو آپ نے دل کی بات ظاہر کریں، کیا بات ہے؟ اگر آپ کے ساتھ سلوک سے رہے گی، تب میری عورت ہے، ورنہ کوئی نہیں، آپ جس طرح کہیں، وہی بات کروں گا؛ لیکن چند سال خراب کرکے، اگر میری والدہ کو برا سمجھے گی، میری سخت دشمن ہے۔

الجواب ــ

از جائے دیگر:

صورت مذکور بالا میں عورت مذکورہ کو شرع محمدی کی رو سے نکاح ثانی کی اجازت ہے؛ کیوں کہ ماں ولی ابعد ہے اور باپ ولی اقرب اور ولی اقرب کے ہوتے ہوئے ولی ابعد نابالغہ کا نکاح نہیں کرسکتا۔

وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة والولی العصبة بترتیب الإرث (إلی أن قال) وإن لم تکن عصبة فالولایة للأم. (کنز الدقائق، باب الأولیاء، ص: ۹۸)(۱)

اور باب الکنایات میں ہے کہ جو شخص طلاق کے ذکر کے وقت اور عورت کے سوال کرنے کے وقت اپنے خاوند سے طلاق اور غضب کی حالت میں اگر مرد اپنی بیوی کو کہے کہ تو چلی جا، جدھر تیری مرضی ہو، یا تو میری عورت نہیں ہے اور مانند اس کے تو عورت پر طلاق بائن پڑ جاتی ہے، جس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

پس اگر بالفرض والتقدیر پہلے نکاح کو صحیح بھی مانا جاوے تو اس خط اور دوسرے خط کے الفاظ سے نکاح فسخ ہوگیا اور شریعت محمدیہ کی رو سے عورت مذکورہ کو نکاح ثانی کی اجازت ہوگی۔

درمختار، باب العنین میں ہے کہ لیکن قہستانی میں ہے کہ امام محمدؒ کے نزدیک اگر زوج کو جنون، یا جذام، یا برص ہو تو عورت کو فرقت کا اختیار ہے اور اسی طرح ہر غیب زوج سے کہ عورت بدون ضرر کے اس کے پاس نہ ٹھہر سکے تو عورت کو اختیار ہے جدائی کا۔(۲)

الجواب از حضرت مفتی صاحب:

اقول وباللہ التوفیق، بے شک یہ صحیح ہے کہ ولی اقرب کے ہوتے ہوئے ولی ابعد کو نابالغ کے نکاح کا اختیار نہیں ہے

---

(۱) دیکھئے: البحر الرائق، باب الأولیاء: ۱۲۶/۳، ظفیر

(۲) (ولایتخیر أحدهما) أی الزوجین (بعیب الآخر) ولو فاحشا کجنون وجذام برص ورتق وقرن وخالف الأئمة الثلاثة فی الخمسة لو بالزوج ولو وضی بالرد صح، فتح. (الدر المختار) والظاهر أن اصلها: وخالف الأئمة الثلاثة فی الخمسة مطلقا ومحمد فی الثلاثة الأول لو بالزوج. (ردالمحتار، باب العنین: ۸۲۲/۲، ظفیر)

اوراگر ولی ابعد ایسا کرے تو وہ نکاح ولی اقرب کی اجازت پرموقوف رہتا ہے، اگر وہ اجازت دے گا تو نکاح صحیح ہوگا، ورنہ باطل ہوجائے گا۔

درمختار میں ہے:

فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته.(۱)

اورشامی میں ہے:

فلايكون سكوته إجازة لنكاح الأبعد وإن كان حاضرا فى مجلس العقد مالم يرض صريحاً أودلالةً، تأمل.(۲)

اورجواب کا جزوثانی جوکنایات سے بحالت غصہ ومذکراہ طلاق طلاق بائنہ واقع ہونے کے متعلق ہے،اس میں یہ تفصیل ہے کہ دوسرے خط کے مطابق جوکہ موجود ہے کہ والدہ سے پوچھو،تمہاری کیارائے ہے؟اگرآپ کے ساتھ سلوک سے رہے گی،تب میری عورت ہے، ورنہ'' اس میں اس کی عورت نہ رہنےکووالدہ کے ساتھ سلوک سے نہ رہنے پرمعلق کیاہے،ایسی حالت میں اگرشوہر کی نیت ان الفاظ سے طلاق کی ہواورشرط پائی جائے تو طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، ورنہ نہیں اورشامی کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ولایت حال کافی نہیں ہے،نیت شوہر کی ضرورت ہے۔

وقيد بالنية لأنه لايقع بدونها اتفاقا لكونه من الكنايات وأشار إلى أنه لايقوم مقامها دلالة الحال لأن ذلك فيما يصلح جوابا فقط وهوالفاظ ليس هذا منها وأشار بقوله طلاق إلى أن الواقع بهذه الكناية رجعي،الخ.(۳)

اورنیزشامی وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عیوب شوہر مثل جنون وبرص وغیرہ میں مفتی بہ قول شیخین ہے، امام محمد کا مذہب مفتی بہ نہیں ہے، چناں چہ شامی میں ہے:

وقد تكفل فى الفتح برد مااستدل به الأئمة الثلاثة ومحمد بما لا مزيد عليه.(۴)

الحاصل صرف وجہ اول ایسی ہے کہ اس کی وجہ سے حکیم بطلان نکاح مذکور کا کیا جاسکتا ہے اوراجازت نکاح ثانی کی اس عورت کوہوسکتی ہے، وہ یہ کہ والدہ نے جونکاح دختر نابالغہ کا کیا، اگر باپ نے اس کو جائز نہیں رکھا اورانکار کردیا تو وہ نکاح باطل ہوگیا۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۱۲۵-۱۲۸)

چودہ سالہ لڑکی کا نکاح باپ اس کی موجودگی کے بغیر کرسکتا ہے، یانہیں:

سوال: ایک لڑکی چودہ سال کی اندور میں اپنی بہن کے پاس ہے اوراس کا باپ بریلی میں رہتا ہے تو وہ بغیر

(۱) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولى:۲/ ۴۳۲،ظفير

(۲) ردالمحتار،باب الولى:۲/۳۱۵،ظفير

(۳) ردالمحتار:۳/۲۸۳،قبيل باب طلاق غيرالمدخول به،دارالفكربيروت،ظفير

(۴) ردالمحتار، باب العينين وغيره:۲/۵۹۷،ظفير

موجودگی لڑکی کے اپنی اجازت سے اس کا نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

چودہ برس کی عمر میں لڑکی کے بالغ ہونے کا حکم نہیں دیا جاتا، اگر حیض وغیرہ نہ ہوا اور نابالغہ لڑکی نکاح اس کا باپ بدون موجود ہونے لڑکی کے کرسکتا ہے اور اگر لڑکی بالغہ ہوا اور اس کا نکاح دور بیٹھے بدون اطلاع کرنے لڑکی کے کردے اور جس وقت لڑکی کو خبر ہو، وہ سکوت کرے، تب بھی باپ کا کیا ہوا نکاح صحیح ہے۔ الغرض دونوں صورتوں میں باپ اپنی دختر کا نکاح دور بیٹھے کرسکتا ہے اور سکوت اس کا (بالغہ کا) اذن شمار ہوتا ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۵/۸)

بدچلن ولی باپ ولی باقی رہتا ہے، یا نہیں:

سوال: اگر دختر کا ولی بدچلن ہو اور خبر گیراں نہ ہو تو اس کی ولایت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

کوئی ولی اگر بدچلن ہو، یا خبر گیراں خور ونوش کا نہ ہو، بوجہ ترک کرنے اپنے فرض منصبی کے، وہ عاصی وفاسق ہے؛ لیکن ولایت اس کی مطلقاً اس سے سلب نہیں ہوتی اور خاص صورت میں اس کی ولایت بھی سلب ہوجاتی ہے، بہر حال بالغہ لڑکی پر ولایت اجبار کسی ولی کو نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۵/۸)

باپ نے نکاح کردیا، پھر لڑکی نے بالغ ہونے کا دعویٰ کیا اور نکاح کرلیا، کون سا نکاح جائز ہوگا:

سوال: زید نے اپنی لڑکی ہندہ کو خالد کے لڑکے بکر سے منسوب کررکھا تھا اور لڑکی اپنی نانی کے پاس رہتی تھی، زید سخت بیمار ہوا؛ اس لیے اپنی لڑکی ہندہ کا عقد عمرو کے لڑکے ولید سے کردیا، بولایت خود نانی نے چند وجھوں سے ناخوش ہوکر عقد اسی لڑکے بکر بالغ سے کردیا، جس سے باپ نے پہلے سے نسبت کررکھی تھی اور باپ کو خبر کردی کہ لڑکی نے اپنا عقد آپ ہی بکر مذکور سے کرلیا اور بوجہ بالغہ ہونے کے اس کو کسی ولایت کی ضرورت نہیں پڑی، اس وقت لڑکی کا سن قریب گیارہ برس کے بمقاصد چند روز کے بکر ہندہ کو رخصت کرا کر اپنے گھر لایا اور اڑھائی تین برس کے بعد انتقال کیا، جب لڑکی ہندہ کے دوسری عقد کی تیاری اور تجویز ہوئی تو نہ معلوم لڑکی نے کس مصلحت سے یہ بیان کیا کہ نانی نے جو ہمارا عقد بکر کے ساتھ کیا تھا، اس وقت میں بالغ نہ تھی، لوگوں کے بہکانے سے میں نے اپنے کو بالغ قرار دے دیا تھا، بالغ تو میں بعد نکاح بکر کے ہوئی ہوں۔ آیا ایسی حالت میں باپ نے جو ولید سے نکاح کیا تھا، وہ صحیح سمجھا جاوے، یا نانی کے عقد کو؟ اگر نکاح ولید سے صحیح ہوگیا تھا تو اب دوسری جگہ نکاح کے لیے ولید کی طلاق کی ضرورت ہے، یا فسخ نکاح کی؛ کیوں کہ ولید اس کو اب اپنے نکاح میں رکھنا نہیں چاہتا اور ولید اس وقت مراہق ہے۔

---

(۱) (...أوزوجها وليها) وأخبرها رسوله أوالفضولي عدل (فسكتت) عن رده مختارةً،الخ، (فهو إذن).(الدر المختار، باب الولي: ۴۱۰/۲ـ ۴۱۱، ظفير)

الجواب

مسئلہ یہ ہے کہ اگر ہندہ بوقت نکاح کے جو کہ اس کے باپ نے ولید سے کیا، نابالغہ تھی تو باپ کا کیا ہوا نکاح صحیح ہوگیا اور وہ فسخ نہیں ہوسکتا اور اگر درحقیقت ہندہ بالغہ تھی اور باپ نے جو نکاح اس کا ولید سے کیا، اس کو سن کر وہ خاموش رہی، تب بھی ولید سے نکاح اس کا صحیح ہوگیا، البتہ اگر اس کو باپ کے نکاح کر دینے کی خبر نہ ہوئی، باخبر ہونے پر اس نے انکار کر دیا اور اسی حالت میں اپنی رضامندی سے بکر سے نکاح کیا تو بکر سے نکاح صحیح ہوا کہ اگر ہندہ بوقت نکاح از بکر مراہقہ تھی اور اس نے اقرار اپنے بالغ ہونے کا کرلیا تھا تو وہ بالغہ سمجھی جاوے گی، پھر انکار کرنا اس کا بلوغ سے معتبر نہ ہوگا تو اس حالت میں جب کہ اس نے باپ کے نکاح کو پسند نہ کیا تھا اور انکار کر دیا تھا، یا خبر سے پہلے بکر سے نکاح باجازت خود کرلیا تھا تو بکر سے نکاح صحیح تھا، ولید کی طلاق کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ نکاح ہوا ہی نہیں تھا اور نہ کسی قاضی وغیرہ سے فسخ کرانے کی ضرورت ہے اور نہ طلاق مراہق کا مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت ہے اور نابالغ اگرچہ مراہق ہو، طلاق اس کی واقع نہیں ہوتی۔ (كذا في عامة كتب الفقه)

اب اگر ولید سے نکاح کرنا مناسب و مصلحت ہو، کیا جاوے، ورنہ کسی دوسرے شخص سے نکاح ہندہ کا کر دیا جائے۔

درمختار میں ہے:

(فإن راهقا) بأن بلغا هذا السن (فقالا: بلغنا، صدقا إن لم يكذبهما الظاهر). (۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۴/۸-۱۴۵)

باپ نکاح کروانے کے بعد فسخ کا اختیار نہیں رکھتا:

(اخبار الجمعیۃ، مورخہ ۲۲ / اپریل ۱۹۲۷ء)

سوال: ایک شخص اپنی دو نابالغ لڑکیوں کا باقاعدہ نکاح پڑھا دینے کے بعد رشتہ داروں کی باہم ناچاقی کی وجہ سے فسخ کرنا چاہتا ہے، دولہاؤں میں سے ایک بالغ اور ایک نابالغ ہے، دلہنیں دونوں نابالغ ہیں؟

الجواب

باپ کو نابالغ اولاد کے نکاح کر دینے کا تو اختیار ہے؛ مگر کرنے کے بعد نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں، (۲) جو لڑکا بالغ ہے، اس سے طلاق حاصل کر کے نکاح کو رفع کیا جاسکتا ہے؛ مگر جو لڑکا نابالغ ہے، اس کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا نکاح بحالہ قائم رہے گا۔ (۳)

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایۃ المفتی: ۹۸/۵)

---

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام: ۱۳۲/۵، ظفير

(۲) وأهله زوج عاقل. وفي الرد: احترز بالزوج عن سيد العبد والد الصغير. (ردالمحتار، كتاب الطلاق: ۲۳۰/۳، سعيد)

(۳) ولا يقع طلاق الصبي والمجنون. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطلاق: ۳۲۹/۱، ماجدية

اقرارنامہ پر عمل نہ کرنے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا:

(اخبار الجمعیۃ، مورخہ ۲/اکتوبر ۱۹۲۷ء)

سوال: لڑکی جس کی شادی وقت نابالغ ہوئی تھی اوراس کے والدین نے اپنی مرضی سے شادی کی تھی، ولی حاضر تھا،اس نے اجازت دی تھی، شوہر نے اقرارنامہ لکھ دیا تھا کہ لڑکی اس وقت نابالغ ہے؛اس لیے وہ اس سال تک اپنے میکے میں رہ سکتی ہے،اس نے مبلغ دس روپے ماہانہ خوراک ودیگر اخراجات کے لیے دینا اقرارنامہ میں لکھ دیا تھااور یہ کہ میں کسی قسم کی تکلیف نہیں دوں گا؛لیکن اس نے اقرارنامہ پر عمل نہیں کیا؛یعنی ایک سال کے اندرہی اس کو جبراً اپنے گھر لے گیا،جس رقم کا اقرار کیا تھا، وہ ادا نہیں کی اور بہت تکلیف دی،لڑکی ابھی نابالغ ہےاور نکاح سے ناراض ہےاور طلاق لینا چاہتی ہےاور شوہر طلاق نہیں دینا چاہتا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگرلڑکی نابالغہ کے باپ نے اس کا نکاح کیا تھا تو لڑکی کو نکاح کے فسخ کرانے کا حق نہیں ہے۔(۱) ہاں اگرکوئی اور وجہ ایسی ہو،جس سے فسخ نکاح کی خواہش پیدا ہوئی ہوتو اسے بیان کرنا چاہیے،صرف نابالغی کا نکاح وجہ فسخ نہیں ہوسکتا، اقرارنامہ کی خلاف ورزی بھی فسخ نکاح کے لیے کافی وجہ نہیں ہوسکتی،(۲) اگر نباہ نہ ہوسکنے کا اندیشہ ہوتو طلاق لینے کی صورت کرنی چاہیے۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایۃ المفتی:۹۹/۵)

جو شخص شرعی باپ نہیں، وہ ولی بھی نہیں:

سوال: ایک عورت اپنا خاوند چھوڑ کر دوسرے کے یہاں رہنے لگی،اس کے پاس ایک لڑکی اپنے خاوند کی بھی ہےاوراس کا نکاح نہیں ہوا،اس کے نکاح کو میاں جی انکار کرتے ہیں،گاؤں کے لوگ ناراض ہیں تو اس کا نکاح جائز ہے، یانہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر وہ لڑکی نابالغہ ہے تو اس کا ولی اس کا والد ہے،بغیراس کی اجازت کے اس کا نکاح درست نہیں،(۳) جس شخص

---

(۱) فإن زوجهما الأب والجد يعني الصغير والصغيرة فلا خيار لهما بعد بلوغهما.(الهداية،باب في الأولياء :۱۹۳/۱، دارإحياء التراث العربي بيروت،انيس)

(۲) ولا يبطل بالشرط الفاسد ... القرض والنكاح.(الدرالمختار، كتاب النكاح:۲۴۹/۳، سعيد)

(۳) "وولي المرأة في تزويجها أبوها ،وهو أولى الأولياء".(خلاصة الفتاویٰ، كتاب النكاح،الفصل الثامن في نكاح الصغيرة والصغيرة:۱۸/۲،رشيديه)

کے پاس اس کی والدہ ناجائز طریقے پر رہتی ہے، وہ ولی شرعی نہیں، (۱) اس کا باپ نہیں، اس کو اس کے نکاح کرنے کا حق نہیں اور اس عورت کو دوسرے شخص کے پاس رہنا حرام ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۶۵)

والد اور حقیقی نانی میں سے ولایتِ نکاح کس کو ہے:

سوال: والدہ نے اپنی دختر کے نام اپنے روپیوں سے مکان خریدا اور لڑکی کو فوت ہوگئی، متوفیہ کی تین نابالغ لڑکیاں زندہ ہیں۔ آیا شرعاً نانی حقیقی، یا والدِ نابالغاں، ان میں سے کن کو حقِ ولایت نابالغاں حاصل ہے، خصوصاً نانی قابض مکان ہے؟ اور مکان کس کی ملکیت ہوگا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ان نابالغ لڑکیوں کی ولایتِ نکاح ان کے والد کو حاصل ہے، نانی کو نہیں، اسی طرح ان کی ملک میں جو مال ہو، اس پر بھی والد ہی کو ولایت حاصل ہوگی۔ (کذا فی رد المحتار) (۲) وہ مکان خریدنے والے کی ملک ہے، محض لڑکی کے نام خریدنے سے لڑکی کی ملکیت نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۳۸۵/۱۰/۲۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۶۷)

اپنے بچہ کا نکاح بغیر اپنے باپ کی اجازت کے:

سوال: ماں باپ کوئی شخص اپنی لڑکی یا لڑکے کی شادی کسی سے نہیں کرتا؛ لیکن اگر لڑکے کے ماں باپ کبھی راضی نہ ہوں؛ کیوں کہ ابھی بڑے بھائی بغیر شادی کے بیٹھے ہیں تو خود بھی کر سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

بہتر طریقہ تو یہی ہے کہ سرپرست بڑے موجود ہیں تو ان کے مشورہ سے ہی اپنی لڑکی اور لڑکے کا نکاح کرنا چاہیے؛ لیکن نابالغ کے والد کو ولایتِ نکاح حاصل ہے، اگر مصلحت کا تقاضا ہو تو ہر شخص اپنے لڑکے اور لڑکی کا نکاح بغیر اپنے والد سے دریافت کیے بھی کر سکتا ہے، (۳) اگر مصلحت کا تقاضا ہو تو چھوٹے لڑکے کی شادی بڑے لڑکے سے پہلے بھی

---

(۱) الولی هو العصبة". (الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء: ۳۱۶/۲، شركت علميه)

(۲) "(قوله: لا المال) فإنه الولي فيه الأب ووصيه، والجد ووصيه، والقاضي ونائبه فقط". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۷۶/۳، سعيد)

"وولي المرأة في تزويجها أبوها وهو أولى الأولياء". (خلاصة الفتاویٰ، كتاب النكاح، الفصل الثامن في نكاح الصغير والصغيرة: ۱۸/۲، رشيديه)

"والولي هو العصبة". (الهداية، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳۱۶/۲، رشيديه)

(۳) "والولي هو العصبة". (الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء: ۳۱۶/۲، شركت علميه)

کرنا درست ہے اور جس کو خود ضرورت ہو، وہ معصیت سے بچنے کے لیے خود بھی اپنی شادی کر سکتا ہے، اگر چہ والدین نہ کریں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۵/۱۰/۲۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۶۷)

نابالغ بچی کا بذریعہ والد ایجاب وقبول:

سوال (۱) میں نے اپنے چھوٹے کمسن بچے کے لیے ایک چھوٹی لڑکی (جس کی عمر لگ بھگ تین سال تھی) کا رشتہ طلب کیا تو لڑکی کے دادا نے لڑکی کے والد کی موجودگی میں میرے لڑکے کے لیے اس لڑکی کا رشتہ منظور کر لیا۔ اس امر کا گواہ ماسوا لڑکی کے والد، ماں اور میری بیوی کے اور کوئی نہ تھا، یہ ایجاب اور قبول صحیح ہے، یا نہیں؟ اور یہ گواہ معتبر ہے، یا نہیں؟ نیز یہ لڑکی بعد بعد بلوغت اس لڑکے پر راضی ہے۔

(۲) اسی اثنا میں اس لڑکی کو ایک شخص نے جنگل کی طرف اغوا کر لیا اور جبریہ نکاح کر لیا؛ مگر لڑکی کچھ دنوں کے بعد بھاگ گئی اور اس معاملہ پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ اس واقعہ کے وقت لڑکی کی ماں کے بقول لڑکی نابالغ تھی، ان وجوہات کی بنا پر جبریہ نکاح ثابت ہوا، یا نہیں؟ براہ کرم مفصل جواب سے نوازیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) رشتہ کرنا درحقیقت نکاح نہیں، وعدۂ نکاح ہے، (۲) اس کے لیے گواہی کی ضرورت نہیں، وعدہ پورا کرنا چاہیے، جب تک کوئی مانعِ قوی نہ ہو۔ (۳)

(۲) اگر لڑکی اغوا کے وقت نابالغ تھی تو اس کا ایجاب وقبول شرعاً معتبر نہیں؛ بلکہ وہ نکاح لڑکی کے والد کی اجازت پر موقوف ہے، اگر اس نے اس کو نامنظور کر دیا تھا تو وہ جب ہی ختم ہو گیا تھا۔ (۴) اب والد، دادا اور خود لڑکی سب ہی اس بچپن کے رشتہ پر رضا مند ہیں تو ان حالات میں یہ نکاح کر دیا جائے۔ (۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۱/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۱/۱۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۶۸)

---

(۱) "(ويكون واجباً عند التوقان) فإن تيقن الزنا إلا به فرض، نهاية، ... (و) يكون (سنة) مؤكدة في الأصح فيأثم بتركه ويثاب إن نوى تحصيناً وولداً". (الدر المختار: ۳/۶-۷، كتاب النكاح، سعيد)

(۲) "إن المجلس للنكاح فنكاح وإن للوعد فوعد". (الدر المختار: ۳/۱۲، قبيل مطلب التزوج بإرسال كتاب، سعيد)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولاً﴾ (سورة بني اسرائيل: ۳۴)

(۴) "الأصل عندنا أن العقود تتوقف على الإجازة، إذا كان لها معجيز حالة العقد جازت، وإن لم يكن، تبطل ... الصبي إذا تزوج ... يتوقف على إجازة الولي في حالة الصغر". (فتح القدير: ۳/۳۰۸-۳۰۹، كتاب النكاح، فصل في الوكالة بالنكاح، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۵) "لولي الصغير والصغيرة أن ينكحهما، وإن لم يرضيا بذلك، سواء كانت بكراً، أو ثيباً". (الفتاوىٰ الهندية: ۱/۲۸۵، كتاب النكاح الباب الرابع، رشيديه)

==

باپ نے نکاح کردیا تو حقِ فسخ نہیں ہے:

سوال: مسماۃ وہاب نوری کا عقد اس کے والد نے یونس لوہار سے کردیا، اس بات کو تین سال ہوگئے، والدہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ آج مسماۃ نوری کو وہ عقد نا منظور ہے، وجہ یہ بیان کرتی ہے کہ میں کسی اور جگہ نکاح کروں گی، یونس لوہار مجھے پسند نہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا مسماۃ مذکورہ کے اپنے باپ کے لیے نکاح کو کسی وقت بھی کالعدم کرانے، یا کرنے کی مجاز ہے، یا نہیں؟ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

سوال سے معلوم نہیں ہوسکا کہ مسماۃ وہاب نوری کا جس وقت اس کے والد نے عقد کیا تھا تو اس وقت مسماۃ کی عمر کیا تھی، وہ بالغہ تھی اور والد نے اس سے دریافت کیا کہ میں تمہارا عقد فلاں شخص سے کرتا ہوں، تم کو منظور ہے، اس پر مسماۃ نے اگر اجازت دے دی، یا خاموش رہی، انکار نہیں کیا، یا والد نے دریافت ہی نہیں کیا؛ بلکہ بغیر مسماۃ سے دریافت کئے اس کا عقد یونس لوہار سے کردیا اور مسماۃ نے اس عقد کی خبر معلوم ہونے پر اس کو رد نہیں کیا؛ بلکہ خاموش رہی تو ان سب صورتوں میں نکاح لازم اور صحیح ہوگیا۔ اب مسماۃ وہاب نوری محض شوہر نا پسند ہونے پر والد کے کئے ہوئے نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں رکھتی اور بغیر یونس سے طلاق حاصل کئے اس کو دوسری جگہ نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں۔

”ولا تجبر البالغة البكر على النكاح، لا نقطاع الولاية بالبلوغ، فإن استاذنها هو، أى الوكيل وهو السنة أو وكيله أو زوجها وليها وأخبرها رسوله، فسكتت عن رده مختارة فهو إذن إن علمت بالزوج،آه“ .(الدر المختار)(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ دار العلوم دیو بند، ۱/۱۱/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۷۱)

والدین کے ذمہ اولاد کا نکاح:

سوال: والدین، یا اوراعزہ کے ذمہ اولادِ صغار، یا کبار کا نکاح بہر حال سنت ہے، یا واجب، خواہ رسوم و بدعات

== ”(وللولي إنكاح الصغير والصغيرة)جبراً (ولو ثيباً (ولزم النكاح)“.(الدر المختار:۶۵/۳،باب الولي،سعيد)

(۱) الدر المختار:۵۸/۳ـ ۶۱،باب الولي ،سعيد

”لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها ، بكراً كانت أوثيباً ، فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتها ، فإن أجازتة جاز،وإن ردته بطل ... إن استاذن الولي البكر البالغة فسكتت ، فذلك إذن منها ... وإذا قال لها الولي : أريد إن أزوجك من فلان بألف ، فسكتت ، ثم زوجها ،فقالت : لا أرضى ، أو زوجها ثم بلغها الخبر، فسكتت ، فالسكوت منها رضا في الوجهين جميعاً إذا كان المزوج هو الولي “.(الفتاویٰ العالمگيرية: ۲۷/۱، الباب الرابع في الأولياء ، رشيديه)

کے ساتھ ہو؟ اگر نکاح بطریق سنت نہ ملے اور مفاسد مروجہ کا انسداد محال ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اولادِ صغار کا نکاح واجب یا سنت نہیں ؛ بلکہ محض مباح ہے اور امرِ مباح کے لیے بدعات کا ارتکاب خلافِ شرع وعقل ہے اور کبار خود مکلّف ہیں، بذمہ والدین ان کا نکاح شرعاً ضروری نہیں، محض تبرع ہے۔

اگر اس درجہ غلبہ شہوت ہے کہ بلا نکاح ابتلائے زنا کا یقین ہے اور ادائے مہر ونفقہ پر قادر ہے تو نکاح فرض ہے، اگر قادر نہیں تو فرض نہیں اور اعتدالِ شہوت کے وقت سنتِ مؤکدہ ہے اور خوفِ جور کے وقت مکروہ ہے۔

"فإن تيقن الزنا إلا به فرض، وهذاإن ملك المهر والنفقة وإلا فلا إثم بتركه، بدائع، ويكون سنة موكدة فى الأصح، فيأ ثم بتركه، ويثأب إن نوى تحصيناً وولداً حال الأعتدال ...ومكروهاً لخوف الجور". (الدرالمختار: ۲/ ۲۶۰)(۱)

اگر بدعات کے چھوڑنے کا پختہ عہد کرلیا جاوے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہوگی اور طریق سنت کے موافق ان شاءاللہ نکاح میسر ہوگا اور جو بدعات ورسوم کہ شرعاً ناجائز ہے، وہ برادری کے رواج کی وجہ سے جائز نہ ہوں گی؛ بلکہ ناجائز رہیں گی، حتی الوسع محو رسوم کی بھی کوشش کرنی چاہیے، اگر باوجود امکانِ سعی کے پھر رسوم کی گئیں تو ان شاءاللہ اس سعی کرنے والے سے مؤاخذہ نہ ہوگا۔

﴿ولا تزرواوازرة وزراً اخرى﴾(سورة الفاطر: ۱۸) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود حسن عفا اللہ عنہ، معین الحق مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۲/۱۲/۱۸ھ۔

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/ ۵۱۵)

تبرع کا مطلب:

سوال: آنجناب نے تحریر فرمایا؛ یعنی بجوابِ سوال نکاح اولاد کہ کبار کا نکاح والدین کے ذمہ شرعاً ضروری نہیں، محض تبرع ہے اور یہ کہ کبار اولاد، یا غیر والدین خود نکاح کا اہتمام کریں اور انجام کو پہونچائیں، جیسا کہ رواج ہے، یا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا اہتمام فرمایا تھا تو یہ لوگ متابعت سنت عامل بالسنہ ہوں گے، یا نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا اہتمام فرمانا بطورِ سنت عادیہ کے تھا، یا صرف بطور مباح، یا بیانِ جواز کے لیے؟

نیز یہ کہ جو امر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور بیانِ جواز ثابت ہو، اس کو سنت کہیں گے، یا مستحب، یا مندوب، یا مباح؟ یا سنت کہیں گے اور سنت کون سی؟ فقط

---

(۱) الدر المختار كتاب النكاح : ۳/ ۶-۷، سعيد

پہلا سوال وجواب آنے پر جواب دیا جائے گا۔اس کا نمبر:۲۹۲/۱۲ ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

''نکاح اولاد کبار کا والدین کے ذمہ ضروری نہیں''، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح نماز، روزہ وغیرہ عبادات فرض عین ہیں کہ نص قطعی سے ثابت ہیں، ان کے منکر کی تکفیر کی جاتی ہے، ہر شخص خود ادا کرنے کا مکلّف ہے، کسی دوسرے کے ادا کرنے سے بری الذمہ نہ ہوگا، نکاح کی شان نہیں؛ مگر نکاح میں ایک جہت عبادت کی بھی ہے، پھر جیسا کہ درجہ کی عبادت اور اعانت ہوگی، اسی درجہ کا ثواب بھی ہوگا، اگر اس عبادت میں فرضیت کی شان آجائے؛ یعنی اولاد پر نکاح کرنا فرض ہوجائے اور بغیر نکاح کے معصیت میں مبتلا ہونے کا یقین، یا ظنِ غالب ہو تو اس وقت اعانت بھی ضروری ہوجائے گی۔

لقوله تعالیٰ: ﴿تعاونوا علی البر والتقویٰ﴾(۱)

اگر نکاح ممنوع ہے تو اعانت بھی ممنوع ہوگی، جب کہ نکاح میں عبادت کی جہت موجود ہے تو اعانت کو صرف سنتِ عادیہ نہیں کہا جائے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کرنا محض بطور عادت نہیں تھا، اسی طرح صرف بیان جواز کے لیے بھی نہیں تھا؛ بلکہ بیانِ سنیت، یا مستحبات کے لیے تھا۔

جو امر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محض بیانِ جواز کے لیے ثابت ہو، وہ صرف مباح ہوتا ہے، اس کی علامت یہ ہے کہ کرنے والا ثواب اور نہ کرنے والا عقاب کا مستحق نہیں ہوتا، (۲) اور جس امر کا کرنے والا مستحق ثواب ہو اور نہ کرنے والا مستحقِ عتاب وعقاب نہ ہو، وہ مستحب ہے، مندوب بھی اسی کو کہتے ہیں۔

(۳) اور جس کے نہ کرنے سے عتاب ہو، وہ مسنون ہے، (۴) اور جس کے نہ کرنے سے عقاب ہو، وہ واجب ہے اور منکر اس کا کافر نہیں ہوتا، (۵) اور جس کا منکر کافر ہو، وہ فرض ہے۔(۶)

---

(۱) سورة المائدة:۲

(۲) ''المباح هو ما خير الشرع المكلف بين فعله وتركه ... وحكمه: أنه لا ثواب ولا عتاب على فعله أو تركه''. (الفقه الإسلامي وأدلته، المطلب الرابع:إصطلاحات الفقه والمؤلفين فيه: ۶۹/۱، رشيديه)

(۳) ''لا فرق بين المندوب والمستحب والنفل والتطوع''. (الفقه الإسلامي وأدلته،المطلب الرابع: إصلطلاحات الفقه والمؤلفين فيه: ۶۸/۱، رشيديه)

(۴) '' وحكمها أن يطالب المرء بإقامتها من غير افتراض ولا وجوب''. (المغني في أصول الفقه، باب النهي، فصل في العزيمة والرخصة: ۸۵/۱، أم القرى، مكة المكرمة)

(۵) ''وحكمه وجوب العمل لا الاعتقاد، حتى لا يكفر جاحده، ويفسق تاركه''. (المغني في أصول الفقه، باب النهي، فصل في العزيمة والرخصة: ۸۴/۱-۸۵، ام القرى، مكة المكرمة)

(۶) وحكمه لزوم الاعتقاد والعمل، حتى يكفر جاحده، ويفسق تاركه بلا عذر''. (المغني في أصول الفقه، فصل في العزيمة والرخصة: ۸۴/۱، مكتبه ام القرى، مكة المكرمة)

البتہ استخفاف واستہزا اگرچہ فعلِ مندوب ، یا مسنون کا ہو، موجب کفر ہے۔(ھکذا فی کتب الأصول والکلام) (۱)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم
محمود گنگوہی ، ۸/ربیع الاول ۱۳۵۳/ھ۔
صحیح: عبداللطیف ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ربیع الاول ۱۳۵۳/ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۱۷)

اَولاد کے نکاح کی ذمہ داری باپ پر ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا زید کی بیوی زید کے بچوں کی شادی اس کی اجازت کے بغیر کرسکتی ہے، یا نہیں؟ براہِ کرم شریعت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

باپ کی موجودگی میں بیوی بچوں کے نکاح کی ذمہ داری اوراس بارے میں مناسب فیصلہ کا حق ماں کو حاصل نہیں؛ بلکہ باپ کو اختیار ہے، وہ جہاں چاہے اپنے بچے بچیوں کا رشتہ کرے، اس کی اجازت کے بغیر ماں کا اپنی مرضی سے رشتہ کرنا صحیح نہیں ہے۔

مستفاد: وللولي إنكاح الصغير والصغيرة جبرا ولو ثيبًا، ولزم النكاح ولو بغبن فاحش أو بغير كفء إن كان الولي أبا أوجدًا. (الدر المختار مع الرد المحتار: ٤/ ١٧٠ـ ١٧١،زكريا)

ولزم النكاح بلا توقف إجازة أحد وبلا ثبوت خيار في تزويج الأب والجد والمولى. (شامي: ٤/١٧١، زكريا)

(وإن كان المزوج غيرهما) أي غير الأب وأبيه ولو الأم [إلى] لا يصح النكاح من غير كفء أو بغبن فاحش. (وتحته في الشامية) ولو الأم أو القاضي هو الأصح؛ لأن ولايتهما متأخرة عن ولاية الأخ والعم، فإذا ثبت الخيار في الحاجب ففي المحجوب أولى، بحر، ولقصور الرأي في الأم. (شامي: ٤/ ١٧٣،زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴/۶/۱۴۳۵ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۳۴۰)

کیا اولاد کی شادی کرانا والدین کی ذمہ داری ہے:

سوال: زید کا ایک لڑکا ہے، عمر تقریباً ۲۲/سال ہے بیٹا بار بار کہتا ہے کہ میری شادی میں جلدی کرو، ورنہ فتنہ میں مبتلا ہوجاؤں گا؛ لیکن زید کے پاس اتنی رقم نہیں کہ شادی کرسکے، قرض دینے کے لیے کوئی تیار نہیں، اب پوچھنا یہ

---

(۱) فإن كان على وجه الاستخفاف بالدين، ينبغي أي يكون كفراً عند الكل". (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين ،فيما يتعلق بالصلاة والزكاة،الخ": ٥/ ٤٩٦ ،إدارة القرآن، كراتشي)

"الاستهزاء بحكم من أحكام الشرع كفر". (شرح الفقه الأكبر للملا على القاري، فصل في العلم والعلماء، ص: ١٧٦ ،قديمي)

ہے کہ میں نے سنا ہے کہ اگر والدین اپنی اولاد کی شادی میں تاخیر کردیں، دریں اثنا بچے سے جو گناہ سرزد ہو جائے، اس میں والدین کا بھی حصہ ہے، کیا یہ درست ہے؟ اگر ہے تو زید اپنے بیٹے کی شادی میں تاخیر سے گناہ گار ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

والدین کے ذمہ لازم ہے، وہ اپنے بچوں کی اچھی تربیت کریں اور انہیں اپنی زندگی دین کے مطابق گزارنے کی ترغیب دیں اور بچوں کے بالغ ہو جانے کے بعد جیسے ہی ممکن ہو، مناسب رشتہ نظر آتے ہی ان کی شادی کرادیں۔ کنز العمال میں حدیث مبارک ہے:

''حق الولد على والده أن يحسن اسمه ويزوجه إذا أدرك ويعلمه الكتاب''. (كنز العمال: ۱۶/ ۴۱۷)

(باپ پر بچے کا یہ حق ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور بالغ ہونے کے بعد اس کی شادی کرائے اور اسے قرآن کا علم سکھائے۔)

لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ والد کی ذمہ داری فقط اتنی ہے، جو اوپر ذکر کی گئی، اس سے آگے (ولیمے کا خرچہ، مہر، نفقہ وغیرہ غرض) ہر قسم کا مالی خرچ لڑکے کے اپنے اوپر ہے، یہ باپ کی ذمہ داری نہیں کہ لڑکے کی شادی میں اپنے پیسے خرچ کرے، بالغ ہو جانے کے بعد یہ تمام ذمہ داریاں لڑکے کے اپنے اوپر عائد ہوتی ہیں کہ کمائے اور اپنی شادی کے لیے پیسوں کا بندوبست کرے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو یہ لڑکے کی ذمہ داری ہے کہ اتنا قرض کہیں سے حاصل کرے کہ اس کی شادی میں مہر اور دیگر شرعی امور انجام پا سکیں، نیز لڑکے کو ایسی ملازمت وغیرہ بھی اختیار کرنا ضروری ہے، جس سے اس کے گھر کا نفقہ وغیرہ چل سکے۔ اگر لڑکا یہ تمام مذکورہ بالا وسائل مہیا کر لیتا ہے اور مالی اعتبار سے کوئی مانع باقی نہ رہے، نیز باپ کو اچھا رشتہ بھی نظر آجائے؛ لیکن اب اگر باپ تاخیر کرے اور لڑکا بلوغت سے کہولت (ادھیڑ عمری) کی عمر کی طرف منتقل ہونے لگے تو اب لڑکے سے سرزد گناہ کا باپ بھی ذمہ دار ہوگا۔ باپ کی یہ ذمہ داری تھی کہ جب لڑکا مالی اعتبار سے بےغم ہے تو بلوغت کے بعد جلد از جلد اس کی شادی کردے اور اس فرض سے سبکدوش ہو جائے۔ یہ ایک وبا ہے، جو ہمارے معاشرے میں پھیلتی جارہی ہے کہ والدین اپنی اغراض کی وجہ سے اولاد کے نکاح میں تاخیر کرتے جاتے ہیں اور اولاد ناجائز ذرائع استعمال کرنے لگتی ہے، ایسے والدین کو متنبہ ہونا چاہیے کہ کل بروزِ قیامت اولاد کے گناہوں کا سوال ان سے بھی ہوگا۔

البتہ اگر لڑکے کے پاس پیسے نہ ہوں اور نہ وہ قرض لے سکتا ہو تو اسے چاہیے کہ روزے رکھے اور روزوں کے ذریعے اپنی شہوت کو مٹائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''من استطاع منكم الباءة فليتزوج، فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج، ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء''. (مشكاة، ص: ۲۶۷)

(جو تم میں سے نکاح (اور اس کے حقوق ادا کرنے کی) طاقت رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ شادی کرے؛ کیوں کہ اس سے نظر کی حفاظت اور شرمگاہ کے لیے عفت کا حصول ہوتا ہے اور جو طاقت نہ رکھتا ہو تو اسے روزے رکھنے چاہئیں؛ کیوں کہ روزے ہی اس کے لیے شہوت کو توڑنے والی چیز ہیں۔)

لہٰذا گھریلو حالات اگر شادی کی اجازت نہ دیتے ہوں تو باپ کو چاہیے کہ بیٹے کو بتادے کہ شریعت میں آپ کے مسئلے کا یہ حل ہے کہ آپ روزے رکھیں، نیز اگر والد کے پاس مال وافر مقدار میں موجود ہے اور لڑکا فی الحال شادی سے قبل اتنا مال حاصل کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو اور باپ اپنی خوشی سے (بغیر کسی ادھار کا بوجھ اٹھائے) خرچ کردیتا ہے تو امید ہے کہ عنداللہ ماجور ہوگا؛ لیکن باپ کا یہ خرچ کرنا تبرعاً ہوگا، نہ یہ کہ اسے والد کی ذمہ داری سمجھا جائے۔

یہ تفصیل جو ذکر کی گئی لڑکے کی شادی کے بارے میں ہے۔لڑکی کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اس کی شادی بلوغ کے بعد جلد از جلد کفو (دینداری، مال اور پیشہ کے اعتبار سے برابر) میں رشتہ میسر آتے ہی کرادینا والد کی ذمہ داری ہے، البتہ لڑکی کا نفقہ والد پر شادی تک ہے (جب کہ لڑکے کا نفقہ صرف بلوغ تک ہے، بالغ ہونے کے بعد باپ لڑکے پر خرچ کرنے میں متبرع ہے) اور شادی کے بعد لڑکی کا نفقہ اس کے شوہر کے ذمے ہوتا ہے، باپ کی ذمہ داری فقط اتنی ہے کہ بلوغ کے بعد اچھا رشتہ میسر آتے ہی لڑکی کا نکاح کردے اور بقدرِ استطاعت جو جہیز دے سکتا ہے، دے دے، (آج کل مروّج جہیز جس میں مکمل فرنیچر وغیرہ داخل ہوتا ہے، باپ کی ذمہ داری نہیں؛ بلکہ معاشرے میں پھیلتا ہوا ناسور ہے) اگر باپ بلوغ کے بعد رشتہ میسر آجانے پر لڑکی کی شادی کے فرض سے سبکدوش نہیں ہوتا اور لڑکی کسی گناہ میں مبتلا ہوجائے تو اس کا ذمہ دار باپ بھی ہوگا۔

اس لیے صورتِ مسئولہ میں دو باتوں میں فرق کو ذہن نشین رکھیے، وہ یہ کہ ایک ہے بچوں کی اچھی تربیت (چاہے لڑکا ہو، یا لڑکی) اور بلوغ کے بعد اچھا رشتہ میسر آجانے پر بلا تاخیر ان کی بات پکی کرا کے شادی کرادینا یہ والد کی ذمہ داری ہے، اس میں تاخیر باعثِ پکڑ ہے؛ لیکن دوسری طرف لڑکے کی شادی میں مہر، نفقہ اور دیگر خرچ وغیرہ یہ باپ کے ذمے نہیں، ان سب کے بندوبست کے لیے نوکری کرنا، قرض لینا یہ سب لڑکے کے اپنے ذمے ہے، اگر باپ کردیتا ہے تو یہ باپ کا احسان ہے، فرض نہیں۔حدیث شریف میں ہے:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ”من ولد له ولد فلیحسن اسمه و أدبه فإذا بلغ فلیزوجه فإن بلغ ولم یزوجه فأصاب إثما فإنما إثمه علٰی أبیه“. (مشکاۃ المصابیح، ص: ۲۷۱)

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے ہاں بچہ پیدا ہو، اسے چاہیے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اسے ادب سکھائے اور جب وہ بالغ ہوجائے تو اس کی شادی کرادے، اگر وہ بالغ ہوگیا اور باپ نے شادی نہ کرائی، پھر کسی گناہ کا مرتکب ہوجائے تو اس کا گناہ باپ پر ہوگا۔)

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں سوال یہ نہیں کہ زید (باپ) کے پاس لڑکے کی شادی کی رقم ہے، یا نہیں؛ بلکہ اصل یہ دیکھا جائے کہ لڑکے کے پاس مہر وغیرہ کی رقم ہے، یا نہیں؟ نیز وہ اتنا برسرِ روزگار ہے کہ گھر کا خرچ چلا سکے، یا نہیں؟ اگر لڑکے کے پاس اتنی رقم نہیں تو قرض لے اور قرض نہ لے سکتا ہو تو روزے رکھے۔اگر لڑکا اتنی رقم کا مالک ہے، نیز اچھا

رشتہ بھی میسر ہے، پھر باپ تاخیر کررہا ہے تو باپ زید کی پکڑ عنداللہ ہوگی، اسے چاہیے کہ اپنے لڑکے کا رشتہ جلد از جلد مکمل کرکے اس ذمہ داری کو اپنے کاندھوں سے اتاردے۔

لما فی إعلاء السنن (۱۱/٤):الحدیث ورد فی باب من تاقت نفسه إلٰی النکاح فأما أن ینکح إن قدر علی مؤنة وأما أن یصوم إن لم یقدر علیها.

وفی الدرالمختار (۶/۳):(ویکون واجبا عند التوقان) فإن تیقن الزنا إلا به فرض،نهایة، وهٰذا إن ملک المهر والنفقة وإلا فلا إثم بترکه، بدائع ... ویندب إعلانه وتقدیم خطبة وکونه فی مسجد یوم جمعة بعاقد رشید وشهود عدول والاستدانة له. (نجم الفتاویٰ:۵/۱۶-۱۸)

شریعت نے باپ کو کیا حقوق دیئے ہیں:

سوال: میری ازدواجی زندگی میں بیوی سے علاحدگی ہوگئی ہے، میں نے اسے طلاق دے دی تھی، (بیٹی ۱۸/سال، بیٹا ۱۳/سال اور بیٹا ۶/سال) تین اولاد ہیں۔گزارش یہ ہے کہ قرآن وشریعت کی روشنی میں بتایا جائے کہ:

(۱) اولاد کے لیے باپ سے ملنا چھوڑ دینا گویا کہ باپ مرچکا ہو، کیا یہ جائز ہے؟

(۲) اولاد پر باپ کا کتنا حق ہوتا ہے، بیوی کہتی ہے کہ اگر بچے میرے پاس رہیں گے تو تم ان کے لیے مرچکے ہو۔

(۳) اسلامی احکام کے مطابق بچے اگر ماں کے پاس ہوں تو بچوں کی پرورش کو دیکھنا باپ کے ذمہ ہے، یا نہیں؟

(۴) اولاد کے عمل کا باپ جوابدہ ہے، اپنے رب کے پاس، جب کہ بچے ماں کے پاس ہیں۔

(۵) باپ اپنی اولاد سے مل سکتا ہے، شریعت کیا کہتی ہے؟ جبراً باپ کو روکنا کیسا ہے؟

(۶) میرا بیٹا ۶ سال کا ہے پیدائش سے قبل میں نے اسے حافظ بنانے کی منت مانی تھی کہ اللہ اگر تو بیٹا عطا کرے گا تو اسے حافظ بناؤں گا۔اب جب داخلے کا وقت آیا ہے تو بیوی کہتی ہے کہ ملاّ بنا کر کیا کروگے، سخت مخالفت کرتی ہے اور بچے کو اسکول میں ڈال دیا ہے۔منت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور جو منت میں نے مانی تھی، اس کا حساب مجھے دینا پڑے گا؟

(۷) بچی کا رشتہ طے کرنے اور جانچ پڑتال کرنے میں باپ کا عمل دخل ہے، شریعت اجازت دیتی ہے، یا باپ کو جبراً روکا جاسکتا ہے؟ برائے مہربانی شریعت کے مطابق ان سوالوں کے جوابات مرحمت فرمادیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

بچے کی عمر سات سال ہوجائے اور بچی کی عمر ۹/سال ہوجائے تو ماں کا حق پرورش ختم ہوجاتا ہے اور اس کے بعد حق پرورش باپ کی طرف منتقل ہوجاتا ہے، البتہ بچے کی عمر اگر سات سال سے کم ہے تو اس کا حق پرورش ماں کو حاصل ہے؛ لیکن اگر ماں فاسقہ ہو تو اس صورت میں یہ قوی یقین ہونے کی وجہ سے کہ یہ سات سال کی عمر تک پہنچنے تک بچے کی صحیح

تربیت نہیں کر سکے گی اور اسے غلط عادات کا خوگر بنا دے گی، یا عورت بچے کے نامحرم سے نکاح کر لے تو ان دونوں صورتوں میں سات سال سے چھوٹے بچے کا حقِ پرورش بھی باپ کو حاصل ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ کی (۱، ۲، ۳، ۴، ۵) میں ۱۸؍سال کی بیٹی اور ۱۳؍سال کے بیٹے کا حق پرورش تو باپ کو ہے اور ۶؍سالہ بیٹے کا حق پرورش ماں کو ہے، اگر وہ فاسقہ نہ ہو اور بچے کے نامحرم سے نکاح نہ کر لیا ہو۔ بصورتِ دیگر اس کا حق پرورش بھی باپ (یعنی آپ کو) ہے، لہٰذا جس صورت میں بچہ ماں کے پاس ہو، اس میں بھی بچے کو ماں باپ سے حسن سلوک کا حکم ہے، لہٰذا اولاد کو باپ سے میل جول ترک نہیں کرنا چاہیے، نیز باپ کو جبراً اپنے بچوں سے ملنے سے منع کرنا بھی جائز نہیں اور بیوی کا یہ کہنا کہ ''اگر بچے میرے پاس رہیں گے تو تم ان کے لیے مر گئے'' یہ درست نہیں، اولاد کے لیے باپ سے کلیۃً میل جول ترک کر دینا جائز نہیں۔

(۶)　شرعاً نذر کے وجوب کے لیے فقہاء کرام نے چند شرائط ذکر کی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ جس چیز کی نذر مانی جا رہی ہے، اس کا مثل کوئی واجب موجود ہو، ورنہ اس نذر کو پورا کرنا ضروری نہ ہوگا۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کام کے ہونے پر روزہ رکھنے کی نذر مانے تو یہ روزہ رکھنا واجب ہوگا؛ کیوں کہ اس کا مثل رمضان کے واجب (فرض) روزے موجود ہیں تو یہ نذر کا روزہ بھی ضروری ہوگا، البتہ اگر کوئی یہ نذر مانے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں مثلاً پل بناؤں گا تو اس پر پل بنانا ضروری نہ ہوگا اور یہ نذر واجب نہ ہوگی؛ کیوں کہ خارج میں اس کی نظیر موجود نہیں ہے (یعنی یہ واجب کی جنس میں سے نہیں ہے)، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں چوں کہ بچے کو حافظِ قرآن بنانا واجب نہیں تو اس کی نذر ماننے سے بھی یہ نذر واجب نہ ہوگی، البتہ اگر تبرعاً پورا کر لیں تو اچھی بات ہے؛ کیوں کہ یہ بہت اونچا مرتبہ ہے اور خوش قسمتی کی واضح علامت ہے اور حافظ بچے کے والدین کے لیے بھی احادیث میں بہت سی بشارتیں ذکر ہوئی ہیں۔

(۷)　ساتویں نمبر میں بچی اگر نابالغہ ہو تو اس کے نکاح کا حق خالصۃً باپ کو ہوتا ہے، ماں کا اس میں کوئی دخل نہیں؛ لیکن اگر لڑکی بالغہ ہو تو وہ اپنے نکاح کے معاملے میں خود مختار ہے، جہاں چاہے خود اپنا نکاح کر سکتی ہے، البتہ بالغہ لڑکی کے لیے مستحب یہ ہے کہ اپنے نکاح کے معاملے کو اپنے ولی کے سپرد کر دے، یہی شرفا کا طریقہ ہے؛ لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ بالغہ لڑکی کفو میں نکاح کرنے میں خود مختار ہے، غیر کفو (دین، مال، پیشہ وغیرہ میں کم تر) سے نکاح باپ کی اجازت کے بغیر مفتیٰ بہ قول کے مطابق منعقد نہ ہوگا۔

لما فی القرآن الکریم (البقرة: ۲۳۳): ﴿وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا﴾

(الاسراء: ۲۳): ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾

(النساء: ٣٤): ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَا اَنفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصَّالِحَاتُ﴾ (الآية)

وفي الدرالمختار (٣/٥٦٦-٥٦٧): (والحاضنة) أُمًّا أو غيرها (أحق به) أي بالغلام حتى يستغني عن النساء وقدر بسبع وبه يفتي لأنه الغالب... (والأم والجدة) لأم أو لأب (أحق بها) بالصغيرة (حتى تحيض) أي تبلغ في ظاهر الرواية... (وغيرهما أحق بها حتى تشتهي) وقدر بتسع وبه يفتي وبنت إحدى عشرة مشتهاة اتفاقا زيلعي (وعن محمد أن الحكم في الأم والجدة كذلک) وبه يفتي لكثرة الفساد، زيلعي.

وفي الشامية (٣/٧٣٦): قوله (وهٰذا هو الضابط) الإشارة إلى ما ذكره من أن ما ليس من جنسه فرض لا يلزم وعبارة الدرر المنذور إذا كان له أصل في الفروض لزم الناذر كالصوم والصلاة والصدقة والاعتكاف وما لا أصل له في الفروض فلا يلزم الناذر كعبادة المريض و تشييع الجنازة ودخول المسجد وبناء القنطرة والرباط والسقاية ونحوها وهٰذا هو الأصل الكلي. (نجم الفتاویٰ: ۵/۲۵-۲۷)

میرا نکاح والدین ایک جگہ چاہتے ہیں، میں دوسری جگہ، کیا کرنا چاہیے:

سوال: اگر میں شادی نہ کروں تو گناہ ہے، میرا یہ مقصد نہیں کہ میں گناہ کی زندگی بسر کروں؛ یعنی میں اپنے آپ کو قابو میں رکھوں، کیا پھر بھی مجھے گنا ہوگا؟

میں اپنی پسند کی شادی کرنا چاہتا ہوں، میرے والدین راضی نہیں ہوتے، وہ کسی اور جگہ کرنا چاہتے ہیں، اگر ان سے انکار کردوں تو میں گنہگار رہوگا، جب کہ اسلام میں لڑکا لڑکی کی مرضی کے بغیر شادی نہیں کرنا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اعتدال کے وقت نکاح کرنا سنت ہے، قدرت اور ضرورت کے باوجود جو شخص نکاح نہیں کرتا، وہ اس سنت سے محروم ہے، غلبہ جذبات کے وقت نکاح کرنا واجب ہے، اگر ادائے حقوق پر قدرت نہ ہو، ظلم کا خطرہ ہو تو نکاح کرنا منع ہے؛ اس لیے سب کا حال یکساں نہیں۔(۱)

شریعت میں ایک ہدایت تو اولاد کے لیے ہے، وہ یہ کہ والدین کی اطاعت کریں، (۲) اگر والدین کا حکم ہو کہ اپنی

---

(۱) "(ويكون واجباً عند التوقان، وسنة) مؤكدة في الأصح، فيأثم بتركه، ويثاب إن نوى تحصيناً وولداً (حال الاعتدال): أي القدرة على وطء ومهر ونفقة ... (ومكروهاً، لخوف الجور) فإن تيقنه حرم ذلک". (الدر المختار: ٣/٦-٧، كتاب النكاح، سعيد)

(۲) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿ووصينا الإنسان بوالديه حسناً﴾ (سورة العنكبوت: ٨)

"ولا يفرض (على صبي) وبالغ له أبوان أو أحدهما؛ لأن طاعتهما فرض عين". (الدر المختار: ٤/١٢٤-١٢٥، كتاب الجهاد، سعيد)

بیوی سے الگ ہو جائے، تب بھی اطاعت چاہیے،(۱) ایک ہدایت والدین کے لیے ہے کہ جب اولاد بڑی ہو جائے تو اس کی طبیعت کے خلاف اس پر جبر نہ کیا جائے، ہاں مشورہ دے دیا جائے، پس اگر اولاد اور ماں باپ اپنے اپنے متعلق ہدایات پر عمل کریں تو صحیح زندگی گزرے، کوئی خلفشار نہ ہو؛ مگر مشکل یہ ہے کہ اولاد نے تو وہ ہدایت یاد کی جو والدین کے حق میں تھی اور والدین نے وہ ہدایت کہ جو اولاد کے حق میں تھی، اپنے اپنے متعلق ہدایت کو ہر ایک نے فراموش کر دیا، جس کی وجہ سے سکون ختم ہو گیا۔

بہر حال! اگر آپ والدین کی رضامندی کو اپنی خواہش پر مقدم رکھیں تو بہت بڑی سعادت ہے،(۲) اس کی برکت سے زندگی بھی خوشگوار ہوگی، اگر اس پر قدرت نہ ہو تو ﴿لا یکلف اللّٰہ نفساً إلا وسعھا﴾(۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۱۹)

والدین کا لڑکے کو اس کی ناپسند جگہ نکاح کے لیے مجبور کرنا:

سوال (۱) ہمارے ایک عزیز ہیں، وہ اپنے لڑکے کی شادی اپنی عزیزہ کے یہاں کرنا چاہتے ہیں اور لڑکا اس جگہ شادی کرنے کو آمادہ نہیں اور کچھ عزیز بھی وہاں کرنے کو اچھا نہیں خیال کرتے؛ مگر والدین معلوم نہیں کہ کس دباؤ لالچ میں آ کر لڑکے کو زبردستی وہاں پھنسانا چاہتے ہیں، اگر لڑکا وہاں شادی کرنے کو منع کر دے تو لڑکے کو نافرمان تو نہیں کہا جائے گا ؟اور گنہگار ہوگا، یا نہیں؟ اور لڑکا اپنی مرضی سے خود شادی کر سکتا ہے، یا نہیں؟ جب کہ والدین رضامند نہ ہوں۔

(۲)　لڑکے کو اس کی مرضی پر چھوڑنا والدین نہ چاہتے ہوں اور اس کو عاق کرنے کا دباؤ ناجائز دے کر اپنی من مانی پر تلے ہوئے ہوں، لڑکے کو کیا کرنا چاہیے، اس کو اپنی خوشگوار زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے، یا والدین کی تقلید ضروری ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱)　والدین کو راضی رکھنا اور ان کو اپنی خوشی پر مقدم رکھنا سعادت ہے؛(۴) لیکن اگر وہ ایسی جگہ شادی کرنا

---

(۱)　”عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال: کانت تحتی امرأۃ احبھا وکان عمر رضی اللّٰہ عنہ یکرھھا، فقال لی: فأبیت، فأتی عمر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فذکر ذلک لہ، فقال لی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ”طلقھا“. (مشکاۃ المصابیح، ص: ۴۲۱، باب البر والصلۃ، الفصل الثالث، قدیمی)

(۲)　قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وقضی ربک ألا تعبدوا إلا إیاہ وبالوالدین إحساناً ... فلا تقل لھما أف ولا تنھرھما وقل لھما قولاً کریماً ۝ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ﴾ (الآیۃ) (سورۃ بنی إسرائیل: ۲۳-۲۴)

(۳)　سورۃ البقرۃ: ۲۸۶

(۴)　قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وقضی ربک ألا تعبدوا إلا إیاہ وبالوالدین إحساناً ... فلا تقل لھما أف ولا تنھرھما وقل لھما قولاً کریماً ۝ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ﴾ (الآیۃ) (سورۃ بنی اسرائیل: ۲۳-۲۴)

چاہتے ہیں، جہاں لڑکے کی طبیعت بالکل آمادہ نہیں اور وہ جانتا ہے کہ حقوقِ زوجیت ادا نہیں کر سکے گا، نباہ نہیں ہوگا جو کہ والدین کے لئے بھی کوفت کا سبب بنے گا، اس مجبوری سے وہ وہاں شادی سے انکار کردے تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہ نا فرمانی کا گنہگار نہیں؛ مگر نرمی سے والدین کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے پوری بات ان کے سامنے پیش کر دے، پھر بتادے کہ فلاں جگہ شادی کرنا مناسب ہے، گوخود بھی ایجاب وقبول سے نکاح ہو جائے گا؛(۱) مگر والدین کے مشورہ سے اوران کے انتظام سے ہوتو ان کے لیے زیادہ خوشی کی بات ہے۔

(۲) اس کو اپنی خوشگوار زندگی کی تدبیر اختیار کرنے کا پورا حق ہے، تدبیر اس کی نمبر (۱) میں آ چکی ہے، والدین کو بھی لازم ہے کہ لڑکے کے جذبات کا خیال رکھیں، اس کی منشا کے خلاف ضد نہ کریں، عاق کرنے؛ یعنی وراثت سے محروم کرنے کا ان کو ہرگز حق نہیں، اگر وہ عاق کر بھی دیں گے، تب بھی وہ محروم نہیں ہوگا، (۲) ان کو سوچنا چاہیے کہ اگر زبردستی اس کی شادی کردی گئی اوراس نے بیوی کی طرف رخ نہ کیا تو اس کو سنبھالینا کس قدر دشوار ہوگا اور ایسی حالت میں طلاق یا خلع تک نوبت پہونچی تو پھر کیا ہوگا، دوسری شادی آسان نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۵۲۲۱/۱۱)

والد کا بیٹے کو فاجر شرابی کی بیٹی سے نکاح کرنے پر مجبور کرنا:

سوال: زید کے والدین نے زید کا پیام بغیر زید کے علم واطلاع کے ایک فاجر شرابی کی لڑکی سے کر دیا؛ یعنی ابھی شادی نہیں ہوئی، صرف ابتدائی بات چیت حسب رواج بالکل طے ہوگئی ہے، جس کی مدت تقریباً تین سال ہو چکی ہے، بات چیت طے ہونے کے بعد زید کو معلوم ہوا تو زید نے ناراضگی کا اظہار کیا کہ ان کے ذرائع آمدنی حلال نہیں ہے؛ اس لیے اس جگہ مجھے شادی کرنے سے انکار ہے؛ مگر زید کے والدین وہیں پر شادی کرنے پر مجبور کر رہے ہیں؛ اس لیے اس جگہ مجھے شادی کرنے سے انکار ہے؛ مگر زید کے والدین وہیں پر شادی کرنا پر مجبور کر رہے ہیں۔ اب زید کو کیا صورت اختیار کرنی چاہیے کہ پورا شریعت پر عمل ہو سکے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر والدین مجبور کر رہے ہیں، کسی دوسری جگہ پر رضامند نہیں ہیں تو مجبوراً شادی کر لے، (۳) شراب کی آمدنی سے

---

(۱) "النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۹/۳، سعيد)

(۲) "وعن أنس رضي الله تعالىٰ عنه: قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة". (رواه ابن ماجه) (مشكاة المصابيح، باب الوصايا، الفصل الثالث: ۲٦٦/۱، قديمي)

"الإرث جبري لا يسقط بالإسقاط". (تكملة ردالمحتار، كتاب الدعوى، مطلب: واقعة الفتوىٰ: ۵۰۵/۱، سعيد)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿وقضىٰ ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحساناً﴾ (سورة بني اسرائيل: ۲۳) ==

پورا پرہیز کرے، لڑکی کے والدین کو مشورہ دیا جائے کہ وہ کہیں سے حلال آمدنی قرض لے کر اس سے شادی کے مصارف پورے کریں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۲۱/۱۱)

نکاح سے اگر تعلیم میں حرج ہو، مگر والدین مجبور کریں:

سوال: زید ابھی تعلیم حاصل کر رہا ہے اور زید عاقل بالغ ہے اور زید کے گھر والے مجبور کرتے ہیں، شادی کرنے پر اور زید ابھی شادی کرنا نہیں چاہتا ہے، حتی کہ اس کے والدین اور دیگر احباب بھی زور شور کر رہے ہیں کہ شادی ہو جانی چاہیے؛ لیکن زید چاہتا ہے کہ شادی مؤخر ہو جائے، ان حالات میں زید کیا کرے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر زید کو ابتلائے معصیت کا اندیشہ نہیں اور نکاح کے بعد اس کو تحصیل علم میں رکاوٹ کا ظن غالب ہے تو اس کو حق ہے کہ وہ نکاح کو مؤخر کر دے، (۱) اگر والدین صرف نکاح پر اصرار کریں، رخصت کو مؤخر کر دیں تو زید کو چاہیے کہ اس سے انکار نہ کرے، (۲) اگر ابتلائے معصیت کا اندیشہ ہے تو اس کو چاہیے کہ نکاح کر لے، (۳) پھر حسب موقع تعلیم کا سلسلہ جاری رکھے۔ زید کے سامنے تین چیزیں ہیں: تحصیل علم، حفاظتِ نفس، اطاعتِ والدین، ان تینوں کو جمع کرنے کی صورت میں تحریر کر دی گئی۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۱۳۹۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۲۳/۱۱)

== "حدثنا أبو الوليد قال: حدثنا شعبة... قال: سألت النبي صلى الله عليه وسلم: "أي العمل أحب إلى الله؟ قال: "الصلاة على وقتها" قال: ثم أي؟ قال: "ثم بر الوالدين". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب قوله: ﴿ووصينا الإنسان بوالديه﴾: ۸۸۲/۲، قديمي)

(۱) قال الإمام البخاري: "وقال عمر رضي الله تعالىٰ عنه: "تفقهوا قبل أن تسودوا"... وفسره شهر اللغوي بالتزوج، فإنه إذا تزوج صار سيد أهله، ولا سيما إن ولد له". (فتح الباري، كتاب العلم، باب الاغتباط في العلم والحكمة: ۲۱۹/۱-۲۲۰، قديمي)

"قال بشر الحافي: ضاع العلم في أفخاذ النساء". (المصنوع في معرفة الحديث الموضوع، حرف الضاد المعجمة، ص: ۱۲۰، (رقم: ۱۸۱)، سعيد)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحساناً﴾ (سورة بني اسرائيل: ۲۳)

"حدثنا أبو الوليد قال: حدثنا شعبة ... قال: سألت النبي صلى الله عليه وسلم: أي العمل أحب إلى الله؟ قال: الصلاة على وقتها، قال: ثم أي؟ قال: ثم بر الوالدين". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب قوله: ﴿ووصينا الإنسان بوالديه﴾: ۸۸۲/۲، قديمي)

(۳) "(ويكون أي النكاح واجباً عند التوقان)، فإن تيقن الزنا إلا به فرض". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۶/۳-۷، سعيد)

والدین کے اصرار کے باوجود دینی مشغولی کی وجہ سے نکاح نہ کرنا:

سوال: ایک شخص کی عمر اٹھائیس سال ہے اور اس کے ماں باپ نکاح کرنے پر زور دیتے ہیں اور یہ شخص اپنے دینی کام میں مشغول رہتا ہے اور اتنا کما نہیں رہا ہے کہ بیوی کو پال سکے اور نفس پر بھی قابو ہے، شادی کرنے کے لیے تیار نہیں ہے، جس سے اس کے ماں باپ ناراض ہیں تو اس حالت میں مسئلہ کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ابھی شادی نہیں کی تو بچوں کی ضرورت پوری کرنے کا کیا سوال ہے؟ اگر اس شخص کی حالت شہوت کے اعتبار سے اعتدال پر ہے اور اس کو اتنی قدرت ہے کہ شادی کر کے بیوی کا نفقہ واجبہ ادا کر سکے تو اس کو نکاح کرنا سنت ہے، (۱) اور جب والدین کا اصرار ہے اور نکاح نہ کرنے کی وجہ سے ناراض ہیں تو اس کا نکاح کرنا اور بھی مؤکد ہو جاتا ہے، دوسرے دینی کاموں وغیرہ کی وجہ سے اس کو ترک نہ کرے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۵/۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۲۳)

نکاح میں والدین کی اطاعت:

سوال: لڑکا شادی شدہ ہے؛ مگر ایک لڑکی محبت کرتی ہے کہ مجھ سے آپ شادی کر لیں تو بہتر ہے؛ مگر ماں باپ ایسا نہیں کرنے دیتے، لڑکی بالغ ہے جائز کام کرنے کی اجازت چاہیے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اس لڑکی کے کہنے سے والدین کو ناخوش نہ کیا جائے۔ (۲) فقط (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۲۴)

نکاح میں کس کی اطاعت کی جائے، باپ کی، یا ماں کی:

سوال: ایک شخص نے اپنی زوجہ کو بالکل چھوڑ دیا، زوجہ نے اپنی لڑکی اور لڑکے کی پرورش کی، جب لڑکا جوان ہو گیا تو باپ کہتا ہے کہ میں تیری اچھی جگہ شادی کروں گا۔ اگر باپ کے کہنے پر لڑکا دوسری جگہ شادی کرے تو ماں کی جدائی کا اندیشہ ہے۔ اب یہاں لڑکے کو کس کی بات ماننا چاہیے؟

---

(۱) "ویکون سنة مؤکدة فی الأصح ،فیأثم بترکه ، ویثاب إن نوی تحصیناً و والداً حال الاعتدال:أی القدرة علی وطء ومهر ونفقه،الخ". (الدر المختار کتاب النکاح: ۳/۷، سعید)

(۲) والدین کی ناراضگی سے اللہ رب العزت ناراض ہوجاتے ہیں:

عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: "رضا الرب فی رضا الوالدین، وسخط الرب فی سخط والد". (جامع الترمذی، أبواب البر والصلة ، باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین: ۲/۱۲، سعید)

"رضا الرب فی رضا الوالدین ،وسخطه فی سخطها ". (فیض القدیر، رقم الحدیث: ۴۴۵۷) :۷/۳۴۰۱، مکتبه نزار مصطفی الباز،مکة المکرمة)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

باپ نے جو حق تلفی کی ہے، لڑکا اس کا انتقام نہ لے؛ بلکہ والد کی اطاعت کرے اور والد کے کہنے کے مطابق شادی کرلے، پھر والدہ کی بھی خدمت کرتا رہے، ان کے حقوق میں کوتاہی نہ کرے، اگر والد منع کریں تو اس میں والد کی اطاعت لازم نہیں؛ بلکہ والدہ کے ساتھ ہمیشہ احسان و ہمدردی لازم ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۱/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۱/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۲۴)

نکاح میں والدین کی پسند کا لحاظ رکھنا:

سوال: ایک شخص بالغ اور تعلیم یافتہ، صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے اور ملازمت پر ہے؛ مگر اس کے والد اپنے سالے کی لڑکی سے نہ معلوم کس دباؤ کے تحت شادی کرنا چاہتے ہیں، یہ لڑکا عاقل بالغ ہونے کے باوجود اس لڑکی سے ناراضگی ظاہر کرتا ہے اور دیگر لوگ بھی اس رشتہ سے ناخوش ہیں؛ مگر لڑکے کے والدین دباؤ ڈال کر زبردستی نکاح کرانے کے درپے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری نافرمانی نہ کرو، نیز عاق کرنے کو کہتے ہیں، کیا ایسی حالت میں جس نکاح کو لڑکا پسند نہیں کرتا کسی دباؤ کے تحت نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

والدین کو اپنے لڑکے سے طبعی محبت ہوتی ہے، وہ فطرۃً اس کے خیر خواہ ہوتے ہیں، اپنے نزدیک بہتر جگہ شادی کرتے ہیں؛ اس لیے بلا وجہ ان سے گمان خراب نہ کیا جائے، البتہ یہ ممکن ہے کہ لڑکے کی مرضی کسی دوسری جگہ ہو اور وہ اپنی پسند میں خیر سمجھتا ہو، والدین اپنے پسند میں خیر سمجھتے ہوں۔ لڑکے کی سعادت اس میں ہے کہ وہ والدین کی پسند کو اختیار کرے؛ لیکن اگر وہ مجبور ہو تو والدین کو اصرار نہیں کرنا چاہیے؛ بلکہ لڑکے کی رغبت کو اختیار کرلین، ورنہ اندیشہ ہے کہ نباہ نہ ہو اور سب ذمہ داری والدین پر عائد ہو جائے، ایسی ضد نہ کریں۔ اگر والدین نہ مانیں تو لڑکے کے لئے مناسب یہ ہے کہ ان کی اطاعت کرے،(۲) اللہ پاک اس میں خیر کرے گا، پھر اگر ایسی کوئی بات پیش آئے کہ دل نہ ملے اور حقوق ادا نہ ہو سکیں تو لڑکے کو شریعت نے بہت کچھ اختیار دیا ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۶/۱۳۹۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۲۵)

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وقضی ربک إلا تعبدوا إلا إیاہ وبالوالدین إحساناً﴾ (سورۃ بنی اسرائیل: ۲۳)

"عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه قال: جاء رجل إلی رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم فقال: يا رسول اللّٰه! من أحق بحسن صحابتی؟ قال: "أمک"، قال: ثم من؟ قال: "أمک" قال: ثم من؟ قال: "أمک" قال: ثم من؟ قال: "ثم أبوک، الخ" (صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب من أحق الناس بحسن الصحبة: ۸۸۳/۲، قديمی)

(۲) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وقضی ربک ألا تعبدوا إلا إیاہ وبالوالدین إحساناً﴾ (سورۃ بنی اسرائیل: ۲۳) ==

فاتر العقل باپ کو نابالغ اولاد پر ولایت نہیں:

سوال: باپ فاتر العقل اور مخبوط الحواس ہے، اس کی ولایت نکاح کے بارے میں اس کی لڑکی نابالغہ کے متعلق صحیح ہے، یا نہیں؟ لڑکی نے بالغ ہوکر اس تعلق سے ناراض مندی ظاہر کی تو اس کے متعلق کیا حکم ہے، اگر خاموش رہی تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ باپ نے ہوش وحواس میں آنے کے بعد اس عقد سے اختلاف کیا ہو تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ اگر اختلاف نہ کیا ہو تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ اگر ہوش میں آنے کے بعد تھوڑے عرصے تک کچھ اختلاف نہ کیا ہو اور بعد میں غیر کفو ہونے کی وجہ سے، یا کسی اور وجہ سے اختلاف کیا ہو تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ نکاح فاصلہ بعید پر ہوا اور اس حالت میں کہ لڑکی کو، یا اس کی والدہ کو کچھ اطلاع نہیں، نکاح کے وقت لڑکی کا چچا موجود تھا، جو صحیح المزاج تھا؟

الجواب

فاتر العقل اور مخبوط الحواس والد کی ولایت نابالغ اولاد کے حق میں صحیح نہیں۔

وإذا جن الولی جنوناً مطبقا تزول ولایته وإن کان یجن ویفیق لا تزول ولایته وتنفذ تصرفاته فی حالة الإفاقة، کذا فی الذخیرة. (الفتاویٰ الهندیة: ۳۰۲/۱)(۱)

جب کہ والد کی ولایت صحیح نہیں اور چچا کی ولایت سے نکاح ہوا تو بعد بلوغ فوراً لڑکی کے انکار سے نکاح فسخ ہوجائے گا؛ لیکن حکم حاکم مجاز شرط ہے۔

وإن زوجهما غیر الأب والجد فلکل واحد منهما الخیار إذا بلغ إن شاء أقام علی النکاح وإن شاء فسخ ویشترط فیه القضاء، انتهی مختصراً. (الهندیة: ۳۰۴/۱)(۲)

اور اگر چپ رہی تو اس کا یہ اختیار باطل ہوجائے گا۔

ویبطل هٰذا الخیار فی جانبها بالسکوت إذا کانت بکراً ولا یمتد إلی آخر المجلس حتی لو سکتت کما بلغت وهی بکر بطل الخیار. (الهندیة: ۳۰۴/۱)(۳)

جب کہ باپ کی ولایت صحیح نہیں تو اس کا اختلاف کسی اعتبار سے ہو، معتبر نہیں۔

وتبطل ولایة الأبعد بمجیٔ الأقرب، لا ما عقده، لأنّه حصل بولایة تامة، کذا فی التبیین. (الهندیة: ۳۰۲/۱) (۴)

== "عن عبد الله قال: سألت النبی صلی الله علیه وسلم أی العمل أحب إلی الله؟ قال: الصلاة علی وقتها: قال: ثم أی؟ قال: "ثم بر الوالدین، ثم قال: أی؟ قال: الجهاد فی سبیل الله". (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب قوله ﴿ووصینا الإنسان بوالدیه﴾: ۸۸۲/۲، قدیمی)

(۱) الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۲۸۴/۱، ماجدیة
(۲) الفتاویٰ الهندیة، النکاح، الباب الرابع: ۲۸۵/۱، ماجدیة
(۳) الفتاویٰ الهندیة، النکاح، الباب الرابع: ۲۸۶/۱، ماجدیة
(۴) الفتاویٰ الهندیة، النکاح، الباب الرابع: ۲۸۵/۱، ماجدیة

اگر نکاح اتنے فاصلے پر ہو کہ وہ مسافت متعلقہ ہو تو نکاح نہیں ہوا۔

وذكر في البدائع اختلاف المشايخ فيه وذكر أن الأصح القول بزوالها وانتقالها للأبعد. (رد المحتار: ۳٤۱/۲) (۱) (کفایۃ المفتی: ۵۷/۵)

باپ نابالغہ کا نکاح کردے تو خلاصی کے لیے طلاق ضروری ہے:

سوال: مسماۃ جنت کا نکاح بعمر ۱۲/ سال بقیام ہوش وحواس اس کے باپ یوسف نے برضا ورغبت عزیز محمد صدیق کے ساتھ بعوض مہر شرعی ۴۵۰ کردیا تھا۔ بارہ سال سے بیس بائیس تک مسماۃ مذکورہ نے صدیق کے نکاح سے کبھی نفرت وکراہت وغیرہ ظاہر نہیں کی اور نہ اس کے باپ یوسف نے مسماۃ مذکورہ کو عزیز محمد صدیق کے ساتھ رخصت کرنے سے انکار کیا۔ عزیز محمد صدیق ایک دفعہ اپنی منکوحہ جنت کو یوسف کے پاس لینے کے لیے گیا تو یوسف نے کہا کہ جنت ابھی مولوی عبداللہ کے پاس قرآن پڑھ رہی ہے، جب قرآن مجید پڑھ کے فارغ ہوگی، تب تمہارے ہمراہ روانہ کروں گا، پھر کالا جو محمد صدیق کا باپ ہے، یوسف کے پاس گیا، تب یوسف نے کہا کہ میں نے تو جنت کا نکاح مولوی عبداللہ کے ساتھ کردیا ہے، جس نے اس کو قرآن پڑھایا ہے اور مولوی عبداللہ نے کہا کہ جنت کا نکاح میرے ساتھ بلا طلاق جائز ودرست ہے؛ کیوں کہ جنت نے پہلے نکاح سے انکار کردیا، لہٰذا شرعاً نکاح سابق فسخ ہوگیا، لہٰذا مندرجہ ذیل امور کا جواب مطلوب ہے:

(۱) کیا نکاح ثانی شرعاً بلا طلاق درست ہے، یا نہیں؟

(۲) کیا مدت مذکورہ کے بعد لڑکی کو خیال فسخ حاصل ہے۔

(۳) کیا مولوی عبداللہ کا کہنا کہ جنت کا نکاح میرے ساتھ بلا طلاق درست ہے۔ صحیح ہے، یا نہیں؟

(۴) کیا جنت بلا طلاق دوسرے کے لیے حلال ہوسکتی ہے؟

(۵) کیا مولوی مذکور نکاح پر نکاح کرنے سے شرعاً مسلمان رہا، یا کافر ہوگیا؟

(۶) خیار فسخ زوجہ کو ہے، یا زوج کو؟

(۷) مولوی مذکور کی اعانت وامداد کرنے اور جھوٹے مقدمات میں روپیہ پیسہ خرچ کرنے اور اس نکاح ثانی میں شہادت وغیرہ دینے والے کیسے ہیں؟

(۸) مولوی عبداللہ کے ساتھ میل جول کرنا مسلمانوں کو اور قوم اوڈان کو جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۹، کالا ولد کریم بخش، قصبہ فاضلکا ضلع فیروز پور، ۹/ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ، مطابق ۲/ اگست ۱۹۳۳ء)

---

(۱) رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۸۲/۳، سعید

الجواب

(۱) پہلا نکاح جولڑکی کے باپ نے لڑکی کی بارہ سال کی عمر میں کیا تھا، صحیح درست ہو چکا ہے،(۱) اب اس لڑکی کا دوسرا نکاح بغیر اس کے کہ پہلا شوہر طلاق دے، جائز نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ منکوحۃ الغیر کا نکاح اتفاقاً باطل ہے،(۲) اور آیت ﴿والمحصنٰت من النساء﴾ (۳) کے خلاف ہے۔

(۲) جب کہ نکاح لڑکی کے باپ نے کیا ہے تو لڑکی کو خیار بلوغ حاصل نہیں تھا،(۴) اور جب کہ اس نے بائیس سال کی عمر تک نکاح سے نہ انکار کیا، نہ ناراضگی ظاہر کی تو اب تو اختیار فسخ کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہا۔(۵)

(۳) مولوی عبداللہ کا یہ قول باطل ہے، جس کے لیے کتاب وسنت واقوال ائمہ میں کوئی دلیل نہیں۔

(۴) جنت بغیر طلاق، یا خلع دوسرے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوسکتی۔

(۵) تکفیر کرنی تو مشکل ہے،(۶) البتہ وہ اس فعل کی وجہ سے سخت گناہگار ہوسکتا ہے۔

(۷) لیکن جب صغیر، یا صغیرہ کے باپ نے نکاح کیا ہو تو اس صغیر یا صغیرہ کو خیار فسخ نہیں ہوتا،(۷) اور جب بلوغ کے بعد معاً انکار نہ کرے تو خیار باطل ہو جاتا ہے اور بہر صورت خیار بلوغ میں نکاح صرف بالغ ہونے والے کے انکار فسخ نہیں ہو جاتا؛ بلکہ قضائے قاضی ہوتا ہے۔(۸)

(۷) شخص مذکور کے معاونین بھی ﴿ولا تعاونوا علی الإثم والعدان﴾ (۹) کی خلاف ورزی کرنے والے اور ظالم وفاسق ہیں۔

---

(۱) وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة ... ولزم النکاح.(الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی:۶۵/۳،سعید)

(۲) لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره.(الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع: ۲۸۰/۱ ماجدیة)

(۳) سورة النساء:۲۴

(۴) فإن زوجهما الأب والجد ... فلا خیار لهما بعد بلوغهما.(الهدایة،کتاب النکاح، باب فی الأولیاء:۳۱۷/۲، شرکة علمیة ملتان)

(۵) ویبطل هذا الخیار فی جانبها بالسکوت إذا کانت بکراً ولا یمتد إلی آخر المجلس حتی لو سکتت کما بلغت وهی بکر بطل الخیار.(الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع: ۲۸۶/۱، ماجدیة)

(۶) ویجب أن یعلم أنه إذا کان فی المسئلة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی أن یمیل إلی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم ثم إن کانت نیة القائل الوجه الذی یمنع التکفیر فهو مسلم وإن لم تکن له نیة حمل المفتی کلامه علی وجه لا یوجب التفکیر ویؤمر بالتوبة والاستغفار.(الفتاویٰ التتارخانیة:۴۵۸/۵)

(۷) ولکن لهما أی لصغیر وصغیرة خیار الفسخ.(الدر المختار،کتاب النکاح، باب الولی:۶۹/۳، سعید)

(۸) ویشترط فیه القضاء بخلاف خیار العتق.(الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع:۲۸۵/۱، ماجدیة)

(۹) سورة المائدة:۲

(۸) ایسے ل وگ جب تک تائب نہ ہوں اور اپنے افعال کی احکام شرعیہ کے مطابق اصلاح نہ کرلیں، مسلمانوں کو جائز ہے کہ ان سے تعلقات اسلامیہ ترک کردیں۔ (۱) اسی طرح ان کے معاونین (۲) سے بھی۔ واللہ اعلم

کتبہ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۶۲/۵)

باپ نے کہا ''میری لڑکی تمہارے لڑکے کے لیے ہے'' کیا حکم ہے:

سوال: زید نے اپنی لڑکی ہندہ عمرو کو بخش دی، زید نے عمرو سے کہا کہ میری لڑکی تمہارے لڑکے کے لیے ہے اور عمرو کا اس وقت ایک لڑکا بکر تھا۔ اتفاق سے چند سال بعد وہ رحلت کر چکا تھا اور عمرو کا دوسرا لڑکا پیدا ہوا تھا تو عمرو کہتا ہے کہ لڑکی میرے تصرف (یعنی اختیار) میں ہے؛ کیوں کہ مجھ کو بخش دی گئی ہے اور زید کہتا ہے کہ نہیں؛ بلکہ میرے اختیار میں ہے۔ منشا اختلاف کا یہ ہے کہ عمرو اپنے دوسرے لڑکے کو لڑکی دینا چاہتا ہے؟

(المستفتی: ۴۹، محمد اسلام خاں ضلع پشاور، ۱۸/ جمادی الاخری ۱۹۵۲ء مطابق ۹/ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

الجواب

زید کی لڑکی زید کے اختیار میں ہے اور وہ اپنی مرضی سے، (۳) یا وہ لڑکی اگر بالغہ ہو تو لڑکی کی مرضی سے جہاں چاہے اس کا نکاح کرسکتا ہے۔ (۴) عمرو کا یہ دعویٰ کہ لڑکی میرے تصرف میں ہے، غلط ہے۔

محمد کفایت اللہ (کفایۃ المفتی: ۶۵/۵)

باپ کی موجودگی میں اس کی رضا سے نابالغ کا ایجاب وقبول:

سوال: زید کا نکاح ہوا آٹھ برس کی عمر میں اور اس کی زوجہ کی عمر تین برس کی تھی۔ عمر کم ہونے کی وجہ سے زبان

---

(۱) وفی البخاری: باب ما یجوز من الھجران لمن عصی، قال محشیة: أراد بھذا الترجمة بیان الھجر ان الجائز لأن عموم النھی مخصوص بمن لم یکن لھجرہ سبب شرعی فبین ھھنا السبب المشروع وھو لمن صدرت عنه معصیة. (صحیح البخاری: ۸۹۷/۲، قدیمی)

(۲) ﴿فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین﴾ (سورۃ الأنعام: ۶۸)

(۳) ولی المرأة فی تزویجھا أبوھا وھو أولی الأولیاء. (خلاصة الفتاویٰ، کتاب النکاح: ۱۸/۲، بیروت)

(۴) وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاھا وإن لم یعقد علیھا ولی. (الھدایة، کتاب النکاح: ۳۱۳/۲، شرکة علمیة)

اس لیے کہ یہاں منقش کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور اس سے نکاح اس وقت منعقد ہوتا ہے، جب یہ نکاح کی مجلس میں بولا جائے، منگنی وغیرہ کی مجلس میں بھی اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

کما فی الرد: لو قال ھل اعطیتنیھا فقال: اعطیت، إن کان المجلس للوعد فوعد وإن کان للعقد فنکاح. (رد المحتار، کتاب النکاح: ۱۱/۳، سعید)

دوم یہ کہ یہاں صرف کا ذکر ہے، قبول ہوا ہی نہیں، لہٰذا مجلس نکاح بھی ہو، تب بھی اس صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

لو قال: ھب ابنتک لابنی، فقال: وھبت، لم یصح، مالم یقل أبو الصغیر: قبلت. (البحر الرائق، کتاب النکاح: ۸۸/۳، بیروت)

توتلی تھی، اس وجہ سے قبول کراتے وقت سمجھ میں نہ آیا تھا؛ لیکن قبول کررہا تھا۔اس کے بعد زید کے اخیافی بھائی کو قبول کرایا گیا۔اس کے بعد زید کی والدہ نے جو اس کی ولیہ ہے، اخیافی بھائی کے قبول کرنے کو سنا تو اس نے اس کو نامنظور نہیں کیا؛ بلکہ راضی رہی۔زید کا خسر کہتا ہے کہ نکاح درست نہیں ہوا؛ مگر اس کے باوجود نابالغی کی حالت میں دومرتبہ لڑکی کو رخصت بھی کیا؛ یعنی شوہر کے ہاں بھیجا اور جہیز وغیرہ بھی دیا؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: ۸۷، عبدالمجید مالیگاؤں ۵؍رجب ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۶؍اکتوبر ۳۳ء)

الجواب

نابالغوں کا ایجاب وقبول معتبر نہیں؛ بلکہ ان کے ولی کا کام ہے کہ وہ ایجاب وقبول کریں، اس نکاح میں اگر نابالغوں کے جائز ولی نے ایجاب وقبول کیا تھا تو نکاح صحیح ہوا، ورنہ نہیں۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۵/۶۶)

جواب مکرر:

لڑکی کے باپ کا کہنا کہ نکاح صحیح نہیں ہوا، جب کہ خود اس نے ایجاب کیا تھا، قابل سماعت نہیں ہے۔(۲) جہیز وغیرہ دے کر رخصت کیا، داماد کو بلایا اور دعوت کی تو اب صحت نکاح کا انکار غیر معتبر ہے،(۳) اور لڑکے کی طرف سے قبول اخیافی بھائی نے کیا؛ مگر ماں نے جو ولیہ تھی، اس کو زبانی یا عملی طور پر منظور کیا تو نکاح صحیح ہوا اور اب نکاح کے عدم جواز کا عذر ادھر سے بھی نہیں اٹھایا جاسکتا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۵/۶۶)

باپ ولی ہے، اگرچہ کفالت نہ کرتا ہو:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ جس کی حقیقی ماں لڑکی کا عقد کرنا چاہتی ہے۔لڑکی کا کفیل بجز ماں کے باپ، یا چچا، بھائی کوئی نہیں ہے، نہ کوئی موجود ہے، نابالغہ کی ماں غیر کفو میں نکاح کرنا چاہتی ہے، لڑکی کا باپ ہے؛ لیکن عرصہ چار پانچ سال سے اپنی عورت سے ترک تعلق کردیا ہے اور نہ کسی قسم کی کفالت اپنی لڑکی، یا عورت کی کرتا ہے، لڑکی کی پرورش وہر قسم کی کفالت ماں کرتی ہے، باپ، لڑکی اور لڑکی کی ماں دونوں سے بے خبر ہے۔

(المستفتی: ۲۰۱، قاضی عبدالعزیز صاحب ریاست دتیا، ۲۶؍شوال ۱۳۵۲ھ، مطابق ۱۱؍فروری ۱۹۳۴ء)

---

(۱) (وهو)أی الولی (شرط) صحة (نكاح صغير ومجنون...).(الدر المختار، باب الولی: ۳/۵۵، سعيد)

(۲) وينعقد متلبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر ... كزوجت نفسى او بنتى او موكلتى.

وفى الرد: (قوله: كزوجت نفسى) أشار إلى عدم الفرق بين أن يكون الموجب اصليًا أو وليًا أو وكيلاً.(رد المحتار، كتاب النكاح: ۳/۹، سعيد)

(۳) وقبض المهر ونحوه رضا لأنه تقدير لحكم العقد ... فشمل ما إذا جهزها به أولاً أما جهزها به،فهو رضا اتفاقاً.(البحر الرائق: ۳/۱۳۹،بيروت)

الجواب

جب کہ لڑکی کا باپ موجود ہے، اگر چہ وہ لڑکی کا کفیل نہ ہو، تاہم لڑکی کے نکاح کی کفالت اور ولایت کا حق اسی کو ہے، نابالغہ لڑکی کے نکاح کا حق باپ کی اجازت کے بغیر کسی کو نہیں ہے۔(۱) ماں نابالغہ کا نکاح نہیں کرسکتی، اگر غیر کفو میں نابالغہ کا نکاح ماں کردے گی تو نکاح درست نہ ہوگا۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۶۷/۵)

باپ کا کیا ہوا نکاح درست ہے، طلاق لیے بغیر دوسری جگہ نکاح جائز نہیں:

سوال: زید نے تقریباً ایک سو آدمیوں کے سامنے بقائمی ہوش وحواس اپنی نابالغہ لڑکی کا عقد بکر کے لڑکے کے ساتھ کردیا اور عام لوگوں کو معلوم کرایا گیا، اس سے پہلے اس کے پیر نے لڑکی کی منگنی اسی لڑکے کے ساتھ کی تھی، اب زید لڑکی کا رشتہ کسی دوسری جانب دینے کو تیار ہے۔ کیا ازروئے شرع وہ مجاز ہے کہ وہ لڑکی کا رشتہ کسی غیر شخص سے کردے؟

(المستفتی: ۱۸۶۹، صوبیدار مولا داد صاحب، ضلع گجرات، ۳/شعبان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۹/اکتوبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

جب کہ باپ نے اپنی لڑکی کا نکاح ہوش وحواس کی حالت میں کردیا تو اب اس لڑکی کا رشتہ کسی دوسری جگہ کرنا جائز نہیں ہے۔(۳) (کفایۃ المفتی: ۸۱/۵)

نابالغہ کا نکاح باپ کی اجازت کے بغیر درست نہیں:

سوال: سکینہ بیگم اپنی نابالغہ لڑکی رئیسہ بیگم کی شادی اپنی مرضی اور خوشی سے کرسکتی ہے، یا نہیں؟ اس صورت میں جب کہ رئیسہ بیگم کا والد و دادا و چچا رضامند نہ ہوں اور موجود بھی ہوں اور اگر سکینہ بیگم اپنی لڑکی نابالغہ رئیسہ بیگم کے والد و دادا و چچا کے خلاف مرضی شادی کردے تو وہ نکاح شرعاً جائز ہوگا، یا نہیں؟ اور رئیسہ بیگم کا ولی اس کا والد ضمیر الدین، یا اس کے چچا، یا اس کا دادا قاضی بشیر الدین، یا اس کی والدہ سکینہ بیگم مذکورہ بالا اشخاص میں سے کون ہیں؟

(المستفتی: ۲۲۹۶، قاضی محمد رفیع الدین صاحب میرٹھ، ۷/ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۷/جون ۱۹۳۸ء)

الجواب

نابالغہ لڑکی کا نکاح اس کے باپ کی اجازت کے بغیر نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ باپ ولی ہے، باپ کی موجودگی میں ماں

---

(۱) ولی المرأة تزویجها أبوها وهو أولی الأولیاء. (خلاصة الفتاوی، کتاب النکاح: ۱۸/۲، بیروت)

(۲) وإن کان المزوج غیرهما أی غیر الأب والجد ... ولو الأم ... لا یصح النکاح من غیر کفء أو بغبن فاحش اصلاً. (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/٦۷-٦۸، سعید)

(۳) ولزم النکاح ... إن کان الولی ... أبا أو جداً. (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/٦٦، سعید)

کوحق ولایت حاصل نہیں۔ باپ کے بعد اگر دادا موجود ہوگا تو وہ ولی ہوگا اور جب تک کوئی عصبہ موجود ہو، ماں ولی نہیں ہوگی۔(۱) اگر ماں ولی جائز کی اجازت کے بغیر نابالغہ لڑکی کی شادی کردے گی تو وہ شادی ولی کی اجازت پر موقوف ہوگی۔(۲) ولی اگر ناراضی کا اظہار کردے تو شادی باطل ہوجائے گی۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۸۷/۵)

باپ نے لالچ کی وجہ سے لڑکی کا نکاح اس کی رضا کے بغیر کردیا، یہ فسخ ہوسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے اپنی لڑکی کی شادی دولت کے لالچ میں خلاف مرضی لڑکی بکر سے ریاست بھرت پور میں کردی، لڑکی چار روز بکر کے پاس رہ کر واپس دہلی چلی آئی، زید سے لڑکی نے اصرار کیا کہ بکر سے فیصلہ کرادو، زید نے بکر اور اس کے سرپرستوں کو جو کہ غیر اشخاص ہیں، بلا کر ایک تحریر دوسری جگہ لکھوائی کہ بکر کا علاج کرواور تین ماہ کا خرچہ خوراک ادا کردوگے تو لڑکی کو کسی نہ کسی صورت سے بھیج دوں گا۔ لڑکی کو زید نے وہی تحریر دکھا کر کہا کہ تم کو طلاق دلوائی ہے۔ دو تین روز بعد لڑکی کو شبہ ہوا اور زید سے کہا کہ طلاق نہیں دلوائی ہے؛ بلکہ مجھ کو دھوکہ دیا ہے۔ اس پر زید نے لڑکی کو زہریلی چیز کھانے میں کھلادی، جس سے لڑکی کی موت واقع نہ ہوئی۔ صحت یاب ہونے پر لڑکی نے پوشیدہ طور پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ دہلی کو اس امر کی درخواست دی؛ لیکن پولیس کی پرائیویٹ ہدایت پر زید اور اس کے دوستوں نے لڑکی کو زبردستی موٹر میں ڈال کر رات ہی رات ریاست بھرت پور بکر کے سرپرستوں کے پاس چھوڑ آئے اور بکر کے سرپرستوں کو ہدایت کردی کہ لڑکی کو دہلی اس کی بہن و بھائی سے ملنے کے لیے نہ بھیجنا۔ اگر لڑکی جانے کے لیے اصرار کرے تو جان سے ماردینا؛ مگر دہلی نہ بھیجنا، زید نفس پرست شخص ہے اور اپنی بیوی کو بھی زہر دے کر ختم کر چکا ہے۔ کیا ایسی صورت میں لڑکی کا نکاح قائم رہا نہیں؟ اگر نہیں تو زید کس سزا کا مستحق ہے؟

(المستفتی: ۲۴۶۱، زہرہ بیگم کوچہ ناہر خان، دہلی، ۱۷ محرم ۱۳۵۸ھ، مطابق ۹ مارچ ۱۹۳۹ء)

الجواب

اگر یہ واقعات صحیح ہیں اور لڑکی بوقت نکاح نابالغہ نہیں تھی؛ بلکہ بالغہ تھی اور اس کی مرضی کے خلاف جبراً باپ نے نکاح کردیا اور جبراً وداع کردی تھی تو وہ نکاح ہی صحیح اور جائز نہیں ہوا، (۳) اور لڑکی بذریعہ عدالت اپنی گلوخلاصی کرسکتی ہے، باپ نے اگر لڑکی کو زہر دیا، یا دلوایا ہے تو وہ سخت ظالم اور قابل سزا ہے اور اس کی ولایت لڑکی پر باقی نہیں رہی۔ (۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۹۰/۵)

---

(۱) فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۷۸/۳، سعيد)

(۲) فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته. (الدر المختار، النكاح، باب الولي: ۸۱/۳، سعيد)

(۳) لا ينفذ عقد الولي عليها بغير رضاها عندنا. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء: ۱۱۸/۳، بيروت

(۴) وفي شرح المجمع: حتى لو عرف من الأب سوء الاختيار لسفهه أو لطمعه لا يجوز عقده إجماعًا. (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ٦٦/۳، سعيد

باپ کا لڑکی پر روپیہ طلب کرنا اس کی رضامندی کی دلیل ہے، یا باپ کی صریح رضامندی بھی ضروری ہے:

سوال: ہندہ نابالغہ کا باپ جیل خانہ میں تھا، ہندہ کے برادر کلاں بالغ نے زید سے ہندہ کا نکاح کر دینے کی بات چیت درست کی، رخصتی کے روز باپ بھی آ گیا اور کہا کہ اگر زید مجھ کو ۳۰/روپیہ دیوے تو میں نکاح کر دینے میں راضی ہوں، پس زید نے روپیہ دے دیا اور وہ راضی ہو گیا اور اس کی رضا پر برادر کلاں زید کے مکان میں ڈولی لے جا کر نکاح کر دیا، ہندہ ایک ماہ تک زید کے پاس رہی، باپ نے اپنے گھر بیٹھا رکھا اور کہا کہ میں تو زید کے ہمراہ نکاح کر دینے پر راضی نہ تھا، میرے بیٹے نے نکاح کر دیا ہے، پھر وہ لڑکی بکر کو دے دی۔ اس کے بعد ایک عالم کو ثالث مقرر کیا، اس نے **دعوی الرجلین علی امرأة واحدة** کا لحاظ کر کے دونوں زوج اور ہندہ کا باپ اور ہندہ کا وکیل اس کا برادر کلاں وغیرہ کے سامنے بڑی مجلس میں موافق طریقہ شرعیہ دعوی سنا، زید کی طرف سے نصاب شہود عدول مسلم جرح موثر سے پایا کیا کہ باپ ۳۰/روپیہ ہمارے سامنے لے کر راضی ہوا اور بیٹے نے موافق مرضی باپ کے جا کر نکاح کر دیا۔ قاضی صاحب نے وکیل مسماۃ اور زوج ثانی اور باپ کو کہا کہ گواہوں کو قسم دیتے ہو، سب نے کہا کہ ہم نے اس کی بات پر اعتبار کر لیا، ہم ان کو قسم نہیں دیتے، پس قاضی نے بحضور وکیل ہندہ اور زوج ثانی و والد ہندہ و جلسہ عظیمہ حکم دے دیا کہ زید کا نکاح درست ہے اور بکر کا باطل ہے۔ بعدہ مسمات کے وکیل اور والد زوج ثانی نے کہا کہ ہم ۸۰/روپیہ دیتے ہیں اور خلع ہو جانا چاہیے اور خلع کا معنی بھی سنایا گیا کہ خلع طلاق بائن ہوتی ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ یہ شہادت باخذ دراہم واسطے راضی ہونے کے اور شہرت اس رضامندی کی عام وخاص پر اور عدم اعتراض باپ کا بوقت رخصتی کے اور ایک ماہ تک کمال اختلاط وانبساط اور بغیر قسم کے گواہی کی تصدیق اور التماس خلع بمعنی طلاق بائن نہ بمعنی طلاق مطلق صلح قاطع نزاع۔ آیا یہ کل امر مثبت رضاء والد ہندہ کے اور موجب صحت نکاح زید کے ہیں، یا نہیں؟ بصورت وجود وعدم عبارت کتاب وفصل وباب ضرور قلمبند فرما دیں۔ (جزاک اللہ تعالی خیر الجزاء) فقط

الجواب

قال في الدر:(وله) أي للولي (إذا كان عصبة) ... (الاعتراض في غير الكفء) ... (مالم يسكت حتى (تلد منه)،آه.

قال الشامي:زاد لفظ يسكت للإشارة إلى أن سكوته قبل الولادة لايكون رضا وأن هذه ليست من المسائل التي نزل فيها السكوت منزلة القول،آه. (٤٨٦/٢)(١)

ثم قال في الدر:(فرضا البعض) من الأولياء قبل العقد أوبعده (كالكل)[إلى أن قال] (وقبضه) أي ولي له حق الاعتراض (المهر ونحوه) مما يدل على الرضا (رضا) دلالةً،آه.

قال الشامي (قوله:قبل العقد أوبعده) فيه أن الرضا قبل العقد يصح على كل من الأول والثاني

(١) الدر المختار مع رد المحتار،باب الولي:٥٦/٣،دار الفكر بيروت،انيس

[أی النکاح بالکفء وبغیر الکفء]،آہ، (وقوله:ونحوہ) بالرفع عطفا علی قبضه أی ونحو قبض المهر کقبض النفقة أو المخاصمة فی أحدهما وإن لم یقبض و کالتجهیز ونحوہ،فتح.(۴۸۸/۲)(۱)

صورت مسئولہ میں ہندنا بالغہ کے باپ کا یہ قول کہ زید مجھ کو ۳۰/روپیہ دے دے تو میں نکاح کر دینے پر راضی ہوں،اس کی رضا پر دلالۃ دال ہے، جب کہ اس کو ۳۰/روپیہ دے دیا گیا، گو ان روپوں کا لینا اس کو جائز نہ تھا، اگر بطور مہر معجّل کے نہ ہوں، پھر روپیہ لینے کے بعد اس کے صریح الفاظ کی ضرورت نہیں؛ بلکہ یہ دلالت بھی کافی ہے کہ عبارت مذکورہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ قبض مہر وقبض نفقہ وتجہیز ومخاصمہ فی المہر والنفقہ بھی بمنزلہ قول رضا کے ہے اور چوں کہ آج کل ہندوستان میں جاہل لوگوں میں لڑکی پر کچھ رقم لینے بھی قرائن رضا سے ہے، پس زید کا نکاح صحیح ہوگیا اور بکر کا باطل ہوگیا، باقی انبساط آمد ورفت قائم مقام قول رضا کے نہیں، ایسے ہی بکر اور والد ہندہ کا یہ کہنا کہ خلع ہو جانا چاہیے، یہ بھی اقرار بالنکاح نہیں۔

قال فی الدر:(وقوله لعبدہ طلقها رجعیة إجازة) للنکاح (الموقوف، لا طلقها أوفارقها) لأنه یستعمل للمتارکة،آہ.

قال الشامی: أی قول المولی طلقها أوفارقها لأنه یستعمل للمتارکة أی فیکون رداً ویحتمل الإجازة فحمل علی الرد لأنه أدنی لأن الدفع أسهل من الرفع،آہ.(۶۱۳/۲)(۲)

قلت: وأیضاً فطلبه الخلع یحتمل الصلح فی الصورة المسئولة فلا یکون إقراراً بصحة النکاح واللہ أعلم

۲۲/ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام:۳۰۷/۳)

باپ نے ایک جگہ نکاح کی وصیت کی تو ولی دوسری جگہ لڑکی کا نکاح کر سکتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ پھول بہار کے والد بنام عبدالجلیل نے دختر مذکور نسبت زید سے کی تھی اور مرتے وقت یہ وصیت اس کی والدہ اور دادی سے کی تھی کہ پھول بہار کا نکاح زید سے کرنا، جس سے کہ میں نے نسبت کی، پس مذکور میں پھول بہار کا ولی نکاح بلا اس کی والدہ کی اطلاع کے اس کے والد کی وصیت کے خلاف پھول بہار کا عقد کسی دوسرے سے کر سکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اس وصیت پر عمل ضروری نہیں ہے؛ اس لیے ولی بلا اطلاع والدہ کے وصیت کے خلاف کر سکتا ہے، البتہ اگر اس جگہ نکاح کرنے میں کوئی شرعی خرابی نہ ہو تو وصیت کا لحاظ کرنا جائز ہے؛ مگر واجب نہیں۔ فقط

احقر عبدالکریم عفی عنہ، ۱۹/جمادی الاخری ۱۳۴۵ھ۔

الجواب صحیح: ظفر احمد عفا عنہ، ۱۹/جمادی الاخری ۱۳۴۵ھ۔ (امداد الاحکام:۳۲۲/۳)

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الولی: ۵۷/۳-۵۸، دارالفکر بیروت، انیس
(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب نکاح الرقیق: ۱۶۶/۳-۱۶۷، دارالفکر بیروت، انیس

ولی بلا اجازت منکوحہ کے نکاح کر دے، اس کا کیا حکم:

سوال: بکر نے اپنی لڑکی کا نکاح جس کی عمر تیرہ برس کی ہو چکی تھی، جبراً عمرو کے ساتھ کر دیا، باوجودیکہ لڑکی نے قبل نکاح صاف کہہ دیا کہ میں ہرگز ہرگز عمرو سے راضی نہیں ہوں؛ مگر بکر نے بلا مرضی واطلاع بطور خود نکاح عمر کے ساتھ کر دیا، اب بعد نکاح بھی لڑکی کا وہی کلام ہے، جو قبل نکاح تھا، اب یہ نکاح بطور خود جو بکر نے اپنی لڑکی کا عمرو کے ساتھ کر دیا، جائز ہوا، یا نہیں؟ اور مدت ولایت کی شرع شریف میں کہاں تک لی جاتی ہے، جواب صاف ارقام ہو؟

الجواب

اگر وہ لڑکی بالغ ہے اور جس وقت اس کے باپ نے اس سے اذن طلب کیا، یا نکاح ہو جانے کی خبر پہونچی، اس نے انکار کر دیا تو یہ نکاح جائز نہیں ہوا؛ کیوں کہ ولایت اجبار ولی بلوغ تک ہے اور اگر نابالغ ہے، یا باوجود بالغ ہونے کے وقت طلب اذن، یا بلوغ خبر ساکت ہوگئی تو نکاح (۱) ہو گیا اور قبل نکاح، یا بعد نکاح کے انکار کا اعتبار نہیں، (۲) البتہ اگر باپ کے ہوتے ہوئے کسی اور نے اذن چاہا تو محض سکوت دلیل رضا نہیں، جب تک زبان سے اذن نہ دے، اس صورت میں بھی نکاح نہ ہوگا۔

ولایجوز للولی إجبار البکر البالغة علی النکاح ... فإذا استأذنها الولی فسکت أوضحک فهو إذن ... وإن فعل هذا غیر الولی ... أو ولی غیره أولی منه لم یکن رضا، حتی یتکلم به ... ولو زوجها فبلغها الخبر فسکت فهو علی ماذکرنا. (الهدایة) (۳)

اور بلوغ لڑکی کا احتلام اور حیض اور حاملہ ہونے سے ثابت ہوتا ہے اور اگر ان علامات میں سے کوئی علامات نہ پائی جاوے تو پندرہ سال کی عمر ہونے پر بلوغ کا فتویٰ دیا جاوے گا، البتہ اگر وہ لڑکی خود کہے کہ میں بالغ ہوں اور ظاہر حال اس کا مکذب نہ ہو، اس کی تصدیق کی جاوے گی۔ (۴)

(والجاریة بالاحتلام والحیض والحبل) ...(وان لم یوجد فیهما) شیء (فحتی یتم لکل منهما خمس عشرة سنة، به یفتی) ... فإن راهقا) ...(فقالا: بلغنا، صدقا، إن لم یکذبهما الظاهر). (الدر المختار) (۵) **والله أعلم**

۲۴/ ذی قعدہ، پنجشنبہ ۱۳۰۳ھ (امداد: ۵/۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۴۷۱-۱۷۵)

---

(۱) یعنی جب کہ نکاح کرنے والا اذن لینے والا ولی ہو۔ منہ

(۲) یعنی جب کہ استیذان ولی کے وقت سکوت کیا ہو۔ منہ

(۳) الهدایة، باب الأولیاء والأکفاء: ۱/۱۹۱-۱۹۲، دار إحیاء التراث العربی بیروت، انیس

(۴) بشرطیکہ نو سال سے کم نہ ہو۔ منہ

(۵) الدر المختار، فصل بلوغ الغلام بالإحتلام: ۶/۱۵۳-۱۵۴، دار الفکر بیروت، انیس

نابالغہ کا نکاح اجازت ولی پر موقوف ہے:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ ۱۲/ یا ۱۳/ برس کی ہے، اس کا بھائی ۱۵/ یا ۱۶/ برس کا مکان سے دور کلکتہ میں نوکر ہے، اس لڑکی کے باپ و دادا نہیں ہیں، چچا وغیرہ و دیگر اقربا موجود ہیں؛ لیکن پورے طور پر کوئی بھی اس [کی] خبر گیری و خیر اندیشی نہیں کرتا، اس کی ماں جو ہنگام طفولیت سے پرورش کرتی آ رہی ہے، اس نے بوجہ غربت و تکلیف کے بلحاظ پرورش اپنی دانست میں ایک اچھی جگہ اس لڑکی کی نسبت ٹھہرائی؛ لیکن چچا وغیرہ و دیگر اقارب نے بسبب حسد، یا رنجش، یا اور کوئی سبب سے ناپسند کر کے کنارہ کشی اختیار کر لی، ماں نے بدرجہ مجبوری خود ولی ہو کر اذن دیا اور نکاح کرا دیا، پس ایسی صورت میں یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟ بصورت عدم جواز اب کیا کرنا چاہیے اور بصورت معلق رہنے کے اگر لڑکی بجرد بلوغ اسی جلسہ میں رضا کو ظاہر کر دیوے تو پھر یہ نکاح اس وقت درست ہو جائے گا، یا نہیں؟

الجواب ــ

فی ردالمختار (الجلد الأول، ص: ٥٣٦): وأما إذا كان أی وجد سلطان أوقاض فی مكان عقد الفضولی علی المجنونة أو اليتيمة فليتوقف أی ينفذ بإجازتها بعد عقلها أوبلوغها لأن وجود المجير حالة العقد لايلزم كونه من أولياء النسب، كما تقدم فی الباب السابق قبل قوله وللولی الأبعد التزويج بغيبة الأقرب، آه. (۱)

پس چوں کہ صورت مسئولہ میں مجیر نکاح کا موجود ہے، لہذا یہ نکاح اولاً موقوف رہا اور جب بعد بلوغ لڑکی رضا کو ظاہر کر دے تو اب صحیح و نافذ ہو جائے گا، البتہ اگر ولی جائز اس کے بلوغ رضا سے پہلے اس نکاح کی خبر سن کر اس کو رد کر دے، اب وہ معلق و موقوف نہ رہے گا؛ بلکہ باطل ہو جائے گا۔

۱۱/ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ (امداد ص: ۳۴ ج: ۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/ ۱۸۰)

نابالغ کے نکاح کا علم کے باوجود ایک، یا دو سال تک ولی کی رضامندی پر موقوف رہنا:

سوال: اگر نابالغ کے ولی کو علم اس کے نکاح کا ہو اور وہ اس کے نکاح میں شمولیت نہ کرے تو یہ ولی اس لڑکی کے نکاح کو ایک سال، یا دو سال کے بعد جائز رکھے تو کیا باوجود علم نکاح کے ایک سال، یا دو سال تک ولی کی رضامندی پر موقوف رہ سکتا ہے؟

الجواب ــ

رہ سکتا ہے، جب تک رد نہ کیا ہو۔

(۱) ردالمحتار، باب الولی: ۳/ ۹۸، دار الفکر بیروت، انیس

في الدرالمختار (با ب الولی) : **صغيرة زوجت نفسها ، ولاولي ولا حاكم ثمة ، توقف ونفذ بإجازتها بعد بلوغها لأن له مجيز وهوالسلطان،آه.** (۱)

۱۸/محرم الحرام۱۳۴۲ھ (تتمہ خامسہ،ص:۲۴۹) (امدادالفتاویٰ جدید:۲/۱۸۰)

حقیقی باپ کے ہوتے ہوئے سوتیلے باپ کی طرف سے نابالغہ کا نکاح کرنے کا حکم:

سوال: حقیقی باپ کے ہوتے ہوئے سوتیلے باپ کے ہندہ نابالغہ کا نکاح زید کے ساتھ کردیا اور جس وقت کہ ہندہ بالغہ ہوئی،اس مجلس میں چند آدمیوں کے سامنے ہندہ نے کہا کہ میں اپنے نکاح کو جوزید کے ساتھ بولایت میرے سوتیلے باپ کے ہوا تھا،فسخ کرتی ہوں،بعداس کے شہر بمبئی میں قاضی محمد علی صاحب مدظلہ کے پاس عرضی داخل کی کہ میں نے ایسا ایسا کیا ہے،قاضی صاحب نے بعد ثبوت دعویٰ ہندہ کے یہ فیصلہ فرمایا کہ ہندہ کے فسخ کو ہم نے بھی قائم رکھا،آیا قاضی صاحب کا اس عذر سے فیصلہ کرنا موافق شرع شریف کے ہے،یانہیں؟

الجواب

وہ نکاح موقوف تھا،جب حقیقی باپ نے بھی اجازت نہ دی اوراس منکوحہ نے بعد بلوغ ردکردیا تو وہ نکاح باطل ہوگیا،قاضی صاحب کا فیصلہ شرع کے موافق ہے،البتہ اگر کسی وقت حقیقی باپ نے زبان سے اس نکاح کو جائز رکھا ہوتو اس کی کیفیت ظاہر کرکے مکرر سوال کیا جاوے۔

۷/شعبان ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولیٰ،ص:۸۷) (امدادالفتاویٰ جدید:۲/۳۵۹-۳۶۰)

باپ کے ہوتے ہوئے اگر ماموں نے کسی لڑکی کا نکاح کردیا تو وہ نکاح باپ کی اجازت ورضا پر موقف ہوگا:

سوال: ایک لڑکی کا نکاح اس کے ماموں نے ماں باپ کی رضا کے بغیر کسی سے کردیا،جب کہ وہ لڑکی ابھی نابالغہ تھی۔شادی کو ہوئے چودہ سال کا عرصہ ہوگیا؛مگر وہ شخص ابھی تک اپنی عورت کو اپنے یہاں نہیں لے گیا۔لڑکی بلوغ کو پہنچ کر اس پر پانچ سال گزر چکے ہیں۔وہ لڑکی دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے اوراس کے ماں باپ بھی اس بات سے راضی ہیں تو کیا وہ لڑکی دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے،یانہیں؟

الجواب

هو الموفق للصواب: ماموں ذوی الارحام میں سے ہے اور ولی بعید ہے،باپ کے موجود ہوتے ہوئے اگر ولی بعید ماموں نے نکاح کیا تو وہ نکاح باپ کی اجازت ورضا پر موقف ہے،چاہے وہ رضا صراحۃً ہو،یا دلالۃً،جیسا کہ درمختار میں ہے:

فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته. (۲)

---

(۱) الدرالمختار،باب اولی:۳/۸۰،دارالفکر بیروت،انیس

(۲) الدرالمختار،باب الولی:۳/۸۱،دارالفکر بیروت،انیس

اور شامی میں کہا ہے:

فلا یکون سکوته إجازة لنکاح الأبعد وإن کان حاضراً فی مجلس العقد مالم یرض صریحاً أو دلالةً،انتهٰی. (۱)

بنا بریں آپ کے سوال اور اس کے ساتھ والے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ماموں نے باپ کی رضا کے بغیر اس لڑکی کا نکاح کر دیا اور اس کا باپ اس سے راضی ہوگیا؛ کیوں کہ خط میں لکھا ہوا ہے کہ دو تین مرتبہ لڑکی کا باپ اور لڑکی کا چھوٹا ماموں اس کو بلانے کے لیے گئے تھے کہ تم آکر اپنی عورت کو بلالے جاؤ، تب بھی وہ بُلا کر نہیں لے گیا، انتہیٰ۔

پس جب تک وہ خاوند اس کو طلاق نہ دے، یا اس سے خلع نہ کرلے، یا وہ خاوند نہ مرجائے اور اس کی عدت نہ گزر جائے، تب تک دوسرے خاوند سے نکاح کرلینا جائز نہیں۔ خلع یہ ہے کہ عورت کی طرف سے کچھ رقم وغیرہ خاوند کو دے کر مہر بخش کر اس سے طلاق لے اور اس کی عدت گزرنے کے بعد جس سے چاہے نکاح کرلے۔ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص:۱۳۸-۱۳۹)

نابالغہ باکرہ لڑکی کے لیے حنفی شافعی دونوں مذہبوں میں اس کا باپ ولی جابر ہے:

سوال: ایک شافعی المذہب شخص نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح ایک ہم کفو شافعی المذہب شخص کے ساتھ بتقلید مذہب حنفی کر دیا ہے۔ یہ نکاح شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ

هو الموفق للصواب: نابالغہ لڑکی اگر باکرہ ہے تو اس کے نکاح کرنے میں شافعی اور حنفی دونوں مذہبوں کی رو سے اس کا باپ ولی جابر ہے، چناں چہ فتح المعین میں ہے:

فالبکر یجوز للأب والجد إجبارها علی النکاح،انتهٰی. (۲)

اور شرح الوقایۃ میں لکھا ہے:

فالبکر الصغیرة تجبر إتفاقاً،انتهٰی. (۳)

اگر وہ ثیبہ ہے تو احناف کے پاس اس کا باپ دادا ولی جابر ہے، چناں چہ اسی میں ہے:

والثیب الصغیرة تجبر عندنا، لاعنده،انتهٰی. (۴)

بہر حال صورتِ مسئولہ میں نکاح جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص:۱۷۲)

---

(۱) ردالمحتار، باب الولی: ۸۱/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) متن أبی شجاع المقدسی المسمی الغایة والتقریب، کتاب النکاح: ۳۱/۱، عالم الکتب بیروت، انیس

(۳-۴) شرح الوقایة، کتاب النکاح، باب الولی والکفء، ص: ۱۸، مؤسسة الوراق للنشر والتوزیع، الأردن، انیس

لڑکی کا نکاح والد کی مرضی کے بغیر کرنا:

سوال(۱) زید نے اپنے بالغ لڑکے کی منگنی تین صدروپیہ بکر کو دیکر بکر کی چودہ سالہ لڑکی سے کی تھی، بکر کو عمر کی جانب سے پانچ صدروپیہ ملنے لگا، بکر نے زید کا تین صدروپیہ واپس کر دیا تو زید کو فکر غالب ہوا، زید معہ چند شخصوں کے رات کے وقت بکر کے مکان پر جا کر بکر کی چودہ سالہ لڑکی کو اپنے مکان پر لے آیا اور راتوں رات قاضی کو بلا کر با قاعدہ عدم موجودگی لڑکی کے والد کے نکاح پڑھوالیا، آیا یہ نکاح درست ہے، یانہیں؟

(۲) شرع شریف سے لڑکا لڑکی کتنے سال کے بالغ سمجھے جاویں؟ بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب۔

الجواب

(۱) اگرلڑکی بوقت نکاح بالغ تھی اوراس نے نکاح کی اجازت بھی اپنی زبان سے دی تھی، اگر چہ جبروا کراہ کی وجہ سے دی ہوتو نکاح منعقد ہوگیا، **کما صرح به الشامی من إنعقاد النكاح مع الإكراه**، اوراگرنابالغ تھی، یااجازت نہ دی تھی تو نکاح منعقد نہیں ہوا۔ **قال في الدرالمختار: (فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولی)**، آه.(۱)

البتہ اگرزید کالڑکا جس سے نکاح ہوا ہے بکر کی لڑکی کے لیے کفونہ ہوتو اس کا باپ اور دوسرے اولیا قاضی، یا مسلمان حاکم، یا مسلمان کی پنچائت میں اپنا معاملہ پیش کر کے فسخ نکاح کرا سکتے ہیں، صرح بہ الہدایۃ والدرالمختار وغیرہ۔

(۲) لڑکے کا بلوغ اصل میں احتلام اورانزال وغیرہ سے اورلڑکی کا احتلام، حیض، یا حاملہ ہونے سے ثابت ہوتا ہے اوراگر ان میں یہ علامات نہ پائی جائیں اور پندرہ برس کی عمر ہوجائے تو بلوغ کا حکم دیا جائے گا، الغرض لڑکے اورلڑکی دونوں کا بلوغ اگر سن وسال کے اعتبار سے کیا جائے تو دونوں میں پندرہ سال کی عمر کا اعتبار رہے۔

قال في الدرالمختار: (بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال) والأصل هوالإنزال (والجارية بالإحتلام والحيض والحبل) [إلى قوله] **(فإن لم يوجد فيهما) شيء (فحتي يتم كل منهما خمس عشرة سنة به يفتى)**، آه. (الدرالمختار: ۱۳۲/۲، كتاب الحجر) واللہ اعلم (اضافہ) (امدادالمفتین: ۴۴۱/۲)

باپ کی موجودگی میں لڑکی کی ماں اور ماموں نکاح کر سکتے ہیں یانہیں:

سوال: عورت اوراس کے بھائی بلا رضامندی احمد علی شاہ کے لڑکے کا نکاح کر سکتے ہیں اورنکاح جائز ہوگا، یانہیں؟

الجواب

باپ کے ہوتے ہوئے لڑکی کی ماں اور ماموں وغیرہ اس کا نکاح بحالت صغر سنی بغیر اجازت باپ کے نہیں کر سکتے، البتہ بعد بلوغ وہ اپنا نکاح خود اپنی مرضی کے موافق کر سکتی ہے۔ (درمختار، شامی)

۲۸/صفر ۱۳۵۰ھ (امدادالمفتین: ۴۴۲/۲)

---

(۱) الدرالمختار، باب الولی: ۵۵/۳-۵۶، دارالفکر بیروت، انیس

نابالغہ کا نکاح دادا نے والد کی موجودگی میں کر دیا:

سوال: مسماۃ بکھان دختر حسین کا نکاح بعمر چار پانچ سال اس کے والد کی موجودگی میں دادا نے کر دیا تھا، لڑکا خوردسال تھا، بعمر پانچ، یا چھ سال ایجاب وقبول نہ کرسکا، نہ لڑکے کے والد نے قبول کیا، مجلس نے کہا: کوئی بات نہیں، گھر کی بات ہے۔ اب لڑکی سولہ سترہ برس کی ہے، جب تیرہ چودہ برس کی تھی تو ناطہ والے ناطہ لینے آئے؛ مگر لڑکی نے والدین سے انکار کر دیا، والدین نے ناطہ والوں کو ٹال دیا، پھر ناطے والے دو تین سال متواتر آتے رہے، اس عرصہ میں والدین اپنی لڑکی کو سمجھاتے رہے کہ گھر اچھا ہے، بڑا اچھا ہے، خویشگی ہے، ضد اور ہٹ دھرمی ٹھیک نہیں، لڑکی نے جواب دیا: یا تو مفرور ہو جاؤں گی، یا پھر پھانسی کھا جاؤں گی، اس وجہ سے والدین لڑکی کے ساتھ متفق ہیں، اگر ایام نابالغی کا نکاح ناجائز ہو تو لڑکی کی منشا کے مطابق دوسری جگہ نکاح کر دیا جائے؟

الجواب

صورت مسئولہ میں لڑکی کے باپ نے اس مجلس میں، یا اس کے بعد اگر صراحۃً زبانی اجازت اس نکاح کی دے دی ہے، یا عملاً اجازت دے دی، مثلاً اس نکاح کے مخصوص کاروبار کو خود اپنے ہاتھوں کیا اور جو جوڑا کپڑے، یا زیور وغیرہ خاوند کی جانب سے آتا ہے، اس پر قبضہ کیا، وغیرہ ذلک، تب تو یہ نکاح صحیح اور لازم ہو گیا، اب لڑکی کو بعد بلوغ بھی فسخ کا اختیار نہیں اور علاحدگی کی صورت بجز اس کے نہیں کہ خاوند طلاق دے اور اگر لڑکی کے والد نے اس نکاح کی اجازت نہ صراحتاً دی اور نہ عملاً تو پھر دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ بجائے اجازت کے انکار کر دیا ہو تو اس صورت میں یہ نکاح باطل ہو گیا، شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہ رہا اور نہ فسخ کرانے کی حاجت رہی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نہ اجازت دی ہو اور نہ انکار کیا؛ بلکہ سکوت کیا تو اب بھی لڑکی کے بالغ ہونے تک یہ نکاح والدین کی اجازت پر اور لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد اس کی اجازت پر موقوف ہے، اگر اس نے اجازت دی تو جائز، ورنہ باطل ہو جائے گا۔

قال في الدر المختار: فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته.

قال الشامي: تقدم أن البالغة لو زوجت نفسها غير كفء فللولي الاعتراض مالم يرض صريحاً أو دلالةً كقبض المهر ونحوه ولم يجعلوا سكوته إجازة والظاهر أن سكوته هنا كذلك فلايكون سكوته إجازة لنكاح الأبعد وإن كان حاضراً في مجلس العقد مالم يرض صريحاً أو دلالةً. (ردالمحتار، باب الولي: ۳۲۳/۲، مصری)

لیکن عبارت مندرجہ سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ والد نے اس نکاح کی اجازت دے دی تھی، جیسا کہ الفاظ اس پر صریح ہیں کہ والدین لڑکی کو سمجھاتے رہے؛ اس لیے حاصل یہی ہوا کہ یہ نکاح نافذ اور لازم ہو گیا، اب فسخ کا اختیار کسی کو نہیں، سوائے اس کے کہ خلع، یا طلاق کے ذریعہ رہائی حاصل کی جائے اور کوئی صورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۴۵۱/۲)

لڑکی کا باپ مجنون ہو تو اس کی ولایت ساقط ہوگی، یا نہیں:

سوال: ہندہ نابالغہ کا نکاح اس کی والدہ اور ماموں نے زید بالغ سے جو ہندہ کی والدہ کا ماموں زاد برادر ہوتا تھا، بلاخوشی ومرضی ولی جائز؛ یعنی پدر حقیقی مسماۃ ہندہ کے جو بقید حیات تھا، کردیا؛ مگر پدر ہندہ خلل دماغ کی بیماری سے کبھی سالم العقل رہتا تھا اور کبھی دیوانہ رہتا تھا، نکاح کے وقت صحیح العقل نہ تھا، اب ہندہ بالغ ہوگئی اور زید بدستور نابالغ ہے، ہندہ زید سے اپنا نکاح فسخ کرانے کی خواہش مند ہے۔ کیا دوسرا نکاح کرسکتی ہے، یانہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ ہندہ کا والد کسی کسی وقت صحیح العقل والحواس بھی رہتا تھا تو اس کی ولایت ساقط نہیں ہوئی، لہٰذا اب جو نکاح کی اجازت اس کی والدہ نے کرادیا ہے، یہ والد کی اجازت پر موقوف ہے، ہوش میں آنے کے بعد اگر والد نے اس نکاح کی اجازت دے دی تو نکاح صحیح ولازم ہوگیا، یہاں تک کہ بعد بلوغ بھی لڑکی کو حق فسخ باقی نہ رہے گا اور اگر ہوش میں آنے کے بعد جب والد کو نکاح کی اطلاع ہوئی، اس نے اجازت نہ دی؛ بلکہ انکار کیا، یہ نکاح باطل ہوگیا، شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ فسخ کرانے کی کوئی حاجت۔

قال الشامي: لكن إن كان [أي الجنون] مطبقاً تُسلب ولايته فلا تنتظر إفاقته وغير المطبق الولاية ثابتة له فتنتظر إفاقته كالنائم، ومقتضى النظر أن الكفء الخاطب إذا فات بانتظار إفاقته تزوج موليته وإن لم يكن مطبقا، وإلا انتظر على ما اختاره المتأخرون في غيبة الولي الأقرب. (رد المحتار، باب الولي: ۴۲۸/۲)

عبارت مذکورہ تقریر مذکور کی تصریح کرتی ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر منگنی کرنے والے لوگ جلدی کرتے ہوں اور وہ یہ کہیں کہ ہم باپ کے ہوش میں آنے کا انتظار نہیں کرتے اور یہ موقع نکاح کے لیے اچھا ہے اور کفو میں ہے، پھر اس کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا اندیشہ ہو تو یہ والدہ اور ماموں کا کیا ہوا نکاح بھی نافذ ہوجائے گا، اگرچہ باپ ہوش میں آکر اجازت نہ دے؛ لیکن اس صورت میں بعد بلوغ لڑکی ہندہ کو اختیار ہوگا کہ بالغ ہوتے ہی اس نکاح سے بیزاری کا اعلان کردے اور پھر کسی مسلمان حاکم کی عدالت میں، یا مسلمانوں کی پنچائت میں اپنا مقدمہ پیش کرکے فسخ نکاح کا حکم حاصل کرے اور دوسری جگہ نکاح کرے، مہر کچھ واجب نہیں؛ کیوں کہ فسخ نکاح کی صورت میں نکاح کالعدم ہوجاتا ہے، مہر واجب نہیں رہتا۔ (صرح بہ الشامی: ۴۲۱/۲، استنبولی) واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۴۵۲/۲)

باپ دادا کا نابالغی میں کیا ہوا نکاح صحیح ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی چراغاً نے اپنی لڑکی مسماۃ کریماً کا نکاح حالت نابالغی میں ایک مرد بالغ مسمی چیکوڑو ولد منگرو کے ساتھ کردیا اور بروقت نکاح حسب رواج برادری کے نکاح کی اجازت

مسماۃ مذکورہ کی ماں سے لی گئی اور اس کا باپ بھی حاضر محفل بارات تھا اور نکاح کے قبل نسبت کو بخوشی اس نے منظور کیا تھا اور نکاح ہو جانے تک و نیز بعد اس کے، کبھی اس نے اس منظوری سے انکار ظاہر نہیں کیا؛ بلکہ تمام رسم و رسومات شادی جیسے بارات کا کھانا دینا اور جہیز دینا اور لڑکی کو نوشہ کے حوالہ کرنا اور اس کو رخصت کر دینا، وغیرہ وغیرہ سب کچھ بخوشی خاطر باپ نے کیا اور بعد نکاح برابر آمد و رفت مسماۃ کے گھر رہی۔

بعد چند روز مسمیٰ چیکوڑ کلکتہ کو چلا گیا، وہاں کسی علت میں ایک برس کو قید ہو گیا اور ہنوز وہ قید ہی میں تھا کہ مسمیٰ چراغاً اور پدر مسماۃ نے پنچوں کو جمع کیا اور کہا کہ ہم اپنی لڑکی مسماۃ کریماً کا نکاح دوسری جگہ کرنا چاہتے ہیں، آپ کی کیا مرضی ہے، انہوں نے منع کیا اور کہا کہ اس کا شوہر ہنوز زندہ ہے اور طلاق بھی نہیں ہوئی ہے، لہٰذا ہم سب اس کے نکاح ثانی کی اجازت نہیں دے سکتے۔

اور پنچوں نے چراغاً سے پوچھا کہ تم اس کا نکاح دوسری جگہ کیوں کرنا چاہتی ہو، اس کی شادی تو چیکوڑ و سے ہو چکی ہے، اس کے گھر اس کو کیوں رخصت نہیں کر دیتی، اس نے جواب دیا کہ وہ کلکتہ میں ہے اور یہ لڑکی بالغ ہے اور اس کا خرچ اب ہم سے نہیں اٹھ سکتا ہے، اسی سبب سے دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ پنچوں نے اجازت نکاح ثانی نہیں دی اور کہا کہ اگر خلاف دستور برادری کوئی کام کرو گے تو حسب ضابطہ برادری تمہارا حقہ پانی بند ہو جائے گا اور بے ذات کر دیں گے۔ یہ کہہ کر وہ سب اٹھ گئے۔

اور بعد صبح ہونے کے منگرو کی زوجہ مسماۃ کریمہ کی ساس نے آ کر چراغاً سے کہا کہ رخصت کر دو اور سب پنچوں کو بھی جمع کر کے کہا کہ ہماری بہو کو تم رخصت کر دو، اس وقت چراغاً نے اقرار کیا کہ ہم پندرہ یوم میں رخصت کر دیں گے، پھر اسی روز مسماۃ کریماً کو چراغاً کی اجازت سے چراغاً کے گھر سے پوشیدہ، وہ لوگ جن کے یہاں نکاح ثانی کی تقرری ہوئی تھی، لے جا کر، وہیں اپنے مکان پر نکاح ثانی مسمیٰ بہادر سے کر دیا۔ ایسی حالت میں نکاح ثانی صحیح ہوا، یا نہیں؟ اور نکاح اول فسخ ہوا، یا نہیں؟ بینوا توجروا!

جواب مع الدلائل و عبارت کے ارشاد ہو اور نیز واضح ہو کہ ہر دو نکاح کفو میں ہیں اور لڑکی کے باپ کا خوشی سے نسبت کو قبول کرنا اور جہیز دینا اور لڑکی کو رخصت کرنا اور برادری کو کھانا دینا اور اس کی مرضی سے لڑکی کی آمد و رفت سسرال میں ہونا، اجازت بالدلالہ ہے، یا نہیں؟ اور ہے تو لزوم نکاح اول کو کافی ہے، یا نہیں؟ اور جب نکاح اول لازم ہو گیا تو نکاح ثانی جائز ہوا، یا نہ؟ بالتفصیل جواب ارقام فرماویں۔

الجواب

نکاح اول صحیح ہو گیا، اس کو کوئی فسخ نہیں کر سکتا، نہ والدین زوجہ کے فسخ کر سکتے ہیں اور نہ خود زوجہ جو اب بالغ ہوئی، فسخ کرنے کی مختار ہے۔

قال فی الدرالمختار وردالمحتار: ولزم النکاح،أی بلا توقف علیٰ إجازة أحدٍ وبلا ثبوت خیارفی تزویج الأب والجد،و إن کان الولی أبًا أوجداً، انتھیٰ.(۱)

پس اب چراغاً [نے] جو کریمہ کا نکاح دوسرے شخص سے کردیا ہے، یہ نکاح باطل ہے، ہرگز درست نہیں اور پہلا نکاح اس سے فسخ نہیں ہوااور یہ نکاح حرام محض ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾(الآیة)(۲)

(حرام کیا گیا خاوندوالی عورتوں کا نکاح۔) فقط

کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ (مجموعۂ کلاں،ص:۱۷۵سےص:۱۷۷تک) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ،ص:۲۴۵-۲۴۶)

ولی نے نکاح خواں سے کہا: اجازت دی،اس نے لڑکے سے قبول کرایا تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے میانجی کو کہا کہ میں نے تجھ کو اجازت دی ہے، پھر میانجی نے مرد کو کہا کہ فلانی عورت تم نے قبول کی،اس نے کہا میں نے قبول کی،اس صورت میں نکاح منعقد ہوا،یا نہیں؟ یہاں ایجاب وقبول میں سے صرف ایک جزو موجود ہے۔

الجواب

اس صورت میں نکاح منعقد ہوگیا؛ کیوں کہ میانجی وکیل ہے ولی دختر کی طرف سے،پس میانجی نے جو کلام شوہر سے کیا کہ فلانی عورت کو تم نے قبول کیا، یہ ایجاب ہے اور جب شوہر نے کہا: میں نے قبول کیا تو یہ قبول ہوا،پس دونوں رکن یعنی ایجاب وقبل پائے گئے اور مطلب میانجی کے کلام کا یہ ہے کہ میں نے فلانی عورت دختر فلاں شخص کی تمہارے نکاح میں دی،تم نے اس کو قبول کی،اس پر شوہر نے کہا کہ میں نے قبول کی، پس ایجاب وقبول پورا ہوا۔

درمختار میں ہے:

(وینعقد) متلبساً (بإیجاب)من أحدھما (وقبول) من الآخر (وضعا للمضی) لأن الماضی أدل علی التحقیق (کزوجت)نفسی أوبنتی أوموکلتی منک (و)یقول الآخر:(تزوجت)، الخ.(الدرالمختار)

أی أوقبلت لنفسی أو لموکلتی أو ابنی.(شامی)(۳)

(مگر یہ وقت صحیح ہوگا کہ اس وقت دو گواہ موجود رہے ہوں، ورنہ نہیں۔ظفیر) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/۱۲۹-۱۳۰)

---

(۱) الف: الدرالمختار، کتاب النکاح،باب الولی، ص:۱۹۲،ج:۱،عکس مجتبائی ۱۳۳۱ھ،ب: شامی،ص:۳۰۴/ج:۲م،باب الولی (مطبع مجتبائی دہلی:۱۲۸۸ھ) نیز شامی ج:۲/ص:۳۳۰[مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ:۱۳۹۹ھ] نیز ردالمحتار،باب الولی:ص۶۶ ج۳ (دارالفکر بیروت:۱۳۹۹ھ)[نور]

(۲) سورہ نساء، آیت نمبر:۲۴

(۳) دیکھئے: ردالمحتار، کتاب النکاح: ۲/۲۶۱،ظفیر

باپ دادا کے علاوہ کسی ولی کا نابالغہ کا نکاح غیر کفو میں کر دینے کا حکم:

سوال: چچا نے اپنی نابالغہ بھتیجی کا نکاح ایک فاسق لڑکے سے کردیا، جب کہ لڑکی صالحہ، نیک سیرت ہے تو کیا شرعاً یہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

فسق چوں کہ عار بننے کا سبب ہے؛ اس لیے صالح عورت کا فاسق مرد کفو نہیں اور باپ دادا کے علاوہ ولیوں کا نابالغ صالحہ عورت کا فاسق اور غیر کفو کے نکاح میں دینے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا؛ بلکہ بالغ ہونے پر لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے، چاہے تو نکاح ختم کرسکتی ہے۔

قال العلامة الكاساني: وأما إنكاح الأب والجد الصغير والصغيرة فالكفاءة فيه ليست بشرط للزومه عند أبي حنيفة ... بخلاف إنكاح الأخ والعم من غير الكفء أنهٗ لايجوز بالاجماع لأنه ضرر محض. (بدائع الصنائع: ۳۱۸/۲، فصل فالنكاح الذى الكفاءة فيه شرط)(۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۷۸/۴)

والد کی موجودگی میں بھائی کا غیر کفو میں بہن کا نکاح کرانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ سلطانہ خاتون بنت سید محمد اصغر علی کا نکاح سلطانہ کے ایک بھائی بنام سید پرویز علی نے ایک پٹھان شخص محمد عارف ولد حمید خاں کے ساتھ (جبکہ باپ سید محمد اصغر علی صاحب خود وہاں موجود تھے) لڑکی کے باپ سے خفیہ طور پر بغیر اجازت کے غیر کفو میں نکاح کردیا ہے تو شرعاً یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ اور باپ اب بھی ناراض ہے اور لڑکی کو ہرگز بھیجنا نہیں چاہتا تو شریعت کی روشنی میں یہ نکاح صحیح سمجھا جاسکتا ہے؟ مع حوالہ تحریر فرمائیں، نوازش ہوگی۔ نیز ابھی لڑکی کی رخصتی نہیں ہوئی۔

(المستفتی: سید محمد اصغر علی، اصالت پورہ، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب وبالله التوفيق

باپ کی موجودگی میں باپ کے بغیر اجازت اور بغیر رضامندی سیدزادی کا نکاح غیر کفو (خاں صاحب) کے ساتھ شرعاً صحیح نہیں ہوا ہے اور باپ کی موجودگی میں بھائی کی ولایت شرعاً معتبر نہیں ہے؛ اس لیے سلطانہ خاتون کا نکاح محمد عارف خاں کے ساتھ درست نہیں ہوا ہے اور سلطانہ خاتون کا نکاح آئندہ دوسرے شخص کے ساتھ درست ہوجائے گا اور جب رخصتی نہیں ہوئی تو عدت گزارنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم: ۲۱۳/۷، ۲۱۲/۷)

ويفتى فى غير الكفء بعدم جوازه أصلاً، وهو المختار للفتوىٰ لفساد الزمان، فلاتحل مطلقة ثلاثا

---

(۱) **قال النسفي: ولو زوج طفله من غير كف أوبغبن فاحش صح ولم يجز ذلك لغير الأب والجد. (البحر الرائق: ۱۳٤/۳، فصل فى الأكفاء)/ ومثلهٗ فى ردالمحتار: ٦٧/۳، باب الأولياء**

نکحت غیر کفء بلارضا ولی (وقوله) لو استووا فی الدرجة وإلا فللأقرب منهم حق الفسخ.

وفی الشامی: وهذا إذا کان لها ولی لم یرض به قبل العقد فلا یفید الرضا بعده،الخ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب النکاح، باب الولی، زکریا دیوبند: ۱۵۷/٤-۱۵۸، کراچی ۵٦/۳ ،هٰکذا فی البحر الرائق، کوئٹه:۱۱۰/۳، زکریا دیوبند:۱۹٤/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ،۲۳/ذی الحجہ۱۴۱۰ھ (فتویٰ نمبر:الف۲۰۶۲/۳۶)

الجواب صحیح:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۲۳/۱۲/۱۴۱۰ھ۔(فتاوی قاسمیہ:۱۳/۵۵۷-۵۵۸)

ولی لڑکی کے بدل نکاح پڑھے تو صحیح ہے، یا نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین، چھوٹی لڑکی کی شادی ہوئی ہے اوراس کے بدل نکاح اس کے ولی نے پڑھا ہے، پھرلڑکے سے جھگڑا ہوا تو لڑکی کو وداع نہیں کی،اب لڑکی کی دوسری جگہ شادی کرانی ہے تو طلاق لینے کی ضرورت ہے؟اسی طرح طلاق کے بعد عدت بھی ضروری ہے؟

الجواب

نابالغ لڑکی کا نکاح اس کے باپ، یا دادا نے کرایا ہے تو یہ معتبر ہے،لڑکی بڑے ہونے کے بعد اس کو رد نہیں کرسکتی۔

"**فإن زوجهما الأب أو الجد فلا خیار لهما بعد بلوغهما**". (الهدایة:۲۹۷/۲،باب فی الأولیاء والأکفاء)

لہٰذا لڑکا بالغ ہونے کے بعد طلاق دے،تب ہی لڑکی دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے۔خلوت سے پہلے طلاق دے تو عدت واجب نہیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۸/)

اولیا کی رضامندی کے بغیر لڑکی کا غیر کفو میں نکاح کرنا:

سوال: خلاصہ سوال کا یہ ہے کہ باپ کی مرضی کے خلاف میری لڑکی نے ایک جگہ ایک ایسے آدمی سے نکاح کیا جو نیک سیرت نہیں ہے،مزید براں اس کے پہلے سے ایک بیوی اور چار بچے بھی موجود ہیں، گھر میں جھگڑے وغیرہ کی بنا پر اب اس لڑکی کو میں عاق کرنا چاہتا ہوں، رہنمائی کیجئے؟

الجواب

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی نے جس شخص سے شادی کی ہے،اس کو لڑکی کا باپ اپنے لیے کفو نہیں سمجھتا اور شرعاً لڑکی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ باپ کی اجازت ورضامندی کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرے،لہٰذا اگر وہ شخص واقعۃً کفو نہیں ہے تو اس کا نکاح منعقد ہی نہیں ہوا،(۱) رشتہ داروں کو چاہیے کہ وہ لڑکی کو نرمی سے سمجھائیں کہ یہ نکاح درست نہیں

(۱) وفی الدر المختار، کتاب النکاح (باب الولی) ج:۳،ص:۵٦، ویفتیٰ فی غیر الکفو بعدم جوازه أصلاً وهو المختار للفتویٰ لفساد الزمان. وفی المبسوط (باب الأکفاء، ج:۵،ص:۵۲،طبع دارالمعرفة، بیروت) وإذا زوجت المرأة نفسها عن غیر کفوء فللأولیاء أن یفرقوا بینهما، لأنها الحقت العار بالأولیاء.

ہوااوراس کے ساتھ رہ کروہ حرام کی مرتکب ہوگی۔

لما فی الدر المختار: فلا تحل مطلقة ثلاثاً نكحت غير كفء بلارضا ولی بعد معرفته إياه، فليحفظ. (شامی: ۲/ ۴۰۹)(۱)

لیکن عاق کرنے کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے، باپ کوکسی حال میں یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی اولاد کواپنی میراث سے محروم کرے۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ،۱۳۸۸/۲/۱۶ھ (فتویٰ نمبر: ۱۹/۲۶۳الف) (فتاویٰ عثمانی: ۲/ ۲۸۴-۲۸۵)

باپ اور دادا اگر نابالغہ کے نکاح کی اجازت نہ دیتے ہوں:

سوال: ایک لڑکی کا باپ اور دادا اس کی ماں سے ناراض ہیں، ماں اور وہ میکے میں رہتے ہیں۔ اب ماں اس لڑکی کا رشتہ اپنے بھائی کے لڑکے سے کرنا چاہتی ہے۔ لڑکی نابالغہ ہے۔ اب لڑکی کا باپ اور دادا کہتے ہیں: نکاح کرنا ہے تو کردو؛ لیکن ہماری اجازت نہیں، نہ ہم آئیں گے۔ مسئلہ یہ ہے کہ کسی نے یہ بتایا ہے کہ بغیر باپ اور دادا کی اجازت کے یہ نکاح کالعدم ہوگا، باپ اور دادا تو اجازت دے نہیں رہے ہے، لہذا مسئلہ کیسے حل کیا جائے؟ کیا نکاح کرادیا جائے اور باپ دادا کچھ نہ کہیں تو یہ عملاً اجازت نہ کہلائے گی؟ صرف منہ سے کہتے رہنا اجازت نہیں دیتا، کیا یہ عدم اجازت شمار ہوگی؟ تقریباً کئی سالوں سے باپ دادا بچی سے نہیں ملے، بس اب نکاح کے وقت یہ کہہ رہے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

بہتر یہ ہے کہ لڑکی کے بالغ ہونے کا انتظار کرلیا جائے اور بالغ ہونے کے بعد اس کی مرضی سے اس کا رشتہ طے کرلیا جائے، یہی اس مسئلے کا آسان حل ہے، بلوغت سے پہلے نکاح مفاسد سے خالی نہیں ہوتا، لہذا اس سے پرہیز کریں۔

لما فی الهندية (۱/ ۲۸۵، باب الأولياء إلخ): وأجمعوا أن الأقرب إذا عضل تنتقل الولاية إلى الأبعد، كذا فی الخلاصة، غاب الولی أوعضل أوكان الأب أو الجد فاسقا فللقاضی أن يزوجها من كفء، كذا فی الوجيز للكردری ... وإن زوج الصغير أو الصغيرة أبعد الأولياء فإن كان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولاية توقف نكاح الأبعد على إجازته وإن لم يكن من أهل الولاية بأن كان صغيرا أو كان كبيرا مجنونا جاز.

وفی الشامية (۳/ ۸۲): ذكر فی أنفع الوسائل عن المنتقی: إذا كان للصغيرة أب امتنع عن تزويجها لا تنتقل الولاية إلى الجد؛ بل يزوجها القاضی ونقل مثله ابن الشحنة عن الغاية عن روضة الناطفی وكذا المقدسی عن الغاية والنهر عن المحيط والفيض عن المنتقی وأشار إليه

(۱) الدر المختار، ج: ۳، ص: ۵۷ (طبع سعید)

الزيلعي حيث قال في مسألة تزويج الأبعد بغيبة الأقرب وقال الشافعي بل يزوجها الحاكم اعتباراً بعضله وكذا قال في البدائع إن نقل الولاية إلى السلطان أي حال غيبة الأقرب باطل لأنه ولي من لا ولي له وها هنا لها ولي أو وليان فلا تثبت الولاية للسلطان إلا عند العضل من الولي ولم يوجد وكذا فرق في التسهيل بين الغيبة والعضل بأن العاضل ظالم بالامتناع فقام السلطان مقامه في دفع الظلم بخلاف الغائب خصوصا للحج ونحوه في شرح المجمع الملكي وبه أفتى العلامة ابن الشلبي فهذه النقول تفيد الاتفاق عندنا علىٰ ثبوتها بعضل الأقرب للقاضي فقط، وأما ما في الخلاصة والبزازية من أنها تنتقل إلى الأبعد بعضل الأقرب إجماعاً فالمراد بالأبعد القاضي لأنه آخر الأولياء فالتفضيل علىٰ بابه وحمله في البحر على الأبعد من الأولياء ثم ناقض نفسه بعد سطرين بقوله قالوا وإذا خطبها كفء وعضلها الولي تثبت الولاية للقاضي نيابة عن العاضل فله التزويج وإن لم يكن في منشوره،آه. (نجم الفتاویٰ:۵/۳۰-۳۱)

مرحوم باپ کے کیئے نکاح کو بھائیوں کا وعدہ نکاح کہنا:

سوال: اگر باپ نے اپنی چھوٹی بچی کا نکاح کسی لڑکے سے کردیا ہو اور باپ کے مرنے کے بعد اس لڑکی کے بھائی یہ کہیں کہ ہمارے باپ نے صرف وعدہ کیا تھا کہ میں فلاں لڑکے کو اپنی بیٹی دوں گا، نہ کہ یہ کہا تھا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح فلاں لڑکے سے کردیا ہے، کیا ان بھائیوں کا یہ کہنا صحیح سمجھا جائے گا اور ان کی بات مانی جائے گی؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

جب باپ اپنی چھوٹی بچی کا نکاح گواہوں کی موجودگی میں کردے تو شرعاً یہ نکاح صحیح ہوجاتا ہے اور سن بلوغت کے بعد بھی بچی کو نکاح کے فسخ کا اختیار نہیں ہوتا، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر باپ نے گواہوں کی موجودگی میں اپنی چھوٹی بچی کا نکاح کردیا تھا تو نکاح کے صحیح ہونے کی وجہ سے بھائیوں کی بات کا اعتبار نہیں ہوگا؛ لیکن اگر نکاح پر کوئی دلیل، یا گواہوں کی شہادت موجود نہیں ہے تو بھائیوں کی بات کا اعتبار ہوگا۔

لمافي الهندية (۲۸۵/۱): فإن زوجهما الأب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ وهٰذا عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما اللّٰه تعالىٰ ويشترط فيه القضاء بخلاف خيار العتق، كذا في الهداية.

وفي الدرالمختار (۲۷/۳): (ولو بعث) مريد النكاح (أقواما للخطبة فزوجها الأب) أوالولي (بحضرتهم صح) فيجعل المتكلم فقط خاطبا والباقي شهودا به يفتى، فتح.

وفي الشامية (٦٥/٣): قوله (إنكاح الصغير والصغيرة) قيد بالإنكاح لأن إقراره به عليهما لا يصح إلا بشهود أو بتصديقهما بعد البلوغ. (نجم الفتاویٰ:۵/۳۱-۳۲)

باپ کا مجبوراً نابالغہ کا نکاح کرنا کالعدم ہے:

سوال: زید رات کے وقت عشا کے قریب بکر کے گھر میں گیا، کسی کام سے، بکر کے رشتہ دار نے گھر میں جا کر زید کو پکڑ لیا اور شور کر دیا کہ زید بکر کی والدہ سے زنا کر رہا تھا، جب کہ زید اور بکر کی والدہ اس بات کا انکار کر رہے ہیں، اگر شرعی گواہ بھی موجود ہوں، یا گواہ تو نہیں ہیں؛ مگر واقع میں زنا ہوا ہو تو اس جرم پر علاقہ کے سردار اور محلّہ والے جمع ہو کر زید کے بھائی سے کہتے ہیں کہ اپنی لڑکی جو کہ چھوٹی ہے؛ یعنی نابالغہ ہے، اس کا نکاح بکر کے کسی بھی رشتہ دار، یا شخص معین کے ساتھ کر دو، وگرنا ہم دونوں عورت اور مرد کو گولی مار دیتے ہیں، یا مرد کو یعنی زید کو گولی مارتے ہیں۔ زید کے رشتہ دار زید کے بھائی پر زبردستی کرتے ہیں کہ آپ لڑکی کا نکاح کر دو؛ تا کہ یہ لڑائی ختم ہو جائے، وگرنا بہت خون خرابہ ہوگا۔ زید کا بھائی اپنی نابالغہ لڑکی کا رشتہ بکر کے رشتہ دار سے کر دیتا ہے، کیا یہ نکاح شرعاً درست ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

لڑکی کے والد نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح اپنے بھائی کی ذاتی غرض کے لیے اور لڑکی کے مصالح پر نظر کئے بغیر کیا ہے، لڑکی پر عدم شفقت ظاہر اور متیقن ہونے کی وجہ سے لڑکی کے لیے خالص ضرر و نقصان ہے اور اس طرح بغیر کسی جائز مصلحت کے نکاح کر دینے کی وجہ سے اس کے ساتھ سوءِ اختیار معروف و غیر مشتبہ ہو گیا ہے؛ اس لیے اس کا کیا ہوا نکاح باطل ہوگا۔

لما في الفتاوىٰ الخيرية (ص:۲۳): لو زوج بنته من فقير أو محترف حرفة دنيئة ولم يكن كفوئا فالعقد باطل فقصر المحقق ابن الهمام كلامهم على الفاسق مما لا ينبغي وقد وقع في أكثر الفتاوىٰ في هذه المسئلة أن النكاح باطل فظاهره أنه لم ينعقد وفي الظهيرية يفرق بينهما ولم يقل أنه باطل وهو الحق ولذا قال في الذخيرة في قولهم فالنكاح باطل أي يبطل.

وفي الشامية (۶۶/۳): قوله (مجانة وفسقا) نصب على التمييز وفي المغرب الماجن الذي لا يبالي ما يصنع وما قيل له ومصدره المجون والمجانة اسم منه والفعل من باب طلب اه وفي شرح المجمع حتى لو عرف من الأب سوئ الاختيار لسفهه أو لطمعه لا يجوز عقده إجماعا، آه. (نجم الفتاویٰ: ۳۵/۵)

مذکورہ بالا معروف بسوء الاختیار کا مسئلہ اور ایک استدراک کا جواب:

سوال: مفتی صاحب! مجھے آپ سے ملحقہ فتویٰ سے متعلق چند تحفظات کا اظہار کرنا ہے:

(۱) فتوے میں لڑکے کا پتہ نہیں کہ صالح ہے، یا بے دین؟ کفو ہے، یا عدم کفو، پھر اسے کس قانون کے تحت غیر کفو قرار دے کر خیریہ کا غیر کفو کا حوالہ درج کیا گیا ہے؟

(۲) اگر لڑکا صورت مسئولہ میں حقیقتاً کفو ہو تو نکاح منعقد ہوگا، یا نہیں؟

(۳) ولی اگر غیر کفو میں نابالغہ کا نکاح کر دے تو یہ نکاح منعقد کہا جاتا ہے، جب کہ یہاں فتاویٰ خیریہ کے حوالے سے تو یہ نکاح باطل معلوم ہوتا ہے، کیا یہ تضاد نہیں؟

(۴) فقہ میں تو مشہور اصطلاح معروف بسوء الاختیار ہونے کی ہے اور معروف تو دو، یا تین بار کے بعد ہونا چاہیے تو آیا پہلی بار میں ہی اسے معروف قرار دینا درست ہے؟ کیا قاعدہ ہے؟ تفصیلاً ذکر کر دیں۔

الجواب ــــــــــــ بعون الملك الوهاب

مذکورہ صورت درحقیقت نکاح ہی نہیں؛ بلکہ یہ ایک طرح کی خرید وفروخت ہے، جس میں کسی قسم کی شفقت اور مصلحت کو مدنظر نہیں رکھا گیا؛ بلکہ معصوم بچی کو اپنے مقاصد کی بھینٹ چڑھایا گیا ہے، جو کہ انتہائی خطرناک اور خدا کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے، باپ یا دیگر کوئی ولی اس طرح ذاتی غرض کے لیے نابالغہ کا نکاح غیر کفو، یا مہر مثل سے کم پر کر دے تو یہ نکاح باطل ہوتا ہے اور کفو میں بھی کرے تو نابالغہ کو خیارِ بلوغ ملتا ہے۔

(۱) عام طور پر ایسے مواقع پر لڑکا غیر کفو ہی ہوتا ہے، جو کہ بعد میں لڑکی کو مستقل ضرر اور خریدی ہوئی چیز سمجھ کر لعن طعن کا نشانہ بناتا ہے، اسی بنیاد پر مذکورہ فتوے میں نکاح کو باطل قرار دیا گیا ہے اور باطل قرار دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ ایک ایسا شنیع فعل ہے، جو معاشرے میں بہت سی برائیوں اور جھگڑوں کے پیدا کرنے کا سبب ہے، بظاہر تو یہ عمل جھگڑا ختم کرتا ہے؛ لیکن حقیقتاً اس میں ایک لڑکی کی زندگی داؤ پر لگا دی جاتی ہے، جو کہ ظلم کی انتہا ہے، لہٰذا اس معاملے میں کوئی لچک دکھانا درست نہیں لگتا؛ بلکہ جن علاقوں میں یہ قبیح حرکت رواج بن چکی ہے، ادھر ایسے نکاح سے متعلق (باطل کو بمعنی فاسد لینے کے بجائے) مطلقاً باطل قرار دینا اور ممکن ہو تو ایسے افراد کو قانون کے ہاتھوں سزا دلوانا ضروری ہے۔ شرعاً ایک شخص زنا کرے تو سزا کسی اور کو نہیں ملتی، اسی طرح قصاص میں فقط قاتل کو قتل کیا جا سکتا ہے؛ لیکن یہ ایک ایسا بھیانک رواج ہے، جہاں جرم کی سزا مجرم کے بجائے کسی عاقل بالغ انسان کو بھی نہیں؛ بلکہ ایک معصوم سی بچی کو اس سزا کی بھینٹ میں حوالے کر دیا جاتا ہے، یہ دین ودنیا کے ہر قانون سے ہٹ کر ایک بدترین اور غیر فطری حرکت ہے، جس سے مکمل اجتناب ضروری ہے۔

(۲) باپ، یا دادا اگر نابالغہ کا نکاح غیر کفو میں عام حالات میں کر دیں تو یہ نکاح منعقد ہوتا ہے اور اسے ہی عام طور پر منعقد کہا جاتا ہے۔ باقی خیریہ میں ایسے لالچی اور مفاد پرست ولی (باپ وغیرہ) کا ذکر ہے، جو اپنی غرض کے لیے نابالغہ کو حوالے کر دیں اور بظاہر نکاح کر دیا جائے، جب کہ حقیقتاً اپنے جرم کی سزا بچی کو دی جا رہی ہو، ایسے باپ کا نکاح باطل ہے، لہٰذا کوئی تضاد نہیں۔

(۳) سوءِ اختیار کا معروف ہونا کئی مرتبہ ایسی قبیح حرکت کرنے کا متقاضی نہیں؛ بلکہ ایک مرتبہ بھی طمعِ زر، یا ذاتی لالچ کے لیے ایسا نکاح کرنے سے باپ خود ہی معروف بسوء الاختیار ہو جائے گا۔ فقہا کی عبارات میں اس عمل کا

معروف ہونا مراد ہے، نہ کہ اس شخص کا معروف ہونا۔ الغرض بعض علاقوں میں یہ ایسی قبیح رسم کی شکل اختیار کر چکی ہے کہ وہاں یہ کہنا کہ ایک لڑکی کا اس طرح نکاح معاف ہوگا، پھر دوسری لڑکی کا اس طرح نکاح کرانے کے بعد ایسا باپ معروف بسوءِ الاختیار قرار دیا جائے گا، یہ بعید از عقل اور اس شنیع رسم کو اور تقویت دینا ہے، البتہ اگر کوئی ایسی جگہ ہو، جہاں اس رسم کا رواج (چچا وغیرہ کے کئے گناہ میں چھوٹی بھتیجی کو عوض میں دیا جانا) نہ ہو اور وہاں ایسی صورت پیش آجائے اور باپ کا شریف اور اچھا انسان ہونا معروف ہو تو کہا جاسکتا ہے کہ پہلی بار یہ عمل مفعوعنہ ہے، دوسری بار میں نکاح باطل ہوگا۔

بہرحال یہاں ایسے رواج کے پائے جانے کے وقت زنا اور قتل کے عوض میں نابالغہ بیٹی کو حوالے کرنا کسی طرح جائز نہیں قرار دیا جاسکتا؛ بلکہ اس بچی کی پوری زندگی داؤ پر لگائی جارہی ہے، اسے پوری زندگی زنا کے عوض، یا قتل کے بدلے حاصل لڑکی کے طعن سننے ہوں گے، لہٰذا یہ نکاح قطعاً باطل ہے۔ بعض فقہانے ایک سے زائد مرتبہ ایسی حرکت کرنا معروف بسوء الاختیار ہونے کے لیے شرط قرار دیا ہے، جو کہ محلّ نظر ہے۔ حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''باپ کا سوء اختیار ایسا واضح ہے کہ مشہور بسوء الاختیار ہونے میں بھی ایسا یقین نہیں ہوسکتا اور علامہ شامیؒ نے فتح القدیر کی ایک بحث کے ذیل میں معروف بسوء الاختیار ہونے کی تشریح یہ کی ہے کہ باپ معروف بسوء الاختیار اس صورت میں قرار دیا جائے گا، جب کہ ایک مرتبہ اس سے پہلے اس نے یہ حرکت کی ہو کہ ایک لڑکی کا نکاح جانتے بوجھتے ہوئے اس کے مصالح کے خلاف کر چکا ہو، پہلی لڑکی کا نکاح صحیح اور نافذ ہوگیا؛ کیوں کہ اس وقت وہ سوء اختیار میں مشہور نہیں تھا، دوسری لڑکی کا اس طرح نکاح کردے گا تو اب وہ مشہور بسوء الاختیار ہوگا، یہ تشریح جمہور فقہاء کی تصریحات سے مختلف ہونے کی وجہ سے محل نظر ہے''۔ (منقول از احسن الفتاویٰ: ۵/۱۰۹)

اس سے آگے صفحے پر مسئلہ ہذا پر مزید بحث کرنے کے بعد فتاویٰ خیریہ کی تفصیلی عبارت نقل کر کے حضرت مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''عبارتِ مذکورہ میں یہ بات واضح کردی گئی ہے کہ جب کسی باپ، دادا کے متعلق نابالغہ کے نکاح میں ترک شفقت اور مسامحت یقینی ہوجائے تو اس کا کیا ہوا نکاح بھی لازم نہ ہوگا، خصوصاً فتح القدیر کے حوالے سے یہ جو لکھا گیا ہے: ''**لأن ترک النظر ھھنا مقطوع به**''، اس میں یہ کوئی قید نہیں کہ پہلی مرتبہ ایسا کیا ہو، یا دوسری مرتبہ، فقط ترک شفقت کا قطعی بلا اشتباہ ہونا کافی قرار دیا ہے، اس سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ فتح القدیر کی جو بحث علامہ شامیؒ نے نقل کی ہے، وہ محض ایک بحث ہی ہے ابن ہمام کا فتویٰ اور فیصلہ نہیں ہے''۔

حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی ''احسن الفتاوی'' میں مفصل تحقیق فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

’’(۶) بطلانِ نکاح کی علت عدم النظر کا تیقن ہے، جس کے لیے سوءِ اختیار کا محض تحقق و تیقن کافی ہے، پس شہرت کی قید کی کیا ضرورت ہے؟

(۷) معروف بسوء الاختیار کو اس میں منحصر کرنا کہ باپ پہلے بھی ایسا کوئی عقد کر چکا ہو، نہ کہیں منقول ہے اور نہ معقول۔

(۸) تزویج بالغبن الفاحش اور بغیر الکفء ولو کان فاسقا کو علی الاطلاق سوء اختیار قرار دینا صحیح نہیں؛ بلکہ یہ صرف اس صورت میں سوء اختیار ہوگا، جب کہ باپ کی طمع، یا سفہ وغیرہ ظاہر ہو‘‘۔ (احسن الفتاویٰ:۵/۱۱۷)

آخر میں حضرت مفتی رشید احمد فرماتے ہیں:

’’اب اس تحریر سے یہ مسئلہ بالکل بے غبار ہوگیا کہ سیئ الاختیار باپ کا غیر کفو میں کیا ہوا، نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا‘‘۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں منسلکہ فتوے میں اس خطرناک رسم اور کسی اور کے جرم کے عوض معصوم لڑکی کو حوالے کرنے پر یہ دیکھنا کہ لڑکا کفو ہے، یا نہیں؟ بے معنی تھا، لہٰذا علی الاطلاق نکاح کے بطلان کا حکم لگا دیا گیا۔

لمافی الهداية (۳۳۸/۲):(ويجوز نكاح الصغير والصغيرة إذازوجهما بكرا كانت الصغيرة أوثيبا)... فإن زوجهما الأب أوالجد... (فلا خيار لهما بعد بلوغهما) لأنهما كاملا الرأى وافرا الشفقة فيلزم العقد كما إذا باشراهما برضاهما بعد البلوغ.

وفى منحة الخالق (۲۳٦/۳): قوله (يعنى لو زوج الأب الصاحى) قال الرملى: لوزاد على هذا الذى لم يعرف بسوء الاختيار لكان أولٰى ... وما هنا فى نفى الجوازعند فقد الشرط المذكور ومقتضاه أنه لو كان معروفا بسوء الاختيار فزوج من كفوء بمهر المثل يصح إذ لم يظهر منه ما ينافى الشفقة الخ.

وفى الفتاوىٰ الخيرية (ص:۲۳،باب الأولياء والأكفاء):(سئل) فى الأب إذ اعلم منه سوء الاختيار وعدم النظر فى العواقب إذا زوج ابنته القابلة للتخلق بالخير والشر بغير كفوء هل يصح ام لا (أجاب) قال ابن فرشته فى شرح المجمع لو عرف من الأب سوء الاختيار لسفهه أو لطمعه لا يجوز عقده اتفاقا ومثله فى الدرر والغرر وقال فى البحر فى شرح قول الكنز ولو زوج طفله غير كفوء أوبغبن فاحش صح ولم يجز ذلك لغير الأب والجد أطلق فى الأب والجد وقيده الشارحون وغيرهم بأن لايكون الأب معروفا بسوء الاختيارحتٰى لو كان معروفا بذلك مجانا أوفسقا فالعقد باطل على الصحيح.

وفى الشامية (٦٦/۳): قوله (مجانة وفسقا) نصب على التمييزوفى المغرب الماجن الذى لا يبالى ما يصنع وما قيل له ومصدره المجون والمجانة اسم منه والفعل من باب طلب اه وفى شرح المجمع حتى لو عرف من الأب سوئالاختيار لسفهه أو لطمعه لا يجوز عقده إجماعا،آه. (نجم الفتاویٰ:۵/۳۵-۳۸)

بلوغت سے قبل باپ کا کیا ہوا نکاح نافذ ہو جاتا ہے:

سوال: میرے بہنوئی حبیب الرحمٰن اور میری حقیقی بہن نے مجھ سے اپنی بچی یعنی میری بھانجی کے لیے میرے بیٹے کا رشتہ مانگا؛ مگر میں خاموش رہا؛ لیکن ان کے تیسری مرتبہ اصرار پر چند آدمی لے کر ان کے گھر پر گیا، مجلس نکاح منعقد ہوئی، لڑکی کی عمر اس وقت آٹھ سال تھی اور لڑکے کی عمر گیارہ سال تھی اور روبرو جرگہ (پنچائیت) کے حبیب الرحمٰن نے رشتے کا اختیار اپنے بڑے بھائی کو دیا، انہوں نے آگے اپنے دادا کے بھائی کو وکیل بنایا، محمد سلمان نے بعوض پندرہ ہزار مہر کے لڑکی والوں کی طرف سے رشتہ قبول کیا اور روبرو جرگہ کے مولوی غلام نبی صاحب نے نکاح پڑھوایا۔ جرگہ کے گواہان مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) سید خان، (۲) صابر، (۳) نذیر۔

نکاح کے کچھ عرصہ کے بعد حبیب الرحمٰن انتقال کر گیا، اس کے بعد اب میری بہن بچی کا رشتہ دینے سے انکار کر رہی ہے، بچی کے بالغہ ہونے کے ایک سال بعد اس کے باپ کا انتقال ہوا ہے، میری بہن کے انکار کرنے کے باوجود یہ نکاح قائم رہا، یا نہیں؟ اس بارے میں ہماری شرعی راہنمائی فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

عقد نکاح منعقد ہو چکا ہے اور لڑکی کی والدہ کا انکار نکاح کو ختم نہیں کرسکتا؛ بلکہ عقد نکاح تا حال برقرار ہے۔

لما فی القرآن الکریم (النور: ۳۲): ﴿وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

وفی المصنف عبدالرزاق (٤٦١/٦): عبدالرزاق عن معمر عن الحسن، والزهری، وقتادة، قالوا: إذا أنکح الصغار آباؤهم جاز نکاحهم. قال عبدالرزاق وبه نأخذ.

وفی الشامية (٦٨/٣): وأما إنکاح الأب والجد الصغير الصغيرة فالکفائة فيه ليست بشرط عند أبی حنيفة لصدوره ممن له کمال النظر لکمال الشفقة.

وفيه أيضاً (٦٨/٣): وقال فی شرحه أی لو فعل الأب أو الجد عند عدم الأب لا يکون للصغير والصغيرة حق الفسخ بعد البلوغ. (نجم الفتاویٰ: ۴۶/۵)

نابالغہ سے جبراً نکاح قبول کرانے کا حکم:

سوال: ایک ایسی لڑکی ہے کہ جو بالغہ ہونے کے قریب ہے، ابھی تک بالغہ نہیں ہوئی تو اس لڑکی کا ولی کون ہوسکتا ہے؟ آیا اس لڑکی پر جبر کیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ اگر اس کا نکاح کرا دیا جائے اور وہ اس کی اجازت نہ دے؛ یعنی راضی نہ ہو تو نکاح کا کیا حکم ہے؟ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

نابالغہ لڑکی جو قریب البلوغ ہو، اس کا ولی باپ، یا باپ نہ ہو تو دادا ہوتا ہے، اگر یہ نہ ہوں تو پھر اس کے بھائی، یا چچا وغیرہ ولی ہوتے ہیں۔

(۲) نابالغہ لڑکی پر ولی کو ولایت اجبار حاصل ہے؛ یعنی ولی جبراً نکاح کرا سکتا ہے۔ اگر لڑکی اس پر راضی نہ ہو تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ اس کا نکاح کون سے ولی نے کرایا تھا، اگر باپ یا دادا نے اپنی ولایت میں کرایا تھا تو نکاح ہو گیا، اب بالغہ ہونے کے بعد یہ اس نکاح کو فسخ نہیں کر سکتی۔ اگر باپ، یا دادا کے علاوہ کسی اور ولی نے نکاح کرایا تو اگر یہ نکاح غیر کفو میں، یا مہر میں بہت زیادہ کمی کے ساتھ نکاح کیا تو یہ نکاح منعقد نہ ہوگا، البتہ اگر کفو میں اور معمول کے مطابق مہر وغیرہ کے ساتھ نکاح کیا تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا؛ لیکن بالغہ ہونے کے بعد اس کو نکاح کے فسخ کرنے کا حق حاصل ہوگا؛ مگر اس (فسخ کے حق) میں کچھ تفصیل ہے اور وہ یہ کہ اگر حالتِ صغر میں وہ جانتی تھی کہ اس کا نکاح ہوا ہے تو جیسے ہی بالغہ ہوگی، اسی وقت اگر انکار کر دے تو نکاح رد ہو جائے گا، اگر تاخیر کی تو پھر نکاح رد کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر حالتِ صغر میں وہ یہ نہ جانتی ہو کہ اس کا نکاح ہوا ہے تو اب بالغہ ہونے کے بعد جیسے ہی اس کو علم ہوگا کہ میرا تو نکاح ہوا تھا تو اب اگر انکار کیا تو نکاح رد ہو جائے گا، اگر اس میں بھی تاخیر کی تو یہ اختیار ختم ہو جائے گی اور اس میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ قاضی فسخ کرے گا تو نکاح فسخ ہوگا۔

لما في صحيح البخاري (۷۷۱/۲،باب إنكاح الرجل ولده الصغار): عن عائشة رضي الله عنها: أن النبي صلى الله عليه وسلم تزوجها وهي بنت ست سنين، وأدخلت عليه وهي بنت تسع، ومكثت عنده تسعا.

وفي فتح الباري (۱٥٦/۹):(قوله: لقول الله تعالى واللائي لم يحضن) فجعل عدتها ثلاثة أشهر قبل البلوغ أي فدل علىٰ أن نكاحها قبل البلوغ جائز وهو استنباط حسن... قال المهلب أجمعوا أنه يجوز للأب تزويج ابنته الصغيرة البكر ولو كانت لا يوطأ مثلها،الخ.

وفي الهندية (۲۸٥/۱):فإن زوجهما الأب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ وهذا عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى ويشترط فيه القضاء بخلاف خيار العتق،كذا في الهداية.

وفي الدر المختار(٥٥/۳،باب الولي):وولاية إجبار على الصغيرة ولو ثيبا ومعتوهة ومرقوقة،الخ.

وفي (ص:٦٥):(وللولي) الآتي بيانه (إنكاح الصغير والصغيرة)جبرا (ولو ثيبا) كمعتوه و مجنون شهرا (ولزم النكاح ولو بغبن فاحش) بنقص مهرها وزيادة مهره (أو) زوجها (بغير كفء إن كان الولي) المزوج بنفسه بغبن (أبا أو جدا) وكذا المولى وابن المجنونة (لم يعرف منهما سوء الاختيار) مجانة وفسقا(وإن عرف لا) يصح النكاح اتفاقا... (وإن كان المزوج

غيرهما)... (لا يصح) النكاح (من غير كفء أو بغبن فاحش) أصلا) وما في صدر الشريعة صح ولهما فسخه وهم (وإن كان من كفء وبمهر المثل صح و) لكن (لهما) أي لصغير وصغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده) لقصور الشفقة... (بشرط القضاء) للفسخ.

وفي الشامية(٦٩/٣):قوله (بالبلوغ) أي إذا علما قبله أو عنده قهستاني... قوله (لقصور الشفقة) أي ولقصور الرأي في الأم وهذا جواب عن قول أبي يوسف إنه لا خيار لهما اعتبارا بما لو زوجهما الأب أو الجد. (نجم الفتاویٰ:۴۸/۵-۴۹)

بچپن میں نکاح کرادینے کا حکم:

سوال: ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ بچے اور بچی کا نکاح انتہائی کم ۲/ یا ۳/سال کی عمر میں پڑھا دیتے ہیں، پھر جب بچے بالغ ہوجائیں تو یہ نکاح منعقد کردیئے جاتے ہیں؛ یعنی رخصتی وغیرہ ہوجاتی ہے، پوچھنا یہ ہے کہ شرعاً یہ جائز ہے، یا بلوغت کے بعد دوبارہ نکاح پڑھانا پڑے گا؟ ازراہِ کرم جلد از جلد جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شریعتِ مطہرہ میں بچے اور بچی کے نکاح کی کوئی خاص عمر متعین نہیں، شرعاً غیر شعوری عمر میں بھی بچے کا نکاح ان کے سرپرست کردیں تو وہ منعقد ہوجاتا ہے، البتہ اگر کوئی خاص مجبوری نہ ہو تو بچے اور بچی کا نکاح بالغ ہوجانے کے بعد ہی کرنا چاہیے، یہی بہتر اور قرینِ مصلحت ہے۔ قرآنِ پاک کی آیت اس پر دلالت کرتی ہے:

﴿وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ﴾ (النساء:٦)

(اور تم یتیموں کو آزمالیا کرو یہاں تک کہ وہ نکاح (کی عمر) تک پہنچ جائیں۔)

حکیم الامت تھانوی اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

’’(نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں) یعنی بالغ ہوجائیں؛ کیوں کہ نکاح کی قابلیت بلوغ سے ہوتی ہے‘‘۔

نیز بچپن میں کیئے گئے نکاح میں بہت سے مفاسد کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

(۱) لڑکے اور لڑکی کی بلوغ کی عمر تک پہنچ جانے کے بعد ان کی ترجیحات کا بدل جانا۔

(۲) سرپرستوں کی رائے تبدیل ہوجانا۔

(۳) خاندان کے آپس کے جھگڑے بعد میں اس نکاح پر بھی اثر انداز ہوتے رہتے ہیں۔

(۴) لڑکا آوارہ نکل جائے، یا لڑکی کے رہن سہن سے لڑکے والے مطمئن نہ ہوں۔

دیگر بھی بہت سے مفاسد ہیں، جو بلوغ کی عمر تک پہنچنے میں ظاہر ہوتے ہیں؛ لیکن اس وقت پھر طلاق کے علاوہ کوئی راستہ موجود نہیں ہوتا، لہذا بہتر اور حکمت کے عین مطابق یہ ہے کہ بچوں کے بالغ ہوجانے کے بعد اچھی طرح دیکھ بھال کر

زندگی کے اس اہم معاملے کا فیصلہ کیا جائے اور اس وقت لڑکے اور لڑکی کی رائے کو بھی مدِ نظر رکھنا چاہیے، البتہ اگر کوئی مجبوری ہو، یا اولیا اسی کو زیادہ قرینِ مصلحت سمجھیں کہ چھوٹی عمر میں نکاح کر دیا جائے تو یہ نکاح بہر حال منعقد ہو جائے گا۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ کے علاقے کا یہ رواج درست معلوم نہیں ہوتا، علاقے کے بااثر لوگوں کو چاہیے کہ اس کے بجائے بچوں کا نکاح بعد از بلوغ جلد از جلد کرانے کا رواج ڈالیں؛ کیوں کہ یہ شریعت کے تقاضوں سے زیادہ ہم آہنگ ہے، البتہ اگر شاذ و نادر مجبوری کی وجہ سے بچپن میں نکاح کا انعقاد کیا جائے تو وہ نکاح منعقد ہوگا، معمول اور رواج بنانے سے پرہیز کریں۔

لما في مشكوة المصابيح (ص: ٢٧٠): وعن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم تزوجها وهي بنت سبع سنين وزفت إليه وهي بنت تسع سنين ولعبها معها ومات عنها وهي بنت ثماني عشرة. (رواه مسلم)

وفيه أيضاً(ص: ٢٧١): وعن أبي سعيد وابن عباس رضي الله عنهم قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فليزوجه فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثما فإنما إثمه علىٰ أبيه".

وعن عمر بن الخطاب وأنس بن مالك رضي الله عنهم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "في التوراة مكتوب: من بلغت ابنته اثنتي عشرة سنة ولم يزوجها فأصابت إثما فإثم ذلك عليه". (رواهما البيهقي في شعب الإيمان)

وفي المفصل في أحكام المرأة والبيت المسلم: (٣٩١/٦): الأولىٰ عدم تزويج الصغار إلا لمصلحة: ومع جواز تزويج الصغير والصغيرة، ولكن الأولىٰ عدم تزويجهما ان لم تكن هناك مصلحة ظاهرة في التعجيل في تزويجهما وهما صغيران، لأن تزويجهما غير واجب وإنما هو جائز، ولأن الزواج تتعلق به حقوق وواجبات، كما إننا لا ندري مايؤول اليه هذا النكاح بعد أن تبلغ الصغيرة ويبلغ الصغير، وقد يكون لكل منهما رأى فيه يؤثر في بقاء النكاح، وقد يعجل في زواله وانقطاعه. (نجم الفتاویٰ: ۵/ ۵۲-۵۳)

باپ کی موجودگی میں نابالغ کا قبول کرنا صحت نکاح کے لیے کافی نہیں ہے:

سوال: دس گیارہ برس ہوئے کہ میری لڑکی کی نسبت مصاحب علی کے گونگے لڑکے سے لوگوں نے پیش کی، میں نے بوجہ اس کے گونگے ہونے کے انکار کیا۔ میری والدہ اور سب پنچ لوگوں نے زور دیا کہ نسبت مقرر کر لو اور عقد پڑھا دو، میں راضی نہیں ہوسکا؛ لیکن مجبوراً شادی کا کام شروع کیا۔ سب پنچ کی اجازت اور دادی کی اجازت سے مولوی اصالت حسین صاحب نے عقد پڑھایا، میں اس عقد میں موجود تھا؛ مگر نہ اجازت دی، نہ انکار کیا، کل کاموں میں

شریک رہا۔ میری لڑکی کا سن اس وقت اندازاً پانچ برس کا ہوگا۔ مصاحب علی کے لڑکے کا سن اندازاً دس برس کا ہوگا، اب لڑکی تین چار برس سے بالغ ہوئی ہے، بالغ ہونے کے قبل سے اور اس وقت سے اس وقت تک شوہر کے یہاں جانے سے انکار کرتی ہے اور شوہر سے راضی نہیں ہے اور مصاحب علی رخصتی کے لیے زور دیتے ہیں۔ لڑکی کہتی ہے کہ اگر ہم کو وہاں بھیجا جائے گا تو اپنی جان دے دیں گے، یا بھاگ جائیں گے۔ نکاح کے بعد سے اس وقت تک زن وشوہر ملے نہیں ہیں۔ ایسی صورت میں اس نکاح کے متعلق علماء کرام کا کیا فتویٰ ہے؟ مولوی اصالت حسین صاحب جنہوں نے نکاح پڑھایا تھا، ان کا بیان بھی اس کے ساتھ ہے۔

بیان مولوی اصالت حسین صاحب:

دس بارہ برس ہوئے کہ مصاحب علی، ساکن موضع مرغیا چک کے لڑکے گونگے کا عقد فضل علی کی لڑکی سے میں نے اپنی وکالت سے پڑھایا تھا، کس کی اجازت سے پڑھایا تھا، یاد نہیں ہے، لڑکے نے بوجہ گنگ ہونے کے لفظ قبول کا نہیں کہا؛ بلکہ تین بار آگے کی جانب سر جھکایا، ہم نے اس سر جھکانے کو قبول کرنا خیال کیا، چند لوگوں نے یہ کہا کہ اس نے قبول نہیں کیا؛ بلکہ یوں ہی سر جھکایا ہے، اس کی حقیقت نہیں معلوم ہوئی، لڑکے کا باپ اس عقد میں موجود تھا، میں نے اس سے کوئی گفتگو نہیں کی، نہ اس سے قبول کرایا، لڑکے کے باپ مصاحب علی نے بھی کچھ نہیں کہا۔ کیا دین مہر مقرر ہوا تھا، یاد نہیں۔ فقط

بیان مذکورہ بالا صحیح ہے: بقلم شیخ اصالت حسین، تاریخ: ۱۱؍ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

نکاح مذکور صحیح ونافذ نہیں ہوا۔ اس کی دو وجہیں ہیں: اول یہ کہ لڑکی کا باپ جو موجود تھا، اس نے نہ نکاح کی اجازت دی اور نہ وقت نکاح، یا مابعد رضامندی کا اظہار کیا۔ دادی کا اجازت دینا صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ باپ کی موجودگی میں اس کو حق ولایت نہیں ہے اور نہ پنچ کو۔

درمختار میں ہے:

فلوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته. (۱)

(قوله: توقّف على إجازته) تقدّم أن البالغة لو زوّجت نفسها غير كفء، فللولي الاعتراض مالم يرض صريحاً أو دلالةً كقبض المهر ونحوه فلم يجعلوا سكوته إجازة والظاهر أن سكوته هنا كذٰلک فلايكون سكوته إجازة لنكاح الأبعد وإن كان حاضراً في مجلس العقد مالم يرض صريحا أو دلالةً تأمّل. (شامی) (۲)

---

(۱)　الدر المختار، باب الولی: ۳۱۵/۲

(۲)　رد المحتار، باب الولی: ۳۱۵/۲

دوم یہ کہ لڑکا ہی نابالغ تھا، اس کا قبول کرنا بھی صحیح نہیں ہے، جب تک کہ اس کا ولی قبول نہ کرے، یا خود لڑکا بعد بلوغ قبل ردعورت بعد بلوغ، یا قبل رد ولی عورت دوبارہ قبول نہ کرے؛ مگر چوں کہ عورت کا انکار بعد بلوغ و نیز ولی عورت کا عدم رضا ابتدا سے مذکور ہے؛ اس لیے یہ نکاح صحیح نہیں ہے۔

شامی میں ہے:

نعم لو كان لها أب أوجد وزوّجت نفسها كذٰلك توقّف لأن له مجيزاً وقت العقد لأن الأب والجد يملكان العقد بذٰلك والصغير كالصغيرة لمافي الخانية من أن الصغير لوتزوّج بالغة ثم غاب فتزوّجت آخر وكان الصبي أجازبعد بلوغه العقد الذي باشره في صغره فإن كانت الإجازة بعدالعقد الثاني جاز الثاني لأنها تملك الفسخ قبل إجازته،الخ. (شامی)(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳/ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ، الجواب صحیح: ابوالمحاسن محمد سجاد کان اللہ لہ، محمد قمرالدین کان اللہ لہ۔

اصاب من اجاب: محمد عبیداللہ۔ الجواب صحیح: محمد محی الدین۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۶۵/۴-۲۶۶)

حالت نابالغی میں باپ نے لڑکی کا نکاح کردیا، کچھ دن شوہر کے ساتھ رہنے کے بعد لڑکی کا یہ کہنا کہ میں بوقت نکاح بالغ تھی اور مجھے یہ نکاح منظور نہیں تھا:

سوال: زید نے اپنی لڑکی ہندہ نابالغہ کا عقد بولایت خود بکر سے کردیا اور بعد عقد نکاح کے زید نے قضا کیا۔ لڑکی ہندہ کے بالغہ ہونے پر لڑکی مذکور کے بھائی، بہنوئی اور مادر نے رخصتی لڑکی مذکور کی کرکے اپنے گھر ہندہ اور بکر دونوں کو رکھا۔ عرصہ دو ماہ تک لڑکی موصوف اپنے شوہر مذکور کے شامل رہ کر کھانا و کپڑا وغیرہ لیتی رہی اور اپنے شوہر بکر کی مدارات کرتی رہی۔ بعد اس کے بکر پردیس چلا گیا، ایک ماہ کے بعد جب بکر لوٹ کر اپنی بیوی ہندہ کے گھر آیا تو بیوی موصوفہ کو اپنے سے خلاف پایا، جس پر بکر نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ تم اپنے میکہ میں رہنے کے سبب ہماری مدارات میں کمی کرتی ہو، تم کو یہاں سے ہم جہاں رہتے ہیں، وہاں لے جائیں گے، اس پر بکر کی بیوی ہندہ بولی کہ تم ہم کو پسند نہیں ہو، طلاق دے دو، ہم تمہارے شامل نہیں جائیں گے۔ جس پر کچھ حجت ہوئی، اس کے بعد ایک شخص معتبر کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ لڑکی مذکورہ بولتی ہے کہ ہم عقد کے وقت بالغ تھے اور ہم نے اپنے والد، مادر اور بھائی کو منع کیا تھا کہ ہم کو بکر سے عقد منظور نہیں ہے اور وقت رخصتی کے بھی اپنے بہنوئی، بھائی و مادر سے کہا کہ ہم کو بکر مذکور کے ساتھ رخصتی منظور نہیں ہے۔ ایسی حالت میں ہندہ بکر کے نکاح میں رہی، یا نکاح فسخ ہوگیا؟ اور بکر اپنی بیوی ہندہ کو شامل لے جاسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

ہندہ کا نکاح اس کے نابالغی کے زمانہ میں جب اس کے باپ نے کردیا تو وہ نکاح صحیح ہوا اور اب ہندہ کا یہ کہنا کہ ہم بالغ

(۱) ردالمحتار، باب الولي: ۳۱٤/۲

تھے اور انکار کیا تھا لغو معلوم ہوتا ہے؛ کیوں کہ ایسی حالت میں وہ شوہر کے پاس نہ جاتی، نہ دو ماہ تک اس کے پاس رہتی؛ اس لیے بکر کے نکاح میں کوئی فرق نہیں آسکتا ہے، اس کو حق حاصل ہے، جہاں جی چاہے، لے جائے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۰/ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۶۷/۴)

باپ کی موجودگی میں دادا کا نکاح کردینا:

سوال: زید کی شادی بحالت نابالغی، ایک نابالغہ لڑکی سے ہونا طے پائی، ایجاب وقبول کے وقت موجودہ قاضی صاحب سے زید کے والد کو نفرت تھی اور دوسروں سے اتفاق، دوسرے قاضی صاحب تشریف لائے اور بجائے ہندہ کے والد کے اس کے دادا کی معیت وولایت میں ایجاب وقبول ہوا، اب ہندہ کے والد کا کہنا ہے کہ میں بوقت ایجاب وقبول حاضر نہ تھا اور نہ میں نے نکاح کرانے کی اجازت دی تھی، چناں چہ اس صورت حال کے پیش نظر بجائے ہندہ کے والد کی ولایت کے دادا کا ولی بننا اور نکاح کرادینا درست ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

باپ ولی اقرب ہے؛(۲) اس لیے دادا کے کئے ہوئے نکاح کی خبر سننے کے بعد اگر باپ نے اپنے قول، یا کسی عمل سے اپنی رضامندی ظاہر کردی تو نکاح نافذ ہوگیا اور اگر اپنے قول، یا کسی عمل سے ناراضگی ظاہر کردی اور عدم پسندیدگی کا اظہار کردیا تو نکاح باقی نہیں رہا؛ اس لیے کہ یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہے۔(۳)

واضح رہے کہ رضامندی کے ظاہر کرنے کے بعد ناراضگی کا، یا ناراضگی ظاہر کرنے کے بعد رضامندی کا حق باپ کو نہیں ہے، پہلے قول وعمل کا اعتبار ہوگا۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ دادا نے باپ سے اجازت لے کر نکاح نہیں کیا ہو اور اگر دادا نے لڑکی مذکورہ کے باپ سے نکاح کی اجازت لے کر نکاح کروایا ہے تو نکاح نافذ ہوگیا، بعد میں باپ کی ناراضگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد صدر عالم، ۱۳۹۸/۹/۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۶۹/۴)

باپ کی ناراضگی کے باوجود اپنی نابالغہ بیٹی کے نکاح کو منظور کرنا:

سوال: ہندہ ۱۱/سالہ کا نکاح اس کی ماں نے کردیا۔ باپ سن کر بہت ناخوش ورنج ہوا، اب لڑکی بالغہ ہوکر کہتی

---

(۱) باپ ولی جابر ہے اور عورت کا عدم بلوغ اصل ہے، لہٰذا دعویٰ بلوغ خلاف اصل ہے اور محتاج ثبوت۔ علاوہ ازیں عورت کا عرصہ تک شوہر کے ساتھ برضاء ورغبت رہنا اس کی رضا پر بظاہر حال دلیل ہے اور استصحاب حال دلیل واقع ہے، لہٰذا عورت کا بلاثبوت دعویٰ بلوغ قابل اعتبار نہیں۔

(وللولی) ... (إنکاح الصغیر والصغیرة) جبراً ... (ولزم النکاح) ... (وإن کان الولی) ... (أبا وجداً). (الدر المختار، باب الولی: ۳۰٤/۲)

(۲) (الوالی فی النکاح)... (العصبة بنفسه)... (علی ترتیب الإرث و الحجب). (الدر المختار: ۳۱۱/۲)

(۳) لوزوّج الأبعد حال قیام الأقرب توقّف علی إجازته. (الدر المختار، باب الولی: ۳۱٥/۲)

ہے کہ یہ شخص نامرد ہے، تب تجسس حال سے معلوم ہوا کہ عنین مادرزاد ہے اور ایک دم بدعقل و بے شعور ہے اور نان ونفقہ بھی کبھی نہیں دیتا ہے تو کیا ایسی صورت میں بغیر طلاق لیے ہوئے دوسرے مرد سے نکاح ہوسکتا ہے؟ ممکن ہے کہ یہ لڑکی مجبوری میں تبدیل مذہب کردے، یا آبرو کھو بیٹھے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

اگر باپ نے ناخوشی ورنج کے اظہار کے بعد اس نکاح کو توڑ دیا تو نکاح نہیں ہوا، (۱) اور اگر برقرار رکھا (اگرچہ بادل ناخواستہ ہو) تو یہ نکاح منعقد ہوگیا اور یہ ہندہ اس کی بیوی ہے اور جب باپ نے نکاح کو مان لیا تو عورت کو خیار بلوغ نہیں رہا۔ عورت دارالقضاء میں درخواست اپنے شوہر کی نامردی اور عدم ادائے نفقہ کے متعلق دے سکتی ہے، وہاں سے اس کی عنت کی تحقیق باصول شرع کی جائے گی، اس کے بعد فیصلہ ہوگا، (۲) خود عورت کو علاحدگی کا حق نہیں ہے، نہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۰/۶/۱۳۴۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۷۰/۴)

اگر باپ بحالت نشہ اپنی نابالغہ بیٹی کے نکاح کی اجازت دے تو کیا نکاح صحیح ہوگا:

سوال: میری لڑکی کو میری اپنی بہن بغرض دکھلانے اپنے گھر موضع بلہر لے گئی تھی، جس کو قریب دو برس کے ہو رہا ہے، جب لڑکی کو آنے میں دیر ہوئی تو میری حویلی میں کہا کہ لڑکی کو آنے میں دیر ہوگئی ہے، جا کر لے آیئے، لہٰذا میں وہاں گیا، رات کے وقت مجھ کو تاڑی پلا دیا گیا، چوں کہ اس چیز کا عادی نہ ہوں اور نشہ کی حالت میں خدا جانے کیا کہلوا دیا، جس سے میری لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا گیا، جس سے ہم راضی نہیں تھے اور نہ ہیں، جب یہ بات صبح کو معلوم ہوئی تو مجھ کو بہت غصہ آیا اور لوگوں سے کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ دھوکہ بازی کیوں کی گئی، لڑ جھگڑ کر اپنی لڑکی کو وہاں سے لے آئے؛ بلکہ لڑکی سے بھی پوچھا کہ تم سے کچھ پوچھا گیا تھا تو اس نے جواب دیا کہ نہیں، حالاں کہ میری لڑکی ابھی تک بالغہ نہیں ہوئی ہے، وہ لڑکا بار بار آتا ہے اور لڑکی کی رخصتی چاہتا ہے، ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تم سے شادی نہیں کئے ہیں، ہمارے ساتھ دھوکہ بازی کی گئی ہے، ہم رخصتی نہیں دیں گے، ہم لڑکی کے اپنے باپ ہیں اور ماں بھی اپنی ماں ہے اور پھوپھی بھی اپنی ہے، اس طرح کا نکاح شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) (ولولی الأبعد التزویج بغیبة الأقرب)... لوزوّج الأبعد حال قیام الأقرب توقّف علی إجازته.(الدر المختار، باب الولی: ۳۱۵/۲)

(۲) (لووجدته عنینا)هو من لایصل إلی النساء لمرض...(أجل سنة) لاشتمالها علی الفصول الأربعة ... (فإن وطئی)مرة فبها (وإلا بانت بالتفریق) من القاضی إن أبی طلاقها(بطلبها).(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار باب العنین وغیره: ۵۹۴/۲-۵۹۵)

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر نابالغہ کے باپ نے نشہ کی حالت میں اس کا نکاح کردیا ہے تو اگر مہر مہرمثل سے کم ہے، یا لڑکا غیر کفو ہے تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوا ہے۔(دیکھئے: شامی، کتاب الطلاق:۴۲۴/۲)(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۲۰/۱/۷ ۱۳۵۷ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۷۲-۲۷۱/۴)

اگر باپ نابالغہ کا نکاح غیر کفو میں کردے:

سوال: ایک لڑکی مسماۃ ہندہ کا نکاح اس کے والد نے بحالت نابالغی غیر کفو میں کردیا، اب لڑکی بالغ ہوگئی ہے؛ مگر نکاح کو پسند نہیں کرتی ہے اور ہزار سمجھانے کے باوجود اس کا جواب یہی ہوتا ہے کہ اس شوہر کے گھر نہیں جائیں گے، اگر تم لوگ زور دوگے تو میں اپنی جان دے دوں گی، اس کے خاندان کی عورتیں بدچلن ہیں، خاندان کمزور ہے اور اس کے شوہر کی عادت وخصلت اچھی نہیں ہے۔ بہرحال لڑکی کسی طرح راضی نہیں ہے، اگر کوئی صورت رستگاری کی ہوسکتی ہے تو براہ مہربانی جواب دیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

باپ، یا دادا جب نابالغہ کا نکاح کردے تو نکاح لازم ہوجاتا ہے، لڑکی بالغ ہوکر اس نکاح کو فسخ نہیں کرسکتی ہے؛(۲) لیکن اگر باپ نے غیر کفو میں نکاح کردیا اور بعد نکاح کے لڑکا کا غیر کفو ہونا ثابت ہو تو ایسی صورت میں لڑکی بالغ ہوکر دارالقضاء میں قاضی شریعت کے پاس استغاثہ کرسکتی ہے اور گواہ شاہد کے ذریعہ شوہر کا غیر کفو ہونا ثابت کرکے بطلان نکاح کا فیصلہ حاصل کرسکتی ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۷۶/۴)

باپ کی موجودگی میں خالہ کا نکاح کردینا:

سوال: ایک نابالغہ لڑکی کی خالہ نے اس کا نکاح اس کے باپ کی اجازت کے بغیر ایک ضعیف العمر شخص کے

---

(۱) وبين في التحرير حكمه أنه إن كان سكره بطريق محرم لا يبطل تكليفه فتلزمه الأحكام وتصح عباراته من الطلاق والعتاق والبيع والإقرار وتزويج الصغار من كفؤ والإقراض والاستقراض لأن العقل قائم وإنما عرض فوات فهم الخطاب بمعصيته ...ومنها تزويج الصغيرة بأقل من مهر المثل أو الصغير بأكثر فإنه لاينفذ.(ردالمحتار: كتاب الطلاق مطلب في الحشيشة والأفيون والبنج:٤٢٤/٢)

(۲) فإن زوّجهما الأب والجدفلاخيار لهما بعدبلوغهما.(الفتاوىٰ الهندية:٢٨٥/١)

(۳) (وللولي)... (إنكاح الصغير والصغيرة)... (ولزم النكاح ولوبغبن فاحش) بنقص مهرها وزيادة مهره(أو) زوّجها (بغير كفء إن كان الولي)...(أباأوجدا)(لم يعرف منهما سوء الاختيار)...(وإن عرف لا) يصح النكاح اتفاقا.(الدرالمختار:٣٠٥-٣٠٤/٢)

ساتھ کردیا، لڑکی تین ماہ کے بعد بھاگ کر اپنے باپ کے یہاں چلی آئی اور اب بالغہ ہوچکی ہے؛ مگر شوہر کے یہاں جانے سے انکار کرتی ہے۔ اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب ________________ وباللّٰہ التوفیق

خالہ کے نکاح کردینے کے بعد اگر اس لڑکی کے باپ نے نکاح کی اجازت دے دی تو نکاح صحیح ہوا، اس صورت میں جب تک شوہر اس لڑکی کو طلاق نہ دے، وہ دوسرا نکاح نہیں کرسکتی اور اگر باپ نے خالہ کے نکاح کردینے کے بعد بھی اس نکاح کو پسند نہیں کیا تو اس کا نکاح نہیں ہوا۔ اس صورت میں لڑکی دوسرا نکاح کرسکتی ہے؛ لیکن جتنے دن اس مرد کے پاس رہی وہ بُرائی ہوئی۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۲/۲/۳/۷۳ ۱۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۷۶/۴-۲۷۷)

باپ کے حقیقی چچا، چچازاد بھائی وخالہ زاد بھائی میں ولی کون ہوگا:

سوال: لڑکی کے باپ کا چچازاد بھائی اور لڑکی کے باپ کا حقیقی چچا اور لڑکی کے باپ کا خالہ زاد بھائی ہو، ان اولیاء قریب کی موجودگی میں نابالغہ لڑکی کا نانا عقد کردے تو جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ________________ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جب نابالغہ لڑکی کے باپ کا چچا اور باپ کا چچیرا بھائی اور نانا ہیں تو باپ کا چچا نابالغہ کا ولی قریب ہے، (۲) اس کی بلا اجازت اگر نانا نے نکاح کردیا تو یہ نکاح ولی قریب کی اجازت پر موقوف رہا۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۷/۸/۱۳۶۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۷۳/۴)

نسبتی بھائی کو اپنی نابالغہ بیٹی کے منسوب طے کرنے کی اجازت دی اور اس نے نکاح کردیا:

سوال: حامد بوقت روانگی سفر اپنے نسبتی بھائی کو اپنی دختر کتخدائی کے تعیین کا اختیار دے کر چلا آیا۔ حامد کے نسبتی بھائی نے اس کو اختیار کلی سمجھ کر ہندہ کا منسوب ایک لڑکے سے ٹھہرایا اور حامد کو لکھ بھیجا کہ فلاں تاریخ و دن عقد ہوگا۔ وہاں سے تم پندرہ سولہ سو روپئے دین مہر لکھ بھیجو، حامد نے جواب میں لکھ بھیجا کہ ابھی شادی و نکاح کی ضرورت نہیں، بعد چار ماہ کے کل انجام ایک ہی مرتبہ ہو جائے گا؛ لیکن حامد کے خط پہونچنے کے قبل ہی نکاح انجام پاچکا تھا۔ حامد کے خط کا انتظار لازمی تھا، یا نہیں؟ اور ایسی حالت میں نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

---

(۱) لوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته. (الدر المختار، باب الولي: ۳۱۵/۲)

(۲) (الوالي في النكاح)... (العصبة بنفسه)... (على ترتيب الإرث والحجب). (الدر المختار: ۳۱۵/۲)
أما العصبة بنفسه ... وهم أربعة أصناف جزء الميت وأصله وجزء أبيه وجزء جده الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة. (السراجي: ۲۲)

(۳) لوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته. (الدر المختار، باب الولي: ۳۱۵/۲)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ حامد نے اپنے نسبتی بھائی کو محض منسوب کرنے کا اختیار دیا تھا، نکاح کے لیے وکیل نہیں بنایا تھا؛ اس لیے اگر لڑکی نابالغہ ہے تو یہ نکاح درست نہیں ہوا، (۱) اور اگر لڑکی بالغہ ہے اور اس کے پھوپھا نے اس سے اجازت لے لی تھی اور لڑکی کی اجازت سے نکاح ہوا تو جائز و درست ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۸/۱۱/۱۳۴۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۲۸۴)

باپ کے رہتے ہوئے خالہ وخالو کو ولایت حاصل نہیں ہے:

سوال: محمودہ چھ ماہ کی تھی کہ اس کی ماں نے قضا کیا، پرورش سے دادا اور چچا نے انکار کیا تو اس کے والد نے اس کی خالہ وخالو کے سپرد کیا، چناں چہ اب خالہ خالو کی پرورش میں اس کو قریب تیرہواں سال کے ہے۔ کیا اب محمودہ کا والد بغیر اذن محمودہ کے اپنی خوشی سے نکاح کردے گا تو ہو جائے گا؟ اور خالہ، خالو بحیثیت پرورش کے کوئی حق رکھتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مذکورہ میں اگر لڑکی ابھی بالغ نہیں ہوئی ہے تو صرف باپ کو اختیار ہے کہ اپنی ولایت سے اس کا نکاح پڑھا دے، خالہ اور خالو کو پرورش کرنے کی وجہ سے ولایت نکاح کا حق حاصل نہیں ہوتا، (۳) اور اگر بالغہ ہے تو اس کی اجازت سے باپ، یا دوسرا شخص نکاح کر دے سکتا ہے اور بغیر اس کی اجازت کے اگر نکاح ہوگا تو بالغہ لڑکی کو حق ہے کہ جس وقت اس کو خبر ملے فوراً رد کر دے اور اس صورت میں نکاح نہیں ہوگا۔ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۳۰/صفر ۱۳۴۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۲۹۲)

نابالغہ کا مناسب رشتہ مل رہا ہو اور باپ اس سے بے تعلق ہو تو کیا کیا جائے:

سوال: ایک نو سالہ لڑکی کی شادی اس کے ماموں کرنا چاہتے ہیں، باپ اپنی اولاد سے بالکل بے خبر اور لاتعلق ہے، اس کو اپنے بچوں کی شادی وغیرہ کی کوئی فکر نہیں ہے، بچوں کی شادی کی بات کہیں ہوتی ہے تو خواہ مخواہ ٹال مٹول کرتا ہے، لڑکی کے باپ نے خط میں لکھا ہے کہ بغیر میری اجازت کے شادی نہ ہوگی اور میں بیساکھ میں آؤں گا۔ اس صورت میں ماموں، یا بڑے بھائی کی اجازت سے نابالغہ لڑکی کی شادی ہو سکتی ہے، یا نہیں؟

---

(۱) لوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته. (الدرالمختار: ۲/۳۱۵)

(۲) (فنفذ نكاح حرّة مكلّفة بلا) رضا (ولي). (الدرالمختار، باب الولي: ۲/۲۹۶)

(۳) (الوالي في النكاح)... (العصبة بنفسه)... (بلاتوسط أنثى)... (على ترتيب الإرث والحجب) فيقدم ابن المجنونة. (الدرالمختار) ثم يقدم الأب ثم أبوه ثم الأخ الشقيق، الخ. (ردالمحتار باب الولي: ۲/۳۱۱)

(۴) لايجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها بكراً كانت أو ثيباً فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتها فإن أجازته جاز وإن ردّته بطل، كذا في السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندیه: ۱/۲۸۷)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اس نابالغہ لڑکی کا باپ زندہ ہے تو اس کی اجازت کے بغیر اس لڑکی کا نکاح نہیں ہوسکتا؛ اس لیے اس کا انتظار کرنا چاہیے، اگر وہ اپنی اولاد سے بے تعلق رہتا ہے اور ان کی کوئی خبرگیری نہیں کرتا اور ان کے نکاح وغیرہ کی بھی فکر نہیں ہے تو اس صورت میں قاضی شریعت پھلواری شریف کی اجازت سے اس نابالغہ کا نکاح کیا جاسکتا ہے،(۱) قاضی شریعت کی اجازت کے بغیر اور کسی کو اس کے نکاح کا اختیار نہیں ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی،۱۳/۲/۱۳۷۷ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۴/۳۰۰-۳۰۱)

باپ کے رہتے ہوئے پچچیرے نانا کا نکاح کردینا:

سوال: ایک نابالغہ لڑکی کا نکاح اس کے پچچیرے نانا نے ایک لڑکے سے کردیا تھا، حالاں کہ لڑکی کا باپ موجود تھا، اس کو یہ نکاح منظور نہیں ہے، یہ نکاح درست ہوا، یا نہیں؟ نکاح کو عرصہ ہوا؛ مگر رخصتی ابھی نہیں ہوئی ہے۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جب اس نابالغہ لڑکی کا نکاح اس کے باپ کی اجازت کے بغیر دوسرے شخص نے کردیا اور باپ نے منظور نہیں کیا تو اس لڑکی کا نکاح نہیں ہوا، جس سے نکاح ہوا بغیر دوبارہ نکاح کے اس کے پاس لڑکی کو رخصت کرنا حرام ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی،۱۸/۱/۱۳۷۶ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۴/۲۸۶)

باپ کے رہتے ہوئے نانی کا نکاح کردینا:

سوال: خیرالنساء نابالغہ کے باپ محمد ایوب موجود ہیں اور خیرالنساء کا نکاح اس کی نانی نے کردیا اور باپ کو یہ نکاح نامنظور ہے تو یہ نکاح درست ہوا، یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کے ولی قریب اس کا دوسرا نکاح کرسکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

خیرالنساء نابالغہ کا ولی قریب اس کا باپ محمد ایوب ہے،(۳) بغیر اس کی اجازت ورضامندی کے نانی نے اس نابالغہ کا نکاح کردیا تو نکاح نہیں ہوا،(۴) اس کا باپ محمد ایوب اس کا دوسرا نکاح کرسکتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی،۳/۲/۱۳۷۶ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۴/۲۸۷)

---

(۱) (ویثبت الأبعد) من أولیاء النسب، شرح وهبانیة؛ لکن فی القهستانی عن الغیاثی: لولم یزوّج الأقرب زوّج القاضی عند فوت الکفء (التزویج بعضل الأقرب) أی بامتناعه عن التزویج إجماعاً،خلاصة.(الدر المختار: ۲/۳۱۵-۳۱۶)
إذا کان للصغیرة أب امتنع عن تزویجها لا تنتقل الولایة إلی الجد ؛ بل یزوّجها القاضی.(ردالمحتار: ۲/۳۱۵)

(۲،۳) (الوالی فی النکاح) ... (العصبة بنفسه) ... (علی ترتیب الإرث والحجب).(الدرالمختار: ۲/۳۱۵)

(۲،۴) لوزوّج الأبعد حال قیام الأقرب توقّف علی إجازته.(الدرالمختار: ۲/۳۱۵)

نابالغہ کا نکاح والد کی رضامندی کے بغیر نانا اور چچا نے کردیا تو نکاح صحیح نہیں ہوگا:

سوال: بی بی سیر النساء نابالغہ کا نکاح اسماعیل عرف جنگلی سے بغیر رضامندی لڑکی کے اور اس کے والدین کے، اس کے نانا اور چچا نے کردیا اور والدین ابھی تک رضامند نہیں ہیں اور لڑکی کو روکے ہوئے ہیں۔ نکاح ہوگیا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

صورت مسئولہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا اور سیر النساء اسماعیل کی زوجہ نہیں ہے؛ کیوں کہ نابالغہ کا نکاح باپ کی بلا اجازت اور خلاف مرضی جائز نہیں ہوسکتا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۲۹/محرم الحرام ۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۲۸۸-۲۸۹)

بالغہ کا والد کی رضامندی کے بغیر کفو میں نکاح کرنا:

سوال: زید نے ہندہ سے بکر وخالد کی موجودگی میں کہا کہ میں نے تم سے بعوض اس قدر دین مہر کے نکاح کیا تو ہندہ نے کہا کہ میں نے قبول کیا، زید و ہندہ مع گواہوں کے بالغ ہیں۔ مہر مثل وکفو سب درست ہیں، کیا نکاح ہوگیا؟ واضح ہو کہ ہندہ کا باپ زندہ ہے اور اس نکاح کے خلاف ہے۔

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

صورت مسئولہ اگر سچ ہے تو نکاح صحیح ودرست ہوگیا اور کسی ولی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۲/صفر ۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۳۰۶-۳۰۷)

کیا باپ سے بحالت نشہ اجازت لے کر کیا ہوا نکاح فسخ کیا جاسکتا ہے:

سوال: زید نشہ خوار نشہ میں چور وبے ہوش تھا، اس وقت محض اپنی اور ساتھیوں کی جان بچانے کے لیے اپنی نابالغہ لڑکی کے نکاح کی اجازت دے دی اور نکاح پڑھا دیا گیا، پھر شوہر کا اس لڑکی پر بے انتہا ظلم ہے؛ اس لیے وہ میکہ میں آگئی، سسرال نہیں جانا چاہتی ہے، جان دینے پر آمادہ ہے، کیا قاضی شریعت کو حق فسخ ہے؟

---

(۱) (الوالي في النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب). (الدرالمختار) ثم يقدّم الأب ثم أبوه، الخ. (ردالمحتار، باب الولي: ۲/۳۱۱)

لوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته. (الدرالمختار)

والظاهر أن سكوته هنا كذالك فلا يكون سكوته إجازة لنكاح الأبعد وإن كان حاضرا في مجلس العقد مالم يرض صريحا أو دلالة. (ردالمحتار، باب الولي: ۲/۳۱۵)

(۲) (فنفذ نكاح حرّة مكلّفة بلا) رضا (ولي) ... (ولاتجبر البالغة البكر على النكاح) لانقطاع الولاية بالبلوغ. (الدرالمختار) (قوله: فنفذ) أراد بالنفاذ الصحة وترتب الأحكام من طلاق وتوارث وغيرهما. (ردالمحتار، باب الولي: ۲/۲۹۶)

الجواب ________________ وباللہ التوفیق

باپ نے جب نابالغہ کے نکاح کی اجازت دے دی اور نکاح کردیا گیا تو اگرچہ وہ نشہ میں ہو اور اس سے زبردستی اجازت دلوائی گئی ہو نکاح منعقد ہو جائے گا،(۱) باقی رہا رفع ظلم تو اس کی دو صورتیں ہیں: ایک تو یہ ہے کہ ہر دو زن وشو کے قرابت مند کا ایک ایک آدمی ثالث بنایا جائے اور وہ دونوں اصلاح اور ملا دینے کی کوشش کریں۔ اگر اصلاح دشوار ہو تو طلاق دلا دیں اور اگر دونوں ثالث ناکامیاب رہیں تو اس کے لیے دوسری صورت یہ ہے کہ مقدمہ دارالقضاء، پھلواری شریف میں پیش کیا جائے، پھر قاضی شریعت تحقیقات کے بعد جو فیصلہ کریں، اس پر عمل کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۰/۸/۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۰۷/۴)

لڑکی کا ماموں اس کے باپ کی اجازت کے بغیر نکاح کردے تو کیا حکم ہے:

سوال: ہندہ نابالغہ کا نکاح اس کے ماموں نے باوجود اس کے والد اور دیگر قریبی رشتہ دار موجود ہونے کے ولی بنکر زید نابالغ سے کردیا، جب ہندہ کو کچھ سمجھ پیدا ہوئی تو اس نے اس نکاح سے انکار کردیا۔ اب جب وہ بالغہ ہوئی تو زید کو بلا کر کہا کہ میں چوں کہ تم سے راضی نہیں، لہذا اپنا عقد توڑ دیا۔ کیا ہندہ کا نکاح فسخ ہو گیا؟ اور وہ دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟ اگر کرسکتی ہے تو کیا عدت کرنا پڑے گی؟

الجواب ________________

باپ دادا وغیرہ عصبات کی موجودگی میں ماموں ولی نہیں ہے، اگر ماموں کے عقد کو باپ نے جائز رکھا تھا تو وہ نکاح صحیح ہو گیا، بعد بلوغ کے ہندہ کے اس کہہ دینے سے کہ میں نے عقد توڑ دیا، نکاح فسخ نہیں ہوا اور دوسری جگہ ہندہ اپنا نکاح نہیں کرسکتی اور اگر ماموں کے عقد کی اجازت باپ وغیرہ اولیا نے نہیں دی تھی اور انکار کردیا تھا تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوا، پس ایسی حالت میں کہ پہلا نکاح صحیح نہیں ہوا، ہندہ اپنا نکاح بعد بلوغ کے دوسری جگہ کرسکتی ہے۔(۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۵/۸)

نابالغہ کا بغیر باپ کے پوچھے بہنوئی نے کردیا:

سوال: ہندہ کی سوتیلی ماں نے ہندہ کو بہت ستایا، ہندہ کا باپ بھی سوتیلی ماں کی ہی حمایت کرتا تھا اور اولاد پر اس

---

(۱) وبين في التحرير حكمه أنه إن كان سكره بطريق محرم لايبطل تكليفه فتلزمه الأحكام وتصح عباراته من الطلاق والعتاق والبيع والإقرار وتزويج الصغار من كفء والإقراض والاستقراض لأن العقل قائم وإنما عرض فوات فهم الخطاب بمعصيته.(ردالمحتار، كتاب الطلاق،مطلب في الحشيشة والأفيون والبنج: ٤٢٤/٢)

(٢) (الوالي في النكاح) لاالمال (العصبة بنفسه)،الخ،(على ترتيب الارث والحجب) ... فلوزوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته.(الدرالمختار)

والظاهر أن سكوته هنا كذلك فلايكون سكوته إجازة لنكاح الأبعد.(ردالمحتار،باب الولي: ٤٣٣/٢،ظفير)

ظلم کو اہمیت نہیں دیتا تھا، اس پر ہندہ اپنے بہن بہنوئی کے یہاں چلی گئی، ہندہ کی عمر اس وقت دس برس تھی۔ ان حالات کے پیش نظر ہندہ کا نکاح اس کے بہنوئی اور بہن نے ایک جگہ کر دیا۔ زید کے باپ کو معلوم ہوا تو وہ اس بات سے بہت خفا ہوا، مگر رشتہ داری ہونے کی وجہ سے خاموش ہو گیا؛ مگر اس نکاح کو منظور بھی نہیں کیا، ہندہ کی رخصتی فوراً کر دی گئی تھی، ہندہ بالغہ ہو گئی؛ مگر شوہر شرابی نکلا اور ہندہ کو بہت مارتا تھا؛ اس لیے اب ہندہ بہن کے گھر پر ہے، شوہر نہ آباد کرتا ہے، نہ طلاق دیتا ہے، ہندہ بھی جانا نہیں چاہتی۔ ایسی صورت میں شرعاً ہندہ کے لیے کیا حکم ہے؟ شرعاً تو یہ نکاح بھی درست نہ ہونا چاہیے؟ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جب ہندہ کا نکاح کیا گیا اور اس کے والد سے اجازت نہیں لی گئی تو یہ بہت بڑی غلطی ہوئی، یہ نکاح اس کے والد کی اجازت پر موقوف تھا، وہ رد کر دیتا تو جب ہی ختم ہو جاتا، اس نے رد نہیں کیا، اگرچہ منظور بھی نہیں کیا؛ بلکہ خاموش ہونے کے باوجود تعلقات ہونے کی وجہ سے خاموش ہو گیا، پھر لڑکی کی رخصتی کر دیا گیا اور اس دوران لڑکی بالغ بھی ہو گئی اور شوہر کے مکان پر آتی جاتی رہی، لہذا اب اس نکاح کے متعلق اس سوال کا محل ہی نہیں رہا کہ شرعاً یہ نکاح بھی نہ ہونا چاہیے، خواہ ڈانٹ کر زبردستی ہی سہی، (۱) اس کے بعد تین حیض گزار کر نکاحِ ثانی کی اجازت ہوگی۔ (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۲/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۲/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۸۲/۱۱)

سوتیلا باپ لڑکی کا ولی نہیں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مرد نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور اس عورت سے ایک لڑکی بھی تھی، اس نے اپنی لڑکی کی عورت سے لی نہیں، پھر عورت نے کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اور وہ لڑکی اس کے پاس رہی؛ یعنی ماں کے پاس اور لڑکی کے باپ نے اپنی لڑکی سے کچھ تعرض نہیں کیا اور نہ کچھ خورد و نوش کا کفیل ہوا، لڑکی اپنے سوتیلے باپ کے یہاں رہتی تھی، جب لڑکی کی عمر آٹھ یا سات برس کی تھی، اس کی شادی سوتیلے باپ نے جس نے اس کی پرورش کیا تھا کر دی۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا وہ سوتیلا باپ اس کے نکاح کا ولی ہو کر اجازت نکاح دے سکتا ہے، یا نہیں؟

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فإن خفتم ألا یقیما حدود اللّٰہ فلا جناح علیهما فیما افتدت به﴾ (سورۃ البقرۃ: ۲۲۹)

"وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا یقیما حدود اللّٰہ فلا بأس بأن تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به، لقوله تعالیٰ ﴿فلا جناح علیهما فیما افتدت به﴾" (الهدایة، کتاب الطلاق، باب الخلع: ۴۰۴/۲، مکتبه شرکة علمیه)

(۲) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسهن ثلثة قروء﴾ (البقرة: ۲۲۸)

"وإذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعیاً أو وقعت الفرقة بینهما بغیر طلاق وهی حرة ممن تحیض، فعدتها ثلاثة أقراء". (الهدایة، کتاب الطلاق، باب العدة: ۴۲۲/۲، شرکت علمیه)

(۲) سوتیلے باپ نے جس لڑکی کے ساتھ اس کی شادی کی تھی، وہ لڑکا چند روز کے بعد مفرور ہوگیا اور اس دوران میں اس نے دو خط اپنی خیریت کے بھیجے؛ مگر اپنا پورا پتہ نہیں لکھا، جب لڑکی جوان ہوگئی ہے تو لڑکے کے باپ نے کہا: کچھ روز اور انتظار کرو، شاید وہ اب آ جائے۔ لڑکی والوں نے ان کے کہنے سے اور انتظار کیا، پھر دوبارہ لڑکی والوں نے کہا کہ ہماری لڑکی جوان ہے، ہم اس کو کیا کریں؟ لڑکے والوں نے کچھ جواب نہ دیا، پھر لڑکی والوں نے پنچائت کی، پنچائت والوں نے لڑکے کے باپ سے کہا کہ لڑکی جوان ہوگئی ہے، کیا ہوگا؟ لڑکے کے باپ نے لڑکے کے دو خط دکھائے، جس میں اس نے محض اپنی خیریت ہی لکھی تھی اور پورا پتہ نہیں لکھا تو پنچ لوگ نے لڑکے کے والد سے کہا کہ تم دو خط دکھاتے ہو اور پتہ کسی خط میں نہیں اور چھ برس کا زمانہ گزر گیا، لڑکی بالغ ہے، تم خط کی مہر سے اس جگہ جاؤ اور پتہ لگاؤ، اس پر لڑکی کے والد نے کہا کہ اگر چار پانچ مہینے کے بعد لڑکا آ گیا تو بہتر ہے، ورنہ ہم اپنی لڑکی کا نکاح عالم سے دریافت کر کے دوسری جگہ کر دیں گے، جب لڑکا نہ آیا تو لڑکی کے والد نے ایک عالم غازی پور کے رہنے والے سے مسئلہ دریافت کر کے دوسری جگہ کر دیں گے۔ جب لڑکا نہ آیا تو لڑکی کے والد نے ایک عالم غازی پور کے رہنے والے سے مسئلہ دریافت کر کے، دوسرا یہ کہ ایک لڑکا چھ سال سے غائب ہے اور لڑکی بالغ ہے تو آیا اس کا نکاح ثانی کرنا جائز ہوگا، یا نہ؟ عالم صاحب نے فتویٰ جائز کا دے دیا ہے، لڑکی کا نکاح ثانی ہوگیا، اس لڑکی کے تین لڑکے بھی ہو چکے ہیں، اب اس کا پہلا شوہر آیا ہے، جس سے حالت نابالغی میں نکاح ہوا تھا، اپنی عورت تلاش کرتا ہے، اس میں اب کیا کرنا چاہیے، وہ اب کس کی عورت ہوگی۔

الجواب

اس صورت میں ولایت نکاح نابالغہ کی اس کے حقیقی باپ کی تھی، سوتیلا باپ ولی نکاح کا شرعاً نہیں تھا۔ پس جو نکاح نابالغہ کا اس سوتیلے باپ نے کیا تھا، اگر حقیقی باپ نے اس کو رد کر دیا تھا اور اس کا کچھ حق شرعاً نہیں ہے؛ کیوں کہ اس کے ساتھ نکاح صحیح نہیں ہوا۔

کتبہ مسعود احمد

جواب صحیح ہے اور سوتیلے باب نے جو نکاح اول نابالغہ ہونے کی حالت میں کیا تھا، وہ کسی حال صحیح نہیں، اگر چہ حقیقی باپ نے بھی اس کی اجازت بھی دے دی ہو؛ کیوں کہ نابالغہ ہونے کی حالت میں کیا تھا، وہ کسی حال نہیں، اگر چہ حقیقی باپ نے بھی اس کی اجازت بھی دے دی ہو؛ کیوں کہ نابالعہ کا نکاح اگر فضولی کر دے تو وہ منعقد ہی نہیں ہوتا۔ بہر حال نکاح اول صحیح نہیں ہوا؛ اس لیے شوہر کو کوئی حق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۲/۴۵۴)

سوتیلے والد کا کیا ہوا نکاح:

سوال: ایک لڑکی جو مراہق تھی، اس کے والد کا انتقال لڑکپن میں ہوگیا تھا اور حقیقی چچا موجود تھا، اس کی موجودگی

میں غیر ولی نے لڑکی سے اجازت لے کر نکاح کر دیا، یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ غیر ولی لڑکی کا سوتیلا باپ ہے، لڑکی نکاح سے چھ ماہ بعد بالغ ہوگئی، اب شوہر کے یہاں جانے سے منع کررہی ہے۔ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

یہ نکاح چچا کی اجازت پر موقوف تھا، اگر چچا نے نہ اس اجازت دی، نہ رد کیا تو یہ اس لڑکی کے بالغہ ہونے کے بعد خود اس کی اجازت پر موقوف ہوگیا، اگر اس نے اس کو رد اور نامنظور کر دیا تو یہ نکاح شرعاً ختم ہوگیا، اب دوسری جگہ لڑکی کی اجازت سے نکاح کی اجازت ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۲/۹ھ، الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۷۱-۴۷۲)

ولی اقرب کے ہوتے ہوئے ولی ابعد صغیرہ کا نکاح کردے تو کیا حکم ہے:

سوال (۱) ایک نابالغہ بچی کا باپ موجود ہے، اس کے ہوتے ہوئے اس بچی کا نکاح اس کے چچا نے کر دیا، حالانکہ بچی کا باپ اس نکاح سے بالکل خوش نہیں ہے، نہ نکاح سے پہلے خوش تھا، نہ نکاح کے بعد تو نکاح منعقد ہوگا، یا نہیں؟ اس صورت میں باپ دوسری جگہ نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

(۲) باپ کے ہوتے ہوئے ماں صغیرہ کا نکاح کردے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

باپ عاقل اور سمجھ دار اور اہل ولایت میں سے ہو، اس کے موجود ہوتے ہوئے اگر صغیرہ کا نکاح کوئی اور کردے تو وہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر باپ نکاح کی اجازت دے تو نکاح منعقد ہوجائے گا، ورنہ وہ نکاح منعقد نہ ہوگا۔

درمختار میں ہے:

فلوزوج الأ بعد حال قیام الأقرب توقف علٰی إجازته. (الدرالمختار: ۴۳۲/۲، باب الولی)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وإن زوج الصغیر أوالصغیر ة أبعد الأولیاء فإن کان الأقرب حاضراً وهومن أهل الولایة توقف نکاح الأبعد علٰی إجازته وإن لم یکن من أهل الولایة بأن کان صغیراً وکبیراً مجنوناً جاز، إلخ. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۱۲/۲)

(۱) "(وإن المزوج غیرهما) أی غیر الأب وأبیه ولو الأم أو القاضی أو وکیل الأب، (إن کان من کفء وبمهر المثل صح و)لکن (لهما)أی لصغیر وصغیرة وملحق بهما (خیار الفسخ) ولوبعد الدخول (بالبلوغ أو العلم بالنکاح بعده) لقصور الشفقة". (الدر المختار : ۶۹/۳، باب الولی، سعید)

صورت مسئولہ میں نابالغ بچی کا باپ اہل ولایت میں سے ہو (یعنی عاقل، بالغ سمجھ دار ہو) مجنون اور دیوانہ نہ ہو اس کے ہوتے ہوئے بچی کے چچا نے نکاح کر دیا اور باپ نکاح سے پہلے بھی اس سے خوش نہیں تھا اور نکاح کے بعد بھی اس پر راضی نہیں ہوا تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوا باپ کسی اور جگہ نکاح کر سکتا ہے۔

امدادالفتاویٰ میں ہے:

سوال: ہندا نابالغہ کا نکاح باوجود ہونے ولی کے غیر ولی نے پڑھا دیا۔۔۔تو یہ نکاح مقبول ہے، یا مردود و مطرود؟

الجواب

یہ نکاح موقوف و معلق رہے گا، اگر ولی کو خبر پہنچے اور اس نے اجازت دی تو جائز و نافذ ہو جائے گا، ورنہ جائز و نافذ نہ ہوگا۔فقط (امداد والفتاویٰ:۲۳۲/۲،مطبوعہ دیوبند)

(۲) باپ کے ہوتے ہوئے ماں صغیرہ کا نکاح کر دے تو یہ نکاح بھی باپ کی اجازت پر موقوف و معلق رہے گا اگر باپ اجازت دے گا تو نکاح منعقد ہو جائے گا، ورنہ نہیں؟

امدادالفتاویٰ میں ہے:

باپ کے ہوتے ہوئے ماں ولی نہیں ہے، پس اس کا کیا ہوا نکاح موقوف و معلق رہا تھا، جب زید (یعنی باپ) آیا اور اس نے کہہ دیا کہ ہم کو یہ نکاح منظور نہیں تو وہ نکاح باطل ہو گیا، الخ۔(امدادالفتاویٰ:۱۹۷/۲،مطبوعہ دیوبند) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ رحیمیہ:۸/)

دادا کے رہتے ہوئے چچا ولی نہیں ہو سکتا:

سوال: زید فوت ہوا، اس نے زوجہ اور باپ اور چچازاد بھائی اور نابالغ اولاد چھوڑی، زید نابالغہ لڑکی کا نکاح اس کے چچا نے کر دیا۔ یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟ اور ولی نابالغان کا کون ہے؟

الجواب

اس صورت میں زید کی اولاد نابالغہ کا ولی زید کا باپ ہے، پس اگر وہ لڑکی جس کا نکاح کیا ہے، نابالغہ ہے تو اس کے دادا کی اجازت سے اس کا نکاح ہو سکتا ہے،(۱) چچا نے اگر دادا کی اجازت سے نکاح کیا ہے تو نکاح صحیح ہوگا۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶۷/۸)

---

(۱) (الوالی فی النکاح)لاالمال(العصبة بنفسه)،الخ،(علی ترتیب الإرث والحجب) فیقدم ابن المجنونة علی أبیها.(الدرالمختار) ثم یقدم الأب ثم أبوه ثم الأخ الشقیق،الخ.(ردالمحتار،باب الولی: ۴۲۷/۲۔۴۲۸،ظفیر)

(۲) فلوزوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته.(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار،باب الولی: ۴۳۲/۲،ظفیر)

دادا کی اجازت کے بغیر سوتیلے باپ کا نکاح کر دینا:

سوال: حسنیٰ نابالغہ کا نکاح اس کے دادا کی اجازت کے بغیر اس کے سوتیلے باپ نے کر دیا اور دادا کو یہ نکاح منظور نہیں ہے تو کیا یہ نکاح درست ہوا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں حسنیٰ نابالغہ کا نکاح اس کے دادا کی بلا اجازت سوتیلے باپ نے کر دیا تو حسنیٰ کا نکاح نہیں ہوا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۶/۸/۸ ۱۳۷۶ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴/۲۸۷)

دادا کی موجودگی میں ماں کو ولایت نکاح حاصل نہیں:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ جس کی ماں باحیات ہے اور باپ اپنا مرگیا ہے اور اس کی ماں نے عقد ثانی کرلیا، وہ باپ، یعنی کٹھ باپ موجود ہے۔ علاوہ اس کے دادا اور دادی اس کے موجود ہیں؛ لیکن دادا حقیقی باحیات ہے اور دادی سوتیلی ہے، ایسی حالت میں کہ دادا، دادی کو یہ نسبت پسند نہیں ہے؛ لیکن حقیقی ماں اور سوتیلے باپ کو بدل وجان منظور ہے۔ ایسی حالت میں لڑکی کا عقد ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اور ہو تو اجازت اس کی کون دے گا، یعنی ماں، یا باپ؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں دادا ولی مجبر ہے، اس کی موجودگی میں ماں کو کوئی حق نہیں اور بغیر اس کی اجازت کے نابالغہ کا عقد نہیں ہوگا اور اگر ایسا کیا گیا تو وہ نکاح نافذ نہ ہوگا؛ بلکہ دادا کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

وَإن زوّجها الأبعد و الأقرب حاضر يتوقّف على إجازة الأقرب. (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نور الدین (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴/۲۷۱)

باپ نہیں تو دادا ولی ہے پھر اور عصبہ، عصبہ کے بعد ماں:

سوال: رحیم اللہ نے اپنی بھاوج بیوہ سے نکاح کیا اور اس عورت کے پہلے خاوند سے ایک لڑکی نابالغہ ہے، لڑکی کی والدہ نے اجازت نکاح کی دی، لڑکی کے دادا نے ولی بننے سے انکار کیا، اس صورت میں والدہ کا کیا ہوا نکاح صحیح ہے، یا نہ؟

---

(۱) لوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته. (الدر المختار: ۲/۳۱۵)

(۲) (الوالي في النكاح)... (العصبة بنفسه)... (على ترتيب الإرث والحجب)... فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم. (الدر المختار باب الولي: ۲/۳۱۱-۳۱۲)

الجواب

اس صورت میں اگرلڑکی نا بالغہ ہےتو ولی اس کے نکاح کا اس کا دادا ہے،اگر دادا کفو میں نکاح کرنے سے انکار کرے اور مانع ہو اور کوئی دوسرا عصبہ بھی موجود نہ ہوتو ماں کواختیار اور ولایت نکاح نابالغہ کی ہے،(۱) اس کا کیا ہوا نکاح درست ہے،اگر دادا مانع نکاح سے نہیں ہے تو بدون دادا کے اجازت کے وہ نکاح صحیح نہ ہوگا اور اگرلڑکی بالغہ ہے تو خود لڑکی کی اجازت سے اس کا نکاح صحیح ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۰۶/۸)

دادا نے ضد اور ستانے کی غرض سے پوتی کا نکاح کردیا تو اس کو فسخ کیا جاسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: مسمی گاموں نے کہ جس کا نزاع بیٹے کی زندگی میں تھا اور اب بعد میں از حد نزاع ہوگیا ہے اور آپس میں مقدمہ بازی بھی سخت ہورہی ہے۔اپنی پوتی کا نکاح جو کہ اسی کی بہو مسماۃ چوڑاں کے پیٹ سے ہے۔اپنے بھتیجے سے جو کہ قبل از نکاح مرض موتیا بند میں مبتلا تھا،محض ضد کی وجہ سے کردیا۔مسماۃ چوڑاں نے بہت رونا پیٹنا کیا؛مگر کوئی اثر نہ ہوا اور اس طرح گاموں نے یہ نکاح محض عدالت میں پیش ہوئی ہے،صاف کہہ دیا ہے کہ میرا تمام عمر کے لیے راستہ بند کردیا ہے، میں ہرگز نہیں جاؤں گی اور عدالت کے دروازے پر ٹکر کھا کر مرجاؤں گی اور نعوذ باللہ مرتد ہونے تک کا لڑکی نے قصد کرلیا ہے۔براہ کرم کوئی صورت تنسیخ نکاح کی تحریر فرمادیں؛تاکہ دین میں فساد برپا نہ ہو اور یہ نکاح محض ضد پر مبنی ہے،گاموں سے کہا گیا کہ تیری پوتی کسی اور کے ساتھ نکل جائے گی،کہا کہ سو۱۰۰ ؍مرتبہ نکل جائے۔ضرور توجہ فرمائیں،بیوہ عورت مقدموں میں برباد ہورہی ہے؟　(المستفتی:۲۰۹۰،ابوالحسن صاحب،منچن آباد،۳؍شوال ۱۳۵۶ھ مطابق ۷؍ستمبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

اگر دادا نے لڑکی کا نکاح لڑکی کے بالغ ہونے کے زمانے میں لڑکی کی رضامندی حاصل کئے بغیر کردیا ہے تو نکاح صحیح نہیں ہوا،(۲) اور اگر نابالغی کے زمانے میں کیا ہے تو اس کو نابالغہ کے نکاح کرنے کی ولایت حاصل تھی؛مگر جب کہ اس امر کے شواہد اور دلائل موجود ہوں کہ اس نے لڑکی کو ستانے کی غرض سے نکاح کیا ہے تو کوئی حاکم مسلمان اس نکاح کو فسخ کرسکتا ہے؛(۳) اس لیے کہ بدنیتی کے ساتھ نکاح کردینے کا باپ دادا کو بھی حق نہیں ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،دہلی (کفایۃ المفتی:۸۵/۵)

---

(۱)　ثم یقدم الأب ثم أبوه ثم الأخ الشقیق،الخ،فان لم یکن عصبة فالولایة للأم.(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار،باب الولی:۴۱۸/۲،ظفیر)

(۲)　لا یجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب أو سلطان بغیر إذنها بکراً کانت ثیبًا فإن اجازته جاز وإن ردته بطل،کذا فی السراج الوهاج.(الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع: ۲۸۷/۱، ماجدیة)

(۳)　بلکہ ایسا نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔کما فی الدر:أو زوجهما بغیر کفء إن کان الولی المزوج بنفسه بغبن أبا أو جدا ... لم یعرف منهما سوء الاختیار مجانة وفسقًا وإن عرف لا یصح النکاح اتفاقاً.(الدرالمختار،کتاب النکاح، باب الولی:۶۶/۳، سعید)

دادا کی اولاد ماں دادی پر مقدم ہیں:

سوال: ایک لڑکی جس کی عمر گیارہ سال ہے، اس کے باپ دادا بھائی بھتیجے مر چکے ہیں؛ لیکن اس کے پردادے کے بھائی کی اولاد میں بعض اولاد ذکور اور اس کی ماں دادی پھوپی موجود ہیں، ان میں سے ولایت تزوج کس کے لیے ہے؟ پردادے کے بھائی کی اولاد کے ہوتے ہوئے ماں، یا دادی کو ولایت حاصل ہو، یا نہ؟

الجواب

ولایت تزویج نابالغہ عصبات کو ہوتی ہے علی الترتیب۔ پس جب کہ عصبہ قریب موجود نہیں ہے تو دادا کے بھائی کی اولاد ذکور میں جو قریب تر ہو، وہ ولی ہے، اس کی موجودگی میں والدہ اور دادی پھوپی کو ولایت نکاح نہیں ہے۔ (کذا فی الدر المختار) (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵۷/۸)

دادا کا بھائی جو ولی ہے، اگر لڑکی کی والدہ کو اختیار دے دے اور پھر خود ہی کر دے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ جس کو کوئی ولی اقرب سوائے برادر جد حقیقی کے اور والدہ کے اور کوئی نہیں ہے اور جد حقیقی کا بھائی اپنی پوتی کا اختیار والدہ نابالغہ کو دیتا ہے اور تحریر بھی کر دیتا ہے کہ بلا رضامندی والدہ نابالغہ کے مجھے نکاح کا کچھ اختیار نہ ہوگا، اس کے بعد بلا رضامندی والدہ کے نابالغہ کا نکاح کر دیتا ہے، یہ عقد شرعا جائز ہے، یا اب والدہ ولی ہے؟

الجواب

اس کہہ دینے اور لکھ دینے سے ولایت اور اختیار نکاح نابالغہ کا اخ الجد کے لیے جو ولی اقرب ہے، ساقط نہیں ہوا، البتہ اگر والدہ بوجہ اختیار دے دینے کے نکاح نابالغہ کا کر دیتی تو وہ بھی صحیح ہو جاتا؛ لیکن اخ الجد کی ولایت اس سے سلب نہیں ہوئی، پس جو نکاح اس نے اپنی ولایت سے کیا، وہ صحیح ہے۔

درمختار میں ہے:

(والولایة تنفیذالقول علی الغیر)...(شاء أو أبی) ... (وھو) أی الولی (شرط) صحة (نکاح صغیر ومجنون ورقیق. (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷۱/۸-۷۲)

پوتی کا دادا نے نکاح کر دیا باپ نے خاموشی اختیار کی اور راضی رہا تو نکاح ہوگا:

سوال: زید کی لڑکی بوقت نکاح ۱۱/سالہ تھی، زید کی عدم موجودگی مین زید کے باپ نے نکاح کر دیا تھا اور زید

---

(۱) **(الوالی فی النکاح) ... (العصبة بنفسه) ... (علی ترتیب الإرث الحجب). (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۴۲۷/۲، ظفیر)**

(۲) **الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۲۰۷/۲، ظفیر**

کواطلاع دی کہ فلاں تاریخ نکاح ہے،تم آ کر شریک ہو،زید نے کہلا بھیجا کہ ہمارے پاس سفرخرچ نہیں ہے اور وہ شریک نہ ہوسکا۔بعد چندروز کے زید آیا؛مگراس نے کوئی اعتراج نہ کیا کہ میری عدم موجودگی میں کیوں نکاح کر دیا، پھر پردیس چلا گیا،اس کے بعد پانچ چھ مرتبہ آیا؛مگرکسی سے اشارہ کنایہ یہ نہیں کہا کہ میری مرضی سے نکاح نہیں ہوا، اس عرصہ میں زید کے باپ نے چار مرتبہ لڑکی کو رخصت بھی کیا،اب کسی وجہ سے زید کہتا ہے کہ نکاح ہماری مرضی سے نہیں ہوا،نکاح فسخ کرانا چاہتا ہے،لہذا یہ نکاح جائز رہا،یا ناجائز؟

الجواب

یہ نکاح جو دادا نے کیا،صحیح ہوگیا،اب فسخ نہیں ہوسکتا کہ باپ کی رضا دلالۃً پائی گئی ہے۔شامی میں ہے:

فللولی الاعتراض مالم یرض صریحاً أودلالةً. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ دلالۃً رضا بھی مثل صریحی رضا کے ہےاور درمختار میں ہے:

(وللولی الأبعد التزویج بغیبة الأقرب)،الخ،(مسافة القصر)واختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفء الخاطب جوابه،الخ. (۲)

پس صورت موجودہ میں غالباًدونوں وجہ جواز نکاح کی قائم ہیں،لہذا زید اب اس نکاح کو فسخ نہیں کراسکتا۔فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸۷/۸)

باپ کی عدم موجودگی میں نابالغہ کا نکاح اگر دادا کردے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی پوتی نابالغہ کا نکاح اپنے بیٹے؛یعنی لڑکے کے باپ کی عدم موجودگی میں کردیا ہے، یہ نکاح صحیح ہوا،یانہیں؟

الجواب

صغیرہ کا باپ جب کہ موجود نہ ہواتنی دور ہو کہ اس کے انتظار میں کفو خاطب کے فوت ہونے کا خوف ہو؛یعنی وہ انتظار نہ کرسکتا ہوتو دادا ولی صغیرہ کا ہے،اس کا کیا ہوا نکاح صحیح ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۹۶/۸-۹۷)

دادا نے گوخبر نہ لی ہو؛مگر باپ کے بعد ولی نکاح وہی ہے:

سوال: زید فوت ہوگیا،اس کی دختر کی پرورش والدہ نے کی،دادا، چچا نے مطلق خبرگیری نہ کی،اب والدہ اپنی

---

(۱) ردالمحتار،باب الولی: ۴۱۳/۲-۴۱۴،ظفیر

(۲) الدرالمختار،باب الولی: ۴۳۳/۲،ظفیر

(۳) (وللولی الأبعد التزویج بغیبة الأقرب) ... (مسافة القصر) وفی الملتقی ما لم ینتظر الکفء الخاطب جوابه.(الدرالمختار)فلو کان الغائب أباها ولها جد وعم فالولایة للجد.(ردالمحتار،باب الولی: ۴۳۲/۲،ظفیر)

مرضی سے کفو میں نکاح کرنا چاہتی ہے۔ دادا، چچا وہاں اذن دینے سے انکاری ہیں؛ بلکہ قاضی شہر کو کہتے ہیں کہ ہماری بلا اجازت نکاح نہ پڑھایا جاوے۔ ایسی صورت میں والدہ کی اجازت سے نکاح سے نکاح ہوجاتا ہے، یا دادا، چچا کی اجازت ضروری ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

اگر وہ بالغہ ہے تو باپ کے نہ ہونے کی صورت میں ولی اوس کے نکاح کا اس کا دادا ہے اور دادا کے بعد چچا ولی ہے، ان کی موجودگی میں والدہ کو اختیار نابالغہ کے نکاح کا نہیں ہے، اگرچہ پرورش والدہ نے کی ہے۔ پس جب کہ ولی اس نابالغہ کے نکاح کے دادا اور چچا ہیں تو اگر وہ قاضی نکاح خواں کو نکاح خوانی سے روک دیں تو وہ حق بجانب ہیں، قاضی کو اس حالت میں بدون ان کی اجازت کے نکاح پڑھنا جائز نہیں ہے اور نکاح نہ ہوگا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۵/۸-۱۳۶)

باپ کی موجودگی میں دادا کو ولایتِ نکاح:

سوال: میرے والد صاحب نے میری دختر بالغہ جس کی عمر ۱۳/سال کی تھی اور میری اجازت نہیں لی تھی، خود ہی دادا نے نکاح کردیا، نہ ایجاب وقبول لڑکے نے کیا اور نہ لڑکی نے اور نہ میں نے اجازت دی۔ اس صورت میں نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

یہ نکاح آپ کی اجازت پر موقوف ہے، اس کا رد اور نفاذ آپ کے اختیار میں ہے۔

"**الوالي في النكاح العصبة بنفسه بلا توسط أنثى على ترتيب الأرث والحجب**". (تنویر)

"**فلوزوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته**". (الدر المختار)(۲)

"**الأقرب لحصوله بولاية تامة، نعم لو زوج الأبعد وقد حضر الأقرب توقف على إجازته ط ولدا لو تحول الولاية بعد النكاح إلى الأبعد لم يجز إلا بإجازته بعد التحول**". (۳)

پس اگر آپ نے صراحۃ رضامندی ظاہر نہیں کی تو آپ اس کو رد کرسکتے ہیں اور اگر رضامندی ظاہر کرچکے ہیں تو یہ نکاح نافذ ہوچکا، بشرطیکہ لڑکے کی طرف سے بھی باقاعدہ ایجاب وقبول ہوا ہو؛ یعنی ولی کی اجازت سے ہوا ہو، یا خود ولی نے کیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۱۱/۱۳۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف، ۹/ذی قعدہ/۱۳۵۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۷۴/۱۱)

---

(۱) (الوالي في النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب) فان لم تكن عصبة فالولاية للأم. (الدر المختار) ثم يقدم الأب ثم أبوه ثم الأخ الشقيق، الخ. (رد المحتار، باب الولي: ۴۲۷/۲، ظفير)

(۲) الدر المختار: ۷۶/۳-۷۸، باب الولي، سعيد

(۳) الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر: ۴۹۹/۱، باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلمية، بيروت

دادا کو نکاح کا اختیار باپ نے دے دیا:

سوال: زید اپنے گھر سے فرار ہو گیا، نہ معلوم اب کہاں ہے؟ اس نے جاتے وقت اپنی نابالغہ لڑکی کے نکاح کی اجازت اپنے والد اور بھائی اور بیوی کو دے دی تھی، پھر پرچہ کے ذریعہ بھی تحریری اجازت روانہ کی ہے، زید کے والد نابالغہ لڑکی کا عقد کرنا چاہتے ہیں تو کیا عقد ہو جائے گا؟ لڑکی کی عمر بارہ سال ہے، زید کے والد کی حالت پریشان کن ہے، وہ اس صورت سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں۔ ایسی صورت میں شرعاً نکاح ہو جائے گا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جس طرح والد کو اپنی نابالغہ لڑکی کے نکاح کا خود اختیار حاصل ہے، اسی طرح اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ اپنی طرف سے دوسرے شخص کو اختیار دے دے۔(۱) پس صورت مسئولہ میں لڑکی کے دادا اگر نکاح کر دیں تو وہ بھی شرعاً معتبر اور لازم ہو جائے گا؛ لیکن اپنے کفو میں کیا جائے اور مہر مثل سے کم پر نہ ہو۔

کذا فی رد المحتار: "(وإن كان المزوج غيرهما) أي غير الأب وأبيه ... (لا يصح) النكاح (من غير كفء أو بغبن فاحش أصلاً)". (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۲۳/۱/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۲۷۴)

باپ کی موجودگی میں دادا کا غیر کفو میں نکاح کرانے کا حکم:

سوال: ہمارے یہاں ایک لڑکی (جس کا باپ زندہ ہے) کے دادا نے مختلف مصالح کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک موچی کے بیٹے سے نکاح کر دیا، لڑکا بالکل جاہل سا ہے، حالانکہ لڑکی B.A پاس اور خوبصورت ہے اور لڑکی کا باپ فوج میں ملازم ہے۔ لڑکی کا باپ والد کے احترام میں خاموش ہے، نہ اجازت دیتا ہے، نہ انکار کرتا ہے تو آیا یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ کیوں کہ والد نے الگ مجلس میں اپنے انکار کا اظہار کیا ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں جواب سے قبل چند باتیں بطورِ تمہید ملحوظ رہیں:

(۱) بالغہ لڑکی کفو میں اپنا نکاح کرانے کے معاملہ میں خود مختار ہے، اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کا نکاح نہیں کرا سکتا اور کفو میں بغیر کسی کی اجازت کے وہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے، (البتہ مناسب یہ ہے کہ اپنے نکاح کے معاملے کو اپنے سرپرستوں کے حوالے کر دے؛ کیوں کہ شرفا کا طریقہ یہی ہے)۔

---

(۱) "يصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود". (الفتاویٰ العالمگيرية، كتاب النكاح، الباب السادس في الوكالة بالنكاح: ۱/۲۹٤، رشيديه)

(۲) رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/ ٦٥ - ٦٧، سعيد

(۲)　　بالغہ لڑکی غیر کفو میں نکاح کرنے کے بارے میں خود مختار نہیں، بالغہ لڑکی اگر اپنے غیر کفو (یعنی مال، پیشہ، دینداری وغیرہ کے اعتبار سے کمتر) سے نکاح کر لیتی ہے تو یہ نکاح ظاہر الروایۃ کے مطابق اولیا کو فسخ کرانے کا حق اور حسن بن زیاد کی امام صاحبؒ سے روایت کے مطابق کالعدم؛ یعنی فاسد ہے، البتہ پہلی روایت کے مطابق نکاح منعقد ہو جائے گا؛ لیکن ولی کو فسخ کرانے کا اختیار ہوگا اور دوسری روایت کے مطابق یہ نکاح سرے سے کالعدم ہو جائے گا۔

(۳)　　تیسری بات یہ ملحوظ رہے کہ باپ کی موجودگی میں دادا ولی ابعد ہے، جیسا کہ درج ذیل حوالوں سے واضح ہے۔ شامیہ میں ہے:

"یقدم الأب ثم أبوه ثم الأخ الشقیق ثم الأب وذکر الکرخی أن تقدیم الجد علی الأخ قول الإمام وعندهما یشترکان والأصح أنه قول الکل". (شامیہ: ۷۶/۳)

(اولاً باپ مقدم ہوگا، پھر دادا، پھر سگا بھائی، پھر باپ شریک بھائی اور کرخی نے ذکر کیا ہے کہ دادا کو بھائی پر مقدم کرنا صرف امام صاحب کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں مشترک ہیں؛ لیکن صحیح یہ ہے کہ دادا کی تقدیم کا قول سب کا ہے۔)

(۴)　　نیز نابالغہ کے باپ یا دادا کے نکاح کو بلوغ کے بعد فسخ کرنے کا اختیار نہ ملنا اس صورت میں ہے، جب کہ دادا ہی ولی ہو اور باپ موجود نہ ہو، ورنہ اگر باپ موجود ہو تو دادا کے کئے نکاح میں بھی خیار بلوغ ملتا ہے، جیسا کہ شامیہ کی درج ذیل عبارت ہے:

"وصح إنکاح الأب والجد الصغیر والصغیرة بغبن فاحش ومن غیر کفء لا غیرهما وقال فی شرحه أی لو فعل الأب أو الجد عند عدم الأب لا یکون للصغیر والصغیرة حق الفسخ بعد البلوغ". (الشامیة: ۶۸/۳)

(باپ اور دادا کا نکاح کرانا نابالغ بچے، یا بچی کا چاہے غبن فاحش اور غیر کفو میں ہو، یہ صحیح ہے اور شرح میں لکھا ہے کہ اگر باپ ایسا کرے، یا دادا باپ کی عدم موجودگی میں یہ نکاح کرے تو صغیر اور صغیرہ کو بلوغ کے بعد نکاح کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں۔)

شامیۃ کی یہ عبارت نصِ صریح ہے کہ دادا کے کئے نکاح میں جب کہ باپ موجود ہو، خیارِ بلوغ ملے گا، **(أو الجد عند عدم الأب)**۔ نیز بدائع میں ہے:

"إنما تستحی من الأولیاء لا من الأجانب وأبعد عند قیام الأقرب وحضوره أجنبی". (بدائع: ۳۶۰/۳)

(لڑکی اولیا سے شرماتی ہے، اجنبیوں سے نہیں اور ابعد اقرب کی موجودگی میں اور ابعد کا حاضر ہونا اجنبی شخص کی طرح ہے۔)

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ دادا باپ کی موجودگی میں ولی ابعد ہے۔

(۵)　　پانچویں بات یہ ملحوظ رہے کہ بالغہ لڑکی کا از خود غیر کفو میں نکاح کرنا جس طرح ظاہر الروایہ کے مطابق ولی (اقرب) کو فسخ کرانے کا حق ہوتا ہے، ویسے ہی ولی ابعد کا لڑکی کی رضامندی سے غیر کفو میں نکاح کرانا بھی ولی اقرب کو فسخ کرانے کا حق ہوتا ہے۔ ہندیہ میں ہے:

"وإذا زوجت نفسها من غير كفء ورضى به أحد الأولياء لم يكن لهٰذا الولى ولا لمن مثله أودونه فى الولاية حق الفسخ ويكون ذلك لمن فوقه كذا فى فتاوى قاضى خان وكذا إذا زوجها أحد الأولياء برضاها، كذا فى المحيط". (الهندية: ۲۹۳/۱)

(اگرایک لڑکی ازخود غیر کفو میں نکاح کرلے اوراس کا کوئی ایک ولی اس نکاح پر راضی ہوجائے تو اس ولی اور درجے میں اس کے برابر یا کمتر ولی کے لیے فسخ کا حق نہ رہے گا؛ لیکن اس سے اوپر (یعنی اقرب) والے کے لیے یہ حق اب بھی محفوظ رہے گا، قاضی خان میں ایسا ہی ہے اور اسی طرح اگر کوئی ایک ولی لڑکی کا نکاح کرادے (تو مذکورہ بالا مسئلے کی طرح ولی اقرب کو فسخ کا حق رہے گا) محیط میں ایسا ہی ہے۔)

اسی طرح البحرالرائق میں ہے:

"قيدنا بالاستواء احترازا عما إذا رضى الأبعد فإن للأقرب الاعتراض، كذا فى فتح القدير وغيره". (البحر الرائق: ۲۲۷/۳)

(ہم نے (مسئلے میں) استوا کی قید لگائی؛ تاکہ اس سے احتراز ہوجائے کہ اگر ولی ابعد راضی ہوگیا تو اقرب بہرحال اعتراض کرسکتا ہے۔)

اسی طرح درمختار میں ہے:

"(و) بناء (على الأول) وهو ظاهر الرواية (فرضا البعض) من الأولياء قبل العقد أو بعده (كالكل)... (لو استووا فى الدرجة وإلا فللأقرب) منهم (حق الفسخ)". (الدرالمختار: ۵۷/۳)

(پہلی روایت کے مطابق جوکہ ظاہر الروایۃ ہے بعض کی رضامندی اولیا میں سے چاہے عقد سے قبل ہو، یا بعد تمام کی رضامندی کی طرح ہے، اگر درجے میں برابر ہوں، وگرنہ اقرب کے لیے حق فسخ ہوگا۔)

مذکورہ بالا عبارات میں لڑکی کے غیر کفو میں نکاح کرنے کی صورت میں کسی ایک ولی کی رضامندی سے کئے نکاح کو ولی اقرب کی رضامندی پر موقوف رکھا گیا ہے؛ یعنی نکاح تو منعقد ہے؛ لیکن ولی اقرب اسے فسخ کراسکتا ہے، لہٰذا دادا اگر غیر کفو میں باپ کی موجودگی میں نکاح کراتا ہے تو ظاہر الروایۃ کے مطابق باپ اس نکاح کو فسخ کراسکتا ہے۔

(۶)　چھٹی بات یہ ملحوظ رہے کہ اوپر ذکر کردہ تفصیلات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ لڑکی کے غیر کفو میں نکاح کی صورت میں ولی اقرب کو حقِ فسخ ظاہر الروایۃ کے مطابق باقی رہتا ہے، اسی طرح ولی ابعد کے نکاح کرانے کی صورت میں بھی ولی اقرب فسخ کراسکتا ہے، جس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ شریعت میں ولی اقرب کی عار کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور اس کی قوت ولی ابعد سے زیادہ ہے۔

لیکن یہ سارا مسئلہ ظاہر الروایہ کے مطابق تھا اور کتب فقہ میں مسائل کفو کی تشریح ظاہر الروایۃ کے مطابق کی جاتی ہے؛ اس لیے دوسری روایت جوکہ غیر ظاہر الروایۃ ہے (حسن بن زیاد سے منقول) اس کے مطابق اتنی تفصیل تو ملتی

ہے کہ لڑکی کے ازخود نکاح کی صورت میں یہ نکاح کالعدم ہوگا؛ لیکن ولی ابعد نکاح کرادے تو روایت حسن کے مطابق اس کا جواب کتب میں تحریر نہیں، جب کہ مسئلہ کفو میں فتویٰ ظاہر الروایۃ کے بجائے روایتِ حسن پر ہے۔

چناں چہ مسئلہ زیرِ بحث میں لڑکی جب ازخود غیر کفوء میں نکاح کرلے تو حسن بن زیاد کی روایت کے مطابق ولی کی اجازت کے بغیر لڑکی کا ازخود نکاح کالعدم ہوتا ہے، نیز ولی ابعد کے غیر کفو میں نکاح کرانے کی صورت میں ظاہر الروایۃ کے مطابق ولی اقرب کو فسخ کرنے کا حق دیا جاتا ہے۔اسی پر قیاس کرتے ہوئے حسن بن زیادؒ کی روایت کے مطابق ولی ابعد کا لڑکی کا نکاح غیر کفو میں پڑھانا کالعدم ہوگا۔ولی اقرب کی رضامندی قبل از نکاح ضروری ہوگی اور جس طرح عام اوقات میں لڑکی اگر خود غیر کفوء میں نکاح کرتی ہے تو ظاہر الروایۃ کے بجائے حسن بن زیاد کی روایت کو مفتی بہ قرار دیا جاتا ہے، ویسے ہی ولی ابعد کے نکاح کرانے کی صورت میں بھی حسن بن زیاد کی روایت کے مطابق ولی اقرب کی رضامندی کے بغیر کئے گئے ایسے نکاح کو کالعدم قرار دیا جائے گا۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں دادا چونکہ باپ کی موجودگی میں ولی ابعد ہے اور یہ لڑکی کا نکاح غیر کفوء میں کرارہا ہے، نیز باپ نے اجازت نہیں دی ہے، لہٰذا دادا کا غیر کفو میں کرایا یہ نکاح کالعدم ہے۔

لما فی التاتارخانیة (۳/۴٤):اعلم بأن السکوت من البکر البالغة جعل رضا بالنکاح سواء استأذنها الولی قبل النکاح أوزوجها الولی قبل الاستیمار فسکتت إنما جعل السکوت من البکر البالغة إذنا إذا کان المستأمر ولیا أما اذا لم یکن ولیا کالأجنبی أو کان ولیا إلا أن هناک ولیا آخر أقرب الی المرأة من هذا الولی المستأمر کالجدمع الأب فالسکوت لا یکون رضا وإذنا فی حق الولی المستأمر إلا کان المستأمر رسول الولی.

وفی الشامیة (۳/۸۲): ذکر فی أنفع الوسائل عن المنتقی إذا کان للصغیرة أب امتنع عن تزویجها لا تنتقل الولایة إلی الجد بل یزوجها القاضی ونقل مثله ابن الشحنة عن الغایة عن روضة الناطفی وکذا المقدسی عن الغایة والنهر عن المحیط والفیض عن المنتقی وأشار إلیه الزیلعی حیث قال فی مسألة تزویج الأبعد بغیبة الأقرب وقال الشافعی بل یزوجها الحاکم اعتبارا بعضله وکذا قال فی البدائع إن نقل الولایة إلی السلطان أی حال غیبة الأقرب باطل لأنه ولی من لا ولی له وهٰهنا لها ولی أو ولیان فلا تثبت الولایة للسلطان إلا عند العضل من الولی ولم یوجد.

وفی المفصل فی أحکام المرأة والبیت المسلم (٦/٤۰۰):فدل هذا علی عدم الولایة لغیر الأب علی الصغیرة،لأن استئمارها لا یکون الا بعد بلوغها،والجدّ کالأب عند عدمه. (نجم الفتاویٰ:۵/۲۰-۲۳)

باپ کی موجودگی میں دادا کے نکاح کا حکم:

سوال: ایک نابالغہ لڑکی کا نکاح دادا نے کردیا، چند دن گزرنے کے بعد لڑکی کا باپ نکاح کو رد کرتا ہے۔آیا باپ

کو رد کرنے کا اختیار ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

نابالغہ لڑکی کا جو نکاح دادا نے کیا ہے، اگر باپ کی اجازت کے بغیر کیا ہو تو یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہوگا اور باپ کو رد کرنے کا اختیار ہوگا، البتہ اگر باپ غائب ہو اور اس سے رابطے کی کوئی صورت نہ ہو تو دادا کا کیا نکاح صحیح ہو جائے گا۔

لما في الهندية (۲۸۵/۱): وإن زوج الصغير أو الصغيرة أبعد الأولياء فإن كان الأقرب حاضرا وهو من أهل الولاية توقف نكاح الأبعد على إجازته، الخ.

وفي الدرالمختار (۸۱/۳): (وللولي الأبعد التزويج بغيبة الأقرب) فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته.

وفي الرد تحته: قوله (توقف على إجارته) تقدم أن البالغة لو زوجت نفسها غير كفء فللولي الاعتراض ما لم يرض صريحا أو دلالة كقبض المهر ونحوه فلم يجعلوا سكوته إجازة والظاهر أن سكوته هنا كذلك فلا يكون سكوته إجازة لنكاح الأبعد وإن كان حاضرا في مجلس العقد ما لم يرض صريحا أو دلالة تأمل. (نجم الفتاویٰ: ۲۳/۵-۲۴)

صورت مسئولہ میں دادا کا بھائی ولی ہے:

سوال: ہندہ کا باپ اور دادا مرگیا؛ مگر دادا کا بھائی زندہ ہے، ہندہ کی دادی نے دادا کے بھائی عدم موجودگی میں؛ مگر دادا کے بھائی کے لڑکے کی موجودگی میں ہندو کا نکاح کر دیا، یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ ہندہ نابالغہ مرگئی شوہر کے پاس نہیں گئی، کل مہر پاوے گی، یا کم، یا بالکل نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــ

ولی نکاح بالغہ ہندہ کا اس صورت میں دادا کا بھائی ہے اور اگر دادا کا بھائی کہیں دور ہو کہ اس کو اطلاع کرنے اور اجازت لینے میں حرج تھا تو اس کے پسر کی ولایت اور اجازت سے نکاح ہو سکتا ہے، (۱) اور زوجہ کے نابالغہ ہونے کی حالت میں انتقال کر جانے سے شوہر کے ذمہ پورا مہر لازم ہوتا ہے، (۲) نصف اس میں سے شوہر کا حق ہے، وہ ساقط ہو جاوے گا، باقی نصف دیگر ورثا کو ملے گا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۰/۸)

---

(۱) **(الوالي في النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الارث والحجب) ... وللولي الأبعد التزويج بغيبة الأقرب ... (مسافة القصر) واختار في الملتقى مالم ينتظر الكفء الخاطب جوابه. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۲۷/۲-۴۳۲، ظفير)**

(۲) **والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول أو الخلوة الصحيحة وموت أحد الزوجين حتى لايسقط منه شيء بعد ذلك إلابالابراء. (عالمگيري مصري، الباب السابع في المهر، الفصل الثاني: ۲۸۴/۱، ظفير)**

دادا کے رہتے ہوئے ماں نکاح کردے تو کیا کیا جائے:

سوال: زید کے دولڑکے حامد ومحمود تھے، حامد کا انتقال زید کی حیات میں ہوا، حامد ایک لڑکی اور بیوہ چھوڑ کر فوت ہوا، بیوہ حامد نے حامد کی لڑکی نابالغہ کو ایک دوسرے مقام پر لے جاکر شخص غیر سے بلا رضامندی زید ومحمود ومسماۃ ہندہ زوجہ زید کے اس کا نکاح کردیا تھا، چندروز سے جب سے لڑکی نابالغہ کو ہوش ہوا ہے، وہ ایسے نکاح سے نارضامندی ہے، لہٰذا ایسا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں ولی نابالغہ کا اس کا دادا زید ہے، بدون اجازت زید کے نکاح نابالغہ کا صحیح نہ ہوگا۔ پس بیوہ حامد نے جو نکاح اپنی دختر نابالغہ کا کیا، وہ زید کی اجازت پر موقوف ہے، اگر زید نے اجازت دی تو صحیح ہوا اور نہ باطل ہوا، (۱) اور ترتیب ولایت نکاح کی اس صورت میں اس طرح ہے کہ اول زید ولی ہے، اس کے غائب ہونے کی صورت میں محمود ولی ہے، پھر جب کوئی عصبہ نہ ہو تو والدہ اس نابالغہ کی یعنی بیوہ حامد کی ولی ہے، (۲) پس بیوہ حامد اگر اپنی دختر کو اتنی دور لے گئی کہ زید محمود وہاں سے مسافت شرعیہ؛ یعنی تین دن کے سفر پر ہیں اور یا بقول ثانی جو کہ معتمد مفتی بہ ہے، اتنی دور ہے کہ کفو خاطب انتظار زید ومحمود کے جواب کا نہیں کرسکتا اور وہاں جاکر بیوہ حامد نے اس لڑکی کا نکاح کفو میں کیا ہے تو صحیح ہوجاوے گا۔

کما فی الدرالمختار: (وللولی الأبعد التزویج بغیبة القرب) ... (مسافة القصر) واختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفء الخاطب جوابه واعتمده الباقانی ونقل ابن الکمال أن علیه الفتویٰ. (۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۲/۸-۵۳)

دادا کے کیے نکاح پر باپ کی رضامندی کے بعد قسم کھا کر منع کرنے کا حکم:

سوال: ہمارے گاؤں میں دادا نے اپنی ایک پوتی کا نکاح دوسرے پوتے سے کرا دیا؛ یعنی اس طرح بات کی افشا کرائی کہ یہ لڑکی میں نے فلاں لڑکے کو دے دی۔ لڑکی کے والدین بھی اس بات پر راضی تھے اور انہوں نے بھی اس بات کو لوگوں میں مشہور کرادیا کہ ہمارے والد صاحب نے یہ لڑکی فلاں لڑکے کو دی۔ کافی عرصہ گزرنے کے بعد کسی گھریلو جھگڑے واختلاف کی وجہ سے لڑکی کے والد نے قسم اٹھائی اور کہا کہ اگر یہ لڑکی میں فلاں لڑکے کو دوں تو میرے اوپر بیوی طلاق۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اب اگر اس لڑکی کی اسی لڑکے کے ساتھ رخصتی ہوجاتی ہے تو اس شخص پر بیوی طلاق ہوجائے گی، یا نہیں؟ نیز طلاق کی صورت میں اگر کوئی حیلہ ہو کہ بیوی کو طلاق نہ ہو تو ضرور تحریر فرمائیں۔

---

(۱) وأما للزوج فحالتان: النصف عند عدم الولد وولد الإبن وإن سفل. (السراجی، ص: ۷)

(۲) فإن لم یکن عصبة فالولایة للأم. (الدرالمختار، باب الولی: ۴۲۹/۲، ظفیر)

(۳) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۴۳۲/۲-۴۳۳، ظفیر

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر مذکورہ لڑکی کا نکاح دادا نے شرعی اصولوں کے مطابق دو عاقل، بالغ، مسلمان، آزاد، آدمیوں کی موجودگی میں کرایا تھا تو اب اگر لڑکی کا والد مذکورہ لڑکے کے ساتھ مذکورہ لڑکی کی رخصتی کردے گا تو لڑکی کی والدہ پر ایک طلاق رجعی واقع ہوجائے گی اور اگر مذکورہ لڑکی کا باقاعدہ نکاح نہیں ہوا تھا، صرف بات پکی ہوگئی تھی تو اب اگر مذکورہ لڑکی کا والد اپنی لڑکی کا نکاح مذکورہ لڑکے کے ساتھ کروائے گا تو نکاح کے ہوتے ہی لڑکی کی والدہ پر ایک طلاق رجعی واقع ہوجائے گی۔ پھر لڑکی کے والد کو عدت کے اندر نکاحِ جدید کے بغیر، اور عدت گزرنے کے بعد نکاحِ جدید کے ساتھ رجوع کا اختیار ہوگا، البتہ ایک طلاق رجعی کے بعد اب لڑکی کے والد کے پاس صرف دو طلاق کا اختیار رہ جائے گا۔

لمافي الهندية (۱/۴۱۵): إذا وجد الشرط انحلت اليمين وانتهت لأنها تقتضي العموم و التكرار فبوجود الفعل مرة تم الشرط وانحلت اليمين فلا يتحقق الحنث بعده.

وفي الدرالمختار (۳/۳۵۵، كتاب الطلاق، باب التعليق) :(وتنحل) اليمين (بعد) وجود (الشرط مطلقا) لكن إن وجد في الملك طلقت وعتق وإلا لا.

وفي الشامية (۳/۳۵۵):وفيها تنحل اليمين إذا وجد الشرط مرة؛ لأن المقصود هناك الانحلال بمرة في غير كلما وهنا مجرد الانحلال،آه ح. (نجم الفتاویٰ: ۵/۴۵-۴۶)

چچیرے دادا کی ناراضگی کے باوجود باپ کے ممیرے بھائی کا عقد کردینا:

سوال: مسماۃ ڈومنی کا عقد عدم بلوغیت میں اس کے باپ کے ممیرے بھائی نے ولی بن کر زید سے کردیا، درحالیکہ نابالغہ کے ولی موجود تھے، جو اس عقد سے سخت بیزار تھے اور اب تک بیزار ہیں۔ اولاً ولی لڑکی کا اس کے باپ کے چچیرے چچا بقید حیات تھے، علاوہ ازیں لڑکی کی اپنی ماں موجود تھی اور اب تک ہے، عقد کے وقت نابالغ لڑکے کی طرف سے اس کے باپ نے لڑکی کے دادا، چچازاد بھائی کے پاس پہنچ کر کہا کہ حق ولایت لڑکی کی طرف سے آپ کو حاصل ہے اور میرے لڑکے کے ساتھ اس نابالغہ لڑکی کا عقد کردیجئے، اس نے صاف انکار کردیا کہ نہ میں اس مجلس میں رہوں گا اور نہ ہی عقد کی اجازت دوں گا؛ اس لیے کہ مجھے منظور نہیں ہے اور لڑکی کی ماں چوں کہ وہاں سے تقریباً دو میل فاصلے پر رہتی ہے؛ اس لیے وہاں بھی کوئی اجازت لینے نہیں پہونچا، حتیٰ کہ اس کو عقد کی اس دن خبر ہی نہیں ہوئی تھی، لاعلمی کی وجہ سے لوگوں نے سمجھا کہ عقد ہوگیا؛ لیکن تھوڑے دن گزرنے پر جب لڑکی وغیرہ کو معلوم ہوا کہ غیر ولی نے عقد کردیا اور یہ عقد ولی کی عدم رضامندی کے ساتھ ہوگیا تو لوگوں نے آپس میں اس کا تذکرہ کرنا شروع کردیا اور اس کی خبر لڑکی کو بھی ہوگئی۔ لڑکی نے بالغہ ہوتے ہی اس عقد سے سخت انکار کردیا اور شوہر کے گھر جانے سے قطعی رک گئی؛ مگر بوجہ جہالت کے چند لوگوں نے لڑکی کو مجبور کرکے اس کی سسرال بھیج دیا، جس کو لڑکی سے کوئی تعلق نہیں تھا، اس وقت بھی

لڑکا نابالغ تھا، لڑکی کئی دن رہ کر اپنے سابق مکان پہونچی اور کہنے لگی کہ جب میرا نکاح شرعاً درست نہیں ہوا تو میں سسرال نہیں جاسکتی ہوں، تقریباً پانچ چھ سال سے لڑکی بالغہ رہتے ہوئے شوہر کے گھر اسی بنا پر نہیں گئی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسماۃ ڈومنی کا عقد اس لڑکے کے ساتھ جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جب کہ لڑکی مذکورہ (مسماۃ ڈومنی) نابالغہ تھی اور اس کا نکاح اس کے باپ کے ممیرے بھائی نے (جو شرعاً اس لڑکی کا ولی قریب نہیں ہے) بلا اجازت و بلا رضامندی ولی قریب (لڑکی کے چچیرے دادا) کے کر دیا اور نکاح کے بعد بھی ولی قریب نے اس نکاح کو قبول و منظور نہیں کیا؛ بلکہ ناراض ہی رہا تھا تو بلاشبہ یہ نکاح منعقد نہیں ہوا اور ہرگز مسماۃ ڈومنی زید کی بیوی نہیں ہے اور اب بعد بلوغ وہ دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ تمام کتب فقہ میں اس مسئلہ کی تصریح موجود ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۳۵۸/۲/۱۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۸۱/۴۔۲۸۲) ☆

خسر کو ولایت نکاح حاصل نہیں:

سوال: مسماۃ مریم کا خاوند فوت ہوگیا۔ اب اس کا خسر چاہتا ہے کہ مریم کا نکاح اپنے دوسرے بیٹے سے کرلوں؛ مگر مریم کا دادا تمام خویش و اقارب اس نکاح سے ناراض ہیں اور چاہتے ہیں کہ مریم کا نکاح ہم اپنی مرضی کے موافق کریں گے۔ سو دریافت طلب یہ امر ہے کہ مریم کا نکاح طرز مذکور سے درست ہے، یا نہیں؟ اور مریم کا خسر درحالت نابالغی مریم اس پر جبر نکاح کرسکتا ہے؟ نیز درحالت بلوغ کیا حکم ہے۔ مریم کو درحالت بلوغ اپنے نکاح کا اختیار ہے، یا اس کے خسر یا دادا کو؟

---

(۱) (الوالی فی النکاح) ... (العصبة بنفسه) ... (علی ترتیب الإرث والحجب). (الدرالمختار: ۳۱۵/۲)

☆ **چچیرے دادا کی موجودگی میں ممیرے بھائی کا نکاح کر دینا:**

سوال: مسماۃ ڈومنی نابالغہ ہے، اس کے ممیرے بھائی نے اس کا نکاح ایک لڑکے سے کر دیا، جب کہ اس کا چچیرا دادا موجود ہے اور اس سے اس کی اجازت نہیں لی تو اب بتلایا جائے کہ مسماۃ ڈومنی کا نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ ڈومنی اس لڑکے کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی ہے تو اس کا دوسرا نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جب کہ مسماۃ ڈومنی نابالغہ کا نکاح اس کے ممیرے بھائی نے بلا اجازت و رضامندی اس کے چچیرے دادا کے جو مسماۃ کا ولی قریب ہے، (لو زوّج الأبعد حال قیام الأقرب توقّف علی إجازته. (الدرالمختار: ۳۱۵/۲) کر دیا اور نکاح کے بعد بھی ولی قریب نے قبول و منظور نہیں کیا؛ بلکہ ناراض ہی رہا تو بلاشبہ یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔ مسماۃ ڈومنی زید کی بیوی نہیں ہوئی۔ بعد بلوغ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے۔ تمام کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ (الوالی فی النکاح) ... (العصبة بنفسه) ... (علی ترتیب الإرث والحجب) (الدرالمختار: ۳۱۵/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۳۵۷/۳/۱۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۸۵/۴)

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر مریم اب تک نابالغہ ہے تو اس کے نکاح کا اختیار اس کے دادا کو ہے،(۱) بغیر اجازت دادا کے اس کا نکاح صحیح نہیں، جب کہ مریم کا باپ زندہ موجود نہ ہو۔ اگر باپ موجود ہو تو باپ کو اختیار ہے اور اگر مریم بالغہ ہو تو خود اس کی اجازت سے اس کا نکاح جہاں وہ چاہے ہوسکتا ہے،(۲) بہر حال خسر کو مریم کے نکاح کا کوئی اختیار نہیں۔

(الوالی فی النکاح) ...(العصبة بنفسه) ...(علی ترتیب الإرث والحجب.(۳)(کفایۃ المفتی:۵/۵۸)

باپ جیل میں ہو تو دادا کا نکاح کر دینا:

سوال: ہندہ نابالغہ کا باپ جیل میں ہے، اس کا دادا باحیات ہے، ہندہ کے نکاح کا پیغام ایک لڑکے سے آیا ہوا ہے، لڑکا بہت نیک خوش حال اور کفو کا ہے اور دادا نے بغیر باپ کی اجازت کے اس کا نکاح کر دیا تو یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

باپ ولی قریب ہے اور دادا ولی بعید۔ اور باپ کے جیل میں رہتے ہوئے اس کی رائے معلوم کرنا اور اس سے اجازت لینا ممکن ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں باپ کی اجازت کے بغیر دادا نے جو نابالغہ کا نکاح کر دیا تو یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر باپ نکاح کو برقرار رکھے تو نکاح جائز رہے گا اور اگر رد کر دے تو باطل ہو جائے گا۔ اس لیے کہ ولی ابعد کا کیا ہوا نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف رہتا ہے۔

لو تزوّج الأبعد حال قیام الأقرب توقّف علی إجازته. (الدر المختار:۲/۳۱۵)

إختلف فی حد الغیبة فاختار المصنف تبعا للکنز أنها مسافة القصر ونسبه فی الهدایة لبعض المتأخرین والزیلعی لأکثرهم قال وعلیه الفتویٰ اه وقال فی الذخیرة الأصح أنه إذا کان فی موضع لو انتظر حضوره أو استطلاع رأیه فات الکفوء الذی حضر فالغیبة منقطعة وإلیه أشار فی الکتاب اه وفی البحر عن المجتبی والمبسوط أنه الأصح وفی النهایة واختاره أکثر المشائخ وصحّحه ابن الفضل وفی الهدایة أنه أقرب إلی الفقه وفی الفتح أنه الأشبه بالفقه وأنه لاتعارض بین أکثر المتأخرین وأکثر المشایخ أی لأن المراد من المشایخ المتقدمون وفی شرح الملتقی عن الحقائق أنه أصح الأقاویل وعلیه الفتویٰ وعلیه مشٰی فی الاختیار والنقایة ویشیر کلام النهر إلی اختیاره وفی البحر والأحسن الإفتاء بما علیه أکثر المشائخ. (ردالمحتار:۲/۳۱۵) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴/۳۰۹-۳۱۰)

---

(۱) وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة. (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی:۳/٦٤، سعید

(۲) وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها. (الهدایة، باب فی الأولیاء:۲/۳۱۳، شرکة علمیة)

(۳) الدر المختار مختصراً)(الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی:۳/۷٦، سعید

چچیرا دادا، یا اس کی اولاد ولی ہوسکتی ہے، یا نہیں:

سوال: چچیرا دادا، یا اس کی اولاد ولی ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ ان سے اقرب عصبہ نہ ہوتو وہ ولی ہوسکتے ہیں۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۰۴/۸)

ماں کی موجودگی میں دادا کو حقِ ولایت:

سوال: اگر نابالغ لڑکی کی ماں اور دادا دونوں میں موجود ہوں تو ولایت نکاح کا حق کس کو حاصل ہوگا؟

الجواب

حق ولایت دادا کو ہوگا۔

وقایہ میں ہے:

والولی العصبة علی ترتیب الإرث والحجب بشرط حریة و تکلیف وإسلام فی ولد مسلم دون کافر، ثم الأم. (۲) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۷۴/۴-۲۷۵)

دادا کی موجودگی میں ماں کا نکاح کردینا:

سوال: اگر دادا کے موجود ہوتے ہوئے ماں نے نابالغ لڑکی کا نکاح کردیا تو دادا کو فسخ کرنے کا حق ہے، یا نہیں؟

الجواب

حق فسخ حاصل ہے۔

سراج منیر میں ہے:

"**وإذا زوجت الإم بنتها الصغیرة والعصبة رد نکاحها یرد النکاح**، انتهٰی. (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۷۵)

بھائیوں کے ہوتے ہوئے ماں کا نکاح کرنا درست نہیں:

سوال: ایک لڑکی جس کی عمر تیرہ سال کی ہے، اس کے دو بھائی بالغ موجود ہیں، اس کا نکاح بلا رضامندی بھائیوں کے والدہ نے کردیا ہے۔ یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ اور یہ لڑکی مذکورہ بالغہ ہے، یا نابالغہ؟

---

(۱) (الوالی فی النکاح) ...(العصبة بنفسه) ... (علی ترتیب الإرث والحجب)، الخ. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۴۲۷/۲، ظفیر)

(۲) وقایة الروایة علی صدر شرح الوقایة، کتاب النکاح، باب الولی والکفء: ۲۱/۲، مؤسسة الوراق للنشر والتوزیع مملکة الأردن، انیس

الجواب

اس صورت میں والدہ نے جونکاح بدون اجازت بھائیوں کے کیا، وہ بھائیوں کی اجازت پر موقوف ہے، اگر ان میں سے کسی ایک نے بھی اجازت نکاح کی دے دی اور اس نکاح کو جائز رکھا تو صحیح ہوگیا اور اگر دونوں میں سے کسی ایک نے بھی اجازت نہیں دی اور انکار کردیا تو وہ نکاح باطل ہوگی۔ (ھکذا فی کتب الفقه)(۱) تیرہ سال لڑکی میں جب تک علامت بلوغ نہ پائی جائے، نابالغ ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۳۵-۳۶)

بھائی کی رضامندی کے بغیر نابالغہ لڑکی کا نکاح والدہ کردے تو وہ منعقد نہیں ہوتا:

سوال: محمود کی بیوہ کی دو اولادیں: لڑکا باسم بشیر اور لڑکی باسم زہرہ۔ بیوہ محمود نے بلا شرکت خویش و اقارب محمود اپنی دختر یعنی زہرہ کا کہ اس کی عمر اس وقت گیارہ سال کی تھی، زید بالغ کے ہمراہ نکاح کردیا۔ اس کے برادر حقیقی یعنی بشیر کی مرضی نہ تھی، وہ ناراض ہوکر ریاست جے پور چلا گیا اور تاہنوز وہیں ہے۔ لڑکی کا عقد کئے ہوئے عرصہ ساڑھے تین سال کا گزرا اور لڑکی یعنی زہرہ اپنی والدہ کے کئے ہوئے نکاح سے ناخوش ہے اور اس شوہر کے ساتھ بسر کرنا نہیں چاہتی۔ اب سن بلوغ کو پہنچ کر اس نکاح کو جو بحالت نابالغی ہوا تھا، فسخ کرنا چاہتی ہے اور نکاح ثانی کی خواہش رکھتی ہے۔

الجواب

صورت مسئولہ میں چوں کہ زہرہ خود نابالغ تھی؛ اس لیے اس کے نکاح کا اختیار اس کے بھائی بشیر کو تھا، اگر وہ بالغ ہو۔ ماں کا کیا ہوا نکاح اسی وقت صحیح ہوسکتا تھا، جب کہ زہرہ کا بھائی بشیر اجازت دے دیتا؛ لیکن چونکہ وہ اس نکاح سے ناخوش تھا اور اسی ناراضگی کی وجہ سے جے پور چلا گیا، جیسا کہ سوال میں مذکور ہے، لہٰذا یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، زہرہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔

وإن زوج الصغير أبعد الأولياء، فإن كان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولاية توقف نكاح الأبعد على إجازته. (الهندية: ۱/۳۰۳)(۲)

اور بشیر نے بوقت نکاح کے فسخ کردینے کا اختیار حاصل ہوتا؛ لیکن فسخ کے لیے حکم حاکم مجاز کی ضرورت ہے۔

وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ. (الهندية: ۱/۳۰۴) (۳) (کفایۃ المفتی: ۵/۵۷)

اس صورت میں ولی بھائی ہے، لڑکی کی ماں کا شوہر ولی نہیں:

سوال: زید نے اپنی وفات کے وقت اپنی لڑکی ہاجرہ نابالغہ کو ذمہ اپنی اخیافی بہن فاطمہ کے کیا اور ہاجرہ فاطمہ

(۱) فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۲/۴۳۲، ظفير)

(۲) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۱/۲۸۵، ماجدية

کے لڑکے عمر سے منسوب تھی اور وصیت کی زید نے کہ ہاجرہ کا نکاح عمر سے کر دینا، فاطمہ موافق وصیت کے ہاجرہ کو مع اس کی ماں حقیقی زینب اور ہاجرہ کے سوتیلا بھائی بکر کے اپنے یہاں لے آئی؛ لیکن ہاجرہ کی ماں زینب چوں کہ جوان تھی؛ اس لیے فاطمہ نے اس کا نکاح کر دیا اور اپنے شوہر کے ہاں چلی گئی اور زید کی ماں چوں کہ زندہ تھی اور اس نے بعد انتقال والد زید کے ایک شخص نے نکاح کر لیا تھا، وہ اپنے شوہر کے یہاں رہتی تھی، بکر بھی وہیں اپنی دادی کے پاس چلا گیا اور ہاجرہ کی ماں زینب اور اس کا بھائی بکر جب تک فاطمہ کے یہاں رہے، یہی کہتے رہے کہ ہاجرہ کا نکاح عمر سے کر دینا؛ لیکن جب فاطمہ نے نکاح ہاجرہ کا عمر سے کر دیا تو زینب کا شوہر جدید مخالف ہوا اور اس نے زینب و بکر اور بکر کی دادی کو اپنا ہم خیال بنالیا۔ یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب

زینب کے شوہر جدید کو ولایت نکاح ہاجرہ نابالغہ کا حاصل نہیں ہے، لہذا اس کی مخالفت سے تو کچھ نہیں ہوتا، البتہ بکر برادر ہاجرہ ولی ہے، فاطمہ نے جو نکاح ہاجرہ کا عمر سے کیا تو وہ بکر کی اجازت پر موقوف ہے، اگر بکر اجازت دے دے تو صحیح ہوگا، ورنہ باطل ہو جاوے گا اور زید کی وصیت کا دربارہ نکاح بعد وفات زید کے شرعاً کچھ اعتبار نہیں رہا۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۸/۸-۳۹)

بھائی ولی ہے، اس کی اجازت کے بغیر چچا ولی نہیں ہوسکتا:

سوال: زید نے اپنے حقیقی چچا کو اپنی دو ہمشیرگان کے نکاح کی اجازت دی، چچا نے ان کے نکاح کے بعد دوسری دو ہمشیرگان زید کا نکاح بلا اجازت زید کے اپنے لڑکوں سے کر لیا تو ان دونوں کا نکاح درست ہوا کہ نہیں؟

الجواب

نکاح ہر دو ہمشیرہ اخیرہ زید کا زید کی اجازت و رضا پر موقوف ہے، اگر زید ان کے نکاح کو جائز رکھے گا تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر انکار کر دے گا تو وہ باطل ہو جاوے گا۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۰۳/۸-۱۰۴)

نابالغ کا نکاح اگر والد، والدہ زندہ ہونے کے باوجود بڑا بھائی کر دے تو کیا والد رد کر سکتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) ایک نابالغ لڑکی جس کا والد، بھائی، والدہ زندہ ہیں، اس لڑکی کو جو نابالغ ہے، والد کی رضا مندی کے بغیر بھائی نے نکاح کر کے دے سکتا ہے، یا نہیں؟

---

(۱) فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب علی إجازته. (الدر المختار)

فلایکون سکوته إجازة لنکاح الأبعد، وإن کان حاضراً فی مجلس العقد، مالم یرض صریحاً أو دلالةً. (ردالمحتار، باب الولی: ۴۳۲/۲، ظفیر)

(۲)　والد کو نکاح کا علم ہونے پر، والد نکاح رد کرسکتا ہے؟ یا وہ لڑکی کے حدِ بلوغت کا انتظار کرنے کا پابند ہوگا؟

(۳)　کیا وہ نابالغ لڑکی بالغ ہونے پر اپنے نکاح کو رد کرنے کا اعلان کرسکتی ہے؟ اور بھائی، یا ماموں، یا دیگر رشتہ دار کو اپنا ولی تسلیم نہ کرتے ہوئے اپنے والد، والدہ کو اپنے نکاح کو مسترد کرنے سے آگاہ کرنا ہی کافی ہوگا؟

الجواب

اگر لڑکی کا والد زندہ ہو اور موجود ہو تو والد ہی لڑکی کا ولی ہے، اس کی رضا مندی کے بغیر لڑکی کا بھائی اس کا نکاح نہیں کرسکتا، اگر بھائی نے نکاح کر دیا تو والد کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر والد نے اس کو قبول کرلیا تو نکاح صحیح ہوگیا اور اگر اس نے مسترد کردیا تو وہ نکاح ختم ہوگیا۔(۱)

(۱)　رد کرسکتا ہے، جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔

(۲)　اگر والد نے اس کو قبول کرلیا تو بالغ ہونے کے بعد لڑکی کو اختیار نہیں؛ بلکہ یوں سمجھا جائے گا کہ گویا والد نے خود نکاح کیا اور نابالغ بچی کا جو نکاح اس کے باپ نے کیا، اس میں لڑکی کو بلوغ کے بعد اختیار نہیں ہوتا، (۲) اور اگر بھائی کا کیا ہوا نکاح والد نے رد کردیا تھا تو اسی وقت ختم ہوگیا، بالغ ہونے کے بعد لڑکی کو اس کے رد کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔(۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶/۱۲۵-۱۲۶)

صورت مسئولہ میں بھائی کی نامنظوری سے نابالغہ کا نکاح باطل ہوجائے گا:

سوال:　زید نے ایک بیوی سلیمہ ایک لڑکی عقیلہ نابالغہ ایک لڑکا فہیم چھوڑا، سلیمہ نے عقیلہ کا نکاح بلا مشورہ فہیم کے اس کی عدم موجودگی میں اغوا کردیا اور حال یہ ہے کہ وہ مفادہ ومضار سے واقف نہ تھی، اب فہیم کہتا ہے کہ فسخ نکاح میں میں مختار ہوں اور اب سلیمہ بھی مضرات سے فہیم سے متفق ہے۔ کیا فہیم فسخ نکاح کا مختار ہے؟

الجواب

ولی عقیلہ نابالغہ کے نکاح کا اس صورت میں فہیم ہے، (۴) اور اگر فہیم موجود نہ ہو، کہیں دور ہوا اور کوئی عصبہ دوسرا بھی

(۱)　وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة والولی العصبة بترتیب الإرث ... الخ.(البحر الرائق: ۱۲۶/۳، طبع بیروت)
وأما اذا کان أحدهما أقرب من الآخر فلا ولایة للأبعد مع الأقرب الا إذا غاب غیبة منقطة ... الخ.(البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیا والأکفاء: ۱۲۸/۳، طبع دار المعرفة بیروت)

(۲)　فإن زوجها لاأب أو الجد یعنی الصغیر والصغیرة فلاخیار لهما بعد بلوغهما لأنهما کاملا الرأی وافر الشفقة فیلزم العقد بمباشرتها.(الهدایة: ۳۱۷/۲، طبع شرکت علمیة ملتان)

(۳)　الفضولی لو باع الصبی ماله ... أوتزوج ... توقف علیٰ اجازة الولی.(رد المحتار، باب الولی: ۹۷/۳، سعید)

(۴)　(الوالی فی النکاح) لاالمال (العصبة بنفسه)... (بلاتوسط انثی) ...(علی ترتیب الإرث والحجب) فیقدم ابن المجنونة علی أبیها.(الدرالمختار)
ثم یقدم الأب ثم أبوه ثم الأخ الشقیق.(ردالمحتار، باب الولی: ۴۲۷/۲-۴۲۸، ظفیر)

موجود نہ ہو تو ولی نکاح کی ماں ہے، (۱) پس اگر فہیم نے باوجود موجود ہونے اپنے ماں کے کئے ہوئے نکاح کو جائز نہیں رکھا تو وہ نکاح جو کہ فہیم کی رضا پر موقوف تھا، باطل وفسخ ہو گیا اور اگر فہیم دور تھا اور ماں نے اپنی ولایت سے نکاح کیا تو وہ صحیح ہو گیا، اب فہیم اس کو فسخ نہیں کر سکتا۔ (ہکذا فی کتب الفقہ) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۱۳/۸)

ولی قریب کی موجودگی میں ولی بعید کا کیا ہوا نکاح صحیح ہے، جب کہ ولی قریب اہل ولایت نہ ہو:

سوال: صغیرہ کا ولی قریب؛ یعنی اس کا بھائی صغیر الحسن سترہ سال کی عمر والا موجود رہنے کے باوجود اس کا ولی بعید؛ یعنی چچا نے اس کا ہم کفو سے مہر مثلا نکاح کر دیا تو وہ نکاح صحیح ہوتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ______________

هو المصوب: صحیح ہو جاتا ہے؛ لیکن اس صغیرہ کو بلوغ کے بعد نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہوگا، چناں چہ ہدایہ میں لکھا ہے:

بلوغ الغلام بالاحتلام والحبال والإنزال إذا وطئ فإن لم يوجد ذلك فحتى يتم له ثماني عشرة سنة عند ابي حنيفة. (۲)

اور اسی میں ہے:

ويجوز نكاح الصغير والصغيرة إذا زوجهما الولي بكراً كانت الصغيرة أو ثيبا ... وإن زوجهما غير الاب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وان شاء فسخ،انتهٰى. (۳)

اور در مختار میں لکھا ہے:

(وإن كا المزوج غيرهما) أى غيرالأب وأبيه ... (وإن كان من كفء وبمهر المثل صح و) لكن (لهما) ...(خيار الفسخ) ...(بالبلوغ أوالعلم بالنكاح بعده، انتهٰى. (۴)

اور فتاوی عالمگیریہ میں ہے:

وإن زوج الصغير أوالصغيرة أبعد الأولياء، فإن كان الأقرب حاضراً، وهو من أهل الولاية توقف نكاح الأبعد على إجازته وإن لم يكن من أهل الولاية بأن كان صغيراً أو كان كبيراً مجنوناً جاز، انتهى. (۵) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الوہاب کان اللہ لہ۔ الجواب صحیح: محمد عبد الجبار عفی عنہ۔

الجواب ہو الصواب: شیخ آدم عفی عنہ۔ المجیب مصیب: ضیاء الدین محمد کان اللہ لہ۔ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص: ۱۵۳، ۱۵۴)

---

(۱) فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۲۹/۲، ظفير

(۲) الهداية، باب في حد البلوغ: ۲۸۱/۳، دارإحياء التراث العربي بيروت، انيس

(۳) الهداية، باب الأولياء والأكفاء: ۱۹۳/۱، دارإحياء التراث العربي بيروت، انيس

(۴) الدرالمختار، باب الولي: ۶۷/۳-۶۹، دارالفكربيروت، انيس

(۵) الفتاوىٰ الهندية، الباب الرابع في الأولياء في النكاح: ۲۸۵/۱، دارالفكربيروت، انيس

بالغہ اپنا نکاح خود کرسکتی ہے، بھائی کی رضامندی شرط نہیں:

(اخبار الجمعیۃ، مورخہ ۲۶ رنومبر ۱۹۲۵ء)

سوال: زید، بکر خاندانی ہم زلف ہیں۔ زید نے بکر کو اپنی لڑکی کے عقد کا اختیار دے دیا۔ زید کی زوجہ اپنے شوہر کے اقرار پر پابند ہے، لڑکی کی عمر ۱۴ر سال ہے۔ زید کا لڑکا سولہ سال کا ہے، اپنی والدہ کی مرضی کے خلاف ہے۔ آیا لڑکی اور والدہ عقد کی اجازت دیں تو شرعاً یہ عقد جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

چودہ سال کی لڑکی اگر نابالغہ ہے تو اس کے نکاح کی ولایت (باپ کے انتقال کے بعد) اس کے بھائی کو ہے؛(۱) لیکن اگر لڑکی بالغہ ہوگئی ہے، (جو چودہ سال کی عمر میں ممکن ہے) تو خود لڑکی کی رضامندی اور اجازت سے اس کا نکاح ہوسکتا ہے۔(۲) بھائی کی ولایت سے نکاح ہونا ضروری نہیں، نہ صحت نکاح کے لیے بھائی کی رضامندی شرط ہے۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ غفرلہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۹۶/۵)

بھائی کی ناراضگی کے باوجود ماموں کا نکاح کردینا:

سوال: زبیدہ نابالغہ کا نکاح اس کے بڑے بھائی کی موجودگی میں اس کے ماموں نے اپنی ولایت سے کردیا، دراں حالے کہ بھائی ناراض رہا اور اس نے نکاح کی اجازت نہیں دی، اب زبیدہ کے زن وشو کے تعلقات درست نہیں ہے اور فسخ نکاح کی خواہش مند ہے۔ اس صورت حکم شرعی کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

زبیدہ نابالغہ کا ولی قریب بھائی تھا؛ اس لیے جب اس نے نکاح کرنے سے انکار کیا اور نکاح کے بعد بھی ناراضگی کا اظہار کیا تو یہ نکاح نہیں ہوا؛(۳) اس لیے زبیدہ اپنا دوسرا نکاح کرسکتی ہے،(۴) یہ صورت جب ہے کہ سوال صحیح ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۰/۷/۱۳۶۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۸۸/۴)

بھائی کے کیے ہوئے نکاح کو بعد بلوغ رد کرنا:

سوال: خدیجہ نابالغہ کا نکاح اس کے حقیقی بھائی نے اپنی ولایت سے کردیا تھا، خدیجہ نے بالغہ ہوتے ہی اسی مجلس

---

(۱) وأقرب الأولياء إلى المرأة الابن ... ثم الأب ثم الأخ لأب وأم.(الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء في النكاح: ۲۸۳/۱، ماجدية)

(۲) وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها.(الهداية، كتاب النكاح، باب في الولي: ۳۱۳/۲، شركة علمية)

(۳) (الوالي في النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب).(الدرالمختار: ۳۱۵/۲)

(۴) لوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته.(الدرالمختار، باب الولي: ۳۱۵/۲)

میں اس نکاح کو نامنظور کر دیا۔ اس صورت میں اس کا عقد ثانی درست ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں خدیجہ کو خیار بلوغ حاصل تھا؛ لیکن خیار بلوغ کے صحیح استعمال کے بعد قضاء قاضی ضروری ہے؛ اس لیے خدیجہ کو چاہیے کہ وہ قاضی شریعت پھلواری شریف کے پاس اس واقعہ کو لکھ کر درخواست کرے کہ میرے خیار بلوغ کی تصدیق کر دیجئے؛ تاکہ میں دوسرا نکاح کر سکوں، قاضی شریعت کی تصدیق کے بعد دوسرا نکاح جائز و درست ہوگا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳/۱۰/۱۳۶۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۳۰۴-۳۰۵)

ولایتِ نکاح بھائی کو ہے، ماں کو نہیں ہے:

سوال: زید کو پہلی بیوی مرحومہ سے دو بچے ہیں، اس کے بعد زید نے دوسری شادی کی ہندہ سے اس سے بھی زید کے دو لڑکے اور ایک لڑکی خالدہ خاتون ہے، بعد انتقال ہندہ نے بکر سے شادی کر لی، خالدہ خاتون کی شادی نابالغی کی حالت میں چاروں بھائیوں کے علاوہ کسی اپنے آدمی نے با اجازت والدہ خالدہ کی، حالانکہ نکاح میں بھائی موجود نہ تھے اس پر راضی تھے۔ کیا اس صورت میں یہ شادی درست ہو سکتی ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو کیا خالدہ کا نکاح دوسری جگہ کرا سکتے ہیں کہ نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ایسی حالت میں والدہ کو ولایتِ نکاح حاصل نہیں؛ بلکہ بھائی ولی ہے، لہذا والدہ نے جو نکاح کرایا، وہ بھائیوں کی اجازت پر موقوف ہے، اگر بھائیوں نے نکاح کی خبر سن کر اس کو رد (نامنظور) کر دیا تو وہ نکاح کالعدم اور ختم ہو گیا، اب بھائی دوسری جگہ نکاح کر سکتے ہیں۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، ۱۵/۱۰/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۵۷)

ولی اقرب کی اجازت کے بغیر نکاح:

سوال: ایک لڑکی نابالغ کے بڑے بھائی بالغ ہیں، بڑا بھائی مسافتِ منقطعہ پر نہیں تھا؛ بلکہ اس سے دانستن اس معاملہ کو چھپایا گیا اور چھوٹا بھائی گھر پر موجود تھا؛ لیکن اس نے کوئی اجازت نکاح خواں کو نہیں دی اور نہ قاضی صاحب

---

(۱) إن زوّجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ ... ويشترط فيه القضاء. (الهداية: ۲/۳۱۷)

(۲) "فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۸۱، سعيد)

نے چھوٹے بھائی سے طلب کی؛ کیوں کہ ان کو بتلایا گیا ہے کہ لڑکی بالغہ ہے اور اجازت دادی صاحبہ نے دی اور یہ نکاح دادی کی رضامندی سے ہوا۔لڑکی نابالغہ کے ہر دو بالغ بھائی بڑے باپ شریک بھائی ہیں۔نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر لڑکی نابالغہ ہے تو اس کا نکاح صورت مسئولہ میں بھائی کی اجازت پر موقوف ہے، خواہ کوئی بھائی اجازت دے۔لڑکی، یا اس کی دادی کی اجازت سے نکاح لازم نہ ہوگا اور بھائی کا سکوت معتبر نہیں؛ یعنی جب تک صراحۃً، یا دلالۃً رضا متحقق نہ ہو، نکاح لازم نہ ہوگا۔

فی التنویر:"الوالی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسط أنثیٰ علی ترتیب الإرث والحجب".

فی الدر:فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته.

وفی الشامی تحته بعد عبارة:"فلا یکون سکوته إجازته لنکاح الأبعد وإن کان حاضراً فی مجلس العقد مالم یرض صریحاً أودلالةً، تأمل". (۱)

اگر کوئی سا بھائی بھی اجازت سے پہلے اس نکاح کو رد کردے گا تو رد ہو جائے گا۔فقط

محمود، ۳؍جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ۔

الجواب صحیح:عبداللطیف عفا اللہ عنہ، ۳؍جمادی الاولی ۱۳۵۳ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۰۸)

باپ دادا نہ ہونے کی صورت میں لڑکی کا ولی اس کا بھائی ہے، ماں نہیں:

سوال: ایک عورت اپنے ساتھ ایک لڑکی نابالغہ کو اپنے ہمراہ اپنی ہمشیرہ کے یہاں معمولی طور سے لے گئی، وہاں پر چند شخصوں نے مشورہ کر کے ایک شخص کے ساتھ اس لڑکی نابالغہ کا نکاح کر دیا، جس کے ساتھ نکاح ہوا، اس کے عزیز واقارب گواہ وکیل بنے اور ان میں سے جس شخص نے نکاح پڑھایا، وہ لڑکے کا چچا ہے، اجازت کا دینے والا لڑکی کا بھائی ہے، اس لڑکی کی والدہ بھی ہے اور وہ بھی موجود ہے، جس وقت واپس ہوئے، اس وقت معلوم ہوا کہ لڑکی نابالغہ کا نکاح ہوگیا ہے اور میرے ساتھ زیادتی کی ہے۔آیا یہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر نابالغہ کا باپ، یا دادا زندہ نہیں تو اس کا ولی نکاح اس کا حقیقی بھائی ہے۔ماں، یا سوتیلا باپ نہیں، جب کہ حقیقی بھائی کی اجازت سے نکاح ہوا تو نکاح منعقد اور صحیح ہوگیا، البتہ لڑکی کو بعدم بلوغ یہ اختیار ہوگا کہ اپنا نکاح فسخ

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار:۳/۷۶-۸۱،باب الولی،سعید

(۲) "وإن زوج الصغیر أو الصغیرة أبعد الأولیاء ،فإن کان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولایة . توقف نکاح الأبعد علی إجازته".(الفتاویٰ العالمگیریة:۱/۲۸۵،الباب الرابع فی الأولیاء،رشیدیه)

کرادے، بشرطیکہ جس وقت کہ آثار بلوغ ظاہر ہوں، اسی وقت فوراً اپنے نکاح سابق سے انکار کرکے چند گواہ بنالے اور پھر حاکم مسلمان کی عدالت سے حکم فسخ نکاح حاصل کرے۔ (کذا فی الھدایۃ والشامی وغیرہما) (امداد المفتین: ۴۵۴/۲)

بھائی کے کیئے ہوئے نکاح کو بعد بلوغ فسخ کرسکتی ہے؛ مگر قضائے قاضی ضروری ہے:

سوال: نابالغہ کا نکاح اس کے بھائی نے کردیا اور لڑکی صغرسنی سے اس نکاح پر رضامندی نہیں تھی، بعد بالغہ ہونے کے بھی عدم رضامندی ظاہر کی۔ آیا اختیار فسخ نکاح لڑکی کے لیے باقی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

لڑکی کو اس صورت میں بعد بالغہ ہونے کے اختیار فسخ نکاح کا ہے؛ لیکن فسخ کے لیے قضاء قاضی نہ ہو تو نکاح فسخ نہ ہوگا، اس صورت میں شوہر بالغ کی طلاق دینے کے بعد نکاح فسخ ہوسکتا ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۲/۸)

بڑا بھائی چھوٹے بھائی کا ولی ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ دو حقیقی بھائی ہیں، جن کے والد کا انتقال ہوچکا ہے اور اُن کی والدہ نے نکاحِ ثانی کرکے گھر چھوڑ دیا ہے اور بیٹوں سے کوئی تعلق نہیں ہے، بڑے بھائی کی شادی ہوچکی ہے اور ایک بچہ بھی ہے، چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے پاس اُس کی کفالت اور نگرانی میں رہتا ہے؛ کیوں کہ وہ نابالغ ہے، ان بھائیوں کا چچا بھی برابر میں رہتا ہے، اُن کے دادا دادی وغیرہ اور کوئی سرپرست نہیں ہے، بس چھوٹے نابالغ بھائی کا کفیل وسرپرست بڑا بھائی ہی ہے تو استفتا یہ ہے کہ بڑا بھائی چھوٹے بھائی کا ولی ہے، یا نہیں؟ یا پھر کون اس کا ولی ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

صورتِ مسئولہ میں نابالغ بھائی کا اُس کا بڑا بھائی شرعاً ولی ہے۔

يقدم الأب، ثم أبوه، ثم الأخ الشقيق. (شامی ،باب الولی: ۱۹۲/٤، كذا في مجمع الأنهر ، باب الأولياء والأكفاء: ٤٩٧/١، بيروت)

الولي في النكاح لا المال العصبة بنفسه على ترتيب الإرث والحجب أي المراد بالولي هنا الولي في النكاح، سواء كان له ولاية في المال أيضًا كالأب والجدّ والقاضي، أو لا كالأخ لا الولي في المال فقط. (شامی، باب الولی: ۱۹۱/٤، زكريا، ٧٦/٣، كراچی)

فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته، ولو تحولت الولاية إليه لم يجز إلا

---

(۱) (وإن كان المزوج غيرهما)أی غيرالأب وأبيه،الخ،(لهما) ...(خيار الفسخ) ... (بالبلوغ)،الخ، (بشرط القاضی) للفسخ.(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار،باب الولی: ٤١٩/٢،ظفير)

بإجازته بعد التحول. (الدر المختار، باب الولی: ۱۹۹/۴، زکریا، کذا فی المحیط البرهانی، فی معرفة الأولیاء: ۱۵۷/۳، غفاریة کوئٹه، الفتاویٰ الهندیة، الباب الرابع فی الأولیاء: ۲۸۵/۱، زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۲/۱۱/۱۴۱۲ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۳۹/۸)

چچا اور بھائی میں ولی کون:

سوال: ہندہ بعد وفات اپنے والد کے مع والدہ واپنے برادر کلاں حقیقی کے اپنے بڑے بہنوئی مسمیٰ عبدالغفور کے یہاں چلی گئی اور بہنوئی مذکور ان سب لوگوں کے خورش وپوشش کا برابر کفیل رہا۔ بعد گزرنے زمانہ کے ہمشیرۂ ہندہ نے قضا کیا۔ عرصہ چند ماہ کے بعد عبدالغفور مذکور نے پیغام اپنی شادی کا اوپر اوپر بھیجنا شروع کیا۔ یہ بات والدۂ ہندہ کو معلوم ہوئی، تب والدہ ہندہ نے عبدالغفور کو کہا کہ ہماری لڑکی خرد جو تمہاری سالی ہوتی ہے، ونیز تمہارے یہاں پرورش پارہی ہے، بہتر ہے کہ اس کو اپنے نکاح میں لے آ ؤ۔ اس وقت عمر ہندہ تخمیناً چودہ سال تھی اور برادر ہندہ کی عمر پندرہ سال تھی، چناں چہ بخوشی رضا ورغبت والدۂ ہندہ، برادر حقیقی ہندہ نے ہندہ مذکور کا نکاح بوکالت اپنے بہنوئی مذکور کے ساتھ عقد نکاح پڑھادیا، بروقت نکاح بجز والدۂ ہندہ وبرادر ہندہ کے دیگر کوئی رشتہ دار موجود نہ تھے، بعد گزرنے چند سال کے والدۂ ہندہ نے انتقال کیا اور ہندہ ایام نکاح سے اب تک جس کو عرصہ تین سال کا ہوتا ہے بخوشی رضا ورغبت ساتھ اپنے شوہر کے مع اپنے برادر حقیقی کے رہتی چلی آئی ہے اور برابر تقریب میں اپنے رشتہ داروں کے یہاں آنا جانا کرتی رہی، اس وقت کوئی بکھیڑا، یا روک تھام نہ کیا۔ اب عرصہ بیس یوم کا ہوتا ہے کہ اس کا خالو رخصت کرا کر لے گیا اور وہاں سے اس کے رشتہ کا چچا اپنے یہاں لے آیا، جو زمانہ انتقال والد ہندہ سے کبھی پرسان حال وکسی قسم کا خبر گیر ہندہ، خواہ والدۂ ہندہ، یا برادر ہندہ کا نہ ہوا۔ اب اس وقت وہ کہتا ہے کہ تمہارا نکاح نہیں ہوا، ہم رخصتی نہیں کریں گے۔ پس ایسی حالت میں نکاح شرعاً ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

ہندہ کا نکاح جو اس کے بھائی کی ولایت سے عبدالغفور کے ساتھ ہوا ہے، وہ صحیح ہے؛ کیوں کہ اگر نکاح کے وقت ہندہ بالغہ تھی تو اس کا اقرار ہی صحت نکاح کے لیے کافی ہے اور اگر بالغہ نہیں تھی تو جب بلوغ کے بعد ہی اس نے اس نکاح سے نارضامندی ظاہر نہیں کی اور بلوغ کے بعد بھی اپنے شوہر کے ساتھ رہی تو یہ نکاح بالکل صحیح رہا۔(۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

محمد عثمان غنی، ۲۷/ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۷۹/۴-۲۸۰)

بھائی اجازت نہ دے تو نانا، یا ماں کا نکاح کر دینا:

سوال: نابالغہ کا بھائی، نانا اور ماں موجود ہیں، نانا اور ماں یہ دونوں چاہتے ہیں کہ نابالغہ کا نکاح کردیں؛ لیکن بھائی

---

(۱) (وخیار الصغیر والثیب إذا بلغا لایبطل) بالسکوت (بلاصریح) رضا (أو دلالة) علیه (کقبلته ولمس) ودفع مهر (لا) یبطل (بقیامهما عن المجلس) لأن وقته العمر فیبقی حتی یوجد الرضا، ولو ادعت التمکین صدقت، ومفاده أن القول لمدعی الإکراه لو فی حبس الوالی فلیحفظ. (الدر المختار، باب الولی: ۳۱۰/۲-۳۱۱)

اجازت نہیں دے رہا ہے تو کیا ایسی صورت میں نانا، یا ماں نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟ یا پھر نکاح کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نابالغہ مذکورہ کا ولی بالنکاح اس کا بھائی ہی ہے،(۱) نانا اور ماں ولی نہیں ہو سکتے ہیں؛ اس لیے نکاح کی اجازت بھائی ہی سے لینے کی کوشش کرنی چاہیے، اگر بھائی محض ضرر ونقصان پہونچانے کی نیت سے اجازت نہ دے تو ولی عاضل ہے۔ ایسی صورت میں نابالغہ کی ماں، یا نانا قاضی شریعت کے پاس استغاثہ دائر کر کے اور گواہ وشاہد پیش کر کے قاضی شریعت سے اجازت لے کر نکاح کر سکتے ہیں اور اگر بھائی کو یہ عذر ہو کہ وہ لڑکا غیر کفو ہے، یا یہ کہ مہر کم مقرر کیا گیا ہے تو یہ عذر معتبر ہے اور اس صورت میں وہ ولی عاضل نہیں ہے اور قاضی اجازت نہیں دیں گے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۶/۱/۱۳۴۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۹۳/۴)

ولی کا سکوت اجازت ہے، یا نہیں، جب غیر ولی نکاح کر دے:

سوال: ہندہ نابالغہ کا حقیقی بھائی خالد بالغ مکان پر موجود نہ تھا، بوجہ ملازمت ایک روز کی مسافت پر تھا، خالد کی عدم موجودگی میں اس کی حقیقی ماں اور سوتیلے باپ نے ہندہ نابالغہ کا نکاح کر دیا، نکاح کے بعد خالد مکان پر آیا، نکاح کی خبر سن کر خاموش ہو رہا، نکاح کو قریب دو برس ہوئے، اس درمیان میں کئی بار خالد اپنے مکان پر آیا اور پھر گیا؛ مگر ہر بار بجز سکوت کے انکار نہیں کیا، اب تقریباً دو برس کے بعد کہتا ہے کہ ہم راضی نہیں ہیں، ایسی حالت میں ہندہ نابالغہ کا نکاح جائز ہوا، یا بھائی دوسری جگہ نکاح کر سکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

سکوت ولی کا اس صورت میں اجازت نہیں ہے۔

کمافی الدرالمختار: فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته.

وفی الشامی: فلم یجعلوا سکوته إجازة والظاهر أن سکوته هنا کذلک فلا یکون سکوته اجازة لنکاح الأبعد وإن کان حاضراً فی مجلس العقد مالم یرض صریحاً أودلالةً، تأمل.(۳)

پس معلوم ہوا کہ اس صورت میں ماں کا کیا ہوا نکاح نہیں ہوا، بھائی دوسری جگہ نکاح اس کا کر سکتا ہے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۰/۸)

---

(۱) (الوالی فی النکاح)...(العصبة بنفسه)...(علی ترتیب الإرث والحجب). (الدرالمختار: ۳۱۱/۲)

(۲) (ویثبت الأبعد) من أولیاء النسب، شرح وهبانیة ، لکن فی القهستانی عن الغیاثی لولم یزوّج الأقرب زوّج القاضی عند فوت الکفؤ (التزویج بعضل الأقرب أی بامتناعه عن التزوّج إجماعاً). (الدرالمختار)

(قوله بامتناعه عن التزوّج) أی من کفؤ بمهر المثل أما لو امتنع عن غیر الکفء أو لکون المهر أقلّ من مهر المثل فلیس بعاضل. (ردالمحتار: ۳۱۶/۲)

(۳) ردالمحتار، باب الولی: ۴۳۳/۲، ظفیر

ولی اقرب بالغ ہوتو ولی ابعد کو ولایت نہیں:

سوال: زینت نابالغہ کے باپ کا تو انتقال ہو گیا اور ماں باپ شریک بھائی ابھی نابالغ ہے اور باپ شریک بالغ ہے تو باپ شریک بھائی ولی ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۳۴۹، محمد یونس صاحب، متھرا، ۲۷/ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ، مطابق ۱۰/فروری ۱۹۳۷ء)

الجواب

ہاں زینب کا باپ شریک بھائی اس کا ولی ہے اور وہ نابالغہ زینب کا نکاح کر سکتا ہے اور زینب کا حقیقی بھائی بالغ ہوتا تو وہ علاتی بھائی سے مقدم ہوتا۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۵/۷۷)

نکاح صغیرہ کی ولایت میں علاتی بھائی اخیافی بھائی پر مقدم ہے:

سوال: ہندہ نابالغہ کا والد انتقال کر گیا ہے اور ایک اخیافی بھائی ہے اور دو علاتی بھائی ہے، بموجودگی علاتی بھائی کے اخیافی بھائی اور والدنے نکاح عمرو سے مثلاً پڑھایا، یہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟ عمرو اگر طلاق نہ دے گا، ہندہ کو تو بغیر طلاق ہندہ کا نکاح دوسری جگہ علاتی بھائی کر سکتے ہیں، یا نہیں، یا ہندہ بعد البلوغ اپنا نکاح دوسری جگہ کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

صورت مذکورہ میں نابالغہ کا ولی قریب اس کا علاتی بھائی ہے، اخیافی بھائی اور والد ولی بعید ہیں، لہذا حسب قاعدہ فقہیہ اخیافی بھائیوں نے جو نکاح کیا، وہ ولی قریب، یعنی علاتی بھائی پر موقوف رہا، علاتی بھائی کو جب اس نکاح کی خبر لگی، اگر اس وقت اس نے اس نکاح کو جائز رکھا تو نافذ ہو گیا، ورنہ باطل ہو گیا، پھر جائز اور نافذ ہونے کی صورت میں بھی لڑکی کو بعد البلوغ نکاح فسخ کرانے کا اختیار شرعاً رہے گا، بشرطیکہ آثار بلوغ ظاہر ہونے کے ساتھ فوراً ہی اس سے انکار کر دے اور پھر مسلمان حاکم سے فسخ نکاح کا حکم حاصل کرے اور باطل ہونے کی صورت میں علاتی بھائی بلوغ سے پہلے پہلے اختیار رہے گا کہ دوسری جگہ نکاح کر دیں اور پھر بھی بعد البلوغ لڑکی کو اختیار رہے گا۔(امداد المفتین: ۲/۴۵۴)

علاتی بھائی اور چچا کے ہوتے ہوئے ماں کو نابالغہ کے نکاح اختیار نہیں:

سوال: ایک لڑکی جس کی عمر تخمیناً گیارہ سال تھی، اس کے ولی یہ ہیں، والدہ حقیقی اور سوتیلا باپ اور سوتیلے بھائی اور تایا د چچا، لڑکی کی والدہ نے اپنے خاوند کو لڑکی کے نکاح کی اجازت دی۔ یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ اب پانچ سال کے بعد لڑکی دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

---

(۱)　ثم الأخ لأب وأم ثم الأخ لأب وإن سفلوا. (الفتاوىٰ الهندية، النكاح، الباب الرابع: ۲۸۳/۱، ماجدية)

الجواب

بھائی علاتی بالغ اور چچا تائے کے ہوتے ہوئے والدہ کو اختیار نکاح نابالغہ کا نہیں ہے اور نہ سوتیلے باپ کو اختیار ہے؛ کیوں کہ اس صورت میں اول ولی بھائی علاتی تھا، اس کے بعد تایا چچا ولی ہیں۔(۱) لہٰذا وہ نکاح جو والدہ اور سوتیلے باپ نے کیا علاتی بھائی کی اجازت پر موقوف رہا، اگر بھائی نے اجازت دی تو وہ نکاح صحیح ہوا، (۲) ورنہ باطل ہوا، بصورت بطلان نکاح کے لڑکی کو بعد بالغہ ہونے کے اختیار ہے کہ کفو میں اپنا نکاح کرے، یا اس کا ولی اس کا نکاح کفو میں اس کی اجازت سے کردیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۳/۸-۳۴)

ماموں زاد بھائی نکاح کا ولی ہوسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: جب کہ اشخاص مندرجہ ذیل نہ ہوں تو جائز ولی کون ہوگا؟ باپ، دادا، پردادا، سگا بھائی، سوتیلا بھائی، بھتیجا، بھتیجے کا لڑکا پوتا، سگا چچا، سوتیلا چچا، سگے چچا کا لڑکا پوتا، سوتیلے چچا کا لڑکا پوتا، باپ کا چچا، اس کی اولاد اور پھر اس کے پوتے پر پوتے، دادا کا چچا پھر اس کے لڑکے پوتے پر پوتے، ماں، دادی، نانی، نانا، حقیقی بہن، سوتیلی بہن، بھائی بہن ماں شریک، پھوپھی، ماموں، خالہ۔

صرف ماموں کا لڑکا موجود ہے۔ خالدہ کا جائز ولی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ورنہ کون ہوگا؟

الجواب وباللّٰہ التوفیق

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں جب کہ کوئی عصبہ نہیں ہے اور ذوی الارحام میں صرف ممیرا بھائی موجود ہے تو وہی ولی ہوگا، جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان، کتاب النکاح، فصل فی الاولیاء، صفحہ نمبر: ۱۶۳ ار میں مذکور ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۱/۶/۱۳۴۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۹۱/۴)

نابالغہ کی والدہ اور دو علاتی بھائیوں میں ولی ان کا کون ہے:

سوال: ہندہ نابالغہ ہے، اس کے ایک والدہ حقیقی اور دو بھائی علاتی ہیں، والد قضا کو گیا، ان مس سے ولی کون ہے؟

---

(۱) (الوالی فی النکاح) لاالمال (العصبة بنفسه)، الخ، (علی ترتیب الإرث الحجب) فیقدم ابن المجنونة علی أبیها. (الدرالمختار)

ثم یقدم الأب ثم أبوه ثم الأخ الشقیق. (ردالمحتار، باب الولی: ۴۲۷/۲-۴۲۸، ظفیر)

(۲) فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۴۳۲/۲، ظفیر)

(۳) الأقرب عندأبی حنیفة الأم ثم البنت ثم بنت الإبن ثم بنت البنت ثم بنت ابن الابن ثم بنت بنت البنت ثم الأخت لأب وأم ثم الأخت لأب ثم الأخ والأخت لأم ثم أولادهم ثم العمّات والأخوال والخالات وأولادهم علی هذا الترتیب. (الفتاویٰ الخانیة علی هامش الفتاویٰ الهندیة، فصل فی الأولیاء: ۳۵۵/۱)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

صورت مذکورہ میں دونوں علاتی بھائی ولی قریب ایک درجہ کے ہیں اور ان کے بعد والدہ کا درجہ ہے، پس علاتی بھائی دونوں مل کر اگر عقد کر دیں، یا کوئی ایک ان میں سے عقد کر دے تو صحیح و نافذ ہو جائے گا، بشرطیکہ کفو میں اور مہر مثل کے ساتھ کیا جائے۔

الغرض علاتی بھائیوں کو حق ولایت میں ترجیح ہے۔ (کذا فی الشامی والبدائع) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۲/۴۵۰)

بہنوئی اور باپ شریک بھائی دونوں میں سے ولایت کا حق کس کو ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شریف احمد پسر امام الدین متوفی سنی المذہب کے لڑکے مسمی مطلوب الحسن ولایت میں متوفی کے برادر علاتی مسمیٰ عبد الغنی اور متوفی کے بہنوئی مسمیٰ محمد قاسم پسر شیر علی کے درمیان جھگڑا ہے کہ دونوں میں حنفی مذہب کے اعتبار سے کون شخص ولایت کا مستحق ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

متوفی کے بہنوئی کو ولایت نہیں، علاتی بھائی ولی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

اگر سوال ولایتِ نکاح سے ہے تو ولایت علاتی چچا کو ہے اور اگر مال کی ولایت کا سوال ہے تو اس میں اگر متوفی نے کسی کو وصیت کی ہے تو اس کو ولایت حاصل ہے اور اگر وصیت نہیں کی تو پھر حاکم کو اختیار ہے کہ وہ خود انتظام کرے، یا دیانت دار شخص کو منتظم کر دے۔

كذا في الدر المختار: "(الوالي في النكاح) لاالمال (العصبة بنفسه) وهو من يتصل بالميت حتى المعتقة ... (على ترتيب الإرث)". (الدر المختار)

"(قوله : لا المال)فإنه الولي فيه الأب ووصية والجد ووصيه والقاضي ونائبه فقط ح". (۱)

سعید احمد غفرلہ، دار الافتاء: مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۶۳)

سوتیلے بھائی جب خیر خواہ نہ ہوں تو ان کی ولایت صحیح ہے، یا نہیں:

سوال: زید فوت ہو گیا اور پسماندگان میں اس کی زوجہ اور ایک دختر دو لڑکے موجود ہیں، چوں کہ یہ تینوں بچے نابالغ ہیں، دونوں لڑکے لڑکی سے بھی چھوٹے ہیں اور لڑکی کے نکاح کا معاملہ درپیش ہے۔ زید کی اولاد بطن زوجہ اول سے جو سوتیلے بھائی ہیں اور ہندہ زوجہ ثانی متوفی سے باہم عداوت اور جائیداد نقدی اور ولایت نابالغان پر عرصہ دراز سے مقدمہ بازی ہے۔ ہندہ بھی مقابلہ ولایت ذات و جائداد کی بابت عدالت مجاز میں دعویدار ہے اور سر دست مسئلہ

(۱) ردالمحتار: ۳/۷٦، باب الولي، سعید

نکاح دختر زیرتصفیہ ہے، لہٰذا سوال یہ ہے کہ ولی ذات ومجاز اجازت کون ہے اور شرعاً کس کو منصب ہے۔ ہندہ کا باپ بھی جوان بچوں کا حقیقی نانا ہے، زندہ ہے۔ پس سوتیلے بھائیوں کو حق ہے، یا بچوں کی والدہ، یا نانا کس کی اجازت احق ومقدم وجائز ہوگی؟ (المستفتی: رکن الدین دہلوی ریاست جے پور وبھرت پور)

الجواب

ان نابالغ بچوں کے نکاح کی ولایت ان کے سوتیلے علاتی بھائیوں کو حاصل ہے۔(۱) ان کے سامنے ماں اور نانا ولی نہیں ہیں؛(۲) لیکن اگر علاتی بھائیوں کی مخالفانہ کاروائیں اواضح ہوں اور وہ بچوں کی خیرخواہی کے خلاف نکاح کرنا چاہیں تو قاضی بعد تحقیقات ان کو نکاح کرنے سے روک سکتا ہے۔(۳) یہاں تک کہ لڑکی بالغ ہوجائے اور وہ اپنی مرضی اور اپنے اذن سے نکاح کرلے۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی (کفایۃ المفتی: ۹۲/۵)

چچا کو حقِ ولایت:

سوال: چند یتیم بچے ہیں اور ان کے دو ین حقیقی چچا ہیں تو ان پر حقِ ولایت حاصل ہے، یا نہیں؟ اور جو بچے نابالغ ہیں، ان کو بہن پر ولایت حاصل ہے، یا نہیں؟ اگر چچا شادی کردے تو لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہے، یا نہیں؟ یا نکاح چچا کا کیا ہوا لازم ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں چچا کو ولایت نکاح حاصل ہوگی،(۵) چچا اگر نیک نیت نہیں ہیں تو خیار بلوغ لڑکی کو حاصل ہوگا،(۶)

---

(۱) أقرب الأولیاء إلی المرأة الإبن ... ثم الأخ لأب وأم ثم الأخ لأب.(الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع: ۲۸۳/۱،ماجدیة)

(۲) فإن لم یکن العصبة الولایة للأم.(الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۷۸/۳، سعید)

(۳) کیوں کہ سوء اختیار کی وجہ سے ان کو حق ولایت نہیں رہے گا۔ وفی الرد: حتی لو عرف من الأب سوء الاختیار لسفهه أو لطعمه لا یجوز عقده إجماعًا.(رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۶۶/۳، سعید)

(۴) وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وإن لم یعقد علیها ولی.(الهدایة، کتاب النکاح، باب فی الأولیاء: ۳۱۳/۲، شرکة علمیة)

(۵) "(الوالی فی النکاح) لا المال (العصبة بنفسه) وهو من یتصل بالمیت حتی المعتقة ... (علی ترتیب الإرث)". (الدرالمختار) "(قوله: لا المال) فإنه الولی فیه الأب ووصیه، والجد ووصیه، والقاضی ونائبه فقط، الخ". (ردالمحتار: ۸۶/۳،باب الولی، سعید)

(۶) "(وإن کان المزوج غیرهما) أی غیر الأب وأبیه ولو الأم أو القاضی أو وکیل الأب (إن کان من کفء وبمهر المثل صح و)لکن (لهما) أی لصغیر وصغیرة وملحق بهما (خیار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ أو العلم بالنکاح بعده) لقصور الشفقة". (الدرالمختار: ۶۹/۳،باب الولی،سعید)

اورآثارِ بلوغ ظاہر ہوتے ہی فوراً دو گواہوں کے سامنے اس نکاح کو نامنظور کردے تو پھر عدالتِ مسلمہ، یا شرعی کمیٹی کے ذریعہ فسخ نکاح کرانے کا حق حاصل ہوگا۔ نابالغ بھائی کی ولایت نہیں، (۱) اگر وہ بعد میں بالغ ہوتو اس کے حق میں چچا کا کیا ہوا نکاح فضولی نہیں ہوگا، اس کو فسخ کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۴۸۳)

چچا کی موجودگی میں ماموں کو ولایت نکاح نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک لڑکی نابالغہ ہے، جس کا نکاح چند سال ہوئے ہو چکا تھا، اتفاقاً اس کے خاوند کا انتقال ہو گیا تھا، جس کو بھی عرصہ گزر چکا اور یہ نکاح اس لڑکی کے نانیہال میں ہوا تھا اور اس کے والد نے نکاح کی اجازت خود دی تھی، بیوہ ہونے پر وہ لڑکی اپنے نانیہال ہی چلی گئی اور اب تک نانیہال میں ہی رہتی ہے؛ کیوں کہ اس کے والد والدہ کا انتقال ہو چکا تھا؛ لیکن اس کا حقیقی چچا موجود ہے اور صرف وہ ہی ولی ہے، اس کے سوا کوئی ولی نہیں ہے۔ اب اس کے نانیہال نے بغیر اجازت ولی کے (واقف ہوتے ہوئے اور آگاہ بھی کر دیا تھا، جان کر کے) اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ اپنی اجازت سے اس کے ماموں نے کر دیا ہے اور ولی اس نکاح پر رضامند نہیں ہے اور نہ ولی سے کچھ مشورہ ہوا ہے تو وہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟ اور جو لوگ اس مجلس نکاح میں شامل ہوئے، ان کے اوپر کوئی شرعی حکم نہیں لگتا؟ اور اگر لگتا ہے تو کیا شرعی قید لگائی جاوے؟ کیوں کہ اس مجلس والوں کو معلوم تھا کہ اس کا اصل ولی زندہ اور قریب ہی کے گاؤں میں موجود ہے، جان بوجھ کر ایسا عمل کیا گیا ہے۔ جواب جلد مرحمت فرمادیں؛ تاکہ اس کا تدارک کیا جاوے۔ فقط

(حدادب: فقیر الدین نور محمد، از سہنس پور، ڈاک خانہ خاص ضلع دہرہ دون، ۸/جنوری/۱۳۳۹ھ)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر وہ لڑکی نابالغہ ہے تو اس کا ولی اس کا چچا ہے، ماموں کو چچا کی موجودگی میں نکاح کی ولایت حاصل نہیں، (۲) اس لیے اگر چچا نے اس نکاح کی اجازت نہیں دی تو وہ نکاح نہیں ہوا، (۳) جن لوگوں نے بلا اجازت نکاح کیا ہے اور اس میں شریک ہوئے، ان کو لازم ہے کہ وہ توبہ کریں اور اس کے چچا کے کہنے کے موافق نکاح کریں، یا اس کے بالغ ہونے کا انتظار کریں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، عبد اللطیف۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۴۸۵)

---

(۱) "اعلم أن الولي من كان أهلاً للميراث، وهو عاقل بالغ، لا يثبت للصبي والمجنون ولاية". (حاشية الشبلي على التبيين: ۲/۴۹۳، باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "(الوالي في النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (بلا توسط أنثٰى) ... (على ترتيب الإرث والحجب)". (الدر المختار، باب الولي: ۳/۷۶، سعيد)

(۳) "فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته ولو تحولت الولاية إليه لم يجز إلا بإجازته بعد التحول". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۸۱، سعيد)

دادا بڑھاپے کی وجہ سے ذی رائے نہیں رہا تو چچا ولی ہوسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: ایک لڑکی جس کی عمر دس سال کی ہے، اس کا باپ انتقال کر گیا ہے دادا موجود ہے اور چچا حقیقی موجود ہے اور دادا کی یہ حالت ہے، جیسا کہ کوئی دیوانہ ہوتا ہے اور اپنے اولاد کے نفع ونقصان کو نہیں سمجھتا، اب لڑکی کا حقیقی چچا یہ چاہتا ہے کہ میں اپنی ولایت سے لڑکی کا عقد کر دوں تو شرعاً یہ نکاح جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں دادا کی ولایت ساقط ہے، چچا کی ولایت سے نکاح نابالغہ کا صحیح ہے۔

درمختار، باب الولی میں ہے:

(هو) ... (البالغ العاقل الوارث) ولو فاسقا على المذهب مالم يكن متهتكا. (۱)

وفيه: (ولزم النكاح ولو بغبن فاحش) ... (أو) زوجها (بغير كفء إن كان الولي) المزوج بنفسه بغبن (أباً أو جداً) ... (مالم يعرف منهما سوء الاختيار) ... (وإن عرف لا) يصح النكاح. (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۸/۸-۱۳۹)

نابالغہ کا نکاح چچا نے کر دیا:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح والد حقیقی ناراضگی میں حقیقی چچا نے کر دیا اور لڑکی بھی نابالغی میں خاوند کے یہاں چلی گئی، جب لڑکی بلوغت کو پہنچی تو اپنے خاوند کی شکایت کرنے لگی کہ میرا خاوند چور ہے، چناں چہ چند مرتبہ لڑکی کا خاوند چوری کر کے قید ہو چکا ہے، اب بھی جیل خانہ میں مقید ہے اور مشہور چور ہے۔ آیا یہ نکاح فسخ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

چچا نے جو نکاح نابالغہ کیا تھا، یہ باپ کی اجازت پر موقوف تھا اور جب باپ نے اجازت نہیں دی تو یہ نکاح باطل ہوگیا، لہٰذا اول ہی سے یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، لڑکی کو اس شخص سے فوراً علاحدہ ہوجانا چاہیے اور وہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ (امداد المفتین: ۴۵۲/۲)

باپ مجنون تھا، چچا نے بھتیجی کا نکاح کر دیا تو:

سوال: ایک صغیرہ لڑکی کا نکاح اس کے چچا نے زید سے کر دیا اور اس لڑکی کا باپ یا مادر مجنون ہے، کچھ دنوں کے بعد اس کے باپ، یا مادر کو جنون سے آرام ہوگیا اور وہ اس نکاح سے ناخوش ہے تو اب دوبارہ اس کا نکاح کسی اور سے، اس کا باپ، یا مادر کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

---

(۱) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۰۶/۲، ظفير

(۲) الدرالمختار، باب الولي: ۴۱۷/۲، ظفير

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

نکاح اس کا درست ہوگیا، باپ، یا ما[ں] کو بعد افاقہ مجازِ مداخلت نہیں؛ مگر لڑکی بعد بلوغ کے فسخ کرسکتی ہے، بشرائط فسخ۔ واللہ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (بدست خاص، ص:۲) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص:۲۴۷)

دو چچا ایک لڑکی کا نکاح مختلف جگہ کردیں تو نکاح کا حکم:

سوال: ایک لڑکی کے والد کا انتقال ہوچکا ہے، اس کے دو چچا زندہ ہیں، ایک چچا نے اس لڑکی کا نکاح اپنے پوتے سے کردیا، یہ لڑکی نابالغہ ہے؛ لیکن دوسرے چچا نے اپنے بیٹے سے اس لڑکی کا نکاح کردیا۔ اب ان میں سے کون سا نکاح درست ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

جب ایک چچا نابالغہ کا نکاح اپنے پوتے سے کردے تو یہ نکاح درست ہوگیا۔ اب دوسرا چچا اس لڑکی کا نکاح اپنے بیٹے وغیرہ سے نہیں کرسکتا؛ کیوں کہ جب پہلے والا نکاح نافذ ہوگیا تو دوسرا نکاح باطل ہے۔ فقہاء کرام کی تصریحات موجود ہیں کہ جب برابر کے اولیا میں سے کسی ایک نے نابالغہ کا نکاح کسی لڑکے سے کردیا تو دوسرے کا اختیار ختم ہوجاتا ہے، وہ دوسرا راضی ہو، یا نہ ہو، البتہ صورت مسؤلہ میں لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد خیار بلوغ ملے گا۔

لمافی البحر الرائق(۱۱۹/۳): إذا اجتمع فی الصغیر والصغیرة ولیان فی الدرجة علی السواء فزوج أحدهما جاز أجاز الأول أوفسخ بخلاف الجاریة إذا كانت بین اثنین فزوجها أحدهما لا یجوز إلا بإجازة الآخر.

وفی الدرالمختار (۵۷/۳):(و) بناء (علی الأول) وهو ظاهر الروایة (فرضا البعض) من الأولیاء قبل العقد أوبعده (كالكل) لثبوته لكل كملا كولایة أمان وقود وسنحققه فی الوقف (لو استووا فی الدرجة وإلا فللأقرب).

وفی الرد تحته: قوله (لثبوته لكل كملا) لأنه حق واحد لا یتجزأ لأنه ثبت بسبب لا یتجزأ.

وفی الشامیة(۵۹/۳): قوله (فلو تعدد المزوج الخ) عبارة البحر ولو زوجها ولیان متساویان كل واحد منهما من رجل فأجازتهما معا بطلا لعدم الأولویة وإن سكتت بقیا موقوفین حتٰی تجیز أحدهما بالقول أوبالفعل وهو ظاهر الجواب، كما فی البدائع، آه. (نجم الفتاویٰ:۴۴/۵)

چچا کے نکاح کے بعد ماں نے نکاح کردیا تو کون سا نکاح ہوا:

سوال: شیخ ولایت مرگئے، ایک بالغہ لڑکی کی شادی وہ خود کرگئے تھے، دوسری نابالغہ چھوڑ گئے اور بیوی اور

دو بھائی بھی چھوڑ گئے، ان دونوں بھائیوں نے بحیثیت ولی نابالغہ کا نکاح بڑے بھائی کے لڑکے سے کر دیا۔ کچھ دن بعد چچاؤں سے پوشیدہ طور پر ماں نے نابالغہ مذکورہ کا نکاح دوسرے مرد سے کر دیا، کون جائز اور کون ناجائز ہوا؟ عقد اول قائم رکھا جائے، یا ثانی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر واقعہ مذکورہ فی السوال سچ ہے تو پہلا نکاح جو ولی (چچا) نے کر دیا ہے، وہ جائز و درست ہے اور اس کے بعد دوسرا نکاح جو ماں نے اپنی اجازت سے کر دیا ہے، وہ ناجائز اور باطل ہے؛ اس لیے پہلا نکاح قائم ہے اور دوسرے کو ساقط سمجھنا چاہیے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۹/۱۲/۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۷۰/۴-۲۷۱)

پندرہ سالہ لڑکی بالغہ ہے نابالغہ کا ولی چچا ہے:

سوال: کریم جس نے اپنی نواسی شکورن کا کہ جس کی عمر اس وقت قریب پندرہ سال کی ہے، نکاح شیخ محمد سے کر دیا، اس کی ماں اور چچا کہتے ہیں کہ شکورن کی عمر گیارہ سال کی ہے۔ آیا نانا کو حق نکاح کرنے کا بغیر رضا چچا و ماں ہے کہ نہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

لڑکی جب تک پوری پندرہ برس کی ہو کر سولھواں سال شروع نہ ہو جاوے، اس وقت تک شرعاً اس کے بالغہ ہونے کا نکاح کا ولی بصورت موجود ہونے چچا حقیقی کے نانا نہیں ہے۔

پس نانا نے جو نکاح شکورن نابالغہ کا بلا اجازت چچا کے کیا، وہ موقوف ہے چچا کی اجازت پر، اگر چچا اس کو جائز رکھے، صحیح ہوگا، ورنہ باطل ہو جاوے گا۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۴/۸)

چچا کے رہتے ہوئے ماں کی ولایت نہیں:

سوال: ہندہ بیوہ ہوگئی، اس کی دو لڑکیاں نابالغ ہیں، ہندہ نے دوسرا نکاح کیا اور اب شوہر ثانی لڑکیوں کا عقد کر دیویں تو کوئی حرج و گناہ تو نہیں ہے اور ہندہ کے شوہر متوفی کے ذمہ جو قرضہ تھا، اس کا دیندار کون ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس صورت میں ولی نابالغوں کے نکاح کا ان کا چچا ہے، بموجودگی چچا کے ماں کو ولایت نکاح کی نہیں پہونچتی اور

---

(۱) الفتاویٰ الخانیة علی هامش الفتاویٰ الهندیة: ۱۶۳/۱

(۲) (الوالی فی النکاح) ...(العصبة بنفسه) ... (علی ترتیب الإرث والحجب) فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته. (الدر المختار، باب الولی: ۴۲۷/۲-۴۳۲، ظفیر)

شوہر ثانی کسی حال میں ولی نہیں ہے۔شرعی مسئلہ یہی ہے،(۱)اور قرضہ متوفی کا کسی کے ذمہ نہیں ہوتا،اگر بہت کچھ ترکہ چھوڑے تو اس میں سے ادا کیا جاوے اور اگر نہ چھوڑے تو وارثوں کے ذمہ ادا کرنا قرض کا لازم نہیں ہے،اگر تبرعاً کوئی ادا کر دے تو اس کو اختیار ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۴/۸۔۳۵)

لالچی چچا نابالغہ کا نکاح کرادے تو اس نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر ولی باپ،دادا کے علاوہ چچا ہو اور اس نے نابالغہ بچی کا نکاح طمع ولالچ میں کہیں کر دیا اور اس کا طمع ولالچ یقینی ہو،اس کے اعمال سابقہ سے اس کا تجربہ بھی ہو چکا ہو تو یہ عقد نکاح ہوگا،یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر کسی نابالغ بچہ وبچی کا نکاح باپ دادا کے سوا دوسرا ولی مثلاً چچا وغیرہ کرائے تو اگر ولی نے غیر کفو میں نکاح کیا ہے تو وہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا اور اگر کفو (مال اور پیشے وغیرہ کے اعتبار سے برابر میں) کرائے تو بلوغت کے بعد نابالغ کو اختیار ہے،چاہے نکاح کو باقی رکھے،یا فسخ کرے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ بچی کا نکاح اگر غیر کفو میں ہوا ہے تو یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا اور اگر کفو میں ہوا ہے تو بعد از بلوغت اس کو اختیار ہے،چاہے نکاح کو برقرار رکھے،یا عدالت کے ذریعہ اپنے نکاح کو ختم کرائے۔

لما فی الهندية (۲۸۵/۱):فإن زوجهما الأب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ وهٰذا عند أبى حنيفة ومحمد رحمهما اللّٰه تعالٰى ويشترط فيه القضاء بخلاف خيار العتق،كذا فى الهداية.

وفى الدرالمختار (۶۷/۳،باب الولى):(وإن كان المزوج غيرهما) أى غير الأب وأبيه ولو الأم أوالقاضى ... (لا يصح) النكاح (من غير كفء أوبغبن فاحش) أصلا...(وإن كان من كفء وبمهر المثل صح و) لٰكن (لهما) أى لصغير وصغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ أوالعلم بالنكاح بعده) لقصور الشفقة...(بشرط القضاء) للفسخ.

وفى الشامية (۶۸/۳):نعم رأيت فى البدائع مثل ما فى الكنز حيث قال وأما إنكاح الأب والجد الصغير والصغيرة فالكفاءة فيه ليست بشرط... بخلاف إنكاح الأخ والعم من غير كفء فإنه لا يجوز بالإجماع لأنه ضرر محض،اھ. (نجم الفتاویٰ:۶۶/۵۔۶۷)

---

(۱) وأقرب الأولياء إلى المرأة الإبن ثم ابن الابن وإن سفل ثم الأب ثم الجد أبوالأب وإن علا،كذا فى المحيط، ... ثم الأخ لأب وأم، ثم الأخ لأب، ثم ابن الأخ لأب وأم، ثم ابن الأخ لأب وإن سفلوا، ثم العم لأب وأم، ثم العم لأب، ثم ابن العم لأب وأم،الخ.(عالمگیری کشوری، كتاب النكاح،الباب الرابع فى الأولياء فى النكاح:۲۹۱/۲،ظفير)

لڑکی کا نکاح ماں نے کیا، چچانے رد کر دیا، پھر اجازت دی تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک عورت بیوہ نے اپنی دختر کا نکاح اپنی ولایت سے کر دیا؛ لیکن لڑکی کے چچا زندہ ہیں، وہ اس وقت موجود نہ تھے، جب چچا کو خبر ہوئی تو انہوں نے شور وشر کے بعد بعوض کسی لالچ کے راضی ہو کر اسٹامپ پر تحریر کر دیا کہ ہم نے برضا ورغبت خود اسی نکاح کو منظور کیا۔ شرعاً یہ نکاح معتبر ہے، یا غیر معتبر؟

الجواب

اس صورت میں ولی شرعی نابالغہ کے نکاح کا چچا تھا، والدہ ولی نہ تھی؛ لیکن اگر چچا اتنا دور تھا کہ اس سے رائے ومشورہ لینا دشوار تھا اور اس کے انتظار میں فوات کفو کا اندیشہ تھا اور عند البعض تین دن کے سفر پر تو والدہ ولی ہوگئی تھی اور اس کا نکاح کیا ہوا صحیح ہوگیا اور بصورت دوری مذکور نہ ہونے کے والدہ کا کیا ہوا نکاح چچا کی اجازت ورضا پر موقوف تھا، (۱) جب اول خبر نکاح کی سن کر چچانے انکار کر دیا تو وہ نکاح باطل ہوگیا، بعد کی رضامندی اور اجازت معتبر نہیں ہے، پس وہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶۳/۸-۶۴)

ولی کے موجود رہتے ہوئے مراہقہ کی اجازت سے نکاح:

سوال: ذکیہ جس کی عمر تیرہ برس دس ماہ دس روز کی ہے اور سینہ نمودار اور موئے بغل بھی ہو چکا ہے۔ صرف سلسلۂ ایام ابھی شروع نہیں ہوا ہے۔ والد اس کا چھ برس کا چھوڑ کر قضا کیا اور جب اس کی عمر نو برس تھی تو والدہ کا انتقال ہوگیا، چچا اس کا جو ولی تھا، اس کے والدین کی ممات کے بعد کوئی حقوق ولایت وکفالت تا ایں دم ادا نہیں کیا اور کبھی پرسان حال بھی نہ ہوا کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے؛ بلکہ بعد ممات اس کے والدین ذکیہ اپنے رشتہ داروں کے یہاں پرورش پاتی رہی اور ذکیہ کے والد کی جو جائداد متروکہ پدری ہے، اس کے محاصل کو بھی اس کا چچا غصباً کھاتا رہا اور ایک حبہ بھی کبھی ذکیہ، یا اس کی بہن وغیرہ کو نہ دیا۔ ذکیہ کے دو بھائی، ایک بہن بھی ہیں، جن میں سے ایک کی عمر دس اور دوسرے کی بارہ برس ہے، دونوں نابالغ ہیں اور ہمشیرہ کی شادی ہو چکی ہے۔ ان دنوں اس کا بہنوئی کفالت اس کی کرتا ہے اور بہنوئی کی خواہش ہوئی کہ اپنے بھائی سے اس کا عقد کر دے اور اس بات پر ذکیہ اور اس کی بڑی ہمشیرہ بھی

---

(۱) (الوالي في النكاح) … (العصبة بنفسه) … (على ترتيب الإرث والحجب)… (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم) … (وللولي الأبعد التزويج بغيبة الأقرب) فلوزوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته … (مسافة القصر) واختار في الملتقى مالم ينتظر الكفء الخاطب جوابه،الخ. (الدرالمختار، باب الولي: ۴۳۲/۲-۴۳۳،ظفير)

(۲) جیسا کہ اس مسئلہ میں ہے۔

ولو استأذنها في معين فردت ثم زوجها منه فسكتت صح في الأصح بخلاف ما لوبلغها فردت ثم قالت: رضيت، لم يجز لبطلانه بالرد. (الدرالمختار على هامش ردلمحتار باب الولي: ۴۱۲/۲،ظفير)

راضی ہوگئی، چناں چہ چچا کی اجازت کے بغیراس کی اجازت سے اس کا نکاح کر دیا گیا اور بعض لڑکیاں جو ذکیہ سے عمر میں کم ہیں، حائضہ بھی ہو چکی ہیں، البتہ ذکیہ بوجہ تکالیف اور عسرت سے زندگی بسر کرنے کے ابھی حائضہ نہیں ہوئی ہے؛ لیکن علامات بلوغ مثلاً ظہور سینہ وغیرہ مندرجہ صدر موجود ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ صورت مسئولہ میں ذکیہ بالغہ ہے، یا نہیں؟ اوراس کی اجازت اس کے عقد کے لیے کافی ہے، یا نہیں؟

مسائل ہٰذا کے استفتا کے ساتھ ایک خط ہے، جس میں لکھا ہے کہ ذکیہ کو وقت جماع شب اول اخراج ہوا، اب تو وہ بالغہ ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ذکیہ کا ولی قریب چچا ہے، بغیراس کی اجازت کے نکاح نہیں ہوسکتا ہے،(۱) اور جو کچھ اپنے بلوغ کے ثبوت میں لکھا ہے، وہ کافی نہیں ہے؛ اس لیے لڑکی کی اجازت سے جن لوگوں نے اس کا نکاح کر دیا ہے، وہ سخت گنہ گار ہیں، ان لوگوں کو لازم تھا کہ معتبر علما سے مسئلہ دریافت کر کے نکاح کرتے۔ استفتا کے ساتھ جو خط آپ نے بھیجا ہے، اس کو دیکھ کر سخت افسوس ہوا۔ مسلمانوں کی جہالت اس درجہ تک پہونچ گئی ہے کہ نہ مسئلہ جانتے ہیں، نہ پوچھتے ہیں، نہ خدا سے ڈرتے ہیں۔ (إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون) آپ نے لکھا ہے کہ ''شب اول وقت جماع اخراج ہوا''، یہ اخراج آپ نے بلوغ کا ثبوت سمجھا ہے۔ اوّلاً اگر یہ قبل نکاح ہوتا تو البتہ شبہ بلوغ کا ہوتا اوراس سے اجازت لے کر نکاح کرنا آپ لوگ جائز سمجھتے؛ مگر جب بعد نکاح ہوا تو بہرصورت نکاح باطل ہوا۔ دوسرے اس خون کو خون حیض سمجھنا ہی غلط ہے۔ ایسا نکاح کرانے والے اور خلوت صحیحہ کرا دینے والے سخت گنہ گار ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ وگریہ وزاری کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد قمرالدین پھلواروی، ۱۳/۶/۱۳۴۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۶۰/۴-۲۶۱)

چچا نے بھتیجی کا نکاح کیا؛ مگر بائیس سال کی عمر میں لڑکی نے دوسری شادی کر لی، کیا حکم ہے:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کے چچا اور ماموں اور والدہ نے پڑھا دیا، ان کے سوا اور کوئی ولی نہ تھا، بائیس سال کی عمر کے بعد لڑکی نے نکاح سے انکار کیا کہ میرا نکاح نہیں ہوا اور سرکار میں دعویٰ کر کے دوسرا نکاح پڑھا لیا اور خاوند کے گھر چلی گئی، بعد اتنی مدت کے دعویٰ لڑکی کا صحیح رہا، یا نہیں؟ اور دوسرے نکاح میں جو لوگ باوجود علم کے شامل تھے، ان کے نکاح باقی رہے، یا ٹوٹ گئے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

جب کہ اور کوئی اقرب نابالغہ کا مثل باپ دادا اور بھائی کے موجود نہ تھا تو چچا ولی تھا، جو نکاح اس نے کیا، وہ صحیح

(۱) (الوالی فی النکاح) لاالمال (العصبة بنفسه)... (علی ترتیب الإرث والحجب). (الدرالمختار: ۳۱۱/۲)

ہوگیا،(۱) بائیس سال کی عمر میں لڑکی کا انکار اس نکاح سے معتبر نہیں ہے اور دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا، جو لوگ باوجود نکاح اول کے علم کے دوسرے نکاح میں شامل وشریک وساعی ہوئے، وہ گنہگار ہوئے، توبہ کریں؛ مگر ان کے نکاح نہیں ٹوٹے؛ کیوں کہ نکاح مرتد کافر ہونے سے ٹوٹتا ہے اور وہ کافر ومرتد نہیں ہوئے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸۳/۸)

ولی ابعد نے نکاح کردیا، ولی اقرب نے انکار کردیا، پھر کچھ دنوں بعد اجازت دے دی، کیا حکم ہے:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ نکاح اس کی ماں اور حقیقی دادا کے بھائی نے لڑکی کے چچا حقیقی کی پوشیدگی میں جو شہر ہی میں تھا اور اس نکاح سے لاعلم تھا، کردیا، بعد کو جب لڑکی کے چچا کو نکاح کا حال معلوم ہوا تو اس نے نامنظوری کا اظہار کیا؛ لیکن کچھ دنوں کے بعد راضی ہوگیا تو یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہ؟

الجواب

اس صورت میں جب کہ باپ دادا حقیقی موجود نہ تھا تو چچا ولی نابالغہ کا ہے والدہ اور دادا کا بھائی ولی نہیں ہے، پس جب کہ چچا نکاح کی خبر سن کر انکار کردیا، وہ نکاح فسخ ہوگیا، بعد میں راضی ہونے سے پھر وہ فسخ شدہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۹۸/۸)

چچا لاپتہ ہوتو کیا نابالغہ کا سوتیلا باپ ولی ہوسکتا ہے:

سوال: ایک عورت کی شادی کسی شخص سے ہوئی، اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، بعدہ شوہر کا انتقال ہوگیا، اس نے بعد عدت دوسرے مرد زید سے نکاح کیا، ابھی لڑکی نابالغہ ہے، لڑکی کا چچا لاپتہ ہے، اس کی موت وحیات کا کوئی علم نہیں ہے تو کیا اس عورت کا شوہر ثانی اس نابالغہ کا نکاح کرسکتا ہے۔ نابالغہ کا باپ دادا بھائی کوئی زندہ نہیں ہے۔

الجواب وباللّٰہ التوفیق

جب کہ نابالغہ کا باپ دادا بھائی زندہ نہیں ہے اور چچا کی حیات وموت کا حال معلوم نہیں ہے تو پھر اگر کوئی دوسرا عصبہ بھی نہیں ہے تو اس کی ماں کی اجازت سے نکاح ہوسکتا ہے، ماں بھی نہ ہو تو کوئی ذوی الارحام میں سے اجازت دے، وہ بھی نہ ہو، قاضی شریعت کی اجازت سے نکاح ہوسکتا ہے؛ لیکن اس کی ماں کا شوہر ثانی (زید) ولی بالنکاح نہیں ہوسکتا ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱/۷/۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۷۲/۴-۲۷۳)

---

(۱) وأقرب الأولياء إلى المرأة الإبن ثم ابن الابن وإن سفل ثم الأب ثم الجد أبو الأب وإن علا، كذا في المحيط، ... ثم الأخ لأب وأم، ثم الأخ لأب، ثم ابن الأخ لأب وأم، ثم ابن الأخ لأب وإن سفلوا، ثم العم لأب وأم، ثم العم لأب، ثم ابن العم لأب وأم،الخ. (عالمگیری مصری،الباب الرابع فی الأولياء فی النكاح: ۲۶۵/۲،ظفير)

(۲) فلوزوج الأبعد حال قيام الاقرب توقف على إجازته. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار،باب الولی: ۴۳۲/۲، ظفير) بخلاف مالو بلغها، فرددت، ثم قالت: رضيت، لم يجز لبطلانه بالرد. (الدرالمختار،باب الولی: ۴۲۱/۲،ظفير)

(۳) (وللولی الأبعد التزويج بغيبة الأقرب). (تنوير الأبصار على هامش ردالمحتار: ۳۱۵/۲) (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم) ... (ثم لذوی الأرحام) ... (ثم للسلطان ثم لقاض). (تنوير الأبصار على هامش ردالمحتار: ۳۱۳/۲)

سوتیلے چچا، ماموں وخالہ میں ولی کون ہوگا:

سوال: ایک چودہ سالہ لڑکی جس کے رشتہ داروں میں دو سوتیلے چچا، ایک ماموں اور خالہ موجود ہیں، اس کا ولی بالنکاح ان میں سے کون ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں اگر لڑکی نابالغہ ہے تو اس کے نکاح کے ولی قریب دونوں علاتی چچا ہیں، ان میں سے جو چچا اس کا نکاح کردے گا، جائز و درست ہوگا، (۱) اور اگر لڑکی بالغہ ہو تو وہ خود اپنے نکاح کی اجازت دے سکتی ہے۔ (۲) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۱/۸/۱۳۶۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۲۷۳-۲۷۴)

مساوی ورثاء میں سے کسی ایک کا نابالغ لڑکی کا نکاح کرادینے کا حکم:

سوال: اگر کسی نابالغ لڑکی کا باپ فوت ہوجائے اور اس کے اولیا میں تین چچا ہوں اور ان میں سے ایک چچا اس بچی کا نکاح کرادے تو کیا یہ نکاح صحیح ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں چوں کہ لڑکی کے تینوں چچا رشتے میں مساوی ہیں اور قرابت میں تجزیہ بھی نہیں ہوسکتا ہے؛ اس لیے راجح مذہب یہ ہے کہ تینوں چچا میں سے کوئی ایک چچا بھی لڑکی کا نکاح کرادے تو جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں۔

قال العلامة السرخسي: وإذا اجتمع في الصغيرة أخوان لأبّ واُمّ فايهما زوجها جاز عندنا ... علٰى أن كل واحد منهما ينفرد بالعقد والمعنى فيه أن سبب الولاية هو القرابة وهو غير محتمل للوصف بالتجزی، إلخ. (المبسوط: ۲۱۸/٤، كتاب النكاح، باب نكاح الصغير والصغيرة) (۲) (فتاویٰ حقانیہ: ۴/۳۸۵)

چچیرے دادا اور چچا میں ولی کون ہوگا:

سوال: ایک نابالغہ ۶/سالہ جس کی پرورش اس کے چچا نے کی ہے، اس کا نکاح اس کے چچیرے دادا نے بغیر

---

(۱) (الوالي في النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب). (الدر المختار: ۳۱۵/۲)

أما العصبة بنفسه... وهم أربعة أصناف جزء الميت وأصله وجزء أبيه وجزء جده الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة. (السراجي: ۲۲)

(۲) (فنفذ نكاح حرّة مكلّفة بلا) رضى (ولی). (الدر المختار: ۲۹٦/۲)

(۳) قال العلامة ابن عابدين: (قوله لثبوته لكل كملا) لأنه حق واحدٌ لايتجزأ لأنهٗ ثبت بسببٍ لايتجزأ. (رد المحتار: ۳۲۳/۲، كتاب النكاح، باب الولي)/ومثلهٗ في الهندية: ۲۸٤/۱، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء)

رضامندی اور بغیر مشورہ چچا کے، چچا کی عدم موجودگی میں کردیا،لڑکی کے والدین نہیں ہیں، اس کا ولی قریب کون ہے اور نکاح جائز ہوا، یانہیں؟ جس سے نکاح ہوا ہے، اس سے لڑکی راضی نہیں ہے۔اب وہ بالغہ ہے۔کیا اس کا دوسرا نکاح ہوسکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نابالغہ مذکورہ کا ولی بالنکاح اس کا چچا ہے، بشرطیکہ بالغ ہو،(۱) بالغ چچا کے رہتے ہوئے چچیرے دادا کو نکاح کردینے کا حق نہیں تھا؛ اس لیے جو نکاح چچیرے دادا نے کردیا، وہ نکاح چچا کی منظوری پر موقوف ہے، اگر چچا نے صاف طور پر اپنی رضامندی ظاہر کردی تو نکاح منعقد ہوگیا اور اگر ناپسند کردیا ہوتو نکاح منعقد نہیں ہوا، (۲) اگر نکاح منعقد ہو چکا بھی ہوتو نابالغہ کو خیار بلوغ (متصلاً) حاصل تھا، اگر اس نے خیار بلوغ سے بعد بلوغ کام نہ لیا ہوتو اب اس کو خیار بلوغ سے فائدہ اٹھانے کا حق نہیں ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۹/۴/۱۳۵۷ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۴/۲۷۴-۲۷۵)

نابالغہ کا ماموں نکاح کردے تو اس کے چچا کی اجازت پر موقوف ہوگا:

سوال: ہندہ کے ماموں نے ہندہ کا عقد بلا اجازت چچا کے لڑکپن ہی میں کردیا۔ ہندہ بعد بلوغ شوہر کے یہاں گئی، ایک لڑکا بھی پیدا ہوا؛ لیکن چچا اب تک اس شادی سے ناراض ہی ہے اور کہتا ہے کہ ہم دوسرا عقد کردیں گے تو اس صورت میں ہندہ کا عقد ثانی صحیح ہوسکتا ہے، یانہیں؟ براہ مہربانی جواب سے سرفراز فرمادیں، ہندہ بھی پہلی شادی سے خوش نہیں ہے؛ بلکہ آج قریب آٹھ نو برس سے شوہر کے یہاں سے جو آئی ہے، جانے کا نام نہیں لیتی۔

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں ماموں نے جس وقت نکاح ہندہ کا کردیا تھا، اگر اس وقت چچا نے نکاح کو جائز کردیا تھا تو نکاح صحیح ہوا اور بعد بلوغ ہندہ کا شوہر کے ساتھ رہنا سہنا سارے تعلقات درست ہوئے؛ کیوں کہ ولی اقرب کے رہتے ہوئے ولی ابعد اگر نکاح کردے تو نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اگر جائز کیا تو جائز، ورنہ رد ہوجائے گا۔

مبسوط میں ہے:

فإن زوّجها الأبعد والأقرب حاضر توقّف على إجازة الأقرب لأن الأبعد كالأجنبي عند حضرة الأقرب فيتوقّف عقده على إجازة الولي. (كتاب النكاح: ٤/ ٢٢٠)

---

(۱) (الوالي في النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب). (الدرالمختار: ٢/ ٣١٥)

(۲) لوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته. (الدرالمختار: ٢/ ٣١٥)

(۳) إذا بلغت الصغيرة وقد علمت بالنكاح فسكتت فهو رضا وإن لم تعلم بالنكاح فلها الخيار حتى تعلم (الهداية، باب الأولياء والأكفاء: ٢/ ٣١٧)

اور اگر ماموں کے نکاح کردینے کو چچا نے رد کردیا تھا تو نکاح ہندہ کا صحیح نہیں ہوا اور سارے تعلقات ناجائز وحرام ہوئے اور نکاح ثانی کرنا صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۶/۳/۱۳۶۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۹۴/۴)

چچا، ماں اور بہن میں ولی کون ہوگا:

سوال: لڑکی نابالغہ یا بالغہ کی ماں، بڑی بہن، بہنوئی اور اپنا چچا موجود ہو تو ان سب میں ان کا ولی بالنکاح کون ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جب نابالغہ لڑکی کے باپ، دادا اور بھائی نہ ہوں تو اس کا ولی بالنکاح چچا ہوتا ہے، (۱) چچا کے سوا کسی کو نکاح کرنے کا اختیار نہیں ہے اور جو لڑکی بالغہ ہو یا پندرہ برس کی ہوگئی ہو تو وہ خود اپنا نکاح کرسکتی ہے، اس کے نکاح کی اجازت کے لیے کسی ولی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی: ۲۱/۲/۱۳۷۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۸۵/۴)

چچیرے چچا کی موجودگی میں دور کے چچا کا نکاح کردینا:

سوال: فیروزہ نابالغہ کا نکاح دور کے رشتہ کے چچا نے اپنی اجازت سے کردیا، حالاں کہ فیروزہ کا اپنا چچیرا چچا موجود ہے، وہ اس نکاح سے راضی نہیں ہے، وہ فیروزہ کا نکاح دوسری جگہ کرنا چاہتا ہے۔ اس صورت میں پہلے نکاح کو صحیح سمجھا جائے گا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں فیروزہ نابالغہ کا چچیرا چچا اس کا ولی قریب ہے اور جس نے نکاح کی اجازت دی ہے اس کا رشتہ اس چچیرے چچا کی بہ نسبت دور کا پڑتا ہے اور چچیرے چچا کی اجازت سے نکاح نہیں ہوا تو وہ فیروزہ نابالغہ کا نکاح دوسرے سے کرسکتا ہے، (۳) یا بلوغ کے بعد فیروزہ خود اپنا نکاح کرسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۱/۱/۱۳۷۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۸۶/۴)

ماں اور چچا میں نکاح کا ولی کون ہوگا:

سوال: نابالغہ ۱۴/سالہ کی نسبت جو ماں نانی طے کرتی ہے، وہ چچا کو ناپسند ہے اور جو نسبت چچا طے کرتا ہے، وہ

---

(۱) (الوالی فی النکاح) ... (العصبة بنفسه) ... (علی ترتیب الإرث والحجب). (الدرالمختار: ۳۱۵/۲)

(۲) (فنفذ نکاح حرّة مکلّفة بلا) رضا (ولی). (الدرالمختار: ۲۹۶/۲)

(۳) (الوالی فی النکاح) ... (العصبة بنفسه) ... (علی ترتیب الإرث والحجب). (الدرالمختار: ۳۱۵/۲)
لوزوّج الأبعد حال قیام الأقرب توقّف علی إجازته. (الدرالمختار: ۳۱۵/۲)

ان لوگوں کو ناپسند ہے؛ اس لیے چچا اجازت دینے سے انکار کرتا ہے۔ صحت نکاح کی کیا صورت ہے، کیا لڑکی خود اجازت دے سکتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں بغیر اجازت ورضا مندی چچا کے نکاح درست نہیں ہوگا؛ اس لیے ضرورت ہے کہ چچا کو راضی کر کے اجازت لی جائے، لڑکی جب تک بالغہ نہ ہو جائے، یا پورے ۱۵؍سال کی نہ ہو جائے، اس کو خود اجازت دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۸۹/۴)

چچیرے چچا کے موجود رہتے ہوئے ماموں کو ولایت نکاح حاصل نہیں ہے:

سوال: ہندہ نابالغہ کا نکاح زید بالغ کے ساتھ کیا ہندہ کے والد انتقال فرما چکے ہیں، ہندہ کے چچیرے چچا کے موجود رہتے ہوئے ہندہ کے ماموں نے ولی بن کر ہندہ کا نکاح زید بالغ کے ساتھ کر دیا، آیا یہ نکاح درست ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جب کہ نابالغہ ہندہ کا نکاح اس کے چچیرے چچا کے موجود رہتے ہوئے اس کے ماموں نے کر دیا اور چچیرے چچا کی بہ نسبت ہندہ کا کوئی ولی قریب نہیں ہے تو اس کا نکاح چچیرے چچا کی رضا مندی اور منظوری پر موقوف تھا، اگر ہندہ کے نکاح سے راضی تھا، یا بعد نکاح منظور کر لیا تو نکاح منعقد ہو گیا اور اگر راضی نہیں تھا، یا نامنظور کر دیا تو نکاح شرعاً نہیں ہوا۔

الدر المختار، باب الولی: ۳۱۵/۲ میں ہے:

فلوزوّج الأبعد حال قیام الأقرب توقّف علی إجازته. (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مصطفیٰ مفتاحی، ۲۹؍شعبان ۱۴۰۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۸۹/۴-۲۹۰)

باپ پاگل ہو تو چچا نکاح کرا سکتا ہے:

سوال: ہندہ نابالغہ کا عقد بوجہ پاگل ہونے اس کے باپ کے اس کے چچا عبدالکریم نے تصور حسین سے اپنی ولایت سے کر دیا، لہٰذا یہ عقد صحیح ہوا، یا نہیں؟

---

(۱) (الوالی فی النکاح) ... (العصبة بنفسه) ... (علی ترتیب الإرث والحجب) ... (فإن لم یکن عصبة فالولایة للأم). (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۳۱۱/۲-۳۱۲)

(۲) الدر المختار، باب الولی: ۸۱/۳، دار الفکر بیروت، انیس

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر یہ سچ ہے کہ ہندہ نابالغہ ہے اور اس کا باپ پاگل ہے تو جو نکاح چچا نے اپنی ولایت سے کر دیا ہے، وہ صحیح ہوا؛ مگر ہندہ کو خیار بلوغ حاصل ہوگا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۹۱/۴)

چچا کی اجازت کے بغیر نابالغہ لڑکی کا نکاح والدہ نے ڈوم کے لڑکے سے کر دیا:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کی والدہ نے ایک ڈوم لڑکے سے بلا اجازت تایا چچا کے کر دیا، اب لڑکی سن شعور کو پہنچی، عمر تیرہ سال ہے، اس نکاح سے متنفر ہے اور اپنے چچاؤں سے دوبارہ فسخ نکاح میں امداد طلب کرتی ہے۔ کیا لڑکی کی فریاد پر اس کے چچاؤں کا مدد کرنا واجب ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

اگر یہ لڑکی کسی شریف خاندان کی ہے اور ڈوم اس کا کفو نہیں ہے تو یہ نکاح شرعاً منعقد ہی نہیں ہوا، اب لڑکی کو بعد بلوغ خود اختیار حاصل ہے کہ جہاں چاہے نکاح کر لے۔

لما في باب الولي من الدرالمختار: (وإن كان المزوج غيرهما) أى غير الأب وأبيه ولو الأم أو القاضي أووكيل الأب[إلى قوله](لايصح) النكاح (من غير كفء أو بغبن فاحش أصلا). (رد المحتار: ۳۳۱/۲) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷ صفر ۱۳۵۰ھ (امداد المفتین: ۴۴۱/۲)

نابالغہ کا نکاح بہن نے کر دیا تو نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: نابالغہ کی شادی بہن نے کر دی، بہنوئی نے شاید اجازت دی، حالاں کہ چچا، حقیقی بھائی نابالغ اور چچیرے بھائی موجود تھے، پھر جب لڑکی بالغہ ہوئی اور لڑکا نابالغ ہی رہا، پنچوں کی رائے ہوئی کہ وہ نکاح صحیح نہیں ہے اور لڑکی بھی وہاں جانے سے انکار کرتی رہی؛ اس لیے برادری کی رائے سے دوسری شادی کر دی گئی، جس سے تین لڑکے ہیں، کون نکاح صحیح اور کون باطل ہے؟

---

(۱) **(الوالي في النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب).(الدرالمختار: ۳۱۱/۲)**

لوفعل الأب أو الجد عند عدم الأب لايكون للصغير والصغيرة حق الفسخ بعدالبلوغ وإن فعل غيرهما فلهما أن يفسخا بعد البلوغ.(ردالمحتار باب الولي: ۳۰۶/۲)

لوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته.(الدرالمختار)

(قوله: حال قيام الأقرب) أى حضوره وهو من أهل الولاية أما لوكان صغيراً أو مجنوناً جاز نكاح الأبعد.(ردالمحتار، باب الولي: ۳۱۵/۲)

الجواب ــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

پہلا نکاح اگر بلا اجازت واسترضاء ولی (چچا) کے ہوا تھا تو وہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا تھا،(۱) اور دوسرا نکاح اگر بالغہ کی رضامندی سے ہوا ہے تو صحیح ہوا ہے، اس کے علاوہ اگر پہلا نکاح صحیح بھی منعقد ہوا ہو تو جب عورت نے بلوغ کے بعد عدم رضا کا اظہار کیا اور برادری کے مقرر شدہ پنچوں نے نکاح فسخ کر دیا اور دوسرا نکاح کر دیا تو یہ صحیح وجائز ہوا،(۲) اور جو اولاد ہوئی وہ سب جائز اور ثابت النسب ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۹/۴/۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۹۴/۴-۲۹۵)

فضولی نابالغہ کا نکاح کردے، پھر ولی رضامندی ظاہر کردے:

سوال: زلیخا نابالغہ کے والد کا انتقال ہو چکا ہے، وہ اپنی ماں کے ساتھ نانی کے یہاں رہتی ہے، عمر نے زلیخا کی شادی زید کے ساتھ کردی، زلیخا کے چچیرے چچا کو شادی کا علم ہوا تو وہ بھی رضامند ہو گئے۔ چچیرے چچا کی رضامندی سے نکاح جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

زلیخا کے جب باپ دادا اپنا بھائی اور اپنا چچا نہیں ہے تو اس کا ولی چچیرا چچا ہوگا؛(۳) اس لیے زلیخا کے نکاح سے جب چچیرا چچا راضی ہو گیا تو نکاح صحیح ہو گیا، اگر وہ راضی نہیں ہوتا تو نکاح نہیں ہوتا۔(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۴/۱۰/۱۳۷۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۰۸/۴-۳۰۹)

نابالغ ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد کا نکاح کرنا:

سوال: عبدالشکور کا انتقال ہو گیا ہے، اس کی ایک نابالغہ لڑکی فاطمہ ہے، فاطمہ کا بھائی شاکر جو نابالغ ہے، موجود ہے۔ فاطمہ کا نکاح اس کے چچا نے انور سے کر دیا تو ایسی صورت میں یہ نکاح شرعاً صحیح ومنعقد ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ولی اقرب نابالغ ہو اور ولی ابعد جو بالغ ہے، نکاح کردے تو نکاح شرعاً صحیح ومنعقد ہو جاتا ہے۔

---

(۱) لوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته. (الدرالمختار: ۳۱۵/۲)

(۲) خیار بلوغ کی صورت میں فسخ نکاح کے لیے قضاء قاضی شرط ہے اور جہاں قاضی شرع نہ ہوں وہاں مسلمان پنچوں کا فیصلہ معتبر ہوگا۔
وإن زوّجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ وهذا عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ و يشترط فيه القضاء. (الفتاوىٰ الهنديه: ۲۸۵/۱)

(۳) (الوالي في النكاح)... (العصبة بنفسه)... (على ترتيب الإرث والحجب). (الدرالمختار: ۳۱۱/۲)

(۴) لوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته. (الدرالمختار: ۳۱۵/۱)

فلوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته. (الدرالمختار)

(قوله:حال قيام الأقرب) أى حضوره وهو من أهل الولاية أما لو كان صغيراً أو مجنوناً جاز نكاح الأبعد. (ردالمحتار،باب الولى: ۳۱۵/۲)

لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر یہ صحیح ہے کہ چچا نے نابالغہ فاطمہ کا نکاح انور سے کردیا تو یہ نکاح شرعاً صحیح ومنعقد ہوا اور دونوں میاں بیوی ہوئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ:۳۰۲/۴)

باپ مفقود الخبر ہو تو چچا نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں اور چچا کے اس نکاح کو باپ توڑ سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: اگر پدر نابالغہ مفقود الخبر باشد و برادران پدر موجود ولایت نکاح نابالغہ بآں برادران پدر ہست، یا نہ؟ ونکاحیکہ اوشان بہ غیبوبت پدر کنند اگر پدرش واپس آید آں نکاح را فسخ کردن می تواند، یا نہ؟

الجواب

ہرگاہ پدر مفقود باشد برادران را ولایت نکاح نابالغہ ہست ونکاحیکہ اوشان کردند پدر بعد واپس آمدن اورا فسخ نمی تواند کرد۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۹۸/۸)

پھوپی نے نکاح کیا اور ولی نے رد کردیا تو نکاح نہیں ہوا:

سوال: ایک یتیمہ کے چار ولی ہیں، اس ترتیب سے باپ کا سوتیلا چچا، نانا حقیقی، بہن حقیقی، پھوپی حقیقی، پھوپی نے اپنے لڑکی سے اپنی اجازت سے یتیمہ کا نکاح پڑھوالیا، تینوں ولیوں نے جب سنا تو رد کردیا تو عندالشرع نکاح فسخ ہوا، یا نہیں؟

الجواب

کتب فقہ میں ہے: **(الوالى فى النكاح) ... (العصبة بنفسه)**، الخ. (۲)

پس صورت مذکورہ میں ولی نابالغہ یتیمہ کے نکاح کا اس کے باپ کا علائی چچا ہے، پس جب کہ نکاح مذکور کو اس نے رد کردیا، وہ نکاح فسخ ہوگیا۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴۳/۸-۴۴)

---

(۱) **(وللولى الأبعد التزويج بغيبة الأقرب) ... (ولا يبطل تزويجه) السابق (بعود الأقرب) لحصوله بولاية تامة.** (الدرالمختار على هامش ردالمحتار،باب الولى: ۴۳۲/۲-۴۳۴،ظفير)

(۲) **الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولى: ۴۲۷/۲،ظفير**

(۳) **فلو زوج الأبعد حال قيام الاقرب توقف على إجازته.(الدرالمختار) فلم يجعلوا سكوته إجازة والظاهر أن سكوته هنا كذلك، فلا يكون سكوته إجازة لنكاح الأبعد وإن كان حاضراً فى مجلس العقد مالم يرض صريحا أو دلالة.** (ردالمحتار،باب الولى: ۴۳۲/۲-۴۳۳،ظفير)

ولی عصبہ چچیرے کی رضا کے خلاف ماں نے نابالغہ کا نکاح کیا درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اسکی والدہ نے بموجودگی اس کے چچیرے اور چچا اور نابالغ بھائی کے اور بدون رضامندی ان دونوں کے کردیا، یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ اور دوسرا نکاح لڑکی کا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

اس صورت میں نابالغہ کے نکاح کا ولی رشتہ کا چچا ہے، بھائی بسبب نابالغ ہونے کے ولی نہیں ہے، پس بدون رضامندہ چچیرے چچا کے نکاح نابالغہ کا نہیں ہوا، اگر اس نے ماں کے نکاح کئے ہوئے کو باطل کردیا تھا اور انکار کردیا تھا تو دوسرا نکاح اس لڑکی کا درست ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۸/۸)

دو برابر کے دلیوں میں جس نے پہلے نکاح کردیا وہ جائز ہے اور دوسرا باطل:

سوال: مسماۃ نعمت جس کی عمر ۱۳/سال، ۷/ماہ کی تھی، اس کے برادر چچازاد کلاں نے اس کا نکاح اپنی ولایت سے اپنے منجھلے برادر زادہ سے کردیا، اسی رات کو اس کے برادر چچازاد خورد نے مسماۃ کا نکاح ایک دوسرے شخص مسیتا سے کردیا، کون سا نکاح صحیح ہوا؟ اور کون سا باطل ہوا؟ اب عمر مسماۃ کی ۱۶ سال اور چند ماہ کی ہے، وہ اس نکاح بیزار ہے تو مسماۃ کو فسخ نکاح کا اختیار ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

درمختار میں ہے:

ولوزوجها وليان مستويان قدم السابق فإن لم يدر أو وقعا معا بطلا.(۲)

پس معلوم ہوا کہ جب کہ ہر دو برادر چچازاد کے سوا اور کوئی ولی اقرب اس لڑکی کا نہ تھا اور یہ دونوں برادران چچازاد ولی بدرجہ مساوی ہیں تو جس کا نکاح پہلے ہوا، وہ صحیح ہوا اور پچھلا باطل ہوا، لہذا برادر چچازاد کلاں نے جو نکاح کچھ پہلے کیا، وہ صحیح ہوا اور برادر چچازاد خورد نے جو نکاح کچھ بعد کیا، وہ ناجائز و باطل ہوا۔ اب باقی رہا خیار فسخ بلوغ، سو اس میں قضاء قاضی شرط ہے، بدون قضاء قاضی کے نکاح فسخ نہ ہوگا اور یہ بھی شرط ہے کہ نابالغہ بفور بلوغ عدم رضا اپنی ظاہر کردے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۴/۸)

---

(۱) فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته.(الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۴۳۲/۲،ظفير)

(۲) الدرالمختار على هامش ردالمحتار،باب الولي: ۴۳۲/۲،ظفير

(۳) (وإن كان المزوج غيرهما) أى غير الأب وأبيه ... (وإن كا ن من كفء وبمهرالمثل صح و)لكن (لهما) أى لصغير وصغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ أو العلم به) ... (بشرط القضاء للفسخ،الخ.(الدرالمختار على هامش ردالمحتار،باب الولي: ۴۱۹/۲،ظفير)

دو برابر کے دلیوں میں سے یاک نے اپنے پوتے سے نکاح کردیااوردوسرے نے اپنے بیٹے سے کون صحیح ہوا:

سوال: دو برابر کے ولی میں سے ایک چچانے نابالغہ کی شادی اپنے پوتے سے کردی اور دوسرے نے اپنے بیٹے سے، اس میں کون نکاح درست ہوا؟

الجواب ــــــــــــــــ

قال فی الدرالمختار: ولوزوجها وليان مستويان قدم السابق فإن لم يدر أو وقعا معا بطلا.(۱)
ولاولاية لعبد ولا صغير ولامجنون؛ لأنه لا ولاية لهم على أنفسهم فأولٰى أن لايثبت على غيرهم.(۲)
پس جواب صورت مسئولہ میں یہ ہے کہ ہر دو چچا ولی نکاح صغیرہ کے مساوی درجہ میں ہیں، جونسا ان میں سے پہلے نکاح کر دیوے گا، وہی صحیح ونافذ ہوجاتا ہے، قانون مقرر کردہ کے خلاف کرنے بھی نکاح شرعاً ہوجاتا ہے اور پھر حاکم توڑنے سے نہیں ٹوٹ سکتا۔ الحاصل پہلا نکاح تم رہا اور دوسرا باطل ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۶/۸)

نابالغہ نے بچپن کے نکاح سے انکار کردیا دوسرا نکاح کرلیا، اس نکاح اور نسب کا کیا حکم ہے:

سوال: ہندہ کے باپ کا انتقال ہوگیا تھا، ہندہ کے ایک چچانے دوسرے چچا کے لڑکے سے ہندہ کا صغرسنی میں نکاح کردیا، ہندہ بلوغ کے بعد اپنے شوہر کے گھر نہ گئی، پھر انکار کردیا کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں، بعد میں اس نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا، جس کو یہ سب واقعہ معلوم تھا۔ ہندہ کے اس دوسرے شوہر سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، اب اس لڑکی کا نسب کس سے ثابت ہوگا اور لڑکی کس کی وارث ہوگی اور اس کا وارث کون ہوگا اور ہندہ کس کے نکاح میں سمجھی جائے گی، شوہر کون تسلیم کیا جائے گا، دونوں نکاح میں کون صحیح ہوا،؟

الجواب ــــــــــــــــ

ہندہ کا نکاح اول جو بولایت عم ہوا، شرعاً صحیح ہے اور ہندہ کا انکار اگر بلوغ سے کچھ عرصہ کے بعد ہو، جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے تو وہ معتبر نہیں اور اس انکار سے نکاح سابق میں کچھ خلل نہیں آیا، جیسا کہ درمختار، باب الولی، ص: ۴۲۰ میں ہے:

(وإن كان المزوج غيرهما) أى غيرالأب وأبيه [إلى أن قال] (وإن كان من كفء وبمهرالمثل صح و)لكن (لهما) أى للصغير والصغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ) ولوبعد الدخول (بالبلوغ أوالعلم بالنكاح بعده) لقصور الشفقة [إلى قوله] (بشرط القضاء) للفسخ (فيتوارثان فيه)،الخ.
قال الشامى: (قوله: للفسخ) أى هذا الشرط إنما هو لفسخ لا لثبوت الاختيار وحاصله أنه إذاكان المزوج للصغيرة غير الأب والجد فلهما الخيار بالبلوغ أو العلم به فإن اختارالفسخ

---

(۱) الدرالمختار، باب الولی: ۸۱/۳، دارالفکر بیروت، انیس
(۲) الهداية، باب الاولياء والأكفاء: ۲۸۷/۲، ظفير)

لایثبت الفسخ إلابشرط القضاء، فلذا فرع علیه بقوله فیتوارثان فیه أی فی هذا النکاح قبل ثبوت فسخه.(۱)

چوں کہ ہندہ مذکور نے بلوغ کے فورا بعد انکار نہیں کیا اور نہ نکاح فسخ کرایا، لہٰذا اس کا خیار بکر جو اس کو حاصل تھا، باطل ہوگیا۔

قال فی الدرالمختار: (وبطل خیار البکر بالسکوت) لومختارةً (عالمة بـ) أصل (النکاح) ... (ولا یمتد إلیٰ آخر المجلس).(۲)

اگر ہندہ کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا تو بھی اس کا خیار بکر سکوت وقت بلوغ سے ساقط ہوگیا۔

قال فی الدرالمختار: (وإن جهلت به) لتفرغها للعلم (بخلاف) خیار (المعتقة).(۳)

پس دوسرا نکاح جو دوسرے شخص نے باوجود نکاح اول کا علم ہونے کا کیا، شرعاً باطل ہے اور کالعدم ہے اور اس دوسرے شخص نے نکاح باطل کر کے جو وطی ہدنہ سے کی، وہ زنا ہے اور اس سے جو لڑکی پیدا ہوئی، اس کا نسب اس شخص سے جو کہ زانی ہے، ثابت نہیں ہے؛ بلکہ اس کا نسب ہندہ کے شوہر اول سے ثابت ہے؛ کیوں کہ نکاح باقی رہنے کی وجہ سے اس کا فراش قائم اور حدیث شریف میں ہے:

"الولد للفراش وللعاهر الحجر".(۴)

قال الشامی: قال فی البحر: لوتزوج بامرأة الغیر عالماً بذلک ودخل بها لاتجب العدة علیها حتی لایحرم علی الزوج وطؤها وبه یفتی لأنه زنی والمزنی بها لاتحرم علی زوجها.(۵)

وفیه أیضاً، من باب العدة: أما نکاح منکوحةالغیر ومعتدته فالدخول فیه لایوجب العدة إن علم أنها للغیر لأنه لم یقل أحد بجوازه فلم ینعقد أصلا.(۶)

وفی الدرالمختار، فی فصل ثبوت النسب: وقد اکتفوا بقیام الفراش بلادخول کتزوج المغربی بمشرقیة بینهما سنة فولدت لستة أشهر منذ تزوجها لتصوره کرامة أو استخداما، فتح.(۷)

وفی الشامی فی شرح قول الدرالمختار: (قوله: الفراش علی أربع مراتب) ضعیف وهو فراش الأمة ... وقوی وهو فراش المنکوحة ومعتدة الرجعی فإنه فیه لاینتفی إلاباللعان، الخ.(۸)

---

(۱) ردالمحتار، باب الولی: ۴۲۰/۲-۴۲۱، ظفیر
(۲) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۴۲۵/۲، ظفیر
(۳) الدرالمختار، باب الولی: ۴۲۶/۲، ظفیر
(۴) صحیح البخاری، باب تفسیر المشبهات، رقم الحدیث: ۲۰۵۳، انیس
(۵) ردالمحتار، فصل فی المحرمات: ۴۰۲/۲-۴۰۳، ظفیر
(۶) ردالمحتار، باب العدة: ۸۳۵/۲، ظفیر
(۷) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، فصل فی ثبوت النسب: ۸۶۷/۲، ظفیر
(۸) ردالمحتار، فصل فی ثبوت النسب: ۸۶۷/۲، ظفیر

عبارات مذکورہ سے ظاہر ہے کہ نکاح منکوحۃ الغیر سے باطل اور کالعدم ہے اور وطی کرنا اس سے زنا ہے اور زنا سے نسب کا ثابت نہ ہونا متفق علیہ ہے، کما مر فی الحدیث۔

پس معلوم ہوا کہ ہندہ اسی شخص کی بیوی ہے، جس سے اس کا پہلا نکاح ہوا اور اسی کی وارث ہوگی اور وہی اس کا وارث ہوگا، لڑکی کا نسب بھی اسی شخص سے ثابت ہوگا، جس کی ہندہ بیوی ہے، دوسرا نکاح ہندہ کا جس شخص سے ہوا، نہ ہندہ اس کی زوجہ ہے، نہ اس سے وراثت کا کوئی تعلق بر بنائے زوجیت ہوا اور نہ لڑکی کا اس سے نسب ثابت، نہ وراثت کا اس سے کوئی تعلق۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۱۲۴/۸-۱۲۵)

زبان سے جب ولی نے کہہ دیا تو دل کا اعتبار نہیں:

سوال: مختار فاطمہ لڑکی بعمر دس سالہ کا نکاح اس کی ماں نے بہ وکالت عزیز احمد جو لڑکی کا چچا دوری سلسلہ سے ہوتا ہے، اپنے ایک عزیز مسمی لائق علی سے کر دیا، اب یہ کہا جاتا ہے کہ لڑکی کا نکاح ماں کی ولایت اور اجازت سے جو ہوا، یہ جائز نہیں ہے؛ بلکہ عزیز احمد کی ولایت اور اجازت سے ہونا چاہیے تھا، عزیز احمد یہ مشہور کر رہے ہیں کہ نکاح میرے لڑکے کے ساتھ ہو، اسی وجہ سے عزیز احمد یہ مشہور کر رہے ہیں کہ نکاح میری اجازت سے نہیں ہوا اور میں نے یہ وکالت دل سے نہیں کی تھی؛ بلکہ بظاہر مروتا کر دی ہے۔ پس ایسی حالت میں یہ نکاح جائز طور پر ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

جب کہ نکاح مذکور بوکالت عزیز احمد کے ہوا ہے، جو کہ ولی نابالغہ کا ہے تو یہ نکاح منعقد اور صحیح ہو گیا، عزیز احمد کا کوئی عذر اب مسموع نہ ہوگا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۱۳۸)

بھائی اور چچا میں سے ولایت کس کو ہے:

سوال: ایک لڑکی ہندہ جو کہ ابھی تک بالغ نہیں ہوئی اور اس کے والد صاحب کا انتقال ہو چکا ہے اور اس لڑکی کا ایک بھائی علاتی ہے اور چچا حقیقی ہے، ان دونوں میں سے ولی مقدم کون ہے؟ اور لڑکی کا بھائی یہاں موجود نہیں ہے، اگر حقیقی چچا اس لڑکی کا عقد کرائے تو عند الشرع یہ عقد منعقد ہو گیا، یا نہیں؟ یا لڑکی کے برابری کی اجازت ہی کی ضرورت۔ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

علاتی بھائی کی ولایت نکاح چچا کی ولایت پر مقدم ہے۔ (۱) اگر بھائی اتنی دور کسی جگہ ہے ہے، اس کی رائے

---

(۱) كذا في رد المحتار: ٤٨١/٢

"يقدم الأب ثم أبوه ... ثم ابن الأخ الشقيق ، قم لأب ، ثم العم الشقيق ، ثم لأب ، ثم ابنه كذلك". (رد المحتار: ٧٦/٣، باب الولي، سعيد)

حاصل کرنے میں موقعہ نکل جانے کا اندیشہ ہے تو چچا کو بھی نکاح کر دینا درست ہے، ورنہ اگر چچا نے نکاح کر بھی دیا تو وہ بھائی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔(۱) بہر صورت لڑکی کو وقتِ بلوغ خیال حاصل ہوگا؛ یعنی بالغہ ہوتے ہی فوراً نکاح سے ناراضی ظاہر کر دے تو حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں سے نکاح فسخ کرانے کا شرعاً اختیار ہوگا۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/شوال/۱۳۵۵ھ۔

صحیح: عبداللطیف غفرلہ، ۱۸/شوال/۱۳۵۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۳۷۳)

ولی کی موجودگی میں غیر ولی کو حقِ نکاح:

سوال: ایک بیوہ عورت نے اپنی لڑکی کے نکاح کا مختار اپنے بھائی کو بنایا اور اس کی معرفت اسی کے مکان پر نکاح ہوا۔ نکاح جس گاؤں میں ہوا، وہ گاؤں بیوہ کی سکونت سے پانچ میل ہے، نکاح کی اطلاع دور نزدیک سب جگہ کی گئی تھی، بارات کئی سو آدمیوں کی آئی تھی، جن کی موجودگی میں نکاح ہوا۔ کچھ پتہ کسی کو نہیں چلا کہ اس میں لڑکی کے تایا اور چچا کی اجازت ہے، یا نہیں؛ کیوں کہ تایا چچا کی طرف سے انکار معلوم نہیں ہوا، نہ یہ علم ہوا کہ وہ رضامند نہیں ہیں۔

لڑکی کی عمر اس وقت بارہ یا تیرہ سال تھی، بخوشی رخصت ہو کر خاوند کے یہاں گئی پندرہ روز ہی، اس کے بعد بخوشی میکے میں بھیج دی گئی، کسی کی جانب سے ناراضگی کا اظہار نہیں ہوا۔ اتفاق سے اس لڑکی کے خاوند نے ایک عورت سے نکاح کر لیا، دوسرے نکاح کی خبر پا کر لڑکی کے تایا چچا اس کے مکان پر پہنچے کہ ہم سے لڑکی اب نہیں رکھی جاتی، جوان ہوگئی ہے، تم لے آؤ اور اس عورت کو طلاق دیدو، طلاق نہ دے سکو تو ہم لڑکی کو نہیں بھیجیں گے۔ اس شخص نے طلاق نہ دی، اس پر انہوں نے اس بیوہ کی لڑکی کو دوسری جگہ بھیج دیا اور کہتے ہیں کہ ہم نے زبانی پوچھا کہ پہلا نکاح جائز نہیں ہے؛ مگر فتویٰ کوئی نہیں ہے۔

لہذا عرض ہے کہ سابق نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ تو ان لوگوں کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر لڑکی نکاح کے وقت بالغہ تھی تو اس نکاح میں کوئی تردد ہی نہیں؛ بلکہ بلا تامل صحیح ہے۔(۳) اگر نابالغہ تھی تو اس کے

---

(۱) فلوزوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته.(الدر المختار ،كتاب النكاح ،باب الولي :۸۱/۳،سعيد)

(۲) "(قوله : فيفسخه القاضي)، فلا تثبت هذه الفرقة إلا بالقضاء ؛لأنه مجتهد فيه، و كل من الخصمين يتثبت بدليل ،فلا ينقطع النكاح إلا بفعل القاضي".(رد المحتار : ۵۶/۳ ،باب الولي ،سعيد)

(۳) ونفذ نكاح حرة مكلفة بلارضا ولي .. ولا تجبر البالغة البكر على النكاح.(الدرالمختار،باب الولي :۵۵/۳، سعيد)

"نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي ؛لأنها تصرفت في خالص حقها ، من أهله لكونها عاقلة بالغة ... ولا تجبر بكر بالغة على النكاح :أي لا تنفذ عقد الولي عليها بغير رضاها عندنا،الخ".(البحر الرائق:۱۹۲/۳،باب الأولياء والأكفاء رشيديه)

ولی تایا چچا ہیں، ایسی صورت میں ماں کو، یا ماموں کو ولایتِ نکاح حاصل نہیں، (۱) اور جب کہ نکاح لڑکی کے ماموں نے کیا ہے تو وہ تایا چچا کی اجازت پر موقوف ہے، اگر وہ رد کر دیتے تو رد ہو جاتا؛ لیکن انہوں نے رد نہیں کیا؛ بلکہ لڑکی کے شوہر سے اس کے نکاح ثانی کر لینے سے تقاضا کیا اور کہا: ہم سے لڑکی کے ماموں نے جو نکاح کر دیا ہے، اس سے خوش ہیں، لہٰذا شرعاً یہ نکاح لازم اور نافذ ہو گیا۔

اب اس لڑکی کو دوسری جگہ نکاح کر کے بھیجنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے، دوسری جگہ نکاح ہرگز درست نہیں ہوا۔ ان کے ذمہ واجب ہے کہ لڑکی کو اس جگہ سے بلا کر اسی شوہر کے گھر بھیجیں، جس سے اولاً نکاح کیا ہے۔

"**فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته.** (الدر المختار)

فلا يكون سكوته إجازة لنكاح الأبعد وإن كان حاضراً في مجلس العقد مالم يرض صريحاً أو دلالة، تأمل". (شامی: ۴۸۶/۲) (۲)

"**وإن زوج الصغير أو الصغيرة أبعد الأولياء ،فإن كان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولاية، توقف نكاح الأبعد على أجازته**". (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۱۲/۱۳۵۸ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ذی الحجہ/۱۳۵۸ھ۔ صحیح: عبد اللطیف، ۲۵/ذی الحجہ/۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۱۳/۱۱)

تایا نے اپنے ذاتی فائدے کے لیے نابالغہ کا نکاح کر دیا کیا حکم ہے:

سوال: ایک دختر نابالغہ کا جس کا باپ زندہ نہیں ہے، اس کے تایا نے بغرض اپنے ذاتی فائدے کے بلا رضامندی والدہ نابالغہ و دیگر رشتہ داران کے نکاح کر دیا ہے اور مال نابالغہ اپنے قبضہ میں کیا ہے۔ شرعاً یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

نابالغہ کے نکاح کی ولایت باپ نہ ہو تو چچا تایا کو ہے۔ (۴) صورت مسئولہ میں تایا کیا ہوا نکاح صحیح ہے، تاوقتیکہ یہ نکاح غبن فاحش، یا غیر کفو کے ساتھ ہونا ثابت نہ ہو، اس نکاح پر عدم جواز کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ (۵)

---

(۱) "(الوالي في النكاح) لا المال (العصبة بنفسه) وهو من يتصل بالميت حتى المعتقة ...(على ترتيب الأرث والحجب)". (الدر المختار)"(قوله: لا المال)فإنه الولي فيه الأب ووصيه والجد ووصيه والقاضي ونائبه فقط، الخ". (رد المحتار، كتاب النكاح: ۷٦/۳، باب الولي، سعيد)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار : ۸۱/۳، باب الولي ،سعيد

(۳) الفتاویٰ العالمگيرية: ۲۸۵/۱ ،الباب الرابع في الأولياء ، رشيديه

(۴) ثم الأخ،ثم العم. (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۷٦/۳، سعيد

(۵) البتہ لڑکی کو خیار بلوغ ہوگا۔ قال في الدر: (وإن كان بكفء أو بمهر المثل صح و)لكن (لهما) أي للصغير والصغيرة (خيار الفسخ) ... (بالبلوغ). (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ٦۹/۳، سعيد)

نابالغہ کے مال کی ولایت چچا کو حاصل نہیں ہے، پس اگر خاندان کے بڑے اور معتبر لوگ چچا پر اعتماد رکھتے ہوں تو اسے امین بنا دیں اور نہیں تو نابالغہ کا مال کسی دوسرے امین کی تحویل میں دے دیں۔(۱) (کفایۃ المفتی:۵/۶۰)

ماں اور چچا میں نکاح کا ولی کون ہوگا:

سوال: نابالغہ ۱۴/سالہ کی نسبت جو ماں نانی طے کرتی ہے، وہ چچا کو ناپسند ہے اور جو نسبت چچا طے کرتا ہے، وہ ان لوگوں کو ناپسند ہے؛ اس لیے چچا اجازت دینے سے انکار کرتا ہے۔ صحت نکاح کی کیا صورت ہے۔ کیا لڑکی خود اجازت دے سکتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں بغیر اجازت ورضا مندی چچا کے نکاح درست نہیں ہوگا؛ اس لیے ضرورت ہے کہ چچا کو راضی کر کے اجازت لی جائے، لڑکی جب تک بالغہ نہ ہو جائے، یا پورے ۱۵/سال کی نہ ہو جائے، اس کو خود اجازت دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴/۲۸۹)

چچا کے ہوتے ہوئے ماں کا کیا ہوا نکاح موقوف ہے:

سوال: مسماۃ ہندہ نے اپنے نابالغ لڑکے کا نکاح اپنی اجازت سے کر دیا۔ لڑکے کے باپ موجود نہیں، انتقال کر چکے ہیں، اس کے باپ کے چچا موجود ہیں؛ لیکن وہ اپنے باپ کے انتقال پر سسرال سے میکے گئی تھی، اس وقت سے سسرال واپس نہیں آئی اور چچا کی عدم موجودگی میں اپنی اجازت سے اپنے نابالغ لڑکے کا نکاح کر دیا۔ آیا یہ نکاح ازروئے شریعت جائز ہوا، یا نہیں؟ (المستفتی:۲۱۵۸، چودھری عبدالرحمٰن صاحب (ضلع جالون) ۲۷/شوال ۱۳۵۶ھ)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

جب کہ نابالغ لڑکے کے چچا، یا اس کے باپ کے چچا موجود ہیں تو ہندہ کو ولایت نکاح حاصل نہیں، یہ نکاح لڑکے کے چچا، یا اس کے باپ کے چچا کی اجازت پر موقوف ہے،(۳) اگر وہ خبر پا کر جائز رکھیں تو صحیح، ورنہ باطل ہو جائے گا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی:۵/۸۶)

---

(۱) الولاية فى مال الصغير للأب ثم وصيه ثم وصى وصيه ولو بعد، فلو مات الأب ولم يوص فالولاية لأبى الأب ثم وصيه ثم وصى وصيه فإن لم يكن فللقاضى ومنصوبه ...وأما وصى الأخ والعم وسائر ذوى الأرحام ففى شرح الاسبيجابى أن لهم بيع تركة الميت لدينه أو وصيته.(ردالمحتار،باب الوصى:٦/٧١٤،دارالفكربيروت،انيس)

(۲) (الوالى فى النكاح)...(العصبة بنفسه)...(على ترتيب الإرث والحجب)...(فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم).(الدرالمختارعلى هامش رد المحتار:٢/٣١١-٣١٢)

(۳) فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته.(الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولى:٣/٨١، سعيد)

چچا کے ہوتے ہوئے ماں کا کیا ہوا نکاح موقوف ہے:

سوال: ایک لڑکا نو دس سال یتیم ہے اور اس کا ایک چچا جو اس کے باپ کا چچا زاد بھائی ہے، موجود ہے۔ اس چچا کی عدم موجودگی میں اس لڑکے یتیم کی والدہ نے اپنی رضامندی سے کسی جگہ اس اپنے لڑکے کا نکاح کرا لیا ہے اور یہ چچا اس لڑکے کے اس نکاح سے سخت ناراض اور ناخوش ہے اور چاہتا ہے کہ میں اس لڑکے کا نکاح اپنی رضامندی سے کسی دوسری جگہ کروں اور اس رشتہ کو چھوڑ دوں، آیا اب شریعت مقدسہ اس مسئلہ میں کیا حکم دیتی ہے؟ کیا اس لڑکے کے نکاح کو چچا فسخ کرا سکتا ہے، یا نہیں؟

اور کیا صورت اس کے فسخ ہونے کی ہے؛ یعنی اس نابالغی کی حالت میں اس لڑکے کے نکاح کو چچا فسخ کرا سکتا ہے، یا کہ بعد بلوغ کے اور لڑکے کے بالغ ہونے کی شریعت مقدسہ نے کیا حد مقرر کی ہے؟

(المستفتی: ۱۳۵۴، محمد بہار علی صاحب، کرنال، ۴/جمادی الاول ۱۳۵۷ھ، مطابق ۳/جولائی ۱۹۳۸ء)

الجواب

اس نابالغ لڑکے کے نکاح کی ولایت اس کے چچا کو حاصل تھی، اس کی موجودگی میں ماں کو حق ولایت نہیں تھا، پس ماں نے جو نکاح کر دیا تھا، وہ چچا کی اجازت پر موقوف تھا، اگر چچا نے اس نکاح سے نارضامندی کا اظہار کر دیا تو یہ نکاح خود ہی باطل ہو گیا، (۱) اس کے فسخ کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۸۸/۵)

چچا کے ہوتے ہوئے ماموں کو ولایت نکاح نہیں:

سوال: ایک نابالغ لڑکی ہے، اس کے والدین زندہ نہیں ہیں؛ مگر اس کے چچا اور ماموں زندہ ہیں، جائداد متروکہ والدین یتیمہ بقبضہ وانتظام چچا ہے، لڑکی کی تقرر کسی جگہ سے آئی تو چنانچہ وہ تقرر سب برادری کے لوگوں کی رائے سے ونیز چچا کی رائے سے پختہ ہوگئی، جس دن بارات آئی تو چچا بخیال اس کے کہ اگر نکاح ہو جائے گا تو بعد شادی جائداد میرے قبضہ سے نکل جائے گا، اجازت نکاح دینے سے انکار کیا، ہر چند برادری نے سمجھایا کہ لڑکی کا واسطہ ہے، آپ اجازت دے دیں؛ مگر چچا مذکور نے بعد فہمائش بسیار بھی اجازت نہ دی، آخر کار لوگوں نے اس کو ماموں سے اجازت لے کر نکاح لڑکی کی پڑھا دیا۔ اب استفسار یہ ہے کہ آیا اس صورت میں نکاح اس لڑکی کا جائز ہوا، یا نہیں؟

---

(۱) فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته. (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۸۱/۳، سعید)

(۲) اور لڑکے کے بالغ ہونے کی حد پندرہ برس ہے۔

وفی الدر: بلوغ الغلام بالاحتلام ...والاحبال والانزال ... فإن لم یوجد فیهما شئ فتحی یتم لکل منهما خمس عشرة به یفتی. (الدر المختار، فصل بلوغ الغلام بالاحتلام: ۱۵۳/۶، سعید)

الجواب

نہیں ہوا؛ لیکن اگر ہنوز چچا نے اس نکاح کو رد نہ کیا ہو اور صریح لفظوں سے اپنی ناراضی ظاہر نہ کی ہو؛ بلکہ ساکت رہا ہو اور اس اثنا میں لڑکی بالغ ہو جاوے اور اس نکاح کی اجازت دے دے تو جائز ہو جاوے گا۔ فقط

۲۹/رجب ۱۳۲۹ھ (تتمہ اولیٰ، ص:۹۲) (امداد الفتاویٰ جدید:۳۴۹/۲)

بھتیجہ اور ماں نکاح کے ولی ہیں، مال کے نہیں:

سوال: نابالغہ کے مال کا ولی بھتیجہ ہے، یا ماں؟

الجواب

بھتیجہ متوفی کا نابالغہ کے نکاح کا ولی ہے، اس کے مال ولی نہیں ہے اور نہ ماں ولی ہے، نابالغہ کا حصہ حاکم جس کے پاس مناسب سمجھے امانت رکھے اور جو طریق اس کے مال کی حفاظت کا ہو، وہ طریق اختیار کیا جاوے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵۶/۸)

سوتیلی ماں اور چچازاد بھائی میں ولی کون ہوگا:

سوال: ایک کمسن لڑکی جس کی عمر تقریباً سات، یا آٹھ سال کی ہے، اس کے والد قضا کر چکے ہیں، ماں کہیں دوسرے کے ساتھ نکاح کر کے چلی گئی ہے؛ مگر لڑکی اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ اپنے گھر پر ہے اور لڑکی کا چچازاد بھائی بھی موجود ہے، جس کی عمر پینتیس، یا تیس برس کی ہے، چند ماہ ہوا کہ لڑکی کا نکاح ایک زیادہ عمر کے آدمی جس کو سن رسیدہ بھی کہا جا سکتا ہے، سوتیلی ماں کی اجازت سے ہوا ہے، اب لڑکی کو سخت تکلیف کھانے، کپڑے کی ہے۔ سوتیلی ماں کا ارادہ وہاں لڑکی کو بھیجنے کا نہیں ہے تو بتلایا جائے کہ نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب وباللہ التوفیق

مذکورہ نابالغہ لڑکی کا ولی قریب اس کا چچازاد بھائی ہے؛(۲) اس لیے نابالغہ کا جو نکاح اس کی سوتیلی ماں نے کر دیا ہے، وہ نکاح موقوف رہے گا، اگر اس کا چچازاد بھائی نکاح کی خبر سن کر منظور کر لے گا تو نکاح صحیح ہو جائے گا اور نامنظور کر دے گا تو نکاح ہی نہیں ہوگا،(۳) اور اگر چچازاد بھائی کی رضامندی سے یہ نکاح ہوا ہے تو نکاح منعقد ہو گیا۔ بہر حال لڑکی کو یہ

(۱) (الوالی فی النکاح) لاالمال.(الدرالمختار)
فإن الولی فیه الأب ووصیه والقاضی ونائبه فقط.(ردالمختار،باب الولی: ٤٢٧/٢،ظفیر)

(۲) (الوالی فی النکاح) ... (العصبة بنفسه) ...(علی ترتیب الإرث والحجب).(الدرالمختار: ٣١٥/٢)

(۳) (ونكاح عبد وأمة بغیر إذن السید موقوف) علی الإجازة(كنكاح الفضولی) سیجیء فی البیوع توقّف عقوده كلها أن لها مجیز حالة العقد وإلا تبطل.(الدرالمختار باب الكفاءة: ٣٢٦/٢-٣٢٧)

حق ہے کہ بالغہ ہوتے ہوئے؛ یعنی خون دیکھتے ہی فوراً چند گواہ کے سامنے یہ کہہ دے کہ میں بالغ ہوگئی اور نکاح میرا جو ہوا ہے، اس کو نامنظور کرتی ہوں، اس کے بعد دارالقضاء پھلواری شریف میں قاضی صاحب کے پاس درخواست دے کر گواہ پیش کر کے فسخ کا فیصلہ حاصل کرے، اس کے بعد وہ دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۲۹/۲/۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۸۰/۴۔۲۸۱)

چچیرے بھائی و چچیرے چچا میں ولی کون:

سوال: مسماۃ حقیقن کے والد قضا کر چکے ہیں۔ دو چچیرے بھائی غفور و جمراتی موجود ہیں، والدہ موجود ہیں اور دو چچیرے چچا: عنایت میاں و ولی محمد میاں موجود ہیں۔ نکاح کی اجازت کون دے گا؟ غفور و جمراتی خلاف ہیں۔ تاریخ عقد مقرر ہو چکی ہے۔

الجواب ———————— وباللہ التوفیق

اگر مسماۃ حقیقن بالغہ ہے تو وہ خود اپنے نکاح کی اجازت دے سکتی ہے، دوسرے کسی ولی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے،(۲) اور اگر وہ نابالغہ ہے تو غفور میاں، یا جمراتی میاں سے اجازت لینی ضروری ہے؛(۳) لیکن اگر یہ دونوں نقصان پہنچانے کی غرض سے اجازت نہ دیتے ہوں تو ایسی صورت میں دارالقضاء پھلواری شریف میں درخواست دے کر قاضی شریعت سے نکاح کی اجازت حاصل کی جا سکتی ہے۔(۴) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۲۰/محرم الحرام ۱۳۴۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۹۲/۴۔۲۹۳)

چچازاد بھائی نے بھی نکاح کیا اور سوتیلے چچازاد بھائی نے بھی کون سا نافذ ہوگا:

سوال: دو لڑکیاں؛ ایک بالغہ، دوسری نابالغہ، اپنے سوتیلے چچازاد بھائی کی ولایت میں ہیں اور ایک لڑکا جوان لڑکیوں کا حقیقی چچازاد بھائی ہے، وہ کچھ ماہ زائد چودہ سال کی عمر کا ہے۔ اب اس سوتیلے بھائی نے ان میں سے ایک دختر بالغہ کا نکاح اپنے ساتھ کر لیا اور دوسری نابالغہ کا نکاح اپنے بیٹے سے کہ جو دوسری بیوی سے ہے، اپنی ولایت سے پڑھوانا چاہتا ہے اور لڑکیوں کا حقیقی چچازاد بھائی کہتا ہے کہ میں بالغ ہوں اور میری ولایت ہے، میرا نکاح اس لڑکی سے پڑھا دیا جائے تو اس صورت میں نکاح جائز ہوگا، یا نہیں؟

---

(۱) وإن زوّجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ وهذا عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ ويشترط فيه القضاء. (الفتاویٰ الهندیه: ۲۸۵/۱)

(۲) (فنفذ نكاح حرّة مكلّفة بلا) رضا (ولي). (الدر المختار: ۲۹۶/۲)

(۳) (الوالي في النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب). (الدر المختار: ۳۱۱/۲)

(۴) لولم يزوّج الأقرب زوّج القاضي عند فوت الكفء. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۳۱۵/۲۔۳۱۶)

الجواب

جب کہ حقیقی چچازاد بھائی جو کہ مراہق ہے؛ یعنی قریب البلوغ ہے، دعویٰ اپنے بالغ ہونے کا کرتا ہے اور قرائن سے اس کا صدق ظاہر ہے تو قول اس کا دربارہ بلوغ شرعاً معتبر ہوتا ہے۔

كما قال في الدر المختار: (فإن راهقا) بأن بلغا هذا السن (فقالا: بلغنا، صدقا إن لم يكذبهما الظاهر) كذا قيده في العمادية وغيرها، فبعد ثنتي عشرة سنة بشرط شرط آخر لصحة إقراره بالبلوغ وهو أن يكون بحال يحتلم مثله وإلا لايقبل قوله، شرح وهبانية. (الدر المختار)(۱)

پس چوں کہ حقیقی چچازاد بھائی بالغ کی ولایت مقدم ہے، علاتی چچازاد بھائی سے، لہذا جو نکاح حقیقی چچازاد بھائی نے کیا، وہ صحیح ہے اور بعد میں جو نکاح علاتی چچازاد بھائی نے کیا، وہ باطل ہے، پہلے جو یہاں سے جواز نکاح اس صورت میں لکھا گیا ہے، وہ اس بنا پر تھا کہ سوال میں حقیقی چچازاد بھائی کو نابالغ ظاہر کیا گیا تھا، لہذا اس صورت میں کہ وہ بالغ ہو، وہ جواب صحیح نہیں ہے اور یہ جواب جواب لکھا گیا ہے، صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۰/۸-۱۳۱)

وصیت کا اعتبار نہیں اور چچازاد بھائی کے ہوتے ہوئے ماں ولی نہیں ہے:

سوال: زید نے اپنے مرض الموت میں اپنی عورت سے کہا کہ میری صغیرہ لڑکی ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ کر دینا، جس کے ساتھ میں قبل اس کے صغیرہ مذکور کی منگنی کر چکا ہوں، پھر زید نے عمرو خالد کو کہا کہ اگر میری عورت میری صغیرہ لڑکی کا نکاح بکر کے ساتھ کر دیا، اس نکاح ہو جانے کے بعد زید کے ابن الاخ نے صغیرہ مذکورہ کا نکاح بولایت اپنے ساتھ پڑھ لیا، یہ ابن الاخ زید کا بالغ ہے، اس کے سوا اور کوئی جدی رشتہ دار زید کا نہیں، زید کی عورت صغیرہ کی والدہ ہے۔ شرعاً پہلا نکاح جائز ہے، یا دوسرا؟

الجواب

زید کی وصیت کا تو اس بارے میں کچھ اعتبار اور لحاظ نہیں ہے اور زید کے انتقال کے بعد ولایت نکاح ہندہ بالغہ کی زید کے ابن الاخ کو ہے، پس ہندہ کی والدہ نے جو نکاح کیا، وہ زید کے ابن الاخ کی اجازت پر موقوف تھا، اگر اس نے اس نکاح موقوف کو باطل کر کے اپنا نکاح اس نابالغہ سے کیا ہے تو ابن الاخ کا نکاح صحیح ہو گیا اور پہلا نکاح جو والدہ نے کیا تھا باطل ہو گیا۔

قال في الدر المختار: (الوالي في النكاح) ... (العصبة بنفسه). (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۹/۸-۵۰)

ولی نکاح چچا ہے ماموں نہیں اور مال کا ولی کوئی نہیں:

سوال: مسماۃ کنیز و مریم یتیم ہیں اور ان کے ورثا میں ایک چچا علاتی ہے اور ایک ماموں حقیقی ہے، ابتدائے سے

---

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام: ۱۳۲/۵-۱۳۳، ظفير

(۲) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۲۷/۲، ظفير

زیر ولایت چچا کے رہیں، اس چچا نے جو ان کا حصہ پدری ان کی جائداد میں پہنچتا تھا، ایک فرضی بیعانہ ظاہر کرکے اس تمام جائداد کو اپنے نام کرکے رقم کثیر میں رہن کردی۔ اب ماموں چاہتا ہے کہ وہ لڑکی چچا کی ولایت سے نکل کر میری ولایت میں آویں؛ تا کہ ان کے حقوق تلف کردہ کو ثابت کرے اور قائم کرے، اسی حالت میں ولایت چچا نقصان پہونچانے والی کی منسوخ ہوکر ماموں کی طرف منتقل ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

ولایت نکاح نابالغہ اس صورت میں چچا کو ہے؛ کیوں کہ وہ عصبہ ہے، ماموں کو ولایت نکاح بموجودگی چچا کے نہیں ہے اور نابالغہ کے مال ولایت اور اختیار نہ چچا کو ہے، نہ ماموں کو۔ پس چچا نے جب کہ نابالغہ کو نقصان پہونچایا تو اس کو نابالغہ کی مال میں تصرف کرنے سے روکنا چاہیے۔

درمختار میں ہے:

(الوالی فی النکاح) لاالمال (العصبة بنفسه)،الخ.

(قوله:لاالمال) فإن الولی فیه الأب ووصیه والجد ووصیه والقاضی ونائبه فقط ح. (۱)

(وولیه أبوه ثم وصیه) بعد موته ، ثم وصی وصیه ،کما فی القهستانی عن العمادیة (ثم بعدهم (جده)الصحیح وإن علا(ثم وصیه) ... (ثم القاضی أو وصیه) ... ثم (دون الأم ووصیها)هذا فی المال. (الدرالمختار)

(قوله:دون الأم ووصیها)قال الزیلعی:وأما ما عدا الأصول من العصبة کالعم والأخ أوغیرهم کالأم ووصیها وصاحب الشرطة لایصح إذنهم له، لأنهم لیس لهم ان یتصرفوا فی ماله تجارةً. (شامی، ج:۵) (۲)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ چچا کو بچہ کے مال کی ولایت نہیں ہے، البتہ نکاح کی ولایت ہے۔ سو ولایت نکاح ماموں کی طرف بحالت موجودہ منتقل نہ ہوگی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷۲/۸-۷۳)

چچا کا کیا ہوا نکاح لڑکی بغیر قضائے قاضی فسخ نہیں کرسکتی:

سوال: ایک شخص نے انتقال کیا، لڑکی نابالغہ وزوجہ اور ایک اپنا بھائی چھوڑا، متوفی کی زوجہ نے اس کے بھائی؛ یعنی لڑکی نابالغہ کے تایا سے نکاح کرلیا اور لڑکی نابالغہ کے تایا نے لڑکی مذکورہ یعنی اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے لڑکے سے کرلیا، باہمی جھگڑوں کی وجہ سے لڑکی نے بالغہ ہوتے ہی اپنی والدہ کے ایما (اشارہ) سے اپنی سمجھ سے نکاح سے انکار کردیا اور شوہر نے بھی اپنے دوستوں سے یہ کہا کہ میرا کوئی تعلق ایسی عورت سے نہیں۔ ایسی حالت میں لڑکی کا دوسرا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) ردالمحتار)(باب الولی: ۴۲۷/۲،ظفیر

(۲) ردالمحتار، کتاب المأذون،مبحث فی تصرف الصبی ومن له الولایة علیه: ۱۵۱/۵-۱۵۲،ظفیر

الجواب

اس لڑکی ولی اس صورت میں اس کا تایا ہے، اگر بحالت عدم بلوغ دختر کے اس کا نکاح اپنے لڑکے سے کیا تو وہ نکاح صحیح ہوا اور اس زمانہ میں قضاء شرعی نہ ہونے کی وجہ سے عورت کے انکار سے نکاح فسخ نہیں ہوا، (۱) اور یہ کہنا شوہر کا کہ میرا کوئی تعلق اس عورت سے نہیں، صریح طلاق نہیں ہوا؛ بلکہ کنایہ ہے۔ (۲) اس میں نیت شوہر کا اعتبار ہے، اگر وہ کہے کہ میری نیت طلاق کی نہ تھی تو اس لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوئی، لہذا بدون طلاق اپنے شوہر کے اس عورت کا دوسرا نکاح درست نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۷۴-۷۵)

تایازاد بھائی ولی ہے، اس کے رہتے ہوئے نانی ولی نہیں:

سوال: کیا نابالغان کی نانی جو نہ صرف نانی؛ بلکہ وصی اور قائم مقام وصی نابالغان کے پدر متوفی کی ہے؛ یعنی وصیت کر مرا تھا کہ نانی نابالغان کی پرورش کرے گی اور کہا تھا کہ ان کی ولی بعد مرنے میرے کے تم ولی ہو، اس صورت میں ایسی نانی جو بمنزلہ قائم مقام کے ہے، اس کے مقابلہ میں نابالغان کے تایازاد بھائی کو نابالغان کے ولی ہونے میں ترجیح ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں تایازاد برادر ولی نابالغان کا ہے، نانی ولی نہیں، اگرچہ وہ وصی ہو۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۱۰۰-۱۰۱)

ولی چچازاد بھائی اگر اپنے ساتھ نکاح کرلے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک نابالغ لڑکی جس کے والدین اور کوئی وارث اس کے چچا کے پسر کے سوا نہیں، جس نے اس کو پرورش کیا ہے لڑکی کی نابالغی کی حالت میں اس چچا کے بیٹے نے اپنی ولایت سے اس لڑکی کے ساتھ اپنا نکاح کیا ہے یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) (ولهما)... (خيار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده) ... (بشرط القضاء) للفسخ. (الدر المختار) حاصله أنه إذا كان المزوج للصغير والصغيرة غير الأب والجد فلهما الخيار بالبلوغ أو العلم به، فإن اختار الفسخ لايثبت الفسخ إلا بشرط القضاء. (ردالمحتار، باب الولي: ۲/۴۲۱، ظفير)

(۲) (كنايته) عندالفقهاء (مالم يوضع له) أي الطلاق (واحتمله) وغيره (ف) الكنايات (لاتطلق بها) قضاءً (إلا بنيةٍ أو دلالة الحال). (الدرالمختار)

(قوله: قضاءً) قيد به لأنه لايقع ديانةً بدون النية. (ردالمحتار، باب الكنايات: ۲/۶۳۶، ظفير)

(۳) (الوالي في النكاح) لاالمال (العصبة بنفسه) ...(على ترتيب الارث والحجب). (الدرالمختار)

ثم يقدم الأب ثم أبوه ثم الأخ الشقيق ثم لأب ثم ابن الأخ الشقيق ثم لأب ثم العم الشقيق ثم لأب ثم ابنه. (ردالمحتار، باب الولي: ۲/۴۲۷-۴۲۸، ظفير)

الجواب

جب کہ ولی اقرب اس نابالغہ کا وہی چچا کا بیٹا ہے تو اپنے سے نکاح کر لینا اس کا صحیح ہے۔(كذا في كتب الفقه)(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۲/۸)

بھائی چچازاد کے ہوتے ہوئے اخیافی بھائی کو ولایت نکاح نہیں:

سوال: چچازاد بھائی ہوتے ہوئے اخیافی بھائی کو ولایت نکاح پہونچتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

فی الدرالمختار، باب الولی: (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم) ثم للأم الأب وفى القنية عكسه، ثم للبنت، ثم لبنت الإبنم، ثم لبنت البنت، ثم لبنت ابن الإبن، ثم لبنت بنت البنت، [إلىٰ قوله) (ثم للأخت لأب وأم، ثم للأخت لأب، ثم لولد الأم) الذكر والأنثىٰ سواء، ثم لأولادهم.(۲)

سو اس روایت سے معلوم ہوا کہ چچازا بھائی کے ہوتے ہوئے اخیافی بھائی کو ولایت نکاح نہیں پہونچتی۔

(تتمہ اولیٰ، ص: ۷۹)(امدادالفتاویٰ جدید: ۳۴۹/۲)

باپ کا علاتی چچا ولی ہے، اس کے رہتے ہوئے بہن اور پھوپی ولی نہیں:

سوال: ایک یتیمہ نابالغہ ہے، اس کا ولی اس کے باپ کا علاتی چچا اور اس کی بہن حقیقی اور پھوپی حقیقی ہیں، اب زید کو جو کہ اس یتیمہ کا ہم کفو ہے، بعوض مہر مثل کے اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے، سوتیلا چچا اور بہن انکار کرتی ہیں، اس صورت میں حق تزویج پھوپی کو بھی حاصل ہے، یا نہیں؟

الجواب

قال فی الدرالمختار: (الوالی فی النکاح) لا المال(العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب)، الخ.(۳)

---

(۱) (الوالی فی النکاح) ... (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب) فيقدم ابن المجنونة على أبيها لأنه يحجبه حجب نقصان.(الدرالمختار)

ثم يقدم الأب، ثم أبوه، ثم الأخ الشقيق، ثم لأب، الخ، ثم العم الشقيق، ثم ابنه، الخ، كل هولاء لهم إجبار الصغيرين.(ردالمحتار، باب الولی: ۴۲۸/۲، ظفير)

(ولابن العم أن يزوج بنت عمه الصغيرة) ...(من نفسه) فيكون أصيلا من جانب ولیا من آخر.(الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب النكاح: ۴۹۴/۲، ظفير)

(۲) الدرالمختار، باب الولی: ۷۸/۳-۷۹، دارالفکر بیروت، انیس

(۳) الدرالمختار، باب الولی: ۷۶/۳، دارالفکر بیروت، انیس

اس عبارت سے واضح ہے کہ ولی اس صورت میں اس نابالغہ کے باپ کا علاتی چچا ہے، بہن کا درجہ بھی اس سے مؤخر ہے اور پھوپی کسی طرح ان کی موجودگی میں ولی نہیں ہے اور درمختار میں جو عضل اقرب کی صورت میں ولی ابعد کو ولایت نکاح شرح وہبانیہ سے نقل کی ہے، علامہ شامی نے اس کے خلاف کو موجہ کہا ہے کہ ولی اقرب کے عضل کی صورت میں ولی ابعد کو ولایت نکاح نہیں ہے؛ بلکہ قاضی کو ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۵/۸)

چچازاد بھائی کے رہتے ہوئے باپ کا چچازاد بھائی ولی نہیں ہوسکتا:

سوال: نابالغان کے حقیقی تایا کے پسر بعمر ۲۳ سال کے مقابلہ میں نابالغان کے ولی ہونے میں ان کا چچا بعید یعنی ان کے باپ کا چچازاد بھائی ترجیح دیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

نابالغان کا ولی اس صورت میں تایا کا پسر ہے، باپ کا چچازاد بھائی ولی نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۷/۸)

تایازاد بھائی اور بہن میں سے ولایت کس کو ہے:

سوال: میرے والدین انتقال کرگئے۔ ہم دو بہنوں کے سوا اور کوئی لڑکا نہیں، ایک کی شادی ہوگئی، دیگر ناکتخدا (کنواری) ہے۔ کیا شرعاً ناکتخدا لڑکی کی شادی کرنے کا حق حقیقی بہن کو ہے، یا قریبی رشتہ دار؛ یعنی تایازاد بھائی کو؟

(المستفتی: ۲۲۹۸، عباس خاں صاحب، راج پوتانہ، ۷/ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۷/جون ۱۹۳۸ء)

الجواب

نابالغہ لڑکی کی شادی تایازاد بھائی کی اجازت سے ہوگی، (۳) اور اگر ناکتخدا (کنواری) لڑکی بالغ ہو تو پھر اس کی اپنی اجازت اور رضامندی سے اس کی شادی ہوسکتی ہے۔ (۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۸۷/۵)

---

(۱) (ويثبت للأبعد) من أولياء النسب، شرح وهبانية؛ لكن في القهستاني عن الغياثي: ولو لم يزوج الأقرب زوج القاضي عند فوت الكفء (التزويج بعضل الأقرب. (الدرالمختار)

وقد أيده أيضا العلامة الشرنبلالي في رسالة سماها كشف المعضل فيمن عضل بأنه ذكر في أنفع الوسائل عن المنتقى: إذا كان للصغيرة أب امتنع عن تزويجها لاتنتقل الولاية إلى الجد بل يزوجها القاضي ونقل مثله ابن الشحنة عن الغاية عن روضة الناطفي. (ردالمحتار، باب الولي: ۴۳۳/۲، ظفير)

(۲) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۱۰/۲، ظفير

(۳) واقرب الأولياء إلى المرأة الابن ثم ابن الإبن وإن سفل ثم الأب ثم الجد أبو الأب ... ثم العم ... ثم ابن العم. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ۲۸۳/۱، ماجدية)

(۴) وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وإن لم يعقد عليها ولي. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الاولياء: ۳۱۳/۲، شركة علمية)

ولی خود نابالغہ سے نکاح کرے تو کس کی ولایت واجازت سے نکاح ہوگا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عمر نے انتقال کیا، ایک زوجہ ودختر مسماۃ ہندہ و براہ درزادہ حقیقی مسمیٰ بہ زید و نبیرہ پھوپھی وخالہ زادہ چھوڑا، ظاہر ہے کہ برادرزادہ حقیقی ولی نابالغہ لڑکی کا ہے، اب ولی مذکور کی خواہش ہے کہ اپنا نکاح خود نابالغہ سے کرے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس نکاح کا ولی کون شخص ہوگا اور یہ نکاح کس کی اجازت سے ہوگا۔ بحوالہ کتاب جواب دیں اللہ آپ لوگوں کو اجر دے گا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ من بعض العلماء

صورت مسئولہ میں برادرزادہ حقیقی خود نکاح کرسکتا ہے اور وہ خود اجازت دے گا، بشرطیکہ لڑکی نابالغہ کا نقصان کسی قسم کا متصور نہ ہو اور دیانت وامانت سے اس عقد کو کرے، اگر برادرزادہ حقیقی نے نکاح کرلیا اور اس میں نابالغہ کا نقصان ہوا تو بعد بلوغ نابالغہ کو حق فسخ کا ہوگا، جیسا کہ عبارت شرح وقایہ، جلد ثانی، ص:۳۱ سے ظاہر ہے:

وصح إنكاح الأب والجد لا لغيرهما أى لا يصح لغير الأب والجد إنكاح الصغير والصغيرة بغبن فاحش فى المهر أومن غير كفء إتفاقا والله أعلم بالصواب

کتبہ: عبدالحمید غفرلہ، ساکن قصبہ نگر ہنہ۔

لقد اصاب من اجاب: محمد عبدالاحد کان اللہ لہ، ساکن قصبہ ساکن نگر ہنہ، ۲۷؍شوال ۱۳۴۸ھ۔

ردمن بعض العلماء:

مفتی نے جو یہ جواب لکھا ہے کہ صورت مسئولہ میں برادرزادہ حقیقی خود نکاح کرسکتا ہے اور وہ خود اجازت دے گا، بشرطیکہ لڑکی نابالغہ کا نقصان کسی قسم کا متصور نہ ہو اور دیانت وامانت سے اس عقد کو کرے، آہ، نہ معلوم مفتی رحمنا اللہ ولہ کا اس انعقاد سے کیا مراد ہے؟ اگر عقد لازمی مراد ہے تو عقد لازم نہ ہوگا، موقوف ہوگا اور مفتی رحمنا اللہ ولہ نے جو یہ جواب دیا ہے کہ اگر برادرزادہ حقیقی نے نکاح کرلیا اور اس میں نابالغہ کا نقصان ہوا تو بعد بلوغ نابالغہ کو حق فسخ کا ہوگا، یہ مفتی رحمنا اللہ ولہ کا تساہل ہے؛ کیوں کہ اگر چچیرے بھائی نے نابالغہ سے غبن فاحش مہر میں اپنے ساتھ نکاح کرلیا تو یہ نکاح باطل ہوگا، موقوف نہ ہوگا، اسی واسطے وقایہ متن والا بولتا ہے:

صح إنكاح الأب والجد عند عدم الأب الصغير والصغيرة بغبن فاحش فى المهر أو من غير كفء لا لغيرهما.

اگر کوئی کہے کہ اگر چچیرے بھائی نے نابالغہ سے مہر میں غبن فاحش کر کے نکاح کرلیا تو یہ نکاح صحیح ہوگا، جیسا کہ شرح وقایہ میں ہے:

وإن فعل غيرهما فلهما أن يفسخا بعد البلوغ.

تو اس کا جواب یہ ہے کہ شارحؒ سے یہاں وہم واقع ہوا ہے، جو اس نکاح کو صحیح ہونا بتاتا ہے، حالاں کہ نہ لازماً، نہ موقوفاً کوئی نکاح نہیں ہوا، چناں چہ درمختار میں ہے:

(وإن كان المزوج غيرهما)أی غير الاب وأبيه ولو الأم أو القاضی ... (لا يصح) النكاح (من غير كفء أوبغبن فاحش أصلا) وما فی صدر الشريعة صح ولهما فسخه وَهُم (وإن كان من كفء وبمهر المثل صح و)لكن (لهما) أی لصغير وصغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده)، انتهى ملخصاً.(۱)

اوردرمختار کی شرح شامی میں ہے:

(قَوْلُهُ صَحَّ وَلَهُمَا فَسْخُهُ) أَيْ بَعْدَ بُلُوغِهِمَا، وَالْجُمْلَةُ قَصَدَ بِهَا لَفْظَهُمَا مَرْفُوعَةُ الْمَحَلِّ عَلَى أَنَّهَا بَدَلٌ مِنْ مَا أَوْ مَحْكِيَّةٌ بِقَوْلٍ مَحْذُوفٍ أَيْ قَائِلًا،وَقَوْلُهُ: وَهُمْ خَبَرٌ عَنْ مَا، وَعِبَارَةُ صَدْرِ الشَّرِيعَةِ فِي مَتْنِهِ: وَصَحَّ إنْكَاحُ الْأَبِ وَالْجَدِّ الصَّغِيرَ وَالصَّغِيرَةَ بِغَبْنٍ فَاحِشٍ وَمِنْ غَيْرِ كُفْءٍ لَا غَيْرِهِمَا،وَقَالَ فِي شَرْحِهِ: أَيْ لَوْ فَعَلَ الْأَبُ أَوْ الْجَدُّ عِنْدَ عَدَمِ الْأَبِ لَا يَكُونُ لِلصَّغِيرِ وَالصَّغِيرَةِ حَقُّ الْفَسْخِ بَعْدَ الْبُلُوغِ، وَإِنْ فَعَلَ غَيْرُهُمَا فَلَهُمَا أَنْ يَفْسَخَا بَعْدَ الْبُلُوغِ،آه،وَلَا يَخْفَى أَنَّ الْوَهَمَ فِي عِبَارَةِ الشَّرْحِ وَقَدْ نَبَّهَ عَلَى وَهْمِهِ ابْنُ الْكَمَالِ، وَكَذَا الْمُحَقِّقُ التَّفْتَازَانِيُّ فِي التَّلْوِيحِ فِي بَحْثِ الْعَوَارِضِ، وَذَكَرَ أَنَّهُ لَا يُوجَدُ لَهُ رِوَايَةٌ أَصْلًا، وَأَجَابَ الْقُهُسْتَانِيُّ بِأَنَّ صِحَّتَهُ بِالْغَبْنِ الْفَاحِشِ نَقَلَهَا فِي الْجَوَاهِرِ عَنْ بَعْضِهِمْ ، وَبِغَيْرِ كُفْءٍ نَقَلَهَا فِي الْجَامِعِ عَنْ بَعْضِهِمْ قَالَ وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى وُجُودِ الرِّوَايَةِ،آه.

قُلْت:وَفِيهِ نَظَرٌ، فَإِنَّ مَا كَانَ قَوْلًا لِبَعْضِ الْمَشَايِخِ لَا يَلْزَمُ أَنْ يَكُونَ فِيهِ رِوَايَةٌ عَنْ أَئِمَّةِ الْمَذْهَبِ وَلَا سِيَّمَا إذَا كَانَ قَوْلًا ضَعِيفًا مُخَالِفًا لِمَا فِي مَشَاهِيرِ كُتُبِ الْمَذْهَبِ الْمُعْتَمَدَةِ،انتهى كلامه.(۲)

وقال فی هامش شرح الوقاية:وهذا يدل علیٰ وجود الرواية وفيه أنه قول غير معتبر والأصح بطلان إنكاح غيرهما بغبن فاحش ومن غير كفء من أصله،انتهى.

اب صورت مسئولہ کا جواب لکھا جاتا ہے کہ نابالغہ کا چچیرے بھائی جو ولی ہے، اگر وہی اپنے ساتھ نکاح کرنے کی خواہش رکھتا ہے تو ایسی صورت میں بھی ولی چچیرا بھائی ہی ہوگا اور اپنے ساتھ اپنی اجازت سے مہر بالمثل میں نکاح کرسکتا ہے؛ مگر نابالغہ کو اختیار رہے کہ بعد بلوغ اس نکاح کو قائم رکھے، یا فسخ کردے۔

ہدایہ میں ہے:

ويجوز نكاح الصغير والصيغرة إذا زوجهما الولی بكراً كانت الصغيرة أو ثيباً، ... فإن زوجهما

---

(۱) الدرالمختار،باب الولی:۶۷/۳-۶۹،دارالفکربیروت،انیس

(۲) ردالمحتار،باب الولی:۶۸/۳-۶۹،دارالفکربیروت،انیس

الأب والجد، يعني الصغير والصغيرة فلا خيار لهما بعد بلوغهما ... وإن زوجهما غير الأب أو الجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ،انتهى ملخصا.(۱)

اور جاننا چاہیے کہ صورت مسئولہ میں چچیرا بھائی نابالغہ کا ولی واصیل ہے؛ یعنی خود ساتھ اگر مہر بالمثل میں نکاح کرنا چاہتا ہے تو یہ نکاح صحیح ہوگا؛ مگر نابالغہ کو بعد بلوغ فسخ وعدم فسخ کا اختیار ہے۔

شرح وقایہ میں ہے:

ويتولى طرفي النكاح واحد ليس بفضولي من جانب وهو على أقسام: منها أن يكون الواحد أصيلا ووليا كابن العم يزوج بنت عمه الصغيرة،انتهى بتغيرما.

حاصل کلام: اگر چچیرا بھائی نابالغہ چچازاد بہن سے مہر بالمثل میں، یا بغیر نقصان فاحش نکاح کرے گا تو صحیح ہوگا، ورنہ نہیں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

کتبہ عبدالرشید بن شوق نیموی عظیم آبادی رحمہا اللہ تعالی، ۳۰/شوال ۱۳۴۸ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــ من جامع امداد الاحکام

الجواب الثاني صحيح ولكن خيار الفسخ بعدالبلوغ يقتضي قضاء القاضي ويتوقف عليه ولا تنفرد المرأة بفسخ نكاحها بعد البلوغ بدون القضاء وليس لنا في الهند قاض شرعي يتولى فسخ مثل هذا النكاح والله أعلم

ظفر احمد عفا عنہ، ۱۵/ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ۔ (امداد الاحکام: ۳۲۶/۳)

☆☆☆

(۱) الهداية،باب الأولياء والأكفاء: ۱۹۳/۱،دارإحياء التراث العربي بيروت،انيس

ولایت ابعد کے مسائل

ماں کی ولایت سے نکاح:

سوال: ایک چودہ سال کی یتیم لڑکی جس کی ماں موجود ہے؛ مگر چچا، دادا، بھائی کوئی نہیں، ماں اس کی ولی بالنکاح بن سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

اگر یہ لڑکی بالغہ ہے تو اس کو اپنے نکاح کا اختیار ہے، اپنی پسند سے نکاح کر سکتی ہے، (۱) اور اگر نابالغہ ہے تو عصبۂ قریب میں جو ہو، وہی ولی ہوگا، جب عصبہ میں کوئی نہ ہو تو تب ماں کو ولایت نکاح حاصل ہوتی ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۲/۴/۲/۱۳۷۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۹۵/۴)

ماں کو ولایت نکاح کب حاصل ہوگی:

سوال: ایک لڑکی جس کی عمر دس گیارہ برس ہے، ہنوز علامت بلوغ ظاہر نہیں ہوئے ہیں، اس لڑکی کی ماں کے علاوہ اور کوئی دوسرا ولی نہیں ہے، اس حالت میں وہ اپنا نکاح خود کرے، یا ماں کی اجازت سے کرے، یا کیا کرے؟ از قسم ولی شرعی کوئی نہیں ہے، یا پنچ کو حاکم بنا کر ایسا نکاح کرے اور اگر اس لڑکی نے اپنی ماں کی ولایت کے ذریعہ نکاح کر لیا تو نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جب کہ لڑکی نابالغہ ہے اور اس کی ماں کے علاوہ اس کا دوسرا کوئی ولی نہیں ہے تو اس کا نکاح اس کی ماں کی اجازت ورضامندی سے جائز ودرست ہے، جس نابالغ کے عصبات میں کوئی مرد ولی نہ ہو، اس کا ولی ذوی الارحام میں سے سب سے زیادہ قریب تر اس کی ماں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

والأقرب عند أبی حنیفة الأم، الخ. (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۸/صفر المظفر ۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۹۵/۴-۲۹۶)

---

(۱) (فنفذ نکاح حرّة مکلّفة بلا) رضا (ولی). (الدر المختار: ۲۹۶/۲)

(۲) فإن لم یکن عصبة فالولایة للأم. (الدر المختار: ۳۱۲/۲)

(۳) الفتاویٰ الهندیه الباب الرابع فی الأولیاء: ۲۸۴/۱

ماں اور دادی میں ولی نکاح کون ہے:

سوال: ہندہ نے اپنی نابالغہ بچی جمیلہ کے رشتہ کے لیےلڑکا تلاش کرنے کے لیے ایک غیر ولی زید کو بھیجا، زید نے دوسرے گاؤں میں جا کر ایک لڑکا دیکھا اور اس سے کچھ رقم لے کر از خود اپنی جانب سے نکاح کر دیا، حالاں کہ زید کو نکاح کرنے کا اختیار بالکل نہیں دیا گیا تھا، اس نکاح سے لڑکی کی ماں اور دادی کوئی بھی راضی نہیں، باپ مر چکا ہے۔

(۲) اب مدت کے بعد جمیلہ کی دادی رضا مند ہوگئی تو کیا دادی کی رضا مندی سے نکاح ہو جائے گا، جب کہ اس کی ماں رضا مند نہیں ہے؟

(۳) جس لڑکے سے نکاح ہوا ہے، اس نے دوسری شادی کر لی ہے، جمیلہ کو طلاق نہیں دیتا ہے، رقم مانگتا ہے اور جمیلہ کو بیوی تصور کرتا ہے۔

(۴) تو ان باتوں سے جمیلہ کا نکاح ہوا، یا نہیں؟ اس سے رہائی کی کیا شکل ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) زید ولی نہیں اس کو نکاح کا اختیار نہیں، (۱) اس کا کیا ہوا نکاح لڑکی کی والدہ کی اجازت پر موقوف تھا، اگر اس نے اس کو نامنظور کر دیا تو وہ بیکار ہو گیا، (۲) زید نے جو رقم لی ہے، وہ رشوت ہے، اس کو واپس کرنا ضروری ہے۔

(۲) لڑکی کی والدہ کے انکار کے بعد دادی کی رضا مندی بیکار ہے۔ (۳)

(۳) جب لڑکی کی والدہ نے انکار کر دیا تھا تو وہ نکاح ختم ہو گیا تھا، اب اس لڑکے کا جمیلہ کو اپنی منکوحہ سمجھنا غلط ہے، طلاق کی ضرورت نہیں۔

(۴) لڑکی کی والدہ کے نامنظور کر دینے کے بعد لڑکی کا نکاح حسبِ صواب دید دوسری جگہ شرعاً درست ہوگا، لڑکے سے طلاق کو کہنا ہی بے محل ہے، اس کا کوئی اثر لڑکی پر نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔ ۲/۲/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دار العلوم دیو بند، ۲/۲/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۶۶)

---

(۱) "والوالی هو العصبة". (الهداية، كتاب النكاح، باب فى الأولياء والأكفاء: ۲/۳۱۶، شركت علميه)

(۲) "وتزويج العبد والأمة بغير إذن مولاهما موقوف، فإن أجاز المولى جاز، وإن رده وكذلك لو زوج رجل امرأة بغير رضاها، أو رجلاً بغير رضاه، وهذا عندنا، فإن كل عقد صدر من الفضولى وله مجيز انعقد موقوفاً على الإجازة". (الهداية، كتاب النكاح، باب فى الأولياء فصل فى الوكالة بالنكاح: ۲/۳۲۲، شركت عليمه)

(۳) کیوں کہ والدہ کا حق دادی پر مقدم ہے۔

"(فإن لم يكن العصبة فالولاية للأم) ثم لأم الأب، وفى القنية عكسه ثم للبنت، ثم لبنت الإبن، ثم لبنت البنت، ثم لبنت ابن الإبن، الخ". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولى: ۳/۷۸، سعيد)

اگر عصبہ میں سے کوئی موجود نہ ہو تو نابالغہ کے نکاح کی ولایت ماں کو حاصل ہے:

سوال: مسمیٰ جھولن میاں نے بگذاشت چند نابالغ لڑکے، لڑکیوں واہلیہ کے انتقال کیا۔ انہیں لڑکیوں میں سے ماں نے ایک لڑکی کی نسبت منسوب کر کے ۱۱/رجب ۱۳۴۲ھ تاریخ عقد مقرر کی ہے۔ لڑکی کے باپ چچا، دادا وغیرہ کوئی نہیں ہیں، ایسی حالت میں حضور سے اجازت عطا فرمانے کی درخواست ہے؛ تاکہ ماں اپنی ولایت اور حضور کی اذن سے عقد پڑھوا دے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

جب اس لڑکی کے عصبہ میں سے کوئی موجود نہیں ہے تو لڑکی کی ماں اس کے عقد نکاح کی اجازت دے سکتی ہے اور وکیل بالنکاح مقرر کر سکتی ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد بدرالدین پھلواروی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۹۶/۴)

نابالغہ کے عصبہ میں سے کوئی نہ ہو تو ماں کو ولایت نکاح حاصل ہوگی:

سوال: ہندہ کا عقد بحالت عدم بلوغ طرفین بوکالت اپنے مادر کے ہوا اور دو ماہ کے بعد شوہر ہندہ کا غائب ہو گیا اور ہنوز لامعلوم ہے، جس کا زمانہ چار سال کا ہوتا ہے، حالاں کہ بہت جستجو شوہر ہندہ کی کی گئی ہے، کوئی خبر زندہ مردہ کی نہیں ہے، لہٰذا ہندہ کی دلی خواہش عقد ثانی کرنے کی ہے تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں اگر ہندہ کا نکاح ماں نے ولی قریب کی موجودگی میں بلا استمزاج، یا اطلاع ولی کے کر دیا ہے تو یہ نکاح ہی سرے سے درست نہیں ہے اور اگر مرد ولی میں کوئی ولی موجود نہیں؛ اس لیے ولایت ماں کی طرف عود کر آتی ہے، (۲) تو اب ہندہ کو چاہیے کہ قاضی شریعت کے یہاں درخواست دے کر فسخ نکاح کا مطالبہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نورالدین، ۱۳/رجب ۱۳۴۲ھ۔ الجواب صحیح: محمد عثمان غنی۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۹۶/۴-۲۹۷)

ولی اقرب دو سو میل کی دوری پر ہو اور ماں نکاح کر دے تو کیا حکم ہے:

سوال: عبداللہ ایک دختر نابالغہ اور ایک زوجہ چھوڑ کر فوت ہوا، متوفی کے کوئی بیٹا اور بھائی نہیں تھا، چچا زاد بھائی

---

(۱) (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم). (الدر المختار: ۴۲۹/۲)

(۲) (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم). (الدر المختار)

(قوله: فالولاية للأم، الخ) أى عند الإمام ومعه أبو يوسف فى الأصح وقال محمد: ليس لغير العصبات ولاية وإنما هى للحاكم والأوّل الاستحسان والعمل عليه إلا فى مسائل ليست هذه منها. (ردالمحتار: ۴۲۹/۲)

میں دختر نابالغہ اپنی پھوپھی کے پاس پرورش پاتی ہے، جو دوسو میل کے فاصلہ پر متوفی کے چچازاد بھائیوں سے ہے اور دختر نابالغہ کی والدہ ۴۸ / یا ۵۰ / میل پر ہے اور متوفی نے قبل مرگ چھ ماہ اپنی حقیقی ہمشیرہ کے بیٹے سے نابالغہ کو منسوب کیا تھا، اب اگر دختر نابالغہ کی والدہ حسب وعدہ خاوند متوفی اس کی ہمشیرہ زادہ سے تین روز کی مسافت پر جا کر نکاح کردے تو جائز ہے، یا نہیں ؛ کیوں کہ متوفی کے بھانجہ سے کفو میں نکاح ہوگا ؟

الجواب

اس غیبت میں کہ جس کی وجہ سے ولی بعد کو نکاح کا اختیار ہو جاوے، دو قول ہیں: ایک مسافت قصر دوسرا یہ کہ اقرب کے انتظار میں کفو فوت ہو جاوے اور اسی کو محققین نے راجح کہا ہے۔ شامی میں ہے:

أختلف فى حد الغيبة،فاختار المصنف تبعا للكنز:أنها مسافة القصر ونسبه فى الهداية لبعض المتأخرين والزيلعى لأكثرهم قال:وعليه الفتوى،آه، وقال فى الذخيرة:الأصح أنه إذا كان فى موضع لو انتظر حضوره أو استطلاع رأيه فات الكفء الذى حضر فالغيبة منقطعة وإليه اشار فى الكتاب،آه، وفى البحر عن المجتبى والمبسوط: أنه الأصح وفى النهاية:واختاره أكثر المشائخ وصححه ابن الفضل، وفى الهداية: أنه أقرب إلى الفقه، وفى الفتح: أنه الاشبه بالفقه وأنه لاتعارض بين أكثر المتأخرين وأكثر المشايخ أى لأن المراد من المشايخ المتقدمون وفى شرح الملتقى عن الحقائق: أنه أصح الأقاويل وعليه الفتوى،آه، وعليه مشى فى الإختيار والنقاية ويشير كلام النهر إلى اختياره وفى البحر:والأحسن الإفتاء بما عليه أكثر المشايخ. (۱)

ان عبارات سے واضح ہے کہ راجح عند المحققین قول ثانی یعنی فوت کفو ہے، پس نابالغہ کی والدہ اگر نابالغہ کے پاس جا کر، یا اس کو اپنے پاس بلا کر اس کا نکاح کفو سے کردیوے تو صحیح ہوگا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/ ۴۲-۴۳)

باپ کی موجودگی میں ماں کے لیے نکاح کا حکم:

سوال: ماں نے صغیرہ کے باپ اور دوسرے عصبات سے مشورہ واجازت کے بغیر اپنی نابالغہ بیٹی کا عقد نکاح ایک اجنبی لڑکے کے ساتھ کردیا تو یہ نکاح شرعاً جائز ونافذ ہے، یا نہیں؟

الجواب بعون الملك الوهاب

باپ کے ہوتے ہوئے ماں ولی نہیں ہے، پس اس کا کیا ہوا نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ومعلق رہے گا، اگر باپ نے نکاح کی اجازت دے دی تو یہ نکاح منعقد ہوگا، ورنہ ماں کا کرایا نکاح منعقد نہ ہوگا۔

لمافى الدر المختار (۳/ ۸۱):(وللولى الأبعد التزويج بغيبة الأقرب) فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته ولو تحولت الولاية إليه لم يجز إلا بإجازته بعد التحول،قهستانى وظهيرية. (نجم الفتاویٰ: ۵/ ۲۴)

(۱) ردالمحتار، باب الولی: ۲/ ۴۳۳،ظفیر

والدہ، سوتیلا باپ اور ماموں میں ولی کون سا ہے:

سوال: ایک لڑکی کی والدہ زندہ ہے، باپ، داد، چچا وغیرہ مر چکے ہیں، سوتیلا باپ اور ماموں موجود ہے، ان تینوں میں لڑکی کا ولی کون ہے؟ لڑکی بالغہ ہے، ولایت نکاح کس کو ہے؟

الجواب

عصبات کے بعد والدہ ولی نابالغہ کے نکاح کی ہوتی ہے، (۱) اور صورت مسئولہ میں چوں کی لڑکی اجازت تو اس کی والدہ کافی ہے، سکوت بھی اجازت سمجھا جاتا ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۴۴/۸)

ماموں، نانی اور ماں میں ولایت کس کو حاصل ہے:

سوال: ہندہ اور زبیدہ دو حقیقی بہنیں ہیں، ہندہ کا ایک لڑکا خالد ہے اور زبیدہ کی بیٹی عائشہ ہے اور عائشہ کی بیٹی ساجدہ ہے۔ زبیدہ کا شوہر اور عائشہ کا شوہر انتقال کر گیا، ساجدہ نابالغہ کا بعمر ۹/سال زبیدہ نے اپنی ولایت سے ہندہ کے لڑکے یعنی خالد سے نکاح کر دیا، حالاں کہ کہ عائشہ کے بھائی تین نفر جو ساجدہ نابالغہ کے ماموں حقیقی ہیں، موجود تھے، آیا یہ نکاح شرعا جائز ہے؟ کیا ماموں حقیقی کی موجودگی میں نانی کی ولایت سے نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اب ساجدہ بالغہ ہوئی تو کیا وہ فسخ نکاح خالد سے کرسکتی ہے، یا نہیں؟ یا تجدید نکاح کیا جاوے؟

الجواب

نانی کی ولایت مقدم ہے ماموں سے۔ پس جب کہ کوئی عصبہ نابالغہ کا موجود نہ ہو تو ولایت نکاح ماں کو ہے، پھر دادی کو، پھر نانی کو، الخ اور ماموں ذوی الارحام میں سے ہے، بموجودگی ذوی الفروض ان کو ولایت نکاح نابالغہ کی نہیں ہے۔ (۳)

پس صورت مسئولہ میں اگر عائشہ بھی اس نکاح سے راضی رہی تو وہ نکاح منعقد ہو گیا اور ساجدہ بعد بالغہ ہونے کے خود اپنا فسخ نہیں کرسکتی؛ بلکہ اس کے فسخ کے لیے قضاء قاضی شرط ہے، (۴) اور قاضی شرعی موجود نہیں ہے، (۵) اور دیگر شرائط کا تحقق بھی دشوار ہے، لہذا فسخ نکاح کا حکم اب نہیں ہوسکتا۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۴۵/۸)

---

(۱) (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم). (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۲۹/۲، ظفير)

(۲) (ولاتجبر البالغة البكر على النكاح) لانقطاع الولاية بالبلوغ (فإن استأذنها هو) أي الولي وهو السنة ... (فسكتت) عن رده مختارة ... (فهو إذن). (الدر المختار، باب الولي: ۴۱۰/۲-۴۱۱، ظفير)

(۳) فتحصل بعد الأم أم الأب، ثم أم الأم، ثم جد الفاسد. (ردالمحتار) (ثم لذوى الأرحام) العمات، ثم الأخوال، ثم الخالات، ثم بنات الأعمام. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۲۷/۲، ظفير)

(۴) (بشرط القضاء) للفسخ. (الدر المختار) وحاصله أنه إذا كان المزوج للصغير والصغيرة غير الأب والجد فلهما الخيار بالبلوغ أو العلم به فإن اختار الفسخ لا يثبت الفسخ إلا بشرط القضاء. (ردالمحتار، باب الولي: ۴۲۱/۲، ظفير)

(۵) علما نے جو اس کا حل تجویز کیا ہے، اس کے لیے دیکھئے: الحیلۃ الناجزہ للمرشد التھانوی، ظفیر

چچا، ماموں، ماں موجود ہیں چچا شرکت عقد سے انکار کرتا ہے کیا کیا جائے:

سوال: ایک لڑکی بارہ تیرہ سال کی ہے، اس کا باپ انتقال کر گیا، لڑکی کا ماموں اور چچا اور ماں موجود ہے؛ لیکن چچا اس کے عقد میں شریک ہونے سے انکار کرتا ہے، اس حالت میں کس کی ولایت سے نکاح ہوسکتا ہے؟

الجواب

اگر چچا کفو میں مہر مثل کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کرتا ہے اور کوئی دوسرا ولی عصبہ بھی موجود نہ ہو تو والدہ کو ولایت نکاح نابالغہ کی حاصل ہے۔

درمختار میں ہے:

(ویثبت للأبعد)... (التزویج بعضل الأقرب) أی بامتناعه عن التزویج إجماعا، خلاصة. (الدر المختار) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۷/۵-۱۰۸)

ماں نے نکاح کردیا بھائی خاموش رہا کیا حکم ہے:

سوال: ولی اقرب عینی برادر کی موجودگی میں ولی ابعد یعنی والدہ نے نکاح نابالغہ کا کردیا اور اقرب نے سکوت کیا؛ لیکن کوئی علامت رضا کی ظاہر نہیں ہوئی، نہ صراحتاً اور نہ دلالۃً تو یہ نکاح فاسد ہوا، یا باطل؟

الجواب

فی الشامی: (قوله: توقف علی إجازته، الخ) ... والظاهر أن سکوته هنا کذلک فلایکون سکوته إجازةً لنکاح الأبعد وإن کان حاضراً فی مجلس العقد مالم یرض صریحاً أو دلالةً، تأمل. (۲)

پس جب تک ولی اقرب راضی نہ ہوگا، صراحتاً یا دلالۃً، اس وقت تک نکاح موقوف رہے گا، نہ صحیح ہوگا، نہ باطل۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۷/۸)

ماں نے نکاح کردیا، باپ جاہل نے لکھوایا کہ مجھے پسند نہیں، کیا حکم ہے:

سوال: ایک ناخواندہ شخص مسمی زید کی نابالغہ لڑکی کا عقد لڑکی کی ماں اور ماموں نے کفو میں ایسی جگہ کردیا کہ جس سے اور بہتر ممکن نہ تھا اور یہ عقد اس حالت میں کیا گیا کہ زید یعنی نابالغہ کا باپ مسافت بعیدہ پر تھا، لڑکے والے اتنی مہلت نہیں دیتے تھے کہ نابالغہ کی ماں اپنے شوہر زید کی منظوری بذریعہ خط منگوا سکتی، کچھ دنوں بعد زید کا ایک خط اس مضمون کا آیا کہ اس کو یہ نکاح پسند نہیں ہے، پس اس خط سے نکاح فسخ ہوجائے گا، یا نہیں؟ اور ناخواندہ شخص کے خط کا جو ڈاک کے ذریعہ سے آیا، باپ فسخ نکاح میں معتبر ہے، یا نہیں؟

---

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۴۳۳/۲، ظفیر

(۲) ردالمحتار، باب الولی: ۴۳۲/۲-۴۳۳، ظفیر

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

ایسی حالت میں کہ باپ دور ہواور ولی ابعد کفو میں نابالغہ کا نکاح کرے، نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور پھر ولی اقرب اس کو فسخ نہیں کرسکتا۔

قال فی الدر المختار: (ولا یبطل تزویجه) السابق (بعود الأقرب) لحصوله بولاية تامة. (۱)

اور والدہ کی ولایت عصبات کے بعد ہے، پس جب کہ کوئی عصبہ موجود نہ ہواور باپ دور ہو تو والدہ کا نکاح کیا ہوا صحیح ہے اور باپ کے اس لکھنے سے کہ مجھ کو یہ نکاح پسند نہیں ہے، وہ نکاح فسخ نہ ہوگا اور خط اگر چہ ایسے امور میں معتبر ہوتا ہے؛ لیکن اس موقع پر اس تحریر سے نکاح فسخ نہ ہوگا، جیسا باپ کے زبانی کہنے سے بھی نکاح مذکور فسخ نہیں ہوسکتا۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۰/۸-۵۱)

نابالغ کو ولایت حاصل نہیں:

سوال: ہندہ نابالغہ کا نکاح درصورت اس کا ولی کوئی عصبہ نہ ہونے کے ماں کی ولایت سے صحیح ہے، یا نہیں؟ اور صغیر نابالغ کو ولایت کا حق حاصل ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

ولی عصبہ نہ ہونے کی حالت میں ماں کو ولایت نکاح حاصل ہے۔

وإن لم تكن عصبة فالولاية للأم ثم الأخت لأب وأم، ثم لأب، الخ. (کنز الدقائق علی هامش البحر الرائق: ۲۱۷/۳-۲۱۸)

اور صبی نابالغ ولی نہیں ہوسکتا۔

ولا ولاية لصغير وعبد ومجنون. (کنز الدقائق علی هامش البحر الرائق: ۲۱۷/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد حفیظ الحسن، ۲۷/ربیع الآخر ۱۳۴۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۶۸/۴)

قریب کا ولی جب نکاح نہ ہونے دے تو ماں جو ولی بعید ہے نکاح کرسکتی ہے، یا نہ:

سوال: ایک لڑکی یتیمہ کا ولی سوائے اس کی مادر حقیقی و برادر علاتی کے کوئی نہیں، اب زید لڑکی یتیمہ کا کفو ہے، بعوض دین مہر مثل اس سے نکاح کی درخواست کرتا ہے، برادر علاتی نکاح یتیمہ مذکورہ سے مانع ہے، اس صورت میں ماں کو ولایت اور اختیار نابالغہ کے نکاح کا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

بصورت امتناع ولی اقرب عن التزویج بالکفو ولی الابعد کو جو کہ اس صورت میں والدہ ہے، ولایت واختیار نکاح یتیمہ

(۱) الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۳۴/۲ ؍ ظفیر

حاصل ہے اور اگر چہ فقہا کو اس میں کلام ہے کہ ولی اقرب کے امتناع کے وقت ولایت قاضی کی طرف منتقل ہوتی ہے، یا ولی ابعد من اولیاء النسب کی طرف؛ لیکن جب کہ فتویٰ فقہا کا اس پر بھی ہے کہ ولی ابعد من اولیاء النسب کی طرف ولایت منتقل ہوجاتی ہے تو بالخصوص اس زمانہ میں اس پر فتویٰ دینا صحیح ہے۔

قال في الدر المختار: (ويثبت للأبعد) من أولياء النسب ... (التزويج بعضل الأقرب). (۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۴/۸-۵۵)

غیرولی کا نکاح ولی کی اجازت پر موقوف ہے:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ یتیمہ جس کی ماں نے نکاح ثانی کرلیا ہے، رشتہ کی نانی کی زیر پرورش رہی، اس کا نکاح اس رشتہ کی نانی کی ولایت سے، جب کہ وہ نابالغہ تھی، کردیا گیا، اب لڑکی جوان ہے اور اپنے شوہر سے بوجہ اس کی عمر ہونے کے متنفر ہے، آیا وہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے، یا نہ؟ اور پہلا نکاح صحیح ہے، یا کیا؟

الجواب

وہ رشتہ کی نانی بموجودگی والدہ کے اس نابالغہ لڑکی کی ولی نہ تھی، اس نے جو نکاح بحالت عدم بلوغ دختر کے کیا، وہ ولی شرعی کی اجازت پر موقوف تھا، والدہ ولی ہے، نانی سے والدہ کا درجہ مقدم ہے، اگر چہ والدہ نے دوسرا نکاح کرلیا ہو۔ پس اگر اس نکاح کی اجازت ولی نے دے دی تھی تو وہ نکاح صحیح ہوگیا اور اب بدون طلاق دینے شوہر کے کوئی صورت اس کے نکاح سے علاحدگی کی نہیں ہے اور اگر ولی جائز نے اس نکاح کو پسند نہ کیا تھا اور انکار کردیا تھا، وہ نکاح باطل ہوگیا، اس صورت میں لڑکی دوسرا نکاح اپنا کفو میں کرسکتی ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷۷/۸)

ولی اقرب بہت دور ہو اور کفو رشتہ کے فوت کا اندیشہ ہو تو ولی ابعد نکاح کرسکتا ہے:

سوال: مسماۃ رمضانو نابالغہ کا باپ مولا بخش پردیس تھا، اس کی والدہ نے اس کا نکاح کردیا تو یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟ رمضانو بعد بلوغ کے اس نکاح کو فسخ کرسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

ولی اقرب رمضانو کا اس صورت میں اس کا باپ مولا بخش ہے اور بصورت موجود نہ ہونے ولی اقرب عصبات کی والدہ بھی ولی نکاح نابالغہ کی ہوسکتی ہے، پس اگر مولا بخش بہت دور تھا اور اس سے اجازت منگانے میں کفو حاضر کے فوت ہونے کا اندیشہ تھا تو والدہ کی اجازت سے نکاح نابالغہ کا صحیح ہے اور اس حالت میں کہ نکاح نابالغہ کا باپ ودادا

---

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار باب الولي: ۴۳۳/۲-۴۳۴، ظفير

(۲) فلوزوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته. (الدر المختار) فلايكون سكوته إجازة لنكاح الأبعد إن كان حاضراً في مجلس العقد مالم يرض صريحاً أو دلالةً. (ردالمحتار، باب الولي: ۴۳۲/۲-۴۳۳، ظفير)

کے سوا کوئی دوسرا کوئی ولی کرے، لڑکی کو بعد بلوغ کے فسخ نکاح کا اختیار رہتا ہے؛ لیکن اس فسخ کے لیے قضاء قاضی شرعی شرط ہے، جو کہ اس زمانہ میں مفقود ہے، لہذا حکم کیا جاوے گا کہ والدہ کا کیا ہوا نکاح جو کہ بغیوبۃ معتبرہ والدہ ہوا، صحیح ہوا اور بلا قضاء قاضی کے وہ فسخ نہیں ہوسکتا۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۹۷-۹۸)

باپ کے مفقود الخبر ہونے کی صورت میں ماں کا نکاح کردینا:

سوال: ایک نابالغہ لڑکی جس کا باپ مفقود الخبر تھا، اس کے غائبانہ میں ماں نے اس کا نکاح ایک لڑکے سے کردیا، چند سال بعد باپ واپس آ گیا اور اب وہ اس نکاح کو نامنظور کرتا ہے تو یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ اس نابالغہ کا ماں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

الجواب

اگر یہ واقعہ صحیح ہے کہ نابالغہ کا باپ اس کے نکاح کے وقت مفقود الخبر (لاپتہ) تھا تو ایسی حالت میں جو نکاح اس کی ماں نے کردیا ہے، وہ جائز و درست ہے، اب باپ کو نامنظور کرنے کا حق نہیں ہے؛(۲) لیکن اگر ماں نے غیر کفو میں، یا مہر کی بہت کمی کے ساتھ نکاح کردیا ہے تو باپ کو دار القضاء، پھلواری شریف میں تفریق کے لیے مقدمہ دائر کرنے کا حق ہے اور قاضی کو تحقیقات اور باضابطہ کارروائیوں کے بعد تفریق کردینے کا حق ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۸/۴/۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۲۷)

عصبات نہ ہوں تو ولایت نکاح ماں کو ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی ربیبہ نابالغہ کا نکاح بولایت خود کسی سے کردیا، ماں اس لڑکی کی اس نکاح کو فسخ کرانا چاہتی ہے، اس کا دعویٰ شرعاً قابل قبول ہے، یا نہیں؟

الجواب

عصبات کے بعد ولایت نکاح نابالغہ کا ماں کو ہے۔(۴) پس اگر شوہر والدہ نے بلا اجازت والدہ کے نابالغہ کا کردیا

---

(۱) (لهما) ... (خيار الفسخ) ... (بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده)، الخ، (بشرط القضاء) للفسخ. (الدر المختار)
حاصله أنه إذا كان المزوج للصغير والصغيرة غير الأب والجد فلهما الخيار بالبلوغ أو العلم به فإن اختار الفسخ لايثبت الفسخ إلا بشرط القضاء. (ردالمحتار، باب الولي: ۲/ ۴۲۱، ظفير)

(۲) فإذا غاب الولي الأقرب غيبة منقطعة جاز لمن هو أبعد أن يزوّج. (الهداية، باب الأولياء: ۲/ ۳۱۹) (ولايبطل تزويجه) السابق بعود الأقرب لحصوله بولاية تامة. (الدر المختار: ۲/ ۳۱۶)

(۳) (وإن كان المزوّج غيرهما) أي غير الأب وأبيه ولو الأم أو القاضي أو وكيل الأب... (لايصح) النكاح (من غير كفؤ وبغبن فاحش أصلا ومافي صدر الشريعة صحّ ولهما فسخه. (الدر المختار: ۲/ ۳۰۵-۳۰۶)

(۴) فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۲/ ۴۲۹، ظفير)

تو وہ نکاح والدہ کی اجازت پر موقوف تھا، اگر اس نے انکار کر دیا تو نکاح مذکور فسخ ہو گیا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۴/۸)

ماں کی وصیت نکاح کے باب میں واجب العمل ہے، یا نہیں:

سوال: ایک عورت مرحومہ یہ وصیت کر گئی ہے کہ میری لڑکی نابالغہ کا عقد نبی بخش کے لڑکے سے نہ کرے، اس وصیت کی وجہ سے لڑکی کا عقد اس لڑکے سے کرنا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب

اس بارے میں مرحومہ کی وصیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے، نانی کا حق مقدم ہے اور جہاں وہ مناسب سمجھے، نابالغہ کا نکاح کر دے، مرحومہ کی وصیت کا اس بارے میں کچھ اعتبار نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:: ۵۲۱/۷)

ولدالحرام کی ولی ماں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس لڑکی نابالغہ کے نکاح کے بارے میں جو ایک ناجائز تعلق سے پیدا ہوئی ہے، جب کہ اس کی والدہ کا نکاح کسی سے نہ تھا، نابالغہ کی والدہ کی اجازت سے ایک لڑکے نابالغ کے ساتھ اس کا نکاح ہوا تھا، چند ماہ بعد نابالغ لڑکے کے والد نے اپنا خرچہ وغیرہ لے کر دوسرے کے سپرد کر دیا ہے اور بحیثیت ولی طلاق نامہ لکھ دیا ہے تو جس کی سپردگی میں لڑکی ہے، وہ شخص اپنے، یا اپنے کسی رشتہ دار کے ساتھ اس کا نکاح کر سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

ولدالحرام کا نسب والدہ سے ثابت ہوتا ہے، باپ اس کا کوئی نہیں ہوتا۔ پس ولایت نکاح اس دختر کی جو بے نکاح کے ہوئی، اس کی والدہ کو ہے، اس کی والدہ نے جو نکاح اس کا کیا ہو، صحیح ہو گیا۔(۳) شوہر نابالغ کے ولی کو اختیار طلاق دینے کا نہیں ہے، پس وہ طلاق جو ولی کی طرف سے ہوئی صحیح نہیں ہوئی اور نابالغ شوہر کی طلاق واقع ہوتی ہے۔

كما فى الدر المختار: (لايقع طلاق المولىٰ على امرأة عبده)... (والمجنون)... (والصبى).(۴)

پس جب تک شوہر اول بالغ ہونے کے بعد طلاق نہ دے، طلاق واقع نہ ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/)

(۱) (ونكاح عبد وأمة بغير إذن السيد موقوف) على الإجازة (كنكاح الفضولى) سيجىء فى البيوع توقف عقوده كلها إن لها مجيز حالة العقد وإلا تبطل. (الدرالمختار) قال فى البحر: الفضولى من يتصرف لغيره بغير ولاية ولا وكالة أو لنفسه وليس أهلا. (ردالمحتار، باب الكفاءة: ۴۴۹/۲، ظفير)

(۲) (الوالى فى النكاح) لا المال (العصبة بنفسه) ... (بلا توسط أنثىٰ) ... (على ترتيب الإرث والحجب)... (بشرط حرية وتكليف وإسلام فى حق مسلمة). (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولى: ۴۲۷/۲، ظفير)

(۳) ولذا يثبت نسب الزنا وولد الملاعنة من أمه حتى ترثه ويرثها. (ردالمحتار، مطلب فى ملك ذى الرحم المحرم: ۶۵۳/۲، دارالفكر بيروت، انيس))

(۴) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب الطلاق: ۵۸۵/۲-۵۸۶، ظفير

بغیر والدہ کو علم میں لائے سوتیلے باپ کا کیا ہوا نکاح:

سوال: ہندہ کی کم سنی ہی میں والد محترم کا انتقال ہو گیا اور ہندہ کی والدہ محترمہ نے دوسری شادی زید سے کر لی، زید نے ہندہ کی شادی چالیس سالہ بڈھا مسمٰی محمد خالد سے کر دی، ہندہ اب بالغہ ہو چکی ہے، کہتی ہے کہ خالد سے میری شادی نہیں ہوئی ہے اور نہ میری والدہ کو علم ہے، لہٰذا مذکورہ بالا سوال کے مطابق نکاح درست ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جب ہندہ کی والدہ کے اوپر درجے کے کوئی بھی ولی، مثلاً باپ، دادا، پردادا وغیرہ، اسی طرح بھائی، چچا وغیرہ باقی نہ رہے تو اب ہندہ کا ولی ان کی والدہ ہیں۔ سوتیلے باپ کو ولایت کا حق حاصل نہیں، وہ تو زیادہ سے زیادہ فضولی کی حیثیت رکھتے ہیں، لہٰذا بوقت نکاح اگر والدہ کی اجازت اور رضامندی نہیں تھی، سوتیلے باپ نے ہندہ کا نکاح کسی سے پڑھا دیا تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوا کہ نابالغہ کے نکاح کے لیے ولی شرط ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے:

(الولی شرط صحة نکاح صغیر ومجنون ورقیق).(۲۹۶/۲)

اور اگر بوقت نکاح ہندہ کی والدہ کی اجازت اور رضامندی شامل تھی اور سوتیلے باپ نے بحیثیت فضولی وکالتاً ہندہ کا نکاح کسی سے پڑھا دیا تو وہ نکاح درست ہو گیا، والدہ کی رضامندی کی شکل میں ہندہ نے بالغہ ہوتے ہی اس نکاح کو فسخ کر دیا تو شرعاً اسے یہ حق حاصل ہے، چناں چہ ہدایہ میں ہے:

وإن زوّجهما غیر الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ.(۳۱۷/۲)

اور عالمگیری میں ہے:

وإن زوّجهما غیر الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ.(۲۸۵/۱)

مگر اس صورت میں بلا قضاء قاضی دوسرا نکاح کرنے کی مجاز نہیں ہوگی کہ اس کے لیے قضاء قاضی شرط ہے، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے ردالمحتار میں ارقام فرمایا ہے:

حاصله أنه إذا كان المزوّج للصغير والصغيرة غير الأب والجد فلهما الخيار بالبلوغ أو العلم به فإن اختار الفسخ لايثبت الفسخ إلا بشرط القضاء.(۳۰۷/۲)

غرض یہ کہ اگر ہندہ نے اس نکاح کو فسخ کر دیا ہے تو اسے چاہیے کہ قاضی شریعت دارالقضاء، پھلواری شریف، پٹنہ کے پاس درخواست دے اور اپنے فسخ نکاح پر قاضی شریعت سے فیصلہ کا مطالبہ کرے، بعدہ حسب ضابطہ کارروائی انجام پا جانے پر قاضی شریعت جو حکم کریں، ہندہ اس پر عمل کرے۔ فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

حسین احمد، ۱۹/۱/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۷۷/۴-۲۷۸)

ماں کی موجودگی میں بہن کا نکاح کروادینے کا حکم:

سوال: ماں کی موجودگی میں بہن اپنی صغیرہ بہن کا نکاح کرواسکتی ہے، یا نہیں؟ اگر کروادے اور ماں خوش نہ ہوتو نکاح ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اولاً لڑکی کے عصبہ؛ یعنی باپ، پھر دادا وغیرہ بالترتیب نکاح کے ولی ہوتے ہیں اور اگر عصبہ موجود نہ ہوں تو نکاح کی ولایت ماں کو حاصل ہوتی ہے، لہٰذا صورت مذکورہ میں اگر لڑکی کا کوئی عصبہ موجود نہ ہوتو اس کی ماں ولی ہے، ماں کی موجودگی میں بہن اپنی صغیرہ بہن کا نکاح ماں کی اجازت سے کرواسکتی ہے، البتہ اگر بہن نے نکاح کروادیا اور ماں راضی نہیں تو نکاح نہیں ہوگا۔

لمافي الهندية(۲۸۳/۱، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء): وعند عدم العصبة كل قريب يرث الصغير والصغيرة من ذوي الأرحام يملك تزويجهما في ظاهر الرواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى وقال محمد رحمه الله تعالىٰ: لا ولاية لذوي الأرحام وقول أبي يوسف رحمه الله تعالى مضطرب والأقرب عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ الأم ثم البنت ثم بنت الابن ثم بنت البنت ثم بنت ابن الابن ثم بنت بنت البنت ثم الأخت لأب وأم ثم الأخت لأب ثم الأخ والأخت لأم،الخ.

وفيه أيضاً(۲۸۵/۱): ولو زوجها الأبعد حل قيام الأقرب حتى توقف علىٰ إجازة الأقرب.

وفي الدرالمختار (كتاب النكاح، باب الولي: ۷۸/۳): (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم، ثم لأم الأب وفي القنية عكسه، ثم للبنت، ثم لبنت الابن، ثم لبنت البنت، ثم لبنت ابن الابن، ثم لبنت بنت البنت، وهٰكذا ثم للجد الفاسد (ثم للأخت لأب وأم، ثم للأخت لأب، ثم لولد الأم) الذكر والأنثى سواء. (نجم الفتاویٰ:۴۴/۵-۴۵)

نابالغہ لڑکی کی ماں کا نکاح کے لیے مشروط ہاں کردینے کا حکم:

سوال: آج سے تقریباً نو سال پہلے ہماری خالہ زاد بہن (مرحومہ) جو پنڈی میں رہائش پذیر ہیں، میری چھوٹی بہن اختر النساء کے رشتے کے لیے آئیں۔ہم ان کے ماحول اور طور اطوار سے بالکل ناواقف تھے۔لڑکے والوں نے ہمیں بتایا کہ لڑکے کا اپنا گاڑیوں کا کاروبار ہے، ذاتی مکان ہے اور لڑکا گریجویٹ اور عمر میں لڑکی کا ہم جوڑ ہے۔لڑکی کی ماں نے مشروط ہاں کردی، اس موقع پر لڑکے والوں نے ایک عدد سونے کی انگوٹھی، سوٹ اور مٹھائی تحفۃً دی اور چند لوگوں کے درمیان منگنی کی رسم ادا کی گئی اور کسی قسم کی کوئی کاغذی کارروائی نہیں ہوئی۔ایک سال بعد جب لڑکی کی والدہ نے پنڈی جا کر دیکھا تو وہاں کے حقائق بتائے، پس منظر سے بالکل الگ تھے، نہ تو لڑکا برسر روزگار تھا، نہ ہی اپنا ذاتی گھر تھا، نیز وہ

انگوٹھا چھاپ تھا۔لڑکی اورلڑکے کی عمروں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔لڑکے کے والد محمد ایوب جس نے دوسری شادی کرلی تھی سے پوچھا تو لڑکے کے باپ نے کہا کہ یہ خودسرلڑکا ہے، میں اس کی ذمہ داری نہیں لیتا۔اس واقعہ کے ایک سال بعد لڑکی کے والدین لڑکے کے خالو کے پاس گئے تو انہوں نے بھی ذمہ داری اٹھانے سے منع کردیا کہ اگر یہ لڑکا اچھا ہوتا تو میں اپنی بیٹی اسے دے دیتا۔لڑکے کی والدہ، بہن، نانی، خالہ اور خالو (خطیب عزیز الرحمٰن) کو ایک جگہ اکٹھا کرکے اس رشتہ سے انکار کردیا گیا۔اس بات کو ختم ہوئے چھ سال سے زائد عرصہ ہوگیا ہے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ:

(۱) لڑکی نابالغہ تھی، صرف والدہ کی اس طرح زبان دینے سے نکاح ہوجاتا ہے، یا نہیں؟

(۲) رشتہ توڑنے کے اتنے عرصے بعد لڑکی کا کسی دوسری جگہ نکاح ہوسکتا ہے، یا پہلے والی جگہ پر نکاح مانا جائے گا؟

(۳) اگر ہم دوسری جگہ لڑکی کا نکاح کردیں تو پہلی مرتبہ جہاں رشتہ ہوا تھا ان کو کوئی رقم، یا سامان وغیرہ دینا ہوگا، یا نہیں؟ برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلے کا شرعی حل تفصیلاً بتائیے۔

لڑکی کی والدہ نے لڑکے کی والدہ اور بہن سے کہا تھا کہ اگر آپ لوگ ہمارے معیار پر پورا اترے تو ہم رشتہ کریں گے، ورنہ ختم کردیں گے۔اس واقعہ کے بعد میری والدہ پنڈی گئیں، وہاں کا ماحول اور لڑکے کا چال چلن دیکھ کر رشتہ ختم کرکے آگئیں، اس واقعہ کو چھ سال گزر چکے ہیں۔اس واقعہ کے چار سال بعد لڑکے کی والدہ فوت ہوگئیں۔اب لڑکا اور اس کی بہن اور ماموں ہم سے سوا دولاکھ (2,25,000) روپے کا مطالبہ کررہے ہیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

واضح رہے کہ صرف لڑکی کی والدہ کا لڑکے کی والدہ اور بہن کو ہاں کردینے سے نکاح نہیں ہوا، اولاً اس لیے کہ لڑکی کے باپ یا دادا وغیرہ کی موجودگی میں ماں نکاح کی ولی نہیں، لہٰذا اگر باپ، دادا، یا دیگر کوئی بھی عصبہ موجود ہو تو وہ نکاح کا ولی ہے، البتہ اگر کوئی موجود نہ ہو تو ماں نکاح کی ولی ہوگی؛ لیکن تب بھی یہ نکاح منعقد نہ ہوگا؛ بلکہ نکاح کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول پایا جائے۔نابالغہ لڑکی کی والدہ نے جو مشروط ہاں کی تھی کہ اگر وہ لڑکا ہمارے معیار پر اترا تو ہم رشتہ کریں گے، ورنہ ختم کردیں گے، یہ وعدہ نکاح تھا، جب وہ لڑکا معیار پر نہیں اترا تو اس وعدہ کا پورا کرنا بھی ضروری نہیں۔

(۲) لڑکی کا کسی دوسری جگہ پر نکاح ہوسکتا ہے۔

(۳) لڑکے والوں نے منگنی کے وقت جو چیزیں دی تھیں، ان چیزوں کا واپس کرنا ضروری ہے۔اس سے زیادہ کا اگر وہ مطالبہ کرتے ہیں تو ان کا مطالبہ شرعاً واخلاقاً ناجائز ہے، جس کا پورا کرنا ضروری نہیں۔

لما في القرآن الكريم (النساء:٥٨): ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ إِلٰى اَهْلِهَا﴾(الآية)

وفي المشكاة (ص:٤١٦): وعن زيد بن أرقم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي له فلم يف ولم يجئ للميعاد فلا إثم عليه. (رواه أبوداؤد والترمذي)

وفی البحر الرائق (۷۸/۳): ورکنه الإیجاب والقبول حقیقة أوحکما کاللفظ القائم مقامهما من متولی الطرفین شرعاً.

وفی الشامیة(۱۱/۳):هب ابنتک لفلان أو لابنی أو أعطها مثلا لأنه ظاهر فی الطلب وأنه مستقبل لم یرد به الحال والتحقیق فلم یتم له العقد بخلاف زوجنی ابنتک بکذا بعد الخطبة ونحوها فإنه ظاهر فی التحقیق والإثبات الذی هومعنی الإیجاب،آه،فتأمل ... قال فی شرح الطحاوی:لو قال:هل أعطیتنیها؟ فقال: أعطیت، إن کان المجلس للوعد فوعد وإن کان للعقد فنکاح،آه. (نجم الفتاویٰ:۴۶/۵-۴۸)

ناجائز اولاد کی ولایت کس کو ہے:

سوال: مسماۃ فتح منکوحہ ومدخولہ نورا ہمراہ صلحہ تعلق ناجائز پیدا کر کے اس کے ہمراہ اغوا ہوگئی۔صلحہ کے نطفہ حرام سے چند لڑ کے لڑکیاں بھی پیدا ہوئیں،ایک لڑکی بالغہ ہے اور دو باقی جو اولاد ہیں،وہ بالغ نہیں،بمرور زمانہ فتح کے ہوش بجا ہوئے اور فتح مذکورہ کا بیان ہے کہ وہ اپنی جملہ اولاد لے کر اپنے جائز خاوند کے پاس پہنچ جائے،اس کے دیگر رشتہ دار بھی تھے۔عورت مذکورہ کا بیان ہے کہ چند دن تک میں اپنے رشتہ داروں اور اپنے خاوند کے آگے گڑ گڑاتی اور خوشامد کرتی رہی کہ میرے قصور سے درگزر فرمایا جائے اور اپنے گھر میں جگہ دی جائے اور اس اولاد کا بھی وارث ہوجانا چاہیے،جو کہ صلحہ کے نطفۂ حرام سے ہے؛لیکن فتح بیان کرتی ہے کہ میرے جائز خاوند نورا نے کہا کہ میں نے دوسری شادی کرلی ہے،میرا تمہاری بابت اور اس اولاد کی بابت کوئی تعلق نہیں ہے،تم جانو اور تمہارا کام۔آخر فتح ناامید ہوکر واپس صلحہ کے پاس آئی اور نشیب وفراز زمانہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مسماۃ فتح اپنی جملہ اولاد بالغ اور نابالغ کا عقد نکاح مسمی صلحہ کے رشتہ داروں سے کرنا چاہتی ہے۔سوغرض یہ ہے کہ صلحہ اور رشتہ داران صلحہ کو حق ولایت حاصل نہیں ہے اور فتح مذکور کے جائز خاوند اور اس کے رشتہ داران بالغ ونابالغ اولاد کی سرپرستی سے کوسوں دور ہیں تو کیا فتح کی ولایت میں اور صلحہ کے کفو میں ان کے لڑ کے لڑکیوں کا نکاح کیا جاسکتا ہے،یا نہیں؟

الجواب

مسماۃ فتح کی ناجائز اولاد صلحہ کو نہیں ہے،اگر فتح نابالغوں کی شادی کردے گی تو منعقد ہوجائے گی؛ کیوں کہ وہ بہرحال ماں ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،دہلی (کفایۃ المفتی:۸۴/۵)

ماں،دادی،علاتی بھائی اور ماموں میں نکاح کا ولی کون ہوگا:

سوال: کبیر میاں کی لڑکی ہے اور لڑکی کی ماں،دادی،علاتی بھائی،ماموں اور ماں کا شوہر موجود ہے،کون نکاح کی اجازت دے گا؟

---

(۱) **فإن لم یکن عصبة فالولایة للأم.**(الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی:۷۸/۳،سعید)

الجواب ــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

کبیر میاں کی لڑکی جو محل ثانیہ سے ہے، اگر بالغہ ہے تو خود اس سے نکاح کی اجازت لی جائے گی، (۱) اور اگر نابالغہ ہے تو کبیر میاں کا لڑکا جو پہلی محل سے ہے، اگر وہ بالغ ہے تو وہ اجازت دے گا اور اگر وہ بالغ نہیں ہے تو لڑکی کی ماں اجازت دے گی اور کسی کو اجازت کا حق نہیں ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۵ر صفر المظفر ۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۹۰/۴)

ولایتِ نکاح ماں کو ہے، یا سوتیلے بھائی کو:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک شادی کی تھی، اسی سے دو لڑکے ہوئے تھے، اس کے بعد وہ بیوی مرگئی تو اس زید نے دوسری بیوی کی جس سے دو اولاد ہوئیں، ایک لڑکا اور ایک لڑکی اور زید کا انتقال کرگیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس لڑکی نابالغہ اور ایک اور لڑکا نابالغ کی ولایت نکاح کس کو حاصل ہے، اس کی والدہ کو یا اس کے بالغ سوتیلے بھائیوں کو؟ اور اگر اس لڑکی اور لڑکے کا نکاح اس کی حقیقی والد، یا سوتیلی والدہ کردے تو جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

نابالغ لڑکا اور لڑکی نہ اپنا نکاح خود کرسکتے ہیں، نہ ایک دوسرے کے ولی بن سکتے ہیں۔

"ولا ولاية لعبد ولا صغير ولا مجنون ؛لأنه لا ولاية لهم على أنفسهم ،فأولى أن لا يثبت على غيرهم". (الهداية: ۲۹۸/۲)(۳)

سوتیلا باپ اگر قریبی رشتہ دار مثلاً چچا، تایا نہیں تو وہ بھی ولی نہیں بن سکتا۔

"ولو كان الصغير والصغيرة فى حجر رجل يعولهما كالملتقط ونحوه ،فإنه لا يملك تزويجهما، كذافى فتاوىٰ قاضى خان". (عالمگیری: ۲۹۲/۲)(۴)

"والرجل الذى يعول الصغير أو الصغيرة ، فلا ولاية له فى إنكا حهما". (۵)

---

(۱) (فنفذ نكاح حرّة مكلّفة بلا) رضا(ولى). (الدرالمختار: ۲۹۶/۲)

(۲) (الوالى فى النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب) ... (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم). (الدرالمختارعلى هامش رد المحتار: ۳۱۱/۲-۳۱۲)

(۳) الهداية : ۳۱۸/۲ ،باب الأولياء والأكفاء ،شركة علمية

"(قوله :بشرط حرية وتكليف وإسلام ،الخ")واحترز بالحرية عن العبد ، فلا ولاية له ... وبالتكليف عن الصغيرة والمجنونة "(رد المحتار : ۷۷/۳ ،باب الولى ،سعيد)

(۴) "ولو كان الصغير والصغيرة فى حجر ردجل يعولهما كالملتقط ونحوه ،فإنه لا يملك تزويجهما ، كذا فى فتاوىٰ قاضى خان" (الفتاوىٰ العالمگيرية: ۲۸٤/۱ ،الباب الرابع فى الأولياء ،رشيديه)

(۵) المحيط البرهانى: ۱۵۸/۳ ،الفصل التاسع فى معرفة الأولياء ، غفارية

جب کہ باپ دادا نہ ہوں تو حقیقی بھائی شرعاً ولی نکاح ہوتا ہے۔

”**یقدم الأب ، ثم أبوہ ، ثم الأخ الشقیق ،ثم لأب**“.(شامی:۴۲۸/۲)(۱)

اگر حقیقی بھائی ہو مگر نابالغ ہو، تب بھی سوتیلا بھائی ولی ہوتا ہے اور ماں کو حق نہیں ہوتا، جب تک عصبہ موجود ہو۔

”**الوالی فی النکاح العصبة بنفسه بال توسط انثیٰ علی ترتیب الإرث والحجب ، فإن لم یکن عصبة ، فالولایة للأم**“.(تنویر: ۱۹۳/۱)(۲)

لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر نابالغ لڑکے اور لڑکی کا دادا موجود نہیں تو ولایتِ نکاح سوتیلے بالغ بھائی کو ہوگی، اگر ماں نے نکاح کر دیا تو وہ بھائی کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر بھائی اجازت دے گا تو صحیح ہوگا، ورنہ نہیں۔

”**ولو زوجها الأبعد حال قیام الأقرب حتی توقف علی إجازة الأقرب**“. (الفتاویٰ الهندیة: ۲۹۳/۲)(۳)

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، عبد اللطیف، ۱۳۵۳/۲/۱۳ھ۔(فتاوی محمودیہ:۴۷۷/۱۱)

ماں کو ولایتِ نکاح:

سوال: مسمات ہندہ کے والدین جبل پور میں رہتے تھے، ہندہ وہیں پیدا ہوئی، جب ہندہ کی عمر ۶ رسال کی ہوئی تو والد کا انتقال ہو گیا اور ہندہ کا نکاح بعمر تین سال لوگوں کے مشورہ سے اس کی والدہ نے شفیق الاسلام سے کر دیا اور شفیق الاسلام کا نکاح ہندہ سے پڑھایا گیا اور رسمِ نکاح ادا کی گئی، بعد نکاح ہندہ اپنی والدہ کی معیت میں جبل پور میں دو سال تک اور رہی ،لوگ ہندہ کی والدہ کو مجبور کرتے رہے کہ وہ اپنا نکاحِ ثانی کر لے؛ مگر وہ انکار کرتی رہی ،لوگ اصرار کرتے رہے، حتی کہ اس کو جبل پور چھوڑ کر الہٰ آباد آنا پڑا، وہ یہاں آ کر محنت مزدوری سے بسر اوقات کرتی رہی۔

جب ہندہ کی عمر تیرہ سال کی ہوئی تو والدہ ہندہ نے چند لوگوں کے کہنے سے شفیق الاسلام کے والد کے پاس پانچ یا چھ خطوط جبل پور روانہ کئے کہ تم شفیق الاسلام کو لے کر آؤ اور ہندہ کو رخصت کرا کر لے جاؤ؛ مگر شفیق الاسلام کے والد نے ایک کا بھی جواب نہ دیا، مجبوراً والدہ ہندہ نے تار روانہ کیا تو والدِ شفیق الاسلام نے الہٰ آباد آ کر رخصتی کے متعلق گفتگو کی۔

---

(۱) رد المحتار : ۷۶/۳، باب الولی، سعید

”ثم الأب،ثم أبوہ،ثم الأخ الشفیق ،ثم لأب“.(النهر الفائق : ۲۰۹/۲ ،باب الأولیاء والاکفاء ، إمدادیه ملتان)

(۲) تنویر الأبصار مع الدر المختار : ۷۶/۳،باب الولی ،سعید)

”ولـولی هوالصبة نسباًعلی ترتیب الأرث...فإن لم یکن عصبة،فللأ م،ثم للأخت،الخ“.(مجمع الأنهر:۴۹۷/۱، باب الأولیاء والأکفاء ،دار الکتب العلمیة ،بیروت)

(۳) الفتاویٰ العالمگیریة:۲۸۵/۱ ،الباب الرابع فی الأولیاء ، رشیدیه)

”فلوزوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته“.(الدر المختار : ۸۱/۳، باب الولی ،سعید)

شفیق الاسلام کے والد نے کہا کہ شفیق الاسلام نے اپنی بیوہ بھاوج سے نکاح کرلیا ہے، جب ہندہ نے یہ الفاظ سنے تو اس نے کہا کہ اب وہاں نہ جاؤں گی، والد شفیق الاسلام نے کہا کہ میں ایک ماہ کے اندر شفیق الاسلام کو لے کر آ جاؤں گا؛ مگر ایک سال تک پھر خبر نہ آئی۔ غرضیکہ والدۂ ہندہ نے ایک سال تک انتظار کیا تو اہل محلّہ نے اس سے کہا کہ تم فتویٰ لے کر نکاح ثانی کردو۔ بنا بریں الہ آباد کے علما سے اس کا استفتا کیا گیا، انہوں نے نکاحِ ثانی کی اجازت دے دی، لہذا ہندہ کا نکاح بکر سے کردیا گیا اور بکر سے چند لڑکے ہندہ کے پیدا ہوئے، جواب تک بفضلہٖ تعالیٰ حیات ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ کا نکاح ثانی جائز ہوا، یا نہیں؟ اور ان بچوں کو حرامی کہنا کیسا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جب کہ ہندہ نے بالغہ ہونے پر خیار بلوغ کے ماتحت اپنا نکاح جو کہ اس کی والدہ نے شفیق الاسلام سے کردیا تھا، فسخ نہیں کرایا تو شرعاً وہ نکاح لازم ہوگیا، بغیر شفیق الاسلام کے طلاق دیئے دوسری جگہ ہرگز نکاح جائز نہیں؛ بلکہ حرام ہوا، اور حرمت کا علم ہوتے ہوئے نکاحِ ثانی سے جو صحبت کی گئی ہے، وہ زنا ہے۔

"أما منكوحة الغير... بالحرمة لكونه زنا، آه". (رد المحتار: ۹۳۸/۲)(۱)

لہذا شفیق الاسلام کا نکاح ہندہ سے قائم ہے؛ اس لیے جب تک شفیق الاسلام اولاد کی نفی کر کے باقاعدہ لعان نہ کرے، ہندہ کی اولاد کو حرامی نہ کہا جاوے گا اور اولاد کا نسب اس دوسرے شخص سے ثابت نہ ہوگا؛ بلکہ وہ اولاد شفیق الاسلام کی طرف منسوب ہوگی۔ اگر والدہ سے قریب کوئی عصبہ ہندہ کا موجود تھا اور اس نے والدہ کے کئے ہوئے نکاح کو رد کردیا تھا تو وہ رد ہوگیا، (۲) پھر بعد البلوغ ہندہ نے جو نکاح ثانی کیا، وہ درست ہے اور اس صورت میں اولاد کا نسب اس دوسرے سے ثابت ہوگا، شفیق الاسلام سے ثابت نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/رجب ۱۳۵۹ھ۔ سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۷۹/۱۱)

ماں کا کیا ہوا نکاح:

سوال: شوہر کا انتقال ہوگیا، ایک لڑکی صغیرہ چھوڑ گیا، مریم بیوہ نے لڑکی کا نکاح اپنی صواب دید کے مطابق کردیا، لڑکی کا چچا شعبان اس کا نکاح اپنے لڑکے سے کرنا چاہتا تھا، لڑکی کی والدہ نے جہاں نکاح کیا ہے، وہ اس نکاح سے خوش نہیں۔ شرعاً یہ نکاح منعقد ہوا، یا نہیں، جب کہ یتیم کی کوئی خبر گیری نہیں کی؟

---

(۱) رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۲/۳، سعيد

(۲) "فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۸۱/۳، سعيد)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں اگر اس لڑکی کا کوئی رشتہ دار چچا سے قریب موجود نہیں تو اس کا ولی نکاح شرعاً چچا شعبان ہے، مریم نے جو اپنی لڑکی کا نکاح بلا رضامندی شعبان کیا ہے وہ شعبان کی اجازت پر موقوف ہے، اگر شعبان اجازت دے گا تو نافذ ہوگا، ورنہ نہیں۔ ماں کو ولایت عصبہ نہ ہونے کی صورت میں ہوتی ہے، جب کہ عصبہ موجود ہو تو وہ ولی ہوتا ہے، ماں کو ولایت نہیں پہنچتی۔

"الوالی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسط أنثیٰ علی ترتیب الإرث". (۲/ ۴۸۰)

"فإن لم یکن عصبة فالولایة للأم، فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته". (الدر المختار: ۲/ ۴۸۶)(۱)

یتیمہ کی خبر گیری نہ کرنے کی وجہ سے شعبان کی ولایت سلب نہیں ہوئی؛ کیوں کہ ولایت کا سبب یہاں پر قرابت اور رشتہ داری ہے، وہ موجود ہے، البتہ خواہ مریم کے کئے ہوئے نکاح کو شعبان جائز رکھے، خواہ اپنے لڑکے سے خود اس لڑکے کا نکاح کردے، دونوں صورتوں میں خیار بلوغ ہوگا؛ یعنی اگر لڑکی بالغ ہوتے ہی فوراً گواہوں کے سامنے ناراضی کا اظہار کردے، اس کے بعد حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں دعویٰ کر کے اس سے نکاح فسخ کرالے۔

اگر حاکم بااختیار نہ ہو، یا وہ شرع کے موافق فیصلہ نہ کرے تو دین دار مسلمانوں کی ایک جماعت بھی اس نکاح کو فسخ کرسکتی ہے اور اس جماعت میں کم از کم ایک معاملہ فہم عالم بھی ہونا چاہیے اور رسالہ "حیلہ ناجزہ" کو بھی دیکھ لینا چاہیے، اس میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے، وہ کتب خانہ یحیوی سے بھی ملتا ہے۔

"ولهما خیار الفسخ بالبلوغ فی غیر الأب والجد بشرط القضاء". (بحر: ۳/ ۱۱۰)(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ شعبان ۱۳۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ شعبان ۱۳۵۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/ ۴۸۰)

ماں کی ولایت سے نابالغ کے نکاح کی ایک صورت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا تھا اور اس کے ساتھ ایک لڑکا تھا، اب اس لڑکے کی شادی اپنے گاؤں میں کردی، لڑکا نابالغ تھا اور لڑکی بالغ تھی، جس عورت

---

(۱) الدر المختار: ۳/ ۷۶-۷۸، باب الولی، سعید

"والترتیب فی ولایة النکاح کالترتیب فی الإرث... وإن لم یکن عصبة مطلقاً، انتقلت الولایة للأم". (بدائع الصنائع: ۳/ ۳۷۶، فصل فی شرط التقدم، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۲) البحر الرائق: ۳/ ۲۱۱، باب الأولیاء والأکفاء رشیدیه

"(وإن کان المزوج غیرهما) أی غیر الأب وأبیه ... (لهما) ... (خیار الفسخ) ... (بالبلوغ أو العلم بالنکاح بعده)". (الدر المختار: ۳/ ۶۷-۶۹، باب الولی، سعید)

کے ساتھ نکاح کیا تھا، وہ عورت اس کے یہاں سے چلی گئی، اب وہ لڑکا اور لڑکے کی بہو رہ گئی، اب اس عورت نے اپنے سوتیلے لڑکے کی منکوحہ بہو کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، وہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

جب تک یہ لڑکا بالغ نہ ہو اور بالغ ہو کر اس عورت کو طلاق نہ دے اور طلاق کی عدت نہ گزر جائے، اس وقت تک اس عورت سے کسی کا نکاح درست نہیں؛ کیوں کہ اس لڑکے کا نکاح اس لڑکی سے درست ہو گیا ہے، گو یہ سوتیلا باپ اس کا ولی نہیں، مگر لڑکے کی ماں اس کی ولی تھی اور ظاہر یہ ہے کہ ماں کے علاوہ اس کا کوئی ولی نہیں اور یہ نکاح ماں کی رائے ورضا سے ہوا ہے؛ لیکن اگر ماں کی رائے اور رضا سے نہیں ہوا تو سوال دوبارہ کیا جائے اور یہ بھی بتلایا جائے کہ اس لڑکے کا کوئی ولی ماں کے علاوہ ہے، یا نہیں؟ اور ماں نے، یا اس ولی نے اس نکاح کی خبر سن کر نکاح کو منظور کیا، یا اس پر ناراضی وانکار کا اظہار کیا؟ فقط

۱۸/رجب ۱۳۴۶ھ (امداد الاحکام: ۳/۳۰۹)

سوتیلی والدہ کو ولایت اور بلوغ کی علامت:

سوال: میرے شوہر درگاہی میاں مرحوم نے میری موجودگی میں دوسری شادی کی ہے اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، پھر چند روز کے بعد اس بیوی سے تعلق منقطع ہو گیا، لڑکا اپنے پاس رہا، اس کی پرورش ہم نے کی ہے، فی الحال لڑکا چودہ سال کا ہے، حال میں اس کے والد کا انتقال ہو گیا، انتقال سے قبل لڑکے کا رشتہ کر دیا تھا، نکاح کا بھی پختہ ارادہ تھا؛ مگر اچانک انتقال ہو گیا۔ اب لڑکی والے نکاح کے لیے زور دے رہے ہیں، علاوہ ازیں میں بھی بے حد ضعیفہ ہوں اور ہر وقت بیمار رہتی ہوں؛ اس لیے میں بھی چاہتی ہوں کہ اپنی زندگی میں اس فریضہ سے سبکدوش ہو جاؤں، چوں کہ لڑکا ابھی تک مکمل بالغ نہیں ہے، گو قریب البلوغ ہے؛ اس لیے میں ویل بن کر اس کا نکاح کرا سکتی ہوں، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

آپ تو ولی نہیں، آپ نے اگر نکاح کر دیا تو بے کار ہوگا، (۱) ہاں اگر لڑکے کو غسل کی حاجت ہوتی ہے تو اس کی اجازت سے اس کا نکاح کر دینا درست ہے، ورنہ ابھی انتظار کیجئے، جب بالغ ہو جائے؛ یعنی اس کو غسل کی حاجت ہونے لگے، یا اس کی عمر پندرہ سال ہو جائے تو اس وقت اس کا نکاح کیا جائے، اگر اس کا کوئی ولی عصبہ دادا پردادا وغیرہ کی اولاد سے ہو تو وہ اب بھی اس کا نکاح کر سکتا ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹/۷/۱۳۹۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۸۱)

---

(۱) "الأصل عندنا أن العقود تتوقف على الإجازة،إذا كان لها مجيز حالة العقد ، وإن لم يكن تبطل ". (فتح القدير: ۳/۲۰۸، كتاب النكاح ،فصل في الوكالة بالنكاح، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "(وللولي إنكاح الصغير والصغيرة) جبراً (ولو ثيباً ،ولزم النكاح ... إن كان الولي أبا أو جداً ... وأن كان المزوج غيرهما... إن كان من كفء وبمهر المثل، صح، ولهما خيار الفسخ بالبلوغ". (الدر المختار: ۳/ ۶۵-۶۹، كتاب النكاح ، باب الولي ،سعيد)

ولی اقرب کی عدم موجودگی میں پھوپھی نے نابالغہ کا نکاح کردیا، شوہر مفقود ہے، کیا کیا جائے:

سوال: ہندہ کی شادی ہندہ کی پھوپھی نے بلا موجودگی والدہ ہندہ بعمر تخمیناً ۱۱-۱۲/ سال بغیر اجازت والد ہندہ کے کردی تھی اور وہ شخص جس کے ہمراہ ہندہ کی شادی کردی تھی، عرصہ تخمیناً ۹-۱۰/ سال سے مفقود الخبر ہے، ہر چند اس کی تلاش کی گئی؛ مگر آج تک کوئی نشان نہیں ملا اور ہندہ اب بالغ ہوگئی ہے، زمانے کے اعتبار سے ہر وقت خطرہ ہے، ہندہ کی شادی دوسری ہوسکتی، یا نہیں؟ یا ہندہ اپنا نکاح فسخ کرسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر والد ہندہ کی موجودگی میں ہندہ کا نکاح اس کی پھوپھی نے کیا تھا اور ہندہ کے والد نے اس کی خبر ہونے پر ناراضی ظاہر کردی تھی تو نکاح ہی باطل ہوگیا۔

فلوزوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته. (الدرالمختار)(۱)

لیکن اگر والد نے اس نکاح پر رضامندی ظاہر کردی تو نکاح صحیح ہوگیا؛ مگر چونکہ خاوند ۹-۱۰/ برس سے مفقود الخبر ہے اور ہندہ کو دوسرے نکاح کی حاجت ہے؛ اس لیے موافق فتویٰ متاخرین حنفیہ کے اس کو جائز ہے کہ حاکم مجاز سے خاوند کی موت کا حکم حاصل کرکے عدت وفات پوری کرے اور پھر جہاں چاہے نکاح کرلے۔ (۲) (کفایۃ المفتی: ۵/۵۸)

عصبہ کتنا بھی دور کا ہو، اس کے ہوتے ہوئے ماں کو ولایت نہیں:

سوال: ایک شخص اپنا ایک لڑکا اور دو لڑکیاں نابالغ چھوڑ کر انتقال کرگیا اور ان بچوں کی پرورش بیوہ متوفی کرتی رہی اور بسلسلہ پرورش طفلان مذکورہ بیوہ متوفی نے عقد ثانی کرلیا اور اسی مکان میں رہ کر بچوں کی پرورش کرتی رہی۔ اب ایک بچی ۱۳/ سالہ اور دوسری ۱۱/ سالہ ہے۔ ان کی شادی حقیقی والدہ کرسکتی ہے، یا نہیں؟ اور تیسری پیڑھی کے بھائی متوفی منع کرنے کا حق رکھتے ہیں، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۷۹، کالے خاں فیض محمد خاں ڈونگر پور۔ راج پوتانہ) ۲۷/ محرم ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۲ مئی ۱۹۳۴ء)

---

(۱) الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۸۱، سعيد

(۲) بلکہ متاخرین احناف نے تو ضرورت کی بنا پر چار سال کے بعد کسی مالکی قاضی سے فسخ نکاح کا فتویٰ دیا ہے اور اگر کوئی مالکی میسر نہ ہو تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر فتویٰ دینا جائز قرار دیا ہے۔

ولا يفرق بينه وبينها ولو بعد مضي أربع سنين خلافًا لمالك. (الدرالمختار) وفي الرد: (خلافًا لما لک) **فإن عنده تعتد زوجة المفقود عدة الوفاة بعد مضي أربع سنين وهو مذهب الشافعي القديم، وأما الميراث فمذهبهما كمذهبنا في التقدير تسعين سنة، أوالرجوع إلى رائ الحاكم ... وقد قال في البزازية: الفتوى في زماننا على قول مالک، وقال الزاهدي: كان بعض أصحابنا يفتنون به للضرورة، واعترضه في النهر وغيره بأنّه لا داعي إلى الافتاء بمذهب الغير لامكان الترافع إلى مالكي يحكم بمذهبه، وعلى ذلک مشى ابن وهبان في منظومته هناک، لكن قدمنا أن الكلام عند تحقق الضرورة حيث لم يوجد مالكي يحكم به.** (ردالمحتار، كتاب المفقود: ۴/۲۹۵-۲۹۶، سعيد)

الجواب ــــــــــــــــــــ

والدہ کو پرورش کرنے کا حق تھا اور اس نے اپنے حق کے بموجب (۱) پرورش کی تھی؛ لیکن نابالغ لڑکیوں کے نکاح کردینے کا حق والدہ کو نہیں ہے، جب کہ کوئی ولی عصبہ موجود ہو۔ (۲) تیسری پیڑھی کا اگر کوئی ولی عصبہ موجود ہے تو وہ منع کرنے کا حق رکھتا ہے۔ ہاں لڑکیاں جب بالغ ہوجائیں تو لڑکیوں کی اپنی اجازت اور رضامندی سے ان کا نکاح ہوسکے گا۔ (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۶۸/۵)

ولی عصبہ نابالغہ کے نکاح کا حق ماں کو تفویض کردے تفویض کے بعد ماں نابالغہ کا نکاح کسی سے کردے، پھر ولی عصبہ کسی اور سے اس کا نکاح کردے تو کون سا نکاح صحیح ہے:

سوال: ایک شخص نعمت اللہ مر گیا اور اس نے مرنے سے پہلے اپنے عصبہ کو اور زوجہ کو وصیت کی کہ میری لڑکی نابالغہ شریفن کا نکاح میرے سالے کے لڑکے سے کردینا، عصبہ نے بعد موت مورث کے ایک اقرار نامہ اسٹامپ پر تحریر کر کے مسماۃ شریفن کی ماں کے حوالے کیا، جس میں یہ لکھا کہ:

مسماۃ شریفن کا نکاح حسب وصیت نعمت اللہ مسماۃ رحمت (مادر شریفن) کردے گی، مجھے یا میرے قائم مقام کو کوئی عذر نہ ہوگا، شادی کا خرچہ مسماۃ رحمت برداشت کرے گی۔

اس کے بعد لکھتا ہے:

اور جس کو مسماۃ رحمت پسند کرے گی، وہاں مسماۃ شریفن کا نکاح بمرضی خود کر سکے گی، مجھے عذر نہ ہوگا۔

اس کے بعد قادر بخش اور مسماۃ رحمت میں کچھ تنازعہ ہوگیا، مسماۃ رحمت نے اس خیال سے کہ مبادا تنازعہ کی وجہ سے یہ شریفن کے نکاح میں بھی گڑبڑ نہ کرے، شریفن کا نکاح حسب وصیت نعمت اللہ اپنے بھتیجے سے کردیا، یہ خبر پا کر قادر بخش نے شریفن کا نکاح دوسرے شخص سے کردیا۔ اب ان دونوں نکاحوں میں سے کون سا نکاح صحیح ہے؟

---

(۱) (والأم والجدة) لأم أو لأب (احق بها) بالصغيرة (حتى تحيض). (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۵٦٦/۳، سعيد)

(۲) الوالي في النكاح ... العصبة بنفسه ... على ترتيب الإرث. (تنوير الأبصار متن الدر المختار، كتاب النكاح، باب في الأولياء: ٦٧/٢، سعيد)

(۳) وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وإن يعقد عليها ولي. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، باب في الأولياء: ۳۱۳/۲، شركة علمية)

الجواب

صورت مسئولہ میں شریفن کا نکاح وہی صحیح ہے، جو اس کی ماں بیوہ نعمت اللہ نے کیا ہے اور جو نکاح اس کے بعد قادر بخش نے کیا ہے، وہ صحیح نہیں؛ کیوں کہ گو قادر بخش عصبہ ہے اور دراصل ولایت نکاح اسی کو حاصل تھی؛ مگر اس نے بذریعہ اقرار نامہ تحریری شریفن کے نکاح کا اختیار اس کی ماں کو سپرد کر دیا ہے، اس کے الفاظ مندرجہ اقرار نامہ تفویض پر صاف دلالت کرتا ہے اور جو عقد تفویض من لہ الحق صادر ہو، وہ صحیح ہوتا ہے۔

قال في البحر: وقولها [أى البالغة للولى] ذلک إليک إذن مطلقا.

ثم ذكر مسئلة: ذكر الولى بين يديها أقواماً لايحصون فسكتت فليس برضا.

ثم قال: وهذا كله إذا لم تفوض الأمر إليه أما إذا قالت أنا راضية بما تفعله أنت بعد قوله وإن أقواما يخطبونک أو زوّجنى ممن تختاره ونحوه فهو إستئذان صحيح، آه. (۱۱۲/۳)(۱)

ولا يخفى وجود التفويض من الولى إلى الام فى الصورة المسئولة فهو إذن لها مطلقا بنكاح موليته والإذن قبل العقد كالإجازة بعده لما فى الدر: وإذنه لعبده فى النكاح ينتظم جائزه وفاسده فيباع العبد لمهر من نكحها فاسداً بعد إذنه، آه.

وفيه قبله: وقوله لعبده: طلقها رجعية إجازة للنكاح الموقوف، آه. (الدر المختار: ۶۱۲/۲)(۲)

وفى الهداية فى بيع الفضولى: وإذا أجاز المالک كان التثمن مملوكا له أمانة فى يده بمنزلة التوكيل؛ لأن الإجازة اللاحقة بمنزلة الوكالة السابقة. (۷۳/۳)

دوسرے قادر بخش نے شریفن کا دوسرا نکاح محض ضد اور نفسانیت اور نزاع باہمی کی وجہ سے کیا ہے، لڑکی کی مصلحت پر نظر نہیں کیا اور یہ درست نہیں۔

فكان كمن زوج موليته برجل طمعاً فى مال يعطاه رشوة وهذا يبطل الولاية، كذا ههنا والله تعالىٰ أعلم

ظفر احمد عنہ، ۲۱/ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ، الجواب صحیح عندی: اشرف علی عفی عنہ، ۲۱/ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ۔ (امداد الاحکام: ۳۱۶/۳)

حکم نکاح نابالغہ باجازت ام باوجود موجودگی عم درحضر و موجودگی اب درسفر:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں زید مکان پر موجود نہیں تھا، ملک برہما میں بذریعہ نوکری گیا تھا، زید کی بی بی نے زید کی لڑکی زبیدہ کا نکاح جو نابالغ تھی، عمرو کے ساتھ جو بالغ تھا، کر دیا، جب زید مکان پر آیا تو اس نے کہا کہ ہم کو یہ نکاح منظور نہیں ہے، بعد چند روز کے زید اپنی نوکری پر چلا گیا اور زبیدہ عمرو کے مکان پر گئی

(۱) البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء فى النكاح: ۱۲۰/۳، دار الكتاب الإسلامى بيروت، انيس

(۲) الدر المختار، باب نكاح الرقيق: ۱۶۶/۳، دار الفكر بيروت، انيس

اورایک سال رہ کراپنے باپ کے مکان پر آئی، زبیدہ جب عمرو کے مکان سے رخصت ہوکراپنے باپ کے مکان پر آئی، اس کے ایک سال بعد بالغ ہوئی اور کہتی ہے کہ ہم کو یہ نکاح منظور نہیں ہے اور زبیدہ کا باپ زید بھی مکان پر آیا ہے، اس کو بھی یہ نکاح پہلے سے نامنظور تھا، اب بھی نامنظور ہے، اب زید وزبیدہ اوراس کے ماں سب کو منظور ہے کہ دوسرے شخص کے ساتھ زبیدہ کا نکاح کردیا جاوے، زبیدہ کا نکاح عمرو کے ساتھ جائز ہوا، یانہیں؟ اور دوسرے شخص کے ساتھ زبیدہ کا نکاح ہوسکتا ہے، یانہیں؟ فقط

تنقیح:

دوامر تنقیح طلب اس سوال میں معلوم ہوئے، جواب ان پر موقوف ہے، ایک یہ زبیدہ کا نکاح جواس کی نابالغی میں عمرو سے کردیا گیا تھا، اس تعجیل کا سبب کیا یہ اندیشہ تھا کہ ایسا اچھا موقع پھر ہاتھ نہ آوے گا، یااورکوئی سبب تھا؟ دوسراامر یہ کہ زبیدہ کا کوئی اور رشتہ دار دھیالی بھی نکاح کے وقت موجود تھا، جیسااس کا کوئی چچا، یابالغ بھائی موجود نہ تھا، صرف ماں ہی موجود تھی اوراگر کوئی موجود تھا تو اس نے اس نکاح کے متعلق کیا کہا تھا، ان دونوں تنقیح کے جواب پر جواب موقوف ہے۔

جواب تنقیح:

نکاح میں تعجیل کا یہ سبب ہے کہ زبیدہ کا نکاح عمرو سے ہوااور عمرو کی ہمشیرہ کا نکاح زبیدہ کے بھائی بکر سے جوزبیدہ سے کم عمر ہے، ایک ساتھ ہوا، اسی وجہ سے زبیدہ کی ماں نے نکاح میں جلدی کی زید کو خبر نہیں دی۔

(۲)　　وقت نکاح کے زبیدہ کا چچا موجود تھا، اس نے منع کیا؛ مگر زبیدہ کی ماں نے اس کے کہنے کو منظور نہیں کیا، اسی وجہ سے زبیدہ کا چچا نکاح میں شریک نہیں ہوا، دوسرا کوئی رشتہ دار موجود نہیں تھا۔

الجواب

باپ کے ہوتے ہوئے ماں ولی نہیں ہے، پس اس کا کیا ہوا نکاح موقوف ومعلق رہا تھا، جب زید آیا اوراس نے کہہ دیا کہ ہم کو یہ نکاح منظور نہیں تو وہ نکاح باطل ہوگیا، اس کے بعد زبیدہ جوعمرو کے مکان پر گئی، اس جانے سے نکاح درست نہیں ہوسکتا، پس اب زبیدہ چوں کہ بالغ ہے، اس کی اجازت سے دوسری جگہ اس کا نکاح جائز ہے۔

ولا يخالجك إن غيبة الأب كانت منقطعة فتنتقل الولاية إلى الأم لأن الغيبة المنقطعة على ما نقله الشامي عن الذخيرة أصح تفاسيره: أنه إذا كان في موضع لو انتظر حضوره أو استطلاع رأيه فات الكفء الذي حضر فالغيبة منقطعة وليه أشار في الكتاب، آه، في وفي البحر عن المجتبىٰ والمبسوط: أنه الأصح وفي النهاية: واختاره أكثر المشايخ وصححه ابن الفصل وفي الهداية: أنه أقرب إلى الفقه، وفي الفتح: أنه الأشبه بالفقه، وأطال في ترجيحه. (۵۱۶/۲)(۱)

---

(۱)　　ردالمحتار، باب الولي: ۸۱/۳، دارالفکر بیروت، انیس

ولم يوجد هذا الشرط كما يعلم من جواب التنقيح وإن فرض أن الغيبة منقطعة فالعم كان وليا ولم يرض ونهى عنه فلم يصح النكاح أصلا فارتفع الشبه وصح الجواب بلا غيار.

۳۰رشوال ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ، ص:۸۳) (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۱۸۵)

تحقیق ولایت ام بوقت فقدان، یا غیبت منقطعہ عصبات:

سوال: اگر باپ دادا مر گئے ہوں اور چچا وغیرہ جواز روئے شرع شریف کے علی الترتیب اولیا ہونے کا استحقاق رکھتے ہوں، وہ سب کے سب لڑکی نابالغہ کے نکاح میں بسبب حسد، یا رنجش اور کوئی سبب سے کنارہ کش ہو جائیں، یا بروقت موجود نہ ہوں، خواہ کہیں چلے گئے ہوں، خواہ مر گئے ہوں تو ماں ولی ہو سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

في الدر المختار: (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم).(۱)

وفيه: (وللولي الأبعد التزويج بغيبة الأقرب).(۲)

وفي ردالمحتار عن الذخيرة: الأصح أنه إذا كان في موضع لو انتظر حضوره او استطلاع رأيه فات الكفء الذي حجر فالغيبة منقطعة، آه، ونقل ترجيحه عن كثير من الكتب.(۳)

اس سے یہ امور ثابت ہوئے:

اول: جب اولیا میں عصبہ نہ ہوں تو ماں کو ولایت ملتی ہے۔

دوم: جب پاس ہوں، ولایت نہیں ہوتی، گو رنج وحسد رکھتے ہوں۔

سوم: جب اس قدر دور ہوں کہ ان سے رائے لینے تک موقع ہاتھ سے جاتا رہے گا، تب بھی ولایت ثابت ہوتی ہے۔ فقط

۱۱رربیع الاول ۱۳۲۵ھ (امداد:۲/۳۵) (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۳۴۸)

ولی قریب کی موجودگی میں ولی بعید کا کیا ہوا نکاح ولی قریب کی اجازت پر موقوف ہے:

سوال: بانو بیگم بنت ابراہیم خاں صاحب مرحوم کا نکاح بانو کی والدہ اور ماموں نے سلطان خاں صاحب سے کر دیا۔ موصوفہ لڑکی عمر گیارہ بارہ سال کی ہے اور نابالغہ ہے۔ اب لڑکی کے بیمار چچا کا دعویٰ ہے کہ وہ نکاح فاسد ہے اور کہتا ہے کہ بغیر میری اجازت کے نکاح درست نہیں، ولایت اجبار مجھی کو حاصل ہے۔ پس اب سوال یہ ہے کہ موصوفہ

(۱) الدر المختار، باب الولي:۳/۷۸، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) الدر المختار، باب الولي:۳/۸۱، دار الفكر بيروت، انيس

(۳) ردالمحتار، باب الولي:۳/۸۱، دار الفكر بيروت، انيس

لڑکی کی عمر جب گیارہ بارہ سال کی ہو اور خود لڑکی رضا مند ہو تو نکاح درست ہے، یا نہیں؟ نیز لڑکی کی عمر جب گیارہ بارہ سال کی ہو تو بمطابق مذہب حنفی اس کا حکم مکلفہ کا ہے، یا نہیں؟ نابالغہ لڑکی اور بالغ مرد یہ دونوں خلوت میں رہیں تو مرد پر کل مہر ثابت ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

هو المصوب: صورت مسئولہ میں ولی قریب (جو کہ اس کی ماں ہے) کے نکاح کر دینے سے وہ نکاح صحیح نہ ہوا؛ بلکہ فاسد ہے اور لڑکی کی عمر گیارہ بارہ سقال ہونے کی بنا پر وہ مشتہاۃ ہے اور مشتہاۃ کی خلوت صحیح ہے؛ لیکن اگر اس سے وطی کی ہے تو مہر مثل لازم آئے گا، ورنہ نہیں، جیسا کہ ردالمختار کے باب الولی میں ہے:

(وهو)أی الولی (شرط) صحة (نكاح صغير ومجنون ورقيق).(۱)

(الوالی فی النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم) ... فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف علی إجازته،انتهیٰ ملخصا.(۲)

اور باب الحجر میں لکھا ہے:

(بلوغ الغلام بالإحتلام والإحبال والإنزال)...(والجارية بالإحتلام والحيض والحبل) ... (فإن لم يوجد فيهما)شیء (فحتی يتم خمس عشرة سنة، به يفتی).(۳)

اور شامی میں لکھا ہے:

قال فی المعراج:بنت خمس لاتكون مشتهاة إتفاقا وبنت تسع فصاعداً مشتهاة إتفاقا.(۴)

اور درمختار میں باب المہر میں ہے:

ويتأكد (عند وطء أوخلوة صحت)من الزوج (أوموت أحدهما)... (ويجب مهر المثل فی نكاح فاسد)...(بالوطء)...(لا بغيره) كالخلوة لحرمة وطئها،انتهیٰ ملخصا.(۵) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص:۱۴۲-۱۴۳)

ماں کے حق میں ولایتِ نکاح:

سوال: نابالغ لڑکی کے نکاح کے لیے ماں کو حقِ ولایت ہے، یا نہیں؟

(۱) الدرالمختار، باب الولی:۵۵/۳، دارالفکربیروت، انیس

(۲) الدرالمختار، باب الولی:۷۶/۳-۸۱، دارالفکربیروت، انیس

(۳) الدرالمختار، فصل بلوغ الغلام بالإحتلام:۱۵۳/۶، دارالفکربیروت، انیس

(۴) ردالمحتار، کتاب النکاح:۳۷/۳، دارالفکربیروت، انیس

(۵) الدرالمختار، باب المهر:۱۰۲/۳، ۱۳۱، ۱۳۲، دارالفکربیروت، انیس

الجواب

عصبات کے موجود نہ ہونے کی صورت میں ماں کو حق ہوگا۔

تنویرالابصار میں ہے:

وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة ولو ثَیِّباً،انتھٰی. (۱)

دوسری جگہ ہے:

الوالی فی النکاح العصبة بنفسه ... فإن لم یکن عصبة والولایة للأم،إنتھٰی. (۲) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۲۷۴)

اگرلڑکی کا کوئی ولی عصبہ نہ ہوتو ولی نکاح اس کی ماں ہے:

سوال: زینب بی بی دختر گل بعمر چودہ سال ہے، اس کا باپ عرصہ ہوا فوت ہوگیا ہے، اس کی والدہ نے دوسری جگہ نکاح کرلیا ہے، اب زینب کی والدہ کو ہے، یا ولی ابعد کو جو نہایت ہی بعید ہیں، اگر زینب کا عقد کفو میں کردے تو ولی ابعد کو حق فسخ نکاح کا ہے، یا نہیں؟

تنویر میں ہے:

الوالی فی النکاح العصبة بنفسه ... فإن لم یکن عصبة فالولایة للأم. (۳)

کیا عبارت مذکورہ سے ولایت ام ثابت ہے؟

الجواب

عبارت مذکورہ سے ولایت ام ثابت ہے۔

ومثله فی الدرالمختار: فإن لم یکن عصبة فالولایة للأم.

قال الشامی: هوعند الإمام ومعه أبویوسف فی الأصح وقال محمد: لیس لغیر العصبات ولایة وإنما هی للحاکم والأول الإستحسان. (۴۲۹/۲) (۴)

اس لیے صورت مذکورہ میں جب کہ عصبات موجود نہیں، لڑکی کی والدہ اس کا نکاح کو فسخ کرسکتی ہے؛ لیکن اگر کوئی قریب، یا بعید عصبہ موجود ہو تو اس کی ولایت مقدم ہے، وہ ماں کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ کرسکتا ہے اور اگر لڑکی بالغ ہوچکی ہے تو خود مختار ہے، اس کی اجازت کے بغیر کوئی شخص اس کا نکاح نہیں کرسکتا۔

۲۹؍صفر ۱۳۵۰ھ (امدادالمفتین: ۴۴۲/۲)

---

(۱) تنویرالأبصار، باب الولی: ۶۵/۳۔۶۶، دارالفکر بیروت، انیس

(۲۔۳) تنویرالأبصار، باب الولی: ۷۶/۳، ۷۸، دارالفکر بیروت، انیس

(۴) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الولی: ۷۸/۳، دارالفکر بیروت، انیس

نابالغ کا نکاح ماں کی اجازت سے عصبات نہ ہونے کی صورت میں نافذ ہے:

سوال: ایک نابالغ لڑکے کا نکاح پانچ برس ہوئے ہوا تھا،لڑکا ابھی تک نابالغ ہے،اب لڑکے والے یہ کہتے ہیں کہ وہ نکاح بوجہ نابالغ ہونے کے ناجائز تھا،ہم دوسرا نکاح چاہتے ہیں۔جائز ہے،یانہیں؟ نکاح والدہ کی اجازت سے ادا ہوا تھا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

نابالغ کا نکاح جواس کی ماں نے کیا ہے،نافذ ومنعقد ہوگیا،بشرطیکہ نابالغ کا کوئی اور ولی اقرب مثل باپ،دادا، بھائی،چچاوغیرہ کے موجود نہ ہو،یااس نے اجازت دے دی ہو۔

قال في الدرالمختار:(فان لم يكن عصبة فالولاية للأم).(۱)

وأيضاً قال قبل ذلك:وللولي إنكاح الصغيرة والصغيرة جبراً .(۲)واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

(امدادالمفتین:۲/۴۴۳)

سوتیلے باپ کا ناح کرناماں کی اجازت پرموقوف ہے:

سوال: زید نے خالدہ نابالغہ کا نکاح کردیا اور خالدہ اس کی سوتیلی لڑکی ہے اور خالدہ اپنے شوہر کے یہاں رہتی ہے اور کچھ مدت خالدہ اور اس کی والدہ اور اس کا شوہر اپنی والدہ کے مکان پر رہتے رہے،خالدہ کا شوہر اپنی زوجہ کو لے جانا چاہتا ہے،گواس کی والدہ اس کو نہیں بھیجنا چاہتی ہے اور وہ چاہتی ہے کہ اس کا زوج یہیں میرے مکان پر سب کا خرچ برداشت کرتا رہے،اس کے خاوند یعنی عمرو نے اس کو پسند نہ کیا؛ بلکہ زبردستی اپنی زوجہ کو اپنے مکان پر لے آیا، خالدہ کی والدہ ہندہ نے اب دعوی کیا ہے کہ عمرو میری لڑکی کنواری کو بھگا کر لے گیا ہے اور خالدہ بھی اپنی والدہ ہی کی تائید کرتی ہے،آیا خالدہ کا نکاح عمرو کے ساتھ درست ہوا،یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں خالدہ کا نکاح زید نے کیا ہے،وہ خالدہ کی والدہ کی اجازت پر موقوف تھا،جس وقت اس کی والدہ کو نکاح کا علم ہوا،اگراسی وقت اجازت دے دی تھی تو نکاح جائز وصحیح اسی وقت ہوگیا اور اگر اجازت نہ دی تھی؛ بلکہ سکوت کیا تھا تو یہ نکاح موقوف رہا،پھر جب خالدہ نے بعد بلوغ عملاً اس کو جائز رکھا؛ یعنی اس کے پاس بیوی ہونے کی حیثیت سے رہتی رہی تو اب یہ نکاح صحیح اور لازم ہوگیا۔الغرض بہردوصورت نکاح صحیح ہو چکا،بشرطیکہ والدہ خالدہ نے علم نکاح کے وقت اس نکاح سے صراحتاً انکار نہ کیا تھا۔

---

(۱) تنوير الأبصار،باب الولي:۷۸/۳،دارالفكربيروت،انيس

(۲) تنويرالأبصار،باب الولي:۳/۶۵_۶۶،دارالفكربيروت،انيس

والدليل عليه ما في الدر المختار في نكاح الفضولي: توقف عقوده كلها إن لها مجيز حالة العقد ولا تبطل. (۱)

في الشامي: وأما إذا كان أي وجد سلطان أو قاض في مكان عقد الفضولي على المجنونة أو اليتيمة فيتوقف أي ينفذ بإجازتها بغير عقلها أو بلوغها. (ردالمحتار، مطلب نكاح الفضولي: ۳۰٤/۲، مصری)

وفي العالمگيرية، الباب السادس من النكاح: والاجازة بالفعل سوق المهر إليها (إلى قوله) ولو خلا بها هل يكون إجازة؟ قال مولانا: يكون، الخ. (الفتاویٰ الهندية، ۲۸۰/۱، مصری)

خلاصہ یہ کہ خالدہ کا نکاح عمرو سے منعقد اور صحیح ولازم ہو چکا، (بشرطیکہ والدہ خالدہ نے علم نکاح کے وقت صریح لفظوں میں انکار نہ کیا ہو)، لہٰذا اب خالدہ کو اس سے علاحدہ ہونے کا کوئی اختیار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۴۵۵/۲)

ولایت میں ماں دادی سے مقدم ہے:

سوال: اگر کسی لڑکی کے آبائی رشتہ میں کوئی مرد نہ ہو تو ولایت کا حق لڑکی کی دادی کو حاصل ہوگا یا اس کی ماں کو؟

الجواب

جب کسی لڑکی کے آبائی رشتہ میں کوئی مرد نہ ہو تو ولایت کا حق اس لڑکی کی ماں کو حاصل ہے، نہ کسی اور کو۔

قال العلامة الحصكفي: فإن لم تكن عصبة فالولاية للأُم ثم لأم الأب. (الدر المختار على صدر ردّ المحتار: ۷۸/۳، باب الأولياء) / **قال العلامة عالم بن العلاء الانصاري: ثم عصبة مولى العتاقة، ثم الأم، ثم ذو الأرحام الأقرب، فالأقرب وهذا قول أبي حنيفة وأن استحسان.** (الفتاویٰ التاتارخانية: ۱۹/۳، الفصل الحادي عشر في معرفة الأولياء) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۹۳/۴)

دادی کا لگایا ہوا رشتہ لڑکی کو پسند نہیں ہے:

سوال: ایک نابالغہ لڑکی کو اس کی دادی نے اپنے ہم قوم لڑکے کو دینے کا اقرار کیا، اب دادی مرگئی ہے اور لڑکی کا باپ زندہ ہے، اس نے لڑکی کے ماموں کو وکیل نکاح کا بنا دیا ہے اور لڑکی جوان ہے اور دادی کے کئے ہوئے رشتہ کو قبول نہیں کرتی اور دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے جائز ہے، یا نہ؟

الجواب

جب لڑکی بالغہ ہو کر دادی کی رشتہ کو؛ یعنی خطبہ منگنی کو منظور نہیں کرتی تو وہاں نکاح کرنا جائز نہیں ہے، جہاں لڑکی مرضی ہے، کفو میں نکاح کرے اور پہلے جو منگنی ہوئی تھی، وہ نکاح نہیں ہوا؛ بلکہ وہ بظاہر وعدۂ نکاح تھا اور دادی کو بموجودگی باپ کے نابالغہ کے نکاح کی ولایت بھی نہیں ہے۔ (ہکذا فی کتب الفقہ) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۳)

(۱) الدر المختار، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح: ۹۷/۳، دار الفكر بيروت، انيس

نابالغہ لڑکی کے باپ کی اجازت سے نانی کا نکاح کردینا:

سوال: مسماۃ جعفراً کی شادی زید سے ہوئی، جس کے بطن سے ایک لڑکی مسماۃ نفیسہ پیدا ہوئی، بعدہ مسماۃ جعفراً اپنے شوہر زید ولڑکی نفیسہ کو چھوڑ کر انتقال کرگئی، زید نے اپنی لڑکی کی پرورش کا کوئی خیال نہیں کیا، بدرجۂ مجبوری نفیسہ کی نانی نے اس کے خورد ونوش کا نظم اپنی ذات سے کیا۔ چناں چہ اس وقت مسماۃ نفیسہ کا سن بارہواں سال ہے اور نانی نے اس کا منسوب ایک لڑکے سے قائم کیا ہے۔ کیا اب نانی کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی اجازت سے مسماۃ نفیسہ کا نکاح اس کے باپ کی عدم موجودگی میں کردے؟ نفیسہ کے باپ نے یہ جواب دیا اور لکھا کہ جس نے پرورش کی ہے، وہی شادی کردے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

باپ کی موجودگی میں نانی کو ولایت نکاح حاصل نہیں ہے؛ لیکن جب باپ نے نکاح کی اجازت تحریر کردی ہے تو وہ نکاح کردے سکتی ہے اور یہ نکاح جائز ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۶/۳/۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۸۳/۴-۲۸۴)

نابالغہ کا نکاح دادی کے کردینے سے لڑکی کو خیار بلوغ کا حق ہے:

سوال: دادی نے اپنی نابالغہ پوتی کا نکاح کردیا تو بالغ ہونے پر لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

فقہ کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ باپ، یا دادا جب نابالغ کا نکاح کرائیں تو بعد از بلوغ اس کو نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل نہیں۔ صورت مسئولہ میں چوں کہ نکاح دادی نے کرایا ہے، جس کو حق ولایت بھی حاصل نہیں؛ اس لیے لڑکی بلوغ کی وجہ سے فسخ نکاح کا حق رکھتی ہے؛ تاہم نکاح فسخ کرنے کا حق قاضی، یا حاکم کے ذریعے ہوگا، جس کے بعد لڑکی دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

قال النسفي: ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء. (البحر الرائق: ۱۲۰/۳، باب الأولياء والأكفاء)(۲) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۷۹/۴)

غیبت منقطعہ:

سوال: چندروز قبل کا واقعہ ہے کہ عبدالسلام کی اہلیہ کینسر جیسے مہلک مرض میں مبتلا تھی، ڈاکٹروں نے اسے لاعلاج

---

(۱) لوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته. (الدر المختار: ۳۱۵/۲)

(۲) قال ابن عابدين: وحاصله أنه إذا كان المزوج للصغير أو الصغيرة غير الأب والجد فلها الخيار بالبلوغ او العلم به فإن اختار الفسخ لايثبت الفسخ إلّا بشرط القضاء. (ردالمحتار: ۷۰/۳، باب الأولياء)
ومثله في الهندية: ۲۸۵/۱، الباب الرابع في الأولياء

قرار دے کر چند روز کا مہمان بتلایا، عبدالسلام کی سات اولاد ہیں، ان میں سے کسی کی بھی شادی نہیں ہوئی تھی، اہلیہ نے عبدالسلام سے آخری تمنا ظاہر کی کہ میری موجودگی میں کم از کم ایک بچہ کی شادی کر دیجئے؛ تاکہ میں اپنی ایک بہو کو حیات ہی میں دیکھ لوں، چوں کہ میری حیات کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے، چناں چہ عبدالسلام نے اپنے بڑے بیٹے کا رشتہ آناً فاناً ساتن پٹی کے منت اللہ صاحب کی لڑکی سے طے کیا، منت اللہ صاحب کی لڑکی نابالغہ تھی، منت اللہ صاحب دہلی میں رہتے ہیں اور میرے یہاں سے دہلی کی مسافت تین روز کی ہے، چناں چہ منت اللہ صاحب کے والد محترم و بھائی نے عبدالسلام کے یہاں رشتہ داری کو معقول اور مناسب سمجھ کر منت اللہ کی عدم موجودگی میں شادی کی تاریخ متعین کر دی اور شادی کی تاریخ پانچویں روز رکھی، پانچویں روز عبدالسلام چند لوگوں کے ہمراہ اپنے لڑکے کو لے کر شادی کے لیے ساتن پٹی آ گیا اور بعد جمعہ ساتن پٹی کی مسجد میں عقد پڑھا دیا گیا، بعد عقد کچھ لوگوں کا کہنا ہوا کہ یہ عقد صحیح نہیں ہوا، چوں کہ منت اللہ کو اس کی کوئی جانکاری نہیں ہے۔

اس مسئلہ کو علاقائی عالموں سے بھی دریافت کیا گیا، دین بندھی مدرسہ کے ایک عالم نے ”**وللولی الأبعد التزویج بغیبة الأقرب... مسافة القصر واختارفی الملتقٰی مالم ینتظر الکفء الخطاب جوابه**.(الدرالمختار) **فلو کان الغائب أباها ولها جد وعم فالولایة للجد**. (ردالمحتار،باب الولی: ۴۳۲/۴) کے حوالہ سے اس عقد کو جائز قرار دیا اور مدرسہ چھتی ہنومان نگر کے ایک جید استاد نے اس عقد کو ولی کی اجازت پر موقوف قرار دیا۔لہٰذا اس صورت میں قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح مسئلہ کیا ہوگا؟ تحریر فرمائیں؟

الجواب ———————— وباللّٰہ التوفیق

ولی اقرب کی غیر موجودگی میں ولی ابعد کو نابالغ لڑکے اور لڑکی کے نکاح کرانے کا اختیار حاصل ہے۔

وللولی الأبعد التزویج بغیبة الأقرب.(الدرالمختار: ۳۱۵/۲)

لیکن ولی ابعد کو ولی اقرب کی جس غیر موجودگی میں نکاح کرانے کا حق ہے،اس سے مراد غیبت منقطعہ ہے۔

فإذا غاب الولی الأقرب غیبة منقطعة جاز لمن هو أبعد أن یزوّج. (الهدایة،باب الأولیاء: ۳۱۹/۲)

اور غیبت منقطعہ کی تعریف میں فقہا کے مختلف اقوال ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ ولی اقرب ایسے شہر میں ہو، جہاں قافلے سال بھر میں صرف ایک مرتبہ پہنچ پاتے ہوں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ولی اقرب جہاں رہتا ہو،اس کے درمیان اور جہاں اس کے متعلقین رہتے ہوں، اس کے درمیان ادنیٰ مدت سفر کی مسافت ہو۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ولی اقرب اتنا دور ہو اور ایسے حال میں ہو کہ اگر اس کی رائے معلوم کرنے اور اس سے اجازت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے تو جو رشتہ آیا ہو، وہ ہاتھ سے جاتا رہے اور پیغام نکاح دینے والا اتنی مدت انتظار کرنے

کے لیے تیار نہ ہو۔صاحب ہدایہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اور علامہ شامی نے بھی اس کو مفتیٰ بہ اور راجح قرار دیا ہے۔

والغيبة المنقطعة أن يكون فى بلد لاتصل إليه القوافل فى السنة إلامرة وهو اختيار القدورى وقيل أدنى مدة السفر...وقيل إذا كان بحال يفوت الكفوء باستطلاع رأيه وهذا أقرب إلى الفقه لأنه لانظر فى إبقاء ولايته حينئذ. (الهداية:۳۱۹/۲)

قال فى الذخيرة:الأصح أنه إذا كان فى موضع لوانتظر حضوره أو استطلاع رأيه فات الكفء الذى حضر فالغيبة منقطعة وإليه أشار فى الكتاب اه وفى البحر عن المجتبىٰ والمبسوط أنه الأصح وفى النهاية واختاره أكثر المشائخ وصحّحه ابن الفضل وفى الهداية أنه أقرب إلى الفقه وفى الفتح أنه الأشبه بالفقه وأنه لاتعارض بين أكثر المتأخرين وأكثر المشائخ أى لأن المراد من المشائخ المتقدّمون وفى شرح الملتقىٰ عن الحقائق أنه أصح الأقاويل وعليه الفتوىٰ وعليه مشىٰ فى الاختيار والنقاية ويشير كلام النهر إلى اختياره وفى البحر والأحسن الإفتاء بما عليه أكثر المشائخ. (ردالمحتار:۳۱۵/۲)

صورت مسئولہ میں منت اللہ صاحب جن کا وطن اصلی ساتن پٹی،ضلع سوپول بہار ہے، وہ کسب معاش کے سلسلہ میں دلی میں رہتے ہیں اور عبدالسلام صاحب ساکن دین بندھی ضلع سوپول نے اپنی اہلیہ کی خواہش پر اپنے بڑے لڑکے کے نکاح کا پیغام منت اللہ صاحب کی نابالغہ لڑکی کے یہاں بھیجا اور منت اللہ صاحب کے والد و بھائی نے ان سے پوچھے بغیر ان کی لڑکی کا نکاح عبدالسلام صاحب کے لڑکے سے کردیا۔

اب سوال یہ ہے کہ سوپول بہار اور دلی کے درمیان جو مسافت ہے،اس پر غیبت منقطعہ کی تعریف صادق آتی ہے؟ تو مفتیٰ بہ اور راجح قول کے مطابق یہ غیبت منقطعہ نہیں ہے؛ کیوں کہ لڑکے والے کو کتنی ہی عجلت ہو، پانچ چھ دن تو انتظار کرہی سکتے ہیں،اسی طرح ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعہ رابطہ قائم کرکے رائے معلوم کی جاسکتی ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں جب کہ منت اللہ صاحب کے والد نے ان سے پوچھے بغیر ان کی نابالغہ لڑکی کا نکاح کردیا تو یہ نکاح منت اللہ صاحب کی اجازت پر موقوف رہے گا،اگر اجازت دے دیں تو نکاح صحیح ہوگا، ورنہ رد ہوجائے گا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۱۰/۱۱/۱۴۱۸ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۳۱۰/۴-۳۱۲)

ولی اقرب مسافت بعیدہ پر ہو تو ولی ابعد کو ولایت نکاح حاصل ہوگی:

ہندہ نابالغہ کا نکاح بوجہ عدم موجودگی ولی قریب جب کہ مسافت بعید پر ہو ولی بعید منعقد کراسکتا ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــ وباللہ التوفیق

جب ولی اقرب غائب ہو بغیبۃ منقطعہ تو ولی ابعد کو نابالغ ونابالغہ کے نکاح کردینے کا حق حاصل ہے۔ہمارے

امام حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت میں جب کہ کفو خاطب ولی اقرب کی موجودگی، یا دریافت رائے کا انتظار نہ کرے اور یہی اصح ہے۔

مبسوط میں ہے:

فإن كان الأقرب غائباً غيبة منقطعة فللأبعد أن يزوّجها عندنا. (کتاب النکاح: ۲۲۰/۴)

ونیز کتاب مذکور میں ہے:

والأصح أنه إذا كان في موضع لو انتظر حضوره أواستطاع رأيه فات الكفء الذى حضرلها فالغيبة منقطعة وإن كان لايفوت فالغيبة ليست بمنقطعة. (۲۲۲/۴)

وهكذا في البدائع وقال فيه: وهذا أقرب إلى الفقه لأن التعويل في الولاية على تحصيل النظر للمولى عليه ودفع الضرر عنه،الخ. (۲۵۱/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد حفیظ الحسن، ۲۷ /ربیع الآخر ۱۳۴۴ھ۔

الجواب صواب: ابوالمحاسن محمد سجاد کان اللہ لہ، محمد عثمان غنی۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۱۲/۴-۳۱۳)

بہن کے مقابلہ میں نانا کا ولی ہونا:

سوال: نابالغہ لڑکی کی بہن اور نانا دونوں موجود ہیں اور عصبات میں سے کوئی زندہ نہیں تو اس کے نکاح کی ولایت بہن کو ہوگی، یا نانا کو؟ اس مسئلہ میں فقہا کے دونوں قسم کے قول ہیں، ان میں سے راجح کون سا ہے؟

الجواب

نکاح کے مسائل میں فقہا ہر جگہ عصبات سے عصبہ بنفسہ مراد لیا کرتے ہیں، جیسا کہ ذکر کیا جاتا ہے۔

الولاية للعصبات فإن لم تكن عصبة فللأم،الخ.

اوراسی طرح قول فقہاء ''**ثم لذوى الأرحام**'' میں ذوالرحم سے علم فرائض کا اصطلاحی ذی رحم مراد نہیں ہوا کرتا؛ بلکہ مطلق رشتہ دار مراد ہوا کرتا ہے۔

شرح وقایہ میں ہے:

والولى العصبة المراد العصبة بنفسه أى ذكر يتصل بالميت بلا توسط انثى أما العصبة بالغير كالبنت إذا صارت عصبة بالابن فلا ولاية لها على أمها المجنونة وكذا العصبة مع الغير كالأخت مع البنت لا ولاية لها على أمها المجنونة وكذا العصبة مع الغير كالأخت مع البنت لا ولاية لها على أختها المجنونة،انتهىٰ.

برجندی مختصر وقایہ کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

المراد ههنا العصبة بنفسه.

اور قول مصنف ثم ذوالرحم کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

لم یرد به ما هو المتعارف عند أصحاب الفرائض انتهٰی.

اسی طرح ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر اور تنویر الابصار، نیز اس کی شرح منح الغفار اور البحر الرائق وغیرہ میں ہے، اس تفصیل کے بعد صغیرہ کے نکاح کا حق بہن کو عصبہ ہونے کی وجہ سے دینا اور نانا کو ذوی الارحام ہونے کی وجہ سے حق نہ دینا غلط ہوگا؛ کیوں کہ بہن عصبہ بنفسہ نہیں ہے اور نانا اگرچہ علم فرائض کی اصطلاحی اعتبار سے ذوالرحم ہے اور بہن نہیں ہے؛ لیکن ولایت نکاح کی بحث کے اعتبار سے بہن بھی ذوی الارحام میں ہوگی، اگرچہ عصبہ کے معدوم ہونے کی صورت میں بعض فقہا نے نانا کو ولی قرار دیا اور بعض نے بہن کو؛ مگر دلائل کی حیثیت سے نانا کی ولایت راجح اور مقدم ہے۔

البحر الرائق شرح کنز میں ہے:

وظاهر كلام المصنف أن الجد الفاسد مؤخر عن الأخت؛لأنه من ذوی الأرحام و ذكر المصنف فی المستصفی:أن الجد الفاسد أولٰی من الأخت عند أبی حنيفة وعند أبی يوسف الولاية لهما، كما فی الميراث، وفی فتح القدير: وقياس ما صح فی الجد والأخ من تقدم الجد الفاسد علی الأخت،آه، فثبت بهذا أن المذهب ان الجد الفاسد بعد الأم قبل الأخت،انتهٰی. (۱)

اور ردالمختار میں ہے:

قلت: ووجه القياس أنهم ذكروا أن الاصح ان الجد أب الأب مقدم علی الأخ عند الكل وإن اشترك مع الأخ فی الميراث عند هما لأن الولاية تبتنی علی الشفقة و شفقة الجد فوق شفقة الأخ وحينئذ يقاس عليه الجد الفاسد مع الأخت فإن شفقته أقویٰ منها،انتهٰی. (۲)

اور فتح القدیر میں بحث ولایت عصبات میں ہے:

وذكر الكرخی أن الأخ و الجد يشتركان فی الولاية عندها وعند أبی حنيفة يقدم الجد كما هو الخلاف فی الميراث والأصح أن الجد أولی بالتزويج إتفاقا،انتهیٰ. (۳)

اور بحث ولایت غیر عصبات میں ہے:

وقياس ما صح فی الجد والأخ من تقدم الجد الفاسد علی الأخت،انتهٰی. (۴) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۲۷۵-۲۷۶)

عصبہ اور ماں نہ ہونے کی صورت میں ماموں ولی ہے:

سوال: ہندہ نابالغہ کے کوئی عصبہ نہیں ہے اور نہ ماں ہے؛ بلکہ فقط ذوی الارحام سے ایک ماموں علاتی اور ایک

---

(۱) البحر الرائق،باب الأولياء والأكفاء فی النكاح:۱۳۳/۳،دارالكتاب الإسلامی بيروت،انيس

(۲) ردالمحتار،باب الولی:۷۸/۳،دارالفكر بيروت،انيس

(۳) فتح القدير،باب الأولياء والأكفاء:۲۷۷/۳،دارالفكر بيروت،انيس

(۴) فتح القدير،باب الأولياء والأكفاء:۲۸۶/۳،دارالفكر بيروت،انيس

خالہ عینی ہے۔پس ولایت نکاح کس کو پہونچتا ہے؟

الجواب

ولایت نکاح نابالغہ اس صورت میں ماموں علاتی کو ہے۔

كما في الدر المختار: (ثم لذوى الأرحام) العمات، ثم الأخوال، ثم الخالات، إلخ. (۱)

پس خال بجمیع اقسامہ خالات سے ولایت نکاح میں مقدم ہے، لہٰذا ماموں علاتی خالہ عینی سے مقدم ہے۔فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۶/۴۳)

ماموں کو عصبات وذوی الفروض کے بعد ولایت حاصل ہوتی ہے:

سوال: ایک نابالغ لڑکے ولڑکی کا نکاح لڑکی کے ماموں کی ولایت سے ہوا اور ایجاب وقبول کرایا جائز ہوا، یا نہ؟

الجواب

نابالغوں کا نکاح اگر ان کو ولی شرعی جس کو ولایت نکاح حاصل ہے، کرے تو وہ نکاح صحیح ہوجاتا ہے اور اگر نابالغوں کی زبان سے ہی ولی ایجاب وقبول کرادے اور ولی اس نکاح کو جائز رکھے تو وہ نکاح بھی صحیح ہے؛ لیکن واضح ہو کہ ماموں حقیقی کی ولایت عصبات اور ذوی الفروض کی ولایت سے موخر ہے، جس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔(۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۸/۱۰۵)

ماموں نے نابالغ بھائی کی موجودگی میں نابالغہ کا نکاح کردیا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمیان زید وہندہ کو جب کہ ان دونوں کے والدین کا وفات ہوگیا، بوجہ نابالغی بغرض پرورش مسمی بکر جوان دونوں؛ یعنی زید وہندہ کا ماموں ہے اپنے مکان پر لے گیا اور اپنے لڑکے مسمیٰ بقر یدو سے ہندہ کا بغیر اجازت زید نکاح کردیا، حالاں کہ زید وہندہ اب تک نکاح مذکور پر راضی نہیں ہیں اور اب ہندہ تقریباً ماہ دوماہ سے بالغہ ہے اور عرصہ آٹھ مہینہ سے اپنے بھائی مسمیٰ زید کے یہاں چلی آئی ہے تو صورت مذکورہ میں ہندہ کا نکاح بقر یدو سے از روئے شرع درست ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مذکورہ میں چوں کہ ہندہ قبل بلوغ وبعد بلوغ اپنے ماموں کے نکاح سے کار ہ تھی، لہذا نکاح مذکورہ صحیح نہیں

---

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۲/۴۳۰، ظفير

(۲) (الوالي في النكاح) ... (العصبة بنفسه)... (ثم لذوى الأرحام) العمات، ثم الأخوال، ثم الخالات، ثم بنات الأعمام.. (الدر المختار، باب الولي: ۲/۴۳۰، ظفير)

ہوا، مطابق حدیث ''لا نکاح اِلا بولی'' کے ولی کا ہونا ضروری ہے؛ اس لیے نکاح صحیح نہیں ہوا، ہندہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عبداللہ، مدرس مدرسہ فیض عام، ۳۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۶ھ۔

احمد عفی عنہ، مدرس فیض عام، ۳۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۶ھ۔

ماموں بھی ولی ہے، جیسا کہ صاحب ہدایہ نے اس کی تحقیق کی ہے اور اس اعتبار سے نکاح ہو جائے گا؛ مگر بلوغ اور علم بالنکاح کے بعد خیار فسخ حاصل رہتا ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک ماموں ولی نہیں اور امام ابو یوسف صاحبؒ کی اشہر الروایتین یہی ہے، دیکھو ہدایہ اور حسن بن زیاد نے بھی امام صاحب سے یہی روایت کیا ہے اور الولایۃ الی العصبات بھی اسی کی مؤید ہے اور خیار فسخ کو تاثیر کے لیے قضا کی شرط ہے، جو آج کل قریباً اس دیار میں متعذر الحصول ہے؛ اس لیے اگر کوئی حنفی امام صاحب علیہ الرحمۃ کی دوسری روایت پر فتویٰ دے اور سرے سے نکاح کے انعقاد ہی کا انکار کرے تو اس ہیچدان کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے، بہتر ہوگا کہ اس مسئلہ کی تحقیق حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ العالی سے کر لی جاوے۔

ناچیز عبداللطیف نعمانی، مدرس دارالعلوم مئو، اعظم گڑھ۔

الجواب ــــــــــــــــــــ من تهانه بهون

صورت مسئولہ میں چوں کہ نکاح بولایت ولی صحیح منعقد ہو چکا ہے، بشرطیکہ کفو سے مہر مثل پر ہوا ہو؛ اس لیے اگر ہندہ اس کو بعد بلوغ کے فسخ کرنا چاہے تو قاضی اسلام کے یہاں مرافعہ کرے اور اگر قاضی اسلام میسر نہیں تو صبر کرے، یا کسی طرح خاوند کو خلع پر راضی کرے، بہر حال بدون قضاء قاضی، یا طلاق زوج کے یہ نکاح فسخ نہیں ہو سکتا اور بدون اس کے ہندہ کو کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔

پہلا جواب کسی غیر مقلد کا معلوم ہوتا ہے، وہ بالکل غلط ہے؛ کیوں کہ حدیث لا نکاح الا بولی سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے۔ کہ بدون ولی کے نکاح نہیں؛ لیکن اس کے کیا معنی ہیں؟ آیا یہ کہ باطل ہے، یا مناسب نہیں، دونوں احتمال ہیں، انہوں نے بدون حدیث کے ایک احتمال کو ترجیح کیوں کر دی اور اگر **''أیما امرأ ۃ نکحت نفسها بدون إذن ولیها فنکاحها باطل''** (۱) پیش کریں تو اس کی صحت ثابت کریں اور تصحیح حدیث میں کسی محدث کی تقلید نہ کریں، ورنہ

---

(۱) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِی عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ، عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ، عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ مُوسَی، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَیُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَیْرِ إِذْنِ وَلِیِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا، فَإِنْ اشْتَجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِیُّ مَنْ لاَ وَلِیَّ لَهُ.(رواہ الترمذی،رقم الحدیث: ۱۱۰۲،وقال:هَذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ، وَقَدْ رَوَی یَحْیَی بْنُ سَعِیدٍ الأَنْصَارِیُّ، وَیَحْیَی بْنُ أَیُّوبَ، وَسُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ، وَغَیْرُ وَاحِدٍ مِنَ الحُفَّاظِ، عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ نَحْوَ هَذَا)

فہم حدیث میں فقہا کی تقلید سے کیوں عار ہے۔ دوسرے اگر اس کو بھی تسلیم کر لیا جائے تو وہ حدیث سے یہ ثابت کریں کہ خال ولی نہیں، اگر حدیث ''الولاية إلى العصبات'' (۱) پیش کریں تو اس کی صحت بدون تقلید محدثین کے ثابت کریں، پھر حدیث ہی سے عصبات کے ایسے معنی ثابت کریں، جو خال پر صادق نہ آتے ہوں۔ نیز یہ بھی بتلائیں کہ اس حدیث میں تو صرف اتنا ہے کہ عصبات کو ولایت حاصل ہوتی ہے، یہ کہاں ہے کہ غیر عصبات کو کسی وقت بھی ولایت حاصل نہیں ہوتی، حدیث میں کوئی لفظ نفی کا نہیں ہے، اگر ان امور کو حدیث ہی سے حل نہ کر سکیں تو اہل حدیث ہونے کا اور حدیث سے فتوی دینے کا دعوی نہ کریں۔

مجیب ثانی حنفی معلوم ہوتا ہے؛ مگر ان کو امام صاحب کی دوسری روایت ضعیفہ پر فتوی دینے کا خیال ہو رہا ہے؛ مگر یہ خیال غلط ہے؛ کیوں کہ ایسے مسائل تو اجتہادات میں بہت کم نکلیں گے، جن میں اختلاف علماء، یا اختلاف روایات نہ ہو، دیکھنا یہ ہے کہ اختلاف کے وقت قوت کس کو ہے، قول ضعیف پر فتوی جائز نہیں، سو ظاہر ہے کہ امام صاحب سے جو روایت اہل متون نے نقل کی ہے اور متون ہی نقل مذہب کے لیے موضوع ہیں، وہ یہی ہے کہ عدم عصبات کے وقت ماں کو اور ذوی الارحام کو ولایت تزویج حاصل ہے اور دلیل سے بھی قوت اسی کو ہے اور امام ابو یوسف بھی امام ابوحنیفہ ہی کے ساتھ ہیں۔

هذا هو الأصح الأرجح، كما صرح به في فتح القدير، وبسط الكلام في الدلالة. (۱۸۲/۳)
وفي رد الحتار (۵۱۴/۲، باب الولي) واللہ اعلم

۱۰/ رمضان ۱۳۴۶ھ (امداد الاحکام: ۳۱۱/۳)

ولایت نکاح میں حقیقی بہن، ماموں اور اخیافی بھائی سے مقدم ہے:

سوال: ایک نابالغہ کے والدین فوت ہو گئے، اس وقت اس کا ماموں اور اخیافی بھائی اور حقیقی بہن اور ماں کا پہلا شوہر زندہ ہے، ولایت نکاح ان میں کس کو حاصل ہے؟

الجواب

صورت مسئولہ میں ولایت نکاح حقیقی ہمشیرہ کو ہے۔

قال في الدر: (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم، ثم لأم الأب) وفي القنية عكسه، ... (ثم للأخت لأب وأم، ثم للأخت لأب، ثم لولد الأم) الذكر والانثى سواء، آه. (۵۱۲/۲) (۲) واللہ اعلم

۲۰/ ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ (امداد الاحکام: ۳۱۵/۳)

---

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَهُوَ إِلَى الْعَصَبَةِ، وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا أَوْ ضَيَاعًا فَأَنَا وَلِيُّهُ. (السنن الكبيرى للنسائى، رقم الحديث: ۶۳۱۳، انيس)

(۲) الدر المختار، باب الولي: ۳/۷۸-۷۹، دار الفكر بيروت، انيس

نابالغہ کے چچا کی رضامندی سے بہنوئی کا نکاح کر دینا:

سوال: ہندہ کا نکاح نابالغیت میں بہنوئی کی اجازت سے ہوا؛ مگر نکاح کے وقت ہندہ کا ولی قریب؛ یعنی چچا موجود تھا اور وہ اس سے راضی تھا، نکاح کے بعد بارہ برس تک شوہر نے خبر نہ کی، جب تک ہندہ اور ہندہ کا بھائی دونوں بالغ ہو چکے تھے، چناں چہ ہندہ کے بھائی نے اپنی اجازت سے ہندہ کا نکاح دوسرے مرد سے پڑھا دیا۔ کون نکاح صحیح ہوا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

چوں کہ پہلے نکاح سے ہندہ کا چچا راضی وخوش تھا اور اس نے انکار نہیں کیا تھا؛ اس لیے وہ نکاح منعقد ہو گیا، (۱) اور جب وہ نکاح منعقد ہو گیا تو دوسرا نکاح باطل ہوگا، (۲) اس لیے ہندہ کو چاہیے کہ فوراً دوسرے شوہر سے علاحدگی اختیار کرے، پھر اگر پہلا شوہر اپنے ساتھ رکھنا چاہے تو اس کے ساتھ رہے، ورنہ اس سے طلاق حاصل کرے اور طلاق کے بعد پھر دوسرے شوہر سے نکاح کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۵/۱۱/۱۳۵۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۸۲/۴)

بہنوئی کا نکاح کر دینا:

سوال: ایک نابالغہ جس کا کوئی ولی نہیں ہے، اس کے بہنوئی نے ایک شخص سے نکاح کر دیا؛ مگر اس کی نابالغیت کی وجہ سے شوہر نے اپنی دوسری شادی کر لی اور بعد بلوغ سے نہ کسی قسم کا سروکار پیدا کیا، نہ نان ونفقہ دیا۔ اب چند سال سے دور دراز جگہ چلا گیا ہے اور کسی طرح اس بیوی کو بلانا، یا لے جانا نہ اس نے چاہا اور نہ آئندہ امید ہے، چار برس سے لڑکی بہنوئی کے گھر ہے اور اب بالغہ ہے کیا اس کو خیار فسخ ہے؟

---

(۱) لوزوج الأبعد حال قیام الأقرب توقّف علی إجازته.(الدرالمختار: ۳۱۵/۲)

(۲) وأما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته ... لم یقل أحد بجوازہ فلم ینعقد أصلا.(ردالمحتار: ۳۵۰/۲)

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا (سورة النساء: ٢٤)

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ عَطْفًا عَلَى مَنْ حُرِّمَ مِنَ النِّسَاءِ مِنْ عند قوله تعالی حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ فَرَوَى سُفْيَانُ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ قَالَ ذَوَاتُ الْأَزْوَاجِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ، وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ذَوَاتُ الْأَزْوَاجِ مِنَ المشركين، وقد روى عن سعيد ابن جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كُلُّ ذَاتِ زَوْجٍ إِتْيَانُهَا زِنًا إِلَّا مَا سُبِيَتْ قَالَ أَبُو بَكْرٍ اتَّفَقَ هَؤُلَاءِ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ بِقَوْلِهِ تعالی وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ ذَوَاتُ الْأَزْوَاجِ مِنْهُنَّ وَأَنَّ نِكَاحَهَا حَرَامٌ مَا دَامَتْ ذَاتَ زَوْجٍ.(أحكام القرآن للجصاص، باب نكاح ذوات الأزواج: ٨٠/٣-٨١، دار إحياء التراث العربي بيروت، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں اس نکاح کی حیثیت نکاح فضولی کی ہے، بلوغ کے بعد اگر لڑکی نے قبول کرلیا ہے تو اب خیار فسخ نہیں ہے اور اگر قبول نہیں کیا ہے تو رد کرسکتی ہے، (۱) اور اس صورت میں نہ عدت گزارنے کی ضرورت ہے، نہ قضاء قاضی کی۔ اگر اس نے نکاح قبول کرلیا ہے تو اس سے علاحدگی اور دوسرے نکاح کے جواز کی صورت صرف یہی ہے کہ وہ عدم اتفاق کی بنا پر دارالقضاء، یا مسلمان حاکم کے پاس فسخ نکاح کی درخواست کرے اور جب فسخ کردیا جائے تو دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۱/۴/۱۳۵۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۸۳/۴)

☆☆☆

(۱) تزويج العبد والأمة بغير إذن مولاهما موقوف فإن أجاز المولىٰ جاز وإن ردّه بطل وكذٰلك لوزوّج رجل امرأة بغير رضاها أو رجلا بغير رضاه وهذا عندنا فإن كل عقد صدر من الفضولي وله مجيز انعقده موقوفاً على الإجازة. (الهداية، فصل في الوكالة بالنكاح وغيره: ۳۲۲/۲)

نکاح کی وکالت

وکالت نامہ نکاح:

سوال(۱) (نقل وکالت نامہ) دفتر قضاء شریعت حیدرآباد، آندھراپردیش میں سردار حامد حسین خاں شاکر ولد میر منور علی خاں صاحب عمر ۲۷/سال، پیشہ طالب علم، ساکن بالٹی مور میاری لمیٹڈ اسٹیٹ، امریکہ بثبات عقل وہوش وحواس، بلا جبر واکراہ، برضا ورغبت خود لکھ دیتا ہوں، اس بات پر کہ میں بعض مجبوریات کی بنا پر حیدرآباد حاضر نہیں ہوسکتا اور اس لیے اپنی جانب سے اپنے حقیقی والد میر منور خاں صاحب ابن میر غلام خاں صاحب مرحوم کو ولی مقرر کرتا ہوں؛ تاکہ وہ میرے غیاب میں مراسم عقد انجام دے سکیں۔ میرا عقد مسماۃ ثریا نفیس بنت محمد رفیع الدین صاحب مرحوم سے بمعاوضہ گیارہ ہزار سکے ہند مہر موجل طے پایا ہے اور میرے غیاب میں سارے مراسم کی تکمیل والد انجام دیں گے، جو میرے لیے منظور وقبول ہے"۔ لہذا یہ چند کلمے بطور امانت کے لکھ دیئے ہیں؛ تاکہ آئندہ سند رہے اور وقت ضرورت کام آئے۔

مذکورہ وکالت نامہ یا اجازت نامہ میں حسب ذیل امور قابل غور ہیں:

(۱) وکالت نامہ یا اجازت نامہ حکومت، امریکہ کا مصدقہ نہیں ہے۔

(۲) عاقد نے اجازت نامہ کے ذریعہ زر مہر سکہ ہند میں قبول کیا ہے، برخلاف اس کے نکاح نامہ میں عاقد کی مرضی کے خلاف سکہ رائج الوقت لکھا گیا۔

(۳) عقدِ نکاح کی اہم شرط دو گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول لازمی ہے، عاقد نے ایک مرد گواہ اور ایک عورت گواہ سے مواجہ میں مہر وعاقدہ کو قبول کیا ہے، حالانکہ احکام ربانی کی رو سے ایک مرد اور عورت گواہاں کی موجودگی میں قبولیت لازمی تھی۔ براہ کرم شریعت کے احکام کی روشنی میں فتویٰ دیا جائے کہ یہ عقدِ نکاح شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

وکالت نامہ کے لیے کیس حکومت کا مصدقہ ہونا ضروری نہیں، صرف اتنا کافی ہے (کہ) سردار حامد حسین خاں شاکر صاحب کو اس سے انکار نہ ہو۔ نکاح ہندوستان میں ہوا، وہیں پر سکہ رائج الوقت لکھا گیا؛ اس لیے کوئی فرق نہیں ہوا، وکالت نامہ پر جو گواہ ہیں، وہ عقدِ نکاح کے گواہ نہیں؛ بلکہ وکالت کے گواہ ہیں، نفسِ وکالت کے لیے گواہوں کا ہونا شرط بھی نہیں۔(۱) نکاح کے گواہ وہ ہیں، جن کی موجودگی میر منور علی خان نے ایجاب وقبول کیا اور قاری النکاح

(۱) "أما الشهادة على التوكيل بالنكاح، فليست بشرائط لصحته". (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب: هل ينعقد بالألفاظ المصحفة نحو: تجوزت: ۲۱/۳، سعيد)

سید محبوب حسین نے جب ان سے قبول کرایا۔ دو گواہوں کے نام سوال میں بھی درج ہیں: محمد رئیس الدین صاحب ،احمد محی الدین ان کی موجودگی میں نکاح پڑھا گیا،لہذا:

(۱)　یہ عقد نکاح شرعاً جائز نہ ہوگیا۔(۱)

(۲)　عاقدہ کا نکاح موجودہ حالت میں کسی دوسری جگہ نہیں ہوسکتا، جب تک شوہر سے طلاق حاصل نہ کی جائے، یا شرعی قاعدہ سے تفریق نہ کرائی جائے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۳۸)

وکیل نکاح کی شرائط:

سوال:　جو نکاح وکیل کے ذریعے باندھا جائے تو اس کے انعقاد کے لیے وکیل میں کون کون سی شرائط ہونی چاہئیں؟

الجواب

نکاح کا انعقاد وکلا کے ذریعے ہوسکتا ہے، بشرطیکہ وکلا عاقل و بالغ ہوں، ورنہ نکاح صحیح نہیں ہوگا؛ تاہم اگر وکیل نابالغ ہو؛ مگر اچھے برے اور نفع نقصان میں تمیز کرسکتا ہو تو بایں صورت حنفیہ کے نزدیک نکاح صحیح ہوگا۔

قال العلامة داماد آفندی: فیصح توکیل الحر البالغ العاقل بقرینة الآتی أو المأذون الصبی أو البالغ من جهة الولی أو المولٰی حرًا بالغًا أو مأذونًا. (الدر المنتقی علی هامش مجمع الأنهر: ۲/۲۲۲، کتاب الوکالة (۳) (فتاوی حقانیہ: ۴/۳۸۳)

بوقت وکالت گواہ کا ہونا ضروری نہیں ہے:

سوال:　ایک بالغہ لڑکی ایک شخص کو وکیل اپنے نکاح کے لیے مقرر کرتی ہے؛ مگر بلا شاہد۔ وکیل نے اپنے اختیار سے دو شاہد مقرر کرکے نکاح کر دیا ہے۔ مہربانی کرکے یہ بتلایا جائے کہ یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟

---

(۱)　"النکاح ینعقد متلبساً بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر ... عند حضور شاهدین حرین أو حر وحرتین مکلفین سامعین قولها معاً". (الدر المختار، کتاب النکاح: ۳/۹ - ۲۱ - ۲۲، سعید)

(۲)　"لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذلک المعتدة". (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب النکاح، الباب الثالث فی المحرمات، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بحا حق الغیر: ۱/۲۸۰، رشیدیه)

(۳)　وفی مجمع الأنهر: الصبیّ العاقل الذی أذن له الولی والعبد الذی أذن له المولٰی أی یصح توکیل کل منهما. (مجمع الأنهر: ۲/۲۲۲، کتاب الوکالة)

قال العلامة الحصکفی: ثم ذکر شرط التوکیل فقال إذا کان الوکیل یعقل ولو صبیا أو عبدا محجورا لا یخفی أن الکلام الآن فی صحة الوکالة. (الدر المختار علی صدر ردالمحتار: ۵/۵۱۱، کتاب الوکالة)

ومثله فی ردالمحتار: ۵/۵۱۱، کتاب الوکالة

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں نکاح اس لڑکی کا صحیح ہوگیا۔ وکیل بنانے کے لیے دوشاہد کی ضرورت نہیں۔(۱) ہاں اس زمانہ پُرآشوب میں وکالت کے انکار کے خوف سے وکیل کو اپنی وکالت کے ثبوت کے لیے دوشاہد رکھنا احتیاط ہے، نکاح کے منعقد ہونے کے لیے دو گواہ بالغ مسلمان کا ہونا شرط ہے۔(۲) وکالت ثابت کرنے کے لیے دیانۃً گواہ کی ضرورت نہیں، قضاءً ضرورت پڑتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد حفیظ الحسن، ۲۹/ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ۔ جواب صحیح ہے: محمد نور الحسن ۳۰/ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۰۲/۴)

نکاح کا وکیل بنانے کے لیے گواہ شرط نہیں:

سوال: نکاح کے وقت قاضی وکیل سے ایجاب کراتا ہے اور دولہا سے قبول کراتا ہے۔ اس وقت دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) پوچھنا یہ ہے کہ جب باپ، بھائی، دادا، یا کوئی غیر محرم عورت سے اجازت لینے جائیں تو کیا اس وقت بھی دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے؟ اجازت دینا بظاہر توکیل ہے توکیل کے لیے تو عام طور سے گواہ شرط نہیں ہوتے۔

(۲) اگر باپ نے نکاح کرنے سے ایک دن پہلے اپنی لڑکی سے اجازت لے لی اس وقت کوئی گواہ نہیں تھا، دوسرے دن قاضی کے پاس دو گواہوں کے سامنے نکاح کردیا تو کیا حکم ہے؟ شرع شریف کی روشنی میں بندہ کی رہنمائی فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملک الوہاب

(۱) بالغہ لڑکی سے اجازت لیتے وقت دو گواہوں کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔ لڑکی کا اجازت دینا توکیل بالنکاح ہے توکیل بالنکاح میں گواہ کا ہونا ضروری نہیں۔

(۲) اس صورت میں نکاح صحیح ہوجاتا ہے۔

لما فی البحر الرائق (۸۸/۳): أن الشهادة تشترط فی الموقوف عند العقد لا عند الإجازة، كما فی المحيط.

وفی الهندية (۲۹٤/۱): الباب السادس فی الوكالة بالنكاح وغيرها: يصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود كذا فی التتارخانية ناقلا عن خواهر زاده.

وفی الشامية (۲۱/۳): قوله (وشرط حضور شاهدين) أی يشهد أن علی العقد أما الشهادة علی التوكيل بالنكاح فليست بشرط لصحته كما قدمناه عن البحر. (نجم الفتاویٰ: ۸۳/۵-۸۴)

---

(۱) يصحّ التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود. (الفتاویٰ الهنديه: ۲۹٤/۱)

(۲) ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرّين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين عدولا كانوا أو غير عدول. (الهداية: ۳۰٦/۲)

وکیل کے ذریعے نکاح کا حکم:

سوال: اگر لڑکا، یا لڑکی اپنے نکاح کے لیے کسی کو وکیل بنائے اور وہ ان کی طرف سے ایجاب وقبول کرے تو کیا اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا، یا نہیں؟

الجواب

نکاح وانکاح ان امور میں سے ہے، جن میں وکالت جائز ہے، پس لڑکا، یا لڑکی اپنے نکاح میں ایجاب وقبول کے لیے کسی کو وکیل بنا سکتے ہیں اور اس پر اکتفا کر کے ان کا نکاح منعقد ہوگا۔

قال العلامة الكاساني: ثم النكاح كما ينعقد بهٰذه الألفاظ بطريق الاصالة ينعقد بها بطريق النيابة بالوكالة والرسالة لأن تصرف الوكيل كتصرف المؤكل. (بدائع الصنائع: ۲۳۱/۲، فصل ركن النكاح)(۱)(فتاوی حقانیہ:۳۸۱/۴)

نکاح میں نابالغ کی وکالت کا حکم:

سوال: کیا نکاح میں کسی نابالغ لڑکے کو وکیل بنایا جا سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

نابالغ لڑکا جب عاقل اور ممیّز ہو تو نکاح میں اس کی وکالت درست ہے۔

قال العلامة الكاساني: وأما البلوغ والحرية فليسا بشرط لصحة الوكالة فتصح وكالة الصّبيّ العاقل الخ. (بدائع الصنائع: ۲۰/۶، فصل الشرائط الوكالة)(۲)(فتاوی حقانیہ:۳۸۱/۴)

نابالغ کو نکاح کا وکیل نہیں بنایا جا سکتا:

سوال: ہمارے بھائی کا نکاح ایک لڑکی سے ہوا، جس کا تعلق حیدرآباد سے ہے، جب ہم بارات لے کر گئے تو ان لوگوں نے قاضی صاحب کو نکاح کے لیے بلایا، جب نکاح ہونے لگا تو لڑکی کے چچا نے ایک لڑکے کو کہا: جاؤ خالہ سے پوچھ کر آؤ، آپ نکاح سے راضی ہیں، یا نہیں؟ اس لڑکے کی عمر تقریباً بارہ سال ہوگی، تھوڑی دیر بعد لڑکا واپس

---

(۱) قال في الهندية: يصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود. كذا في التاتارخانية. (الفتاویٰ الهندية، الباب السادس في الوكالة بالنكاح: ۲۹۴/۱)

ومثلهٗ في ردالمحتار: ۹۵/۳، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح

(۲) قال الشيخ النسفي: صح التوكيل وهو اقامة الغير مقام نفسه في التصرف ممن يملكه إذا كان الوكيل يعقل العقد ولو صبيًّا الخ.. (البحرالرائق: ۱۴۲/۷، كتاب الوكالة)

ومثلهٗ في الهندية: ۵۶۲/۳، كتاب الوكالة. الباب الأوّل

آ گیا، اس نے کہا خالہ راضی ہیں، میرے دل میں یہ بات آئی یہ تو بچہ ہے، اس کو کیوں بھیجا۔ بہر حال میں چوں کہ جاہل آدمی تھا؛ اس لیے خاموش رہا کہ پہلے اپنے امام صاحب سے مسئلہ معلوم کروں گا، بعد میں کچھ بات ہوگی۔ اب آپ سے یہ پوچھنا چاہوں گا، نکاح میں نابالغ کو وکیل بنانا جائز ہے، یا نہیں؟ اس نکاح کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

نکاح کے انعقاد کے لیے ایجاب وقبول ضروری ہے، خواہ یہ ایجاب وقبول عاقدین خود کریں، یا ان کی طرف سے مقرر کردہ وکیل ایجاب وقبول کرے۔ صورت مسئولہ میں اگر عورت نے چچا کو وکیل بنایا تھا اور بوقتِ عقدِ نکاح چچا نے محض توثیق کے لیے لڑکے کو بھیج کر لڑکی سے نکاح کی رضامندی حاصل کی تو نکاح درست ہوگا اور اگر عورت نے چچا کو وکیل نہیں بنایا تھا اور چچا نے محض لڑکے کے یہ بتلانے سے کہ خالہ نکاح کے لیے راضی ہیں، لڑکی کا نکاح کروادیا تو اگر یہ بچہ سمجھ دار ہو اور نکاح کے معاملات کو سمجھتا ہو (اگر چہ بالغ نہ ہو) تب بھی یہ نکاح منعقد ہو جائے گا، البتہ اگر بچہ ناسمجھ ہے تو یہ نکاح موقوف رہے گا، اگر عورت نے بعد میں قبول کرلیا تو نکاح منعقد ہوگا، ورنہ نہیں۔

لما في الهداية (۱۸۷/۲): ويشترط أن يكون الوكيل ممن يعقل العقد ويقصده لأنه يقوم مقام الموكل في العبارة فيشترط أن يكون من أهل العبارة حتى لو كان صبيا لا يعقل أو مجنونا كان التوكيل باطلا.

و في بدائع الصنائع (۲۰/٦): وأما البلوغ والحرية فليسا بشرط لصحة الوكالة فتصح وكالة الصبي العاقل والعبد مأذونين كانا أومحجورين وهذا عند أصحابنا وقال الشافعي رحمه الله وكالة الصبي غير صحيحة لأنه غير مكلف ولا تصح وكالة المجنون ولنا ما روى أن رسول الله لما خطب أم سلمة قالت إن أوليائي غيب يا رسول الله فقال ليس فيهم من يكرهني ثم قال لعمرو ابن أم سلمة قم فزوج أمك مني فزوجها من رسول الله وكان صبيا.

وفي البحرالرائق (۲۳٥/۷): الثالث في ركنها وهو ما دل عليها من الإيجاب والقبول ولو حكما فلو قال وكلتك في هذا كان وكيلا بحفظه لأنه الأدنى فيحمل عليه. (نجم الفتاویٰ: ۸۷/۵-۸۸)

نکاح میں کسی اجنبی کی توکیل کے لیے تصریح ضروری ہے:

سوال: بالغہ عورت سے اگر کوئی اجنبی شخص نکاح اجازت مانگے تو ایسی حالت میں عورت کا رونا، یا خاموش رہنا اجازت کے مترادف ہے، یا صراحتاً ضروری ہے؟

الجواب ــــــــــــــ

اجنبی شخص کا اجازت طلب کرتے وقت عورت کا رونا، یا خاموش رہنا اجازت شمار نہیں ہوگی؛ بلکہ اس میں تصریح بالقول (واضح الفاظ میں اجازت دینا) ضروری ہے۔

قال الحصكفي: فإن استأذنها غير الأقرب كأجنبي أوولي بعيد فلاعبرة لسكوتها بل لابد من القول كالثيب البالغة. (الدر المختار علیٰ صدر ردالمحتار: ۶۲/۳، كتاب النكاح، باب الولي)

قال ابن نجيم المصري رحمه اللّٰه: تحت قول المتن: وإن استأذنها غير الولي فلا بد من القول كالثيب أي فلا يكفي لقلة الالتفات أي كلامه فلم يقع دلالة على الرضا. (البحر الرائق: ۱۱۵/۳، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء) (فتاوی حقانیہ: ۳۸۲/۴)

کیا قادیانی نکاح کا وکیل ہوسکتا ہے:

سوال: ہمارے اطراف میں نکاح کی مجلس اس طرح منعقد ہوتی ہے کہ لڑکی کا باپ، یا چچا نانا وغیرہ میں سے کوئی ایک دو گواھوں کے لے کر لڑکی کے پاس جاتا ہے اور لڑکی سے یوں کہتا ہے کہ میں تمہارا وکیل بن کر فلاں کا لڑکا فلاں سے مبلغ اتنے مہر میں ان دو گواہوں کے روبرو نکاح کردوں، جب لڑکی ہاں کہہ دیتی ہے تو یہ وکیل اور دونوں گواہ مجلس میں آتے ہیں، بعدہ محلّہ کا پیش امام خطبہ نکاح پڑھتا ہے اور وکیل سے کہتا ہے کہ یوں کہو کہ میں نے اپنی وکالت سے فلانہ کی لڑکی فلانہ کو مبلغ اتنے مہر میں ان دو گواہوں اور حاضرین مجلس کے سامنے تمہارے عقد میں میں دیا، تم نے قبول کیا؟ تو وہ لڑکا کہتا ہے کہ میں نے قبول کیا۔

صورت بالا پیش نظر رکھتے ہوئے اگر لڑکی کا نانا قادیانی مذہب کا ہے، وہ وکالت کرتا ہے اور دونوں گواہ مسلمان اہل سنت والجماعت ہیں وقادیانی ایجاب وقبول کرتا ہے تو ایسی صورت میں نکاح ہوگیا، یا نہیں؟ واضح ہو کہ ''بہشتی زیور'' میں ہے کہ کوئی کافر کسی مسلمان کا ولی نہیں بن سکتا ہے؟ لہذا برائے مہربانی اس صورت پر نظر فرما کر جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

ولی اور وکیل میں فرق ہے، نکاح میں وکیل کا کام صرف الفاظ کی تعبیر تک رہتا ہے، اصل ایجاب وقبول زوجین کا ہوتا ہے۔ بیان کردہ صورت میں نکاح منعقد ہوگیا ہے، قادیانی کی وکالت بیکار گئی۔ اگر لڑکی کی طرف سے اصالۃً، یا وکالۃً، یا دلالۃً کسی کا ایجاب نہ بھی تسلیم کیا جائے، تب بھی اس نکاپر لڑکی کا راضی ہونا اور اس کے لوازمات کو بجالانا یہ اجازتِ فعلی ہے، جوکہ شرعاً معتبر ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۹/۱۱)

---

(۱) ''ومن شرائط الإيجاب والقبول ... وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الاخر ليتحقق رضا هما''. (الدر المختار)

''(قوله: ليتحقق رضاهما): أي ليصدر منهما ما من شانه أن يدل على الرضا.''. (ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳/۱۴-۲۱، سعيد)

''وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها، الخ'' (الهداية، باب في الأولياء والأكفاء: ۲/ ۳۱۳، مكتبه شركة عليمه ملتان)

قادیانی کی وکالت سے نکاح:

سوال: ایک شخص اہل سنت والجماعت میں سے ہے، اس نے اپنی لڑکی کا نکاح بھی اہل سنت والجماعت میں کیا ہے؛ لیکن اپنی لڑکی کے نکاح کا وکیل ایک قادیانی کو بنادیا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس قادیانی کی وکالت بالنکاح صحیح ہے، یا نہیں؟ بصورتِ ثانی نکاح درست ہے ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر لڑکی نابالغہ تھی اور مجلسِ عقد میں اس کا باپ موجود ہے، اس کی موجودگی میں قادیانی نے ایجاب وقبول کرایا تو عاقد باپ ہی کو قرار دیا جائے گا، (۱) اور قادیانی کی وکالت بیکار رہے اور نکاح صحیح ہوگیا اور اگر لڑکی بالغہ تھی اور لڑکی کی رضامندی سے عقد کرایا گیا تو بھی نکاح ہوگیا۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۱/۵/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۱/۵/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۴۰)

وکیل مؤکل کا نکاح کرسکتا ہے:

سوال: کسی شخص سے عمر نے کہا کہ میں جاتا ہوں تم میرا نکاح فلاں عورت سے فلاں مہینہ میں کردینا، دو گواہ بھی موجود تھے تو وکیل میعاد مقررہ پر شخص مذکور کا نکاح عورت مذکورہ سے کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

کرسکتا ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۷/۱۳۷)

عورت کی وکالت سے نکاح درست ہے:

سوال: اگر زنے، زنے را در کردن نکاح خود، یا شخصی وکیل کند وآں بعد ثبوت وکالت نفس مؤکلہ مذکورہ بہ شخص مذکور نکاح کرد، نکاح درست شود، یا نہ؟

---

(۱) "ومن أمر رجلاً بأن يزوج ابنتة الصغيرة ، فزوجها والأب حاضر بشهادة رجل واحد سواهما، جاز النكاح؛ لأن الأب يجعل مباشراً لا تحاد المجلس ، فيكون الوكيل سفيراً ومعبراً". (الهداية، كتاب النكاح: ۲/ ۳۰۷، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) "ومن شرائط الإيجاب والقبول ... وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر ليتحقق رضاهما". (الدر المختار) "(قوله: ليتحقق رضاهما): أي ليصدر منهما ما من شانه أن يدل على الرضاء الخ" (رد المحتار ، كتاب النكاح: ۳/ ۱۴ـ ۲۱، سعيد)

(۳) ويصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب السادس: ۱/ ۲۳۱، مصرى، ظفير)

الجواب

اگر بحضور شاہدین ایجاب وقبول نکاح شود نکاح صحیح است، الحاصل وکالت زن معتبر است۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۸/۷)

عورت مرد کو وکیل بنادے کہ اپنے ساتھ نکاح کرلو تو اس کے کرنے سے نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: مسماۃ زینب چاہتی ہے کہ میرا نکاح عمر کے ساتھ ہوجائے؛ مگر خوف کی وجہ سے عمر کو بلا کر گھر پر نہیں کرسکتی، لہذا عمر ہی کو اپنا وکیل مقرر کردے، وہ اپنا نکاح زینب سے کرلیوے۔ درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس طریق سے نکاح کرنا جائز اور صحیح ہے، زینب وعمر کا نکاح اس طور سے منعقد ہوجاوے گا۔

درمختار میں ہے:

”(ویتولی طرفی النکاح واحد) بإیجاب یقوم مقام القبول فی خمس صور: کأن کان ولیاً أووکیلاً من الجانبین أوأصیلا من جانب ووکیلا أوولیا من آخر أوولیا من جانب ووکیلا من آخر. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۸/۷)

عورت نے وکیل بنایا اور اس نے ایجاب وقبول کرایا، کیا حکم ہے:

سوال: عمر کو ہندہ عاقلہ بالغہ نے اپنے نکاح کا وکیل روبرو دو گواہوں کے بنایا تھا، چناں چہ عمر نے زید سے کہا کہ تم ہندہ کا نکاح خالد سے پڑھادو، معاً زید نے خطبۂ مسنونہ پڑھ کر خالد سے ایجاب قبول کرادیا، بعدہ دعاء تبریک کی گئی اور چھوارے بھی تقسیم ہوئے۔ اس صورت میں نکاح شرعاً صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں موافق صورت بالا کے نکاح صحیح ہوگیا، ہندہ عاقلہ بالغہ کے وکیل نے جب کہ اجازت نکاح خوانی کی زید کو دے دی اور زید نے بعد تحقیق حال وبیان شہود روبرو شاہدین کے ایجاب وقبول کیا تو وہ نکاح حسب قواعد شرعیہ وتصریح کتب فقہ صحیح ہوگیا، کچھ خامی اور خلل نہیں رہا، نیم ملاؤں کا اعتراض غلط ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۱/۷)

عورت کسی کو وکیل بنائے اور وہ دو گواہوں کے سامنے اپنا نکاح کرے تو یہ جائز ہے، یا نہیں:

سوال: عورت اور مرد جن میں عشقیہ تعلق ہوجاتا ہے، اس طرح خفیہ نکاح کرتے ہیں کہ کسی کو ہمارے نکاح کا

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، مطلب فی الوکیل والفضولی بالنکاح: ۴۴۸/۲، ظفیر

(۲) وینعقد ... بایجاب من أحدهماوقبول من الآخروضعا للمضی کزوجت نفسی أوبنتی أوموکلتی منک ویقول الآخر: تزوجت ... وشرط سماع کل من العاقدین لفظ الآخر لیتحقق رضاهما وشرط حضور شاهدین حرین أوحر وحرتین مکلفین سامعین قولهمامعاً. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳۶۱/۲، ظفیر)

پتہ نہ چلے،صرف دو گواہ مقرر کرلیتے ہیں اوراس کے سامنے اپنا نکاح کرنا بتلا دیتے ہیں؛مگران سے قسم لیتے ہیں کہ کسی دوسرے سے ہرگز نہ بتلانا؛مگرعورت ان گواہوں کے سامنے اقرار نکاح نہیں کرتی،نکاح کرنے والا مرد گواہوں سے کہہ دیتاہے کہ میں نے فلاں عورت سے نکاح کرلیا ہے،تم گواہ رہو،ساتھ ہی یہ بھی کہتا کہ عورت کوتمہارے سامنے اقرارکرنے کی ضرورت بھی نہیں؛ کیوں کہ عورت نے مجھے اپنا ولی بنالیا ہے کہ تم میرے ساتھ نکاح کرلو۔کیا یہ صورت نکاح جائز ہے؟اوراسقاط حمل شرعاً جائز ہے، یانہیں؟اورعورت کا نان ونفقہ مرد اپنے ذمہ نہیں سمجھتا،کہتا ہے:جب عورت میرے گھر آباد نہیں ہوتی تواس کا نان ونفقہ میرے ذمہ نہیں ہوسکتا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

عورت بالغہ اگرمرد کواپنا وکیل بنادیوے کہ تو مجھ سے نکاح کرلے تجھ کواجازت ہے،اوروہ مرد دو گواہوں کے سامنے اپنا نکاح اس عورت سے کرلیوے تو شرعاً نکاح منعقد ہوجاتا ہے،(۱) جیسا کہ درمختار میں ہے:

وشرط حضور شاهدين.(۲)

یعنی نکاح کے صحیح ہونے کی یہ شرط ہے کہ دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہو،پس نکاح خفیہ جس کی صورت سوال میں بیان کی گئی ہے،شرعاً صحیح ہے اوراسقاط حمل کے بارے میں فقہانے یہ لکھا ہے کہ نفخ روح سے پہلے پہلے اسقاط حمل جائز ہے اوراس کی مدت چار ماہ لکھی ہے،اس سے پہلے پہلے اسقاط حمل عندالبعض جائز ہے،(۳)اورنفقہ کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اگر باوجود طلب خفیۃً نکاح بطریق مذکورمنعقد ہوجاتا ہے؛لیکن جوصورت سوال میں لکھی ہے،اس میں تہمت کا موقع ہے اورموقع تہمت سے بچنا مناسب ہے؛اس لیے مناسب نہیں ہے کہ بطریق مذکورنکاح کرے کہ غرض مشروعیت نکاح کے یہ امر منافی ہے اوراس میں اگر چہ اعلان واجب تو ادا ہوجاتا ہے؛مگر وہ اعلان واظہار جومقصود شارع علیہ السلام کو ہے اورمستحب ہے حاصل نہیں ہوتا،جیسا کہ درمختار میں ہے:

(قوله:يندب إعلانه)أى إظهاره،الخ،لحديث الترمذى:اعلنوا هذا النكاح واجعلوه فى المساجد واضربوا عليه بالدفوف.(۴)

---

(۱) (ويتولى طرفى النكاح واحد) بايجاب يقوم مقام القبول فى خمس صور:كأن كان ولياً أووكيلاً من الجانبين أوأصيلًا من جانب ووكيلاً أووليًامن آخر.(الدرالمختارعلى هامش ردالمحتار،باب الكفاء،مطلب فى الوكيل:۴۴۸/۲،ظفير)

(۲) الدرالمختارعلى هامش ردالمحتار،كتاب النكاح:۳۷۳/۲،ظفير

(۳) كذا فى الشامى)(وقالوا:يباح إسقاط الولد قبل أربعة أشهر ولو بلا إذن الزوج.(الدرالمختار)

(قوله:وقالوا،الخ)قال فى النهر:وبقى هل يباح الإسقاط بعد الحمل، نعم يباح مالم يتخلق منه شيء ولن يكون ذلك إلابعد مائة وعشرين يوما،الخ،وفى كراهة الخانية:ولاأقول بالحل إذ المحرم لوكسر بيض الصيد ضمنه لأنه أصل الصيد، فلماكان يؤاخذ بالجزاء فلا أقل من أن يلحقها إثم هنا إذا اسقطت بغيرعذر،الخ.(ردالمحتا،باب نكاح الر قيق:۵۲۲/۲،ظفير)

(۴) ردالمحتار،كتاب النكاح:۸/۳،دارالفكر بيروت،انيس

((لا)نفقة لأحد عشر: مرتدة ... و(خارجة من بيته بغير حق) وهي الناشرة حتى تعود.(۱)فقط
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۷۸-۷۹)

کسی نے عورت کو وکیل بنایا، اس نے اپنے شوہر کے ساتھ اس کی شادی کر دی:

سوال: فاطمہ نے ایک عورت زینب سے یہ کہا کہ میں تم کو اپنی لڑکی کی شادی کا وکالۃ اختیار دیتی ہوں کہ تم پسند سے جہاں چاہو اس کی شادی کر دو، زینب نے بموجودگی دوسرے کے اس لڑکی کا نکاح خود اپنے شوہر خالد کے ساتھ کر دیا درآں حالاں کہ اس لڑکی کو وکالت اور نکاح کی خبر نہیں ہے، بعد کو معلوم ہوا اور وہ یہ سن کر خاموش ہوگئی، لڑکی بالغ نہیں، قریب بہ بلوغ ہے تو کیا یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

اور کیا جواز وعدم جواز لڑکی کی اطلاع غیر اطلاع کو بھی صورت مذکورہ میں دخل ہے، یا نہیں؛ یعنی کن کن صورتوں میں جائز ہو سکتا ہے اور کن کن صورتوں میں نہیں؟

الجواب

اول اس میں یہ بحث ہے کہ والدہ کی ولایت نابالغہ کے نکاح کے لیے عصبات سے موخر ہے، اصل ولی نابالغہ کے نکاح کا عصبہ ہے، علی ترتیب الارث والحجب؛ یعنی مثلاً باپ ولی مقدم ہے، اس کے بعد دادا، پھر بھائی، پھر چچا، تایا، الخ۔

پس اگر عصبات میں سے کوئی نہ ہو تو ولایت نکاح نابالغہ کی ماں کو ہے، پس ماں نے اگر اپنی ولایت شرعیہ کے حاصل ہونے کے وقت مثلاً زینب کو وکیل اپنی نابالغہ دختر کا بنا دیا اور اختیار دے دیا کہ جہاں چاہے میری دختر کا نکاح کر دے تو اگر زینب نے بموجودگی شاہدین اپنے شوہر سے نکاح کر دیا تو وہ صحیح ہے، بشرطیکہ اس کا شوہر کفو ہو اس منکوحہ کا۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۱۹۱-۱۹۲)

عورت نے مرد سے کہا کہ تم اپنے ساتھ میرا نکاح کرلو، اس نے گواہ کے سامنے کرلیا، کیا حکم ہے:

سوال: اگر ہندہ اس امر کی تحریر بذریعہ ڈاک زید کے پاس بھیج دے کہ تم اپنا نکاح میرے ساتھ کرلو اور زید اس تحریر کے موافق اپنا نکاح بطریقہ شرع شریف قاضی ووکیل وشاہد کے روبرو نکاح پڑھ لے تو وہ نکاح شرعاً جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

اس طرح نکاح صحیح ہے؛ مگر شامی میں منقول ہے کہ زید کو مجلس نکاح میں روبرو شاہدین عورت کی تحریر کو سنانا چاہیے

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب النفقة: ۲/۸۸۹-۸۹۰. ظفير

(۲) فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۲/۴۷۹، ظفير)(أمره بتزويج امرأة فزوجه أمةً جاز وقالا: لا يصح)وهو استحسان. (الدر المختار) لأن الوكالة نوع من الولاية كنفاذ تصرفه على المؤكل. (ردالمحتار، باب الكفاءة: ۲/۴۴۶، ظفير)

اور یہ کہنا چاہیے کہ فلاں عورت بنت فلاں نے مجھ کو اپنے نکاح کا وکیل بنا دیا ہے، لہذا میں اپنا نکاح اس سے کرتا ہوں، تم اس کے گواہ رہو، پس اگر اس طریق پر کیا جاوے تو نکاح صحیح ہو جاوے گا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۲/۸)

بالغ اپنے نکاح کا باپ کو وکیل بنا دے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص بالغ سفر میں ہے، اس کا والد مکان پر اس کی طرف سے وکیل بن کر ایجاب وقبول کرتا ہے، اس شخص نے جو سفر میں ہے، بذریعہ خط اپنے والد کو لکھ کر بھیجا کہ تم کو میری جانب سے ایجاب وقبول کی اجازت ہے، اس طرح نکاح جائز ہے، یا نہیں، یا پھر نکاح وایجاب وقبول کی ضرورت ہے؟

الجواب

اس صورت میں نکاح صحیح ہے، وکیل نکاح اپنے موکل کی طرف سے ایجاب وقبول کر سکتا ہے۔

قال في الدرالمختار: "(كزوجت) نفسي أوبنتي أو مؤكلتي منك ويقول الآخر: تزوجت، الخ".

وفي الشامي (قوله: كزوجت نفسي، الخ): أشار إلى عدم الفرق بين أن يكون الموجب أصيلا أوو ليا أوو كيلا، الخ، حتى يرد عليه أن مثل بنتي ابني و مثل مؤكلتي مؤكلي، الخ. (شامی) (۲)

پس دوبارہ اس شخص کو جو سفر میں ہے ایجاب وقبول کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۳/۸)

باپ مجلس نکاح میں موجود ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو وکیل بنا سکتا ہے:

سوال: شادی کے موقع پر دلہن کا باپ نکاح کے وقت موجود ہوتے ہوئے اپنے اختیار سے کسی رشتہ دار کو وکالت دیتا ہے۔ یہ درست ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۶۱۸، غلام حسین (رتنا گیری) ۱۹/ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ ۱۸/ ستمبر ۱۹۳۵ء)

الجواب

دلہن کا باپ خود موجود ہو تو کسی کو وکیل بنانے کی ضرورت نہیں خود ہی نکاح کر دے، یہی طریقہ مسنونہ متوارثہ ہے؛ لیکن اگر کسی شخص کو وکیل بنا دیا جائے تو وہ بھی جائز ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۷۲/۵)

---

(۱) ینعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب احضرت الشهود وقرأته عليهم وقالت: زوجت نفسي منه. (ردالمحتار، كتاب النكاح: ۱۲/۳، دارالفكر بيروت، انيس)

(۲) ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳۶۱/۲، ظفير

(۳) ومن أمر رجلا ان يتزوج صغيرته فزوجها عند رجل والأب حاضر، صح وإلاّ لا. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح: ۲٦۸/۱، ماجدية)

نانا کو نکاح کا وکیل بنانا:

سوال: مجھ سائلہ کی عمر ۲۳ر سال ہے، میری کامل پرورش نانا نے کی ہے، والدہ کا انتقال ہو چکا ہے، میرے والد نے کبھی کوئی ہمدردی مجھ سے نہ کی، اب وہ مجھے بلانا چاہتے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ میری زندگی وہاں پرخوشگوار نہ رہے گی، جو شخص (والد) میری والدہ کو نہ رکھ سکے، وہ مجھ سے کیا ہمدردی رکھے گا؟ اب میں سائلہ بالغہ ہوں، کیا میں اپنے نکاح کی وکالت اپنے نانا صاحب کے سپرد کرسکتی ہوں؟ میں مذہباً شافعی مسلک ہوں، امید ہے کہ جواب سے نوازیں گے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

آپ نانا صاحب کو وکیل بنادیں، وہ آپ کا نکاح مناسب جگہ کردیں گے، جس سے آپ کی زندگی خوشگوار گزرے۔ (۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۴۷)

لڑکی کا لڑکے کو وکیل نکاح بنانا:

سوال: ہندہ زید کو جو کہ عاقلہ بالغہ ہے، یہ الفاظ کہتی ہے کہ میں مسماۃ فلانی بعمر ۱۶ر سال بالغہ تم مسمیٰ فلاں کو اجازت اپنی رضا وخوشنودی سے دیتی ہوں کہ روبرو گواہاں میرا نکاح اپنے ساتھ کرلو، زید نے بعینہ یہی الفاظ کاغذ پر تحریر کئے، ہندہ نے جو کہ کتاب ''بہشتی زیور'' وغیرہ کی تعلیم یافتہ ہے، پڑھ کر دستخط کردیئے اور ایک پرچہ میں زید نے یہ الفاظ تحریر کئے کہ مسماۃ فلانی دختر فلاں سکنہ فلاں کیا، تم کو منظور ہے کہ میں مسمیٰ فلاں بن فلاں سکنہ فلاں تیرا نکاح بعوض اتنے روپیہ مہر پر اپنے ساتھ روبرو گواہاں کرلوں تو ہندہ نے یہ الفاظ تحریر کئے: ''میں دل سے راضی ہوں، فلانی بقلم خود''۔

اس کے بعد زید نے ہندہ کے والد والدہ دادا کے نام سے واقف اور ہندہ کے والد کے ملنے والے عاقل بالغ مردوں کے روبرو ہندہ کے زبانی کہے ہوئے الفاظ سنائے اور تحریر میں بھی دکھائے، شاہدوں نے خود پڑھا۔ بعد زید نے کہا کہ میں نے تمہارے روبرو فلانی بنت فلاں کا نکاح اپنے ساتھ کیا اور قبول کیا۔ یہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہ نکاح شرعاً صحیح ہوگا، (۲) بشرطیکہ زید ہندہ کا کفو اور نکاح مہر مثل پر ہوا ہو۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۲/۶۳ھ۔ صحیح: عبداللطیف سہارنپور، ۱۴ر صفر ۶۳ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳ر صفر ۶۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۴۸)

---

(۱) (ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ. (الدر المختار: ۳/۵۸، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(۲) كما للوكيل الذي وكلته أن يزوجها من نفسه، فإن له ذلك، فيكون أصيلاً من جانب وكيلاً من آخر. (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۹۸، باب الأكفاء، سعيد)

(۳) "(قوله: في غير الكفء): أي في تزويجها نفسها من غير الكفء، وكذا له الاعتراض في تزويجها نفسها بأقل من مهر مثلها حتى يتم مهر المثل أو يفرق القاضي". (رد المحتار: ۳/۵۶، باب الولي، سعيد)

بھائی کو نکاح کا وکیل بنایا جاسکتا ہے:

سوال: ایک صاحب نے اپنی بیٹی کا رشتہ امریکہ میں زیر تعلیم لڑکے کے ساتھ کیا، اب دونوں کا نکاح ہوا ہے، اس طرح کہ لڑکے نے ٹیلی فون پر اپنے بڑے بھائی کو کہا کہ آپ میری طرف سے ایجاب وقبول کرلیں اور اس کے بڑے بھائی نے ایسا ہی کیا تو آیا یہ نکاح منعقد ہوا ہے، یا نہیں؟ نیز خط کے ذریعے یا ٹیلی فون پر کسی کو وکیل بنادیا جائے تو اس کا اعتبار ہوگا، یا نہیں، وضاحت کے ساتھ جواب دیں؛ کیوں کہ لڑکی والے لڑکے کی طرف سے بھائی کو وکیل بنانے کے معاملے میں شک وشبہ کا اظہار کررہے ہیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں باپ نے جو بیٹی کا رشتہ کیا ہے، اگر لڑکی اس پر راضی ہے تو جائز ہے۔ نیز اگر لڑکے نے بڑے بھائی کو کہا کہ آپ میری طرف سے ایجاب وقبول کرلیں اور بڑے بھائی نے دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلیا تو نکاح منعقد ہوجائے گا، ٹیلیفون اور خط کے ذریعہ بھی وکیل بنانا جائز ہے، اس میں شک نہ کیا جائے۔

لما فی خلاصةالفتاویٰ (۴۸/۲):قال محمد:إذا کتب الیها لیخطبها فوصل الکتاب إلیها فدعت شهودا وقرأت علیهم الکتاب وأشهد تهم بعد ذلک فزوجت نفسها منه کان صحیحاً والأصل فی ذلک أن الکتاب من الغائب بمنزلة الخطاب من الحاضر،الخ.

وفی الفقه الإسلامی (۲۹۲۷/۴): إذا کان ولیاً من جانب ووکیلاً من جانب، مثل زوجت بنتی من موکلی .والسبب فی مشروعیة انعقاد الزواج فی هٰذه الأحوال أن العاقد لیس إلا سفیراً عن الأصیل ومعبراً عنه، فلا یتحمل شیئاً من التزامات العقد،والواحد یصلح أن یکون معبراً عن اثنین بصفتین مختلفتین.

وفیه أیضا (۶۷۲۶/۹):ویصح التوکیل بالعبارة أو الکتابة،ولا یشترط بالاتفاق الإشهاد عند صدور التوکیل،وإن کان یستحسن للوکیل أن یشهد علی التوکیل، للاحتیاط خوفاً من الإنکار عند النزاع. (نجم الفتاویٰ:۸۵/۵)

لڑکے کے خاندان سے نکاح کا وکیل بنانے کا حکم:

سوال: لڑکی کی طرف سے نکاح کا وکیل لڑکے کے خاندان سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ لڑکی کے نکاح کا وکیل بھی لڑکے کے خاندان سے ہی کسی شخص کو بنادیا جاتا ہے۔ جواب مرحمت فرمائیں، کیا اس طرح نکاح ہوجائے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

لڑکی اگر بالغہ ہوتو وہ اپنے نکاح کا وکیل کسی کو بھی بناسکتی ہے اور اگر نابالغہ ہوتو یہ اختیار باپ کے پاس ہوتا ہے کہ وہ

جسے چاہے وکیل بنائے؛ لیکن وکیل بنانے کی دوصورتیں ہیں: ایک یہ کہ لڑکی کا رشتہ ڈھونڈنے سے لے کر آخر تک تمام معاملات کا وکیل بنانا، یہ وکیل تو کسی بھی شخص کو بنایا جاسکتا ہے؛ لیکن دوسرا یہ کہ کسی معین شخص سے نکاح کی اجازت لے کر اس کے نکاح پڑھانے کا وکیل بنانا یہ وکیل بھی اگر چہ ہر شخص کو بنایا جاسکتا ہے؛ لیکن یہ لڑکی کا محرم ہو تو یہ مروّت اور شرافت کے مطابق ہے، نامحرم کا لڑکی کے پاس جا کر لڑکی سے اجازت لینا نامناسب بات ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر وہ وکیل (لڑکے کے خاندان والا) لڑکی کا بھی محرم ہو تو وہ لڑکی سے جا کر اجازت لے لے؛ لیکن اگر وہ نامحرم ہو تو بہتر یہ ہے کہ یہ کام لڑکی کے خاندان سے ہی لڑکی کا کوئی محرم انجام دے، البتہ نکاح بہر صورت منعقد ہوجائے گا۔

لما فی القرآن الکریم (النور: ۳۰): ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾

وفی السنن للإمام أبی داؤد (۲۸۸/۱): عن عقبة بن عامر أن النبی صلی الله علیه وسلم قال لرجل: أترضی أن أزوجک فلانة؟قال:نعم، وقال للمرأة:أترضین أن أزوجک فلانا؟ قالت: نعم،فزوج أحدهما صاحبه.

وفی القدوری (ص: ۱۷۱): کل عقد جاز أن یعقده الإنسان بنفسه جاز أن یؤکل به غیره... وبعد أسطر...ومن شرط الوکالة أن یکون المؤکل ممن یملک التصرف ویلزمه الأحکام.

وفی الدرالمختار (۹۶/۳): (ویتولی طرفی النکاح واحد) بإیجاب یقوم مقام القبول فی خمس صور کأن کان ولیا أو وکیلا من الجانبین،الخ. (نجم الفتاویٰ:۸۵/۵-۸۶)

نابالغہ بیٹی کے نکاح کا کسی شخص کو وکیل بنانا:

سوال: ہمارے علاقے میں ایک صاحب ہیں ان کی ۷؍سال کی ایک بچی ہے، انہوں نے اپنی ۷؍سال کی بچی کا نکاح کرانے کا وکیل ایک علاقے کے عالم کو بنادیا، وہ صاحب خود دعوت وتبلیغ سے منسلک ہیں۔ علاقے کے لوگوں میں تنفر پایا جاتا ہے کہ جب خود موجود ہے تو دوسرے کو وکیل بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ ان کا دعوت وتبلیغ کا کام بھی متاثر ہو رہا ہے، آپ حضرات سے یہ دریافت کرنا ہے کہ کیا اس شخص کا عمل درست ہے اور اس پر ان سے قطع کلامی کرنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

فقہ حنفی کی مایہ ناز کتاب ''ہدایۃ'' میں مصنف علامہ مرغینانی تحریر فرماتے ہیں:

''کل عقد جاز أن یعقده الإنسان بنفسه جاز أن یؤکل به غیره لأن الإنسان قد یعجزعن المباشرة بنفسه علیٰ اعتبار بعض الأحوال فیحتاج إلیٰ أن یؤکل غیره''.

(ہر وہ عقد جسے انسان خود انجام دے سکتا ہو اس کا وکیل بنانا بھی درست ہے؛ کیوں کہ بعض اوقات انسان ایک کام خود

کرنے سے عاجز ہوتا ہے تو اسے کسی شخص کو وکیل بنانے (اور اس کی خدمات حاصل کرنے) کی ضرورت پڑتی ہے۔)

لہٰذا ۷/سال کی بچی کا نکاح کرانا جب خود باپ کے لیے جائز ہے تو وہ کسی بھی شخص کو اس کا وکیل بنا سکتا ہے، عین ممکن ہے کہ بوجوہ باپ خود اس کارروائی کو انجام تک پہنچانے کی پوزیشن میں نہ ہو، لہٰذا صرف اس بات پر کہ ''خود موجود ہوتے ہوئے اس نے کسی شخص کو اپنی بچی کے نکاح کا وکیل کیوں بنایا'' اس شخص سے قطع کلامی کرنا جائز نہیں۔

البتہ مسئلے کا ایک دوسرا رخ ہے، وہ یہ کہ اتنی چھوٹی بچی جو بلوغت کی عمر تک نہیں پہنچی ہو، اس کا نکاح کرا دینا بسا اوقات بلوغت کے بعد بہت سے مسائل کھڑے کر دیتا ہے، مثلاً لڑکے، لڑکی کی پسند بدل جانا، باپ کی رائے تبدیل ہو جانا، خاندانی جھگڑے وغیرہ عوارض ہیں جو پیش آ سکتے ہیں، لہٰذا باپ کو چاہیے کہ چند سال اور انتظار کرے اور لڑکی کو بلوغ اور شعورِ کامل کی عمر تک پہنچنے دے پھر کسی شخص کو نکاح کا وکیل بنا دے تو یہ زیادہ مناسب ہے؛ تاکہ بعد میں کسی کشیدگی کا سامنا نہ کرنا پڑے، البتہ ۷/سال کی عمر میں جو وکیل بنایا ہے، وہ بھی شرعاً درست ہے، وکیل اگر نکاح پڑھا دیتا ہے تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا اور علاقے والوں کو خواہ مخواہ ناراض نہ ہونا چاہیے۔

لمافی مشكوة المصابيح (ص:٤٢٧): عن أبی أيوب الأنصاری قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا يحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال يلتقيان فيعرض هذا ويعرض هذا وخيرهما الذی يبدأ بالسلام". (متفق عليه)

وفی الشامية (٢٤/٣): الوكيل فی النكاح سفير ومعبر ينقل عبارة الموكل فإذا كان الموكل حاضراً كان مباشرا لأن العبارة تنتقل إليه وهو فی المجلس وليس المباشر سوى هٰذا. (نجم الفتاویٰ:۳۸/۵-۳۹)

مندرجہ طریقہ سے نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: یہاں نکاح یہ طریق ہے کہ پہلے نسبت ہوتی ہے، جس میں تمام امور طے ہو جاتے ہیں، حتی کہ وقت نکاح سے چند گھنٹہ پہلے قاضی صاحب کو ولی کی طرف سے اس کی اطلاع دی جاتی ہے کہ فلاں کا نکاح فلانہ کے ساتھ اتنے مہر میں ہوگا فلاں فلاں وکیل و گواہ ہوں گے، پھر ولی، یا اس کی اجازت سے تین قریبی رشتہ دار لڑکی کے پاس اجازت نکاح کی لینے جاتے ہیں، لڑکی سکوت وغیرہ سے اجازت دے دیتی ہے، پھر قاضی صاحب وکیل سے اجازت لیکر خطبہ وغیرہ پڑھ کر ایجاب وقبول نکاح کا کرا دیتا ہے تو اس صورت سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، یا نہیں؟ اور اس صورت میں درمیان ائمہ کے کچھ اختلاف تو نہیں ہے، بعض دفعہ زوج حنفی اور زوجہ شافعی ہوتی ہے، اس سے نکاح میں کچھ فرق تو نہ ہوگا؟

الجواب

اس صورت میں موافق تفصیل سوال کے نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور جب کہ ولی، یا اس کے وکیل نے قاضی نکاح

خواں کواجازت نکاح کرنے اور ایجاب وقبول کرنے کی دے دی تو قاضی اس کا وکیل ہوگیا اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، یہاں ان بلاد میں بھی قریب قریب اسی صورت سے ایجاب وقبول ہوتا ہے کہ ولی، یا اس کا وکیل قاضی نکاح خواں کواجازت نکاح خوانی کی دیتا ہے اور وہ خطبہ وغیرہ پڑھ کر ایجاب وقبول کراتا ہے اور اس میں حنفی وشافعی ہونے سے کچھ اختلاف نہیں ہوتا، سب کے نزدیک باتفاق اس طرح ایجاب وقبول صحیح ہے اور نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔(۱)

فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۹۴-۱۹۵)

توکیلِ نکاح کے لیے شہادت کا حکم:

سوال: کسی اجتماع میں ایک لڑکی کا ولی آکر مقرر سے کہتا کہ میری لڑکی کا نکاح اس شخص سے اتنے مہر پر کر دیجئے، سینکڑوں ہزاروں کے مجمع میں واعظ صاحب لڑکے سے خطبہ مسنونہ کے بعد کہتے ہیں باواز بلند: فلانہ بنت فلاں کا نکاح میں نے تم سے پانچ ہزار مہر پر کیا، تم نے اس کو اپنے نکاح میں قبول کیا؟ لڑکا اقرار کرتا ہے کہ میں نے اس کو اپنے نکاح میں قبول کیا۔ ہزاروں کا مجمع اس ایجاب وقبول کو سنتا ہے، کیا اس قدر ایجاب وقبول کافی ہے اور بغیر کراہت کے جائز ہے، یا ناکح کا ولی سے یہ پوچھنا کہ تم نے لڑکی سے اجازت لی کہ نہیں اور اس کی شرعی اجازت کے گواہ کون کون ہیں؟ اوران گواہوں سے پوچھا جائے کہ کیا تمہارے سامنے لڑکی نے اجازت دی ہے؟ کیا گواہوں کی اس گواہی کے بغیر نکاح نہ ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر ولی نے لڑکی سے بالغہ ہونے کی حالت میں نکاح کی اجازت لی ہے اور اس نے اجازت دے دی، یا سکوت کیا، پھر ولی نے ایجاب وقبول کے لیے اپنی طرف سے مقرر صاحب کو وکیل بنادیا اور وکیل نے ایجاب وقبول کرادیا، جس کے گواہ موجود ہیں تو یہ نکاح درست ہوگیا، اگر ولی نے پہلے اجازت نہیں لی اور نکاح کے بعد لڑکی کو خبر دی، لڑکی نے اس کو نامنظور نہیں کیا، تب بھی نکاح صحیح ہوگیا۔ ولی جب لڑکی سے اجازت لے تو اس کے لیے گواہوں کی ضرورت نہیں، نہ وکیل کے لیے اس کو دریافت کرنا ضروری ہے کہ تم نے کس کے سامنے اجازت لی گواہ لاؤ۔

کذا فی رد المحتار: "أما الشهادة على التوكيل بالنكاح، فليست بشرط لصحته". (شامی: ۲/۲۷۲)(۲)
"لا يشترط الإشهاد على التوكيل، الخ". (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۷/۱۴۰۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۴۹)

(۱) كذا في الدرالمختار وغيره من كتب الفقه)(لأن الوكالة نوع من الولاية كنفاذ تصرفه على المؤكل.(رد المحتار، مطلب في الوكيل: ۲/ ٤٤٦، ظفير)
(۲) ردالمحتار: ۳/ ۲۱، كتاب النكاح، سعيد
(۳) البحر الرائق : ۳/ ١٤٦، كتاب النكاح، رشيديه ==

معتدہ نے کسی کو وکیل بالنکاح بنایا اور جب اس نے نکاح کروا دیا تو اس نے کسی اور دوسرے شخص سے خود نکاح کرلیا تو نکاح اول صحیح ہے، یا نکاح ثانی:

سوال: ایک بیوہ عورت نے اپنی عدت میں ایک شخص کو وکیل مقرر کر کے کہا کہ میرا نکاح بعد گزرنے عدت کے دین محمد سے کر دینا، بعد گزرنے عدت کے وکیل نے نکاح مسماۃ کا دین محمد سے کر دیا، جب عورت کو معلوم ہوا کہ میرا عقد وکیل نے دین محمد سے کر دیا ہے تو بعد اس کے دوسرے روز عورت نے اپنی رضا سے ایک اور شخص کے ساتھ اپنا عقد کرالیا، آیا نکاح اول جو کہ وکیل مقرر کردہ عورت نے کر دیا ہے، بعد عدت کے وہ صحیح ہے، یا نکاح ثانی، جو عورت نے اپنی رضا سے کرایا ہے، وہ صحیح ہے؟ مہربانی فرما کر ہر ایک سوال کا جواب عبارت کتب مخصوصہ وحدیث شریف ودلیل شرع کے ساتھ تحریر فرماویں، چوں کہ سب لوگ کہتے ہیں کہ آیت اور حدیث سے ثابت کرو، بہت لوگ رسومات بری سے خراب ہوگئے ہیں؛ اس لیے عنداللہ حوالہ کتاب وصفحہ ونمبر وغیرہ تحریر فرما کر اپنی مہر ثبت فرما کر مشکور فرمائیں۔ فقط

الجواب

صورت مسئولہ میں جب عورت نے ایک شخص کو وکیل بالنکاح کر دیا اور اس کو وکالت سے معزول بھی نہیں کیا تو جو نکاح وکیل نے کر دیا ہے، وہ نافذ ہوگیا، اب عورت نے جو دوسرا عقد اس کے بعد دوسرے شخص سے کیا ہے، وہ بالکل درست نہیں ہوا، نکاح اول بدستور باقی ہے؛ لیکن اگر عورت اس دوسرے شخص سے ہم صحبت ہو چکی ہے، پس اگر اس کو نکاح اول کی خبر نہ تھی تو اس سے علاحدگی کے بعد ایک عدت دوسری اس عورت کے ذمہ ہوگی، بعد انقضاء عدت دین محمد کو اس سے وطی جائز ہوگی، باقی نکاح دین محمد کا اس عدت میں بھی باقی رہے گا اور اگر دوسرے شخص کو بھی پہلے نکاح کی خبر تھی تو عورت پر عدت ثانیہ واجب نہ ہوگی۔

فی العالمگیریة: لو تزوج بمنكوحة الغير وهو لا يعلم أنها منكوحة الغير فوطئها تجب العدة وإن كان يعلم أنها منكوحة الغير لا تجب، حتى لا يحرم على الزوج وطؤها، كذا فی فتاوی قاضی خان، آه. (۹/۲)(۱)

۲۲ / جمادی الثانیہ ۱۳۴۲ھ (امداد الاحکام: ۳۵۱/۳)

صحیح بودن نکاح بقبول وکیل ولی دختر:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین صورت مسئولہ میں کہ یہاں نکاح کا طریقہ یہ ہے کہ

== "ويصح التوكيل بالعبارة أو الكناية، ولا يشترط بالاتفاق الإ تفاق الإشهاد عند صدور التوكيل، وإن كان يستحسن للوكيل أن يشهد على التوكيل، للا حتياط خوفاً من الإ نكار عند النزاع". (الفقه الإسلامی وأدلته: ۶۷۲۲/۹، حكم التوكيل بالزواج، رشيديه)

(۱) الفتاویٰ الهندية، القسم السادس فی المحرمات التی تتعلق بها حق الغير: ۲۷۰/۱، دار الفكر بيروت، انيس

پہلے نسبت ہوتی ہے، جس میں تمام امور طے ہو جاتے ہیں، حتیٰ کہ وقت نکاح سے چند گھنٹے پہلے قاضی صاحب کو ولی کی طرف سے اس کی اطلاع دی جاتی ہے کہ فلاں کا نکاح فلانے کے ساتھ اتنے مہر میں ہوگا، فلاں فلاں وکیل و گواہ ہوں گے اور آپ نکاح پڑھائیں گے، قاضی صاحب اپنے رجسٹر میں حسب قاعدہ تمام باتیں درج کر لیتے ہیں، پھر خود ولی، یا اس کی اجازت حاصل کر لیں، لڑکی سکوت وغیرہ سے اجازت دے دیتی ہے، اب وکیل وہر دو گواہ قاضی صاحب کے پاس مجلس نکاح میں حاضر ہوتے ہیں، مجلس میں بہت سے لوگ ہوتے ہیں، قاضی صاحب وکیل سے نکاح کی اجازت لے کر خطبہ پڑھتے ہیں اور خطبہ کے بعد وکیل کی طرف مخاطب ہو کر قاضی صاحب بآواز بلند کہتے ہیں (کیوں کہ وکیل عموماً اپنے مطلب کو بخوبی ظاہر نہیں کر سکتے ہیں) آپ نے اپنی وکالت سے ان دو شاہدوں (شاہدین کی طرف اشارہ کر کے) کی شہادت سے اور حاضرین مجلس کی شہادت سے پچاس ٹیکل زر خالص مہر موجل کی عوض میں فلانہ بنت فلاں کو فلاں بن فلاں کی ذات کے تئیں آپ نے نکاح کر کے دیا، وکیل جواب دیتا ہے کہ ہاں دیا، اسی وقت قاضی صاحب نوشہ کی جانب متوجہ ہو کر خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے سنا پر سے سنئے فلاں نے اپنی وکالت سے فلانہ بنت فلاں کو پچاس ٹیکل زر خالص مہر کے عوض میں آپ کے ذات کے تئیں نکاح کر کے دیا، آپ نے قبول کیا، نوشہ جواب دیتا ہے: قبول کیا، پھر قاضی صاحب کہتے ہیں کہ جو الفاظ میں کہتا ہوں، وہی الفاظ آپ بھی کہیں کہو: **نکحتها وقبلتها وزوجتها**، نوشہ انہیں الفاظ کو دہراتا ہے، حاضرین مجلس میں سے بہت سے لوگ ان تمام کارروائیوں کو دیکھتے اور سنتے ہیں عام طور سے یہاں نکاح اسی طریق پر ہوتا ہے؛ لیکن اس وقت بعض علما نے اعتراض کیا اور فرمایا کہ یہ ایجاب وقبول قابل اعتماد نہیں اور نکاح نہیں ہوا؛ کیوں کہ وکیل کی موجودگی میں قاضی صاحب کے واسطہ ہونے کی ضرورت نہیں، ان الفاظ کو خود وکیل کہے اور نوشہ جواب دے، قاضی کی ترجمانی نکاح کے لیے مفسد ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا فی الواقع نکاح صورت مذکورہ میں نہیں ہوتا ہے اور کیا یہ مسئلہ مختلف فیہ فیما بین علماء ہے، یا ائمہ احناف وشوافع کا مختلف فیہ ہے، کیا ہم میں سے بعض اصحاب شافعی بھی ہیں، مہربانی فرما کر جواب میں نقل مذہب کے ساتھ حوالہ کتب بھی دیں؛ بلکہ نقل عبارت بہت مناسب ہوگا، اگر لڑکا یا لڑکی دو میں سے کوئی ایک شافعی اور دوسرا حنفی ہو تو کیا حکم میں بھی فرق ہو جاوے گا، یہ بھی اس لیے سوال ہے کہ یہاں کبھی کبھی زوج تو حنفی ہوتا ہے اور زوجہ شافعی، ایسی حالت میں طرفین میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ بہر حال جواب میں تمام شقوں کو صاف کر دیا جائے؛ تاکہ آئندہ یہ مسئلہ طے شدہ سمجھا جاوے اور نزاع سے پرہیز کی تدابیر اختیار کی جاوے؟ فقط والسلام

الجواب

فی الدر المختار: والأصل عندنا أن كل من ملك قبول النكاح بولاية نفسه انعقد بحضرته [إلى قوله] والأصل أن الآمر متى حضر جعل مباشراً.

فی رد المحتار: (قوله جعل مباشراً) لأنه إذا كان فی المجلس تنتقل العبارة إليه كما قد مناه، (فی الصفحة السابقة) (۲/ ٤٤٨ ـ ٤٤٩) (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ مامور من الولی اگر مجلس میں رہ کر کچھ بھی نہ بولتا، تب بھی قاضی کے عقد کرنے کے وقت اس کا موجود رہنا ہی صحت نکاح کے لیے کافی تھا اور یہاں تو قاضی کے سوال کے وقت یہ خود بولا ہے تو حقیقۃً عقد اس نے کیا ہے، عدم جواز نکاح کی کوئی وجہ نہیں اور شافعی کے مذہب کی مجھ کو تحقیق نہیں، نہ میرے پاس کتاب ہے اور نہ مہارت؛ مگر ظاہر اس میں کوئی اختیاف کی بات نہیں، بہتر یہ ہے کہ کسی شافعی عالم سے پوچھ لیا جاوے۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/ ۲۴۱)

کیا نکاح میں وکیل اور گواہ کو عاقدین کا علم ہونا ضروری ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید شادی شدہ ہے بیوی بچے بھی ہیں، اسی دوران زید کو کسی غیر عورت سے محبت ہوگئی، وہ ایک بیوہ عورت ہے، اگر اس کو چھوڑتا ہے تو بے سہارا ہوجاتی ہے، اسی دوران زید کو اس بات کا بھی احساس ہوتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے، یہ گناہ ہے، کھل کر شادی نہیں کرسکتا؛ کیوں کہ زید کی بیوی نہیں چاہتی ہے کہ میرے پاس کوئی سوکن ہو، ایک دن اس بیوہ کی لڑکی کی شادی تھی، زید اس بیوہ سے پہلے طے کرتا ہے کہ جب میں نکاح پڑھانے آوں گا تو تم لڑکی کے پاس رہنا جو مہر تمہاری بیٹی کی ہوگی، وہی مہر تمہاری ہوگی، وکیل گواہ سامنے ہوں گے تو جب زید نکاح پڑھانے لگا تو لڑکی سے کہا: تمہارا نکاح فلاں ابن فلاں سے اتنے دین مہر کے ساتھ کیا جاتا ہے، لڑکی نے کہا: منظور ہے، اس کے بعد ساتھ میں اس بیوہ سے پوچھا کہ تمہیں بھی منظور ہے، اس نے کہا: منظور ہے، چوں کہ پہلے سے طے تھا؛ مگر وکیل وگواہ کو پتہ نہیں تھا کہ زید بھی اپنا نکاح بیوہ کے ساتھ کررہا ہے؛ مگر ہاں سب کے سامنے کہلوایا تو جواب دیں۔ زید کا نکاح بیوہ سے ہوا، یا نہیں؟

(المستفتی: محمد خورشید عالم، مدرسہ مفید الاسلام، اندرا چوک، گنگا نگر (راجستھان)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

صورت مسئولہ میں زید کا نکاح بیوہ کے ساتھ منعقد نہیں ہوا ہے؛ کیوں کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوہ کے نکاح سے متعلق نہ وکیل کو کچھ خبر ہے، نہ ہی گواہوں کو کچھ علم ہے، حالانکہ نکاح منعقد ہونے کے لیے گواہ اور وکیل دونوں کو یہ علم ہونا ضروری ہے کہ فلاں لڑکی کا نکاح فلاں لڑکے کے ساتھ کیا جارہا ہے، لہٰذا اس کو بیوی کی طرح رکھنا زنا کاری ہوگی۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم: ۷/ ۱۰۱)

وشرط حضور شاهدين حرين، أو حر وحرتين، مكلفين سامعين قولهما معاً على الأصح فاهمين أنه نكاح على المذهب، الخ. (شامی، زکریا: ٤/ ۸۷ـ ۹۲، کراچی: ۳/ ۲۱، ۲۲، البحر الرائق، کوئٹہ: ۳/ ۸۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۱/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۳/ ۵۳۴۱)
الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۱/ ۶/ ۱۴۱۸ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/ ۶۶ـ ۶۷)

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳/ ۲٤، انیس

کیا صحت نکاح کے لیے وکیل اور قاضی کا ہونا لازم ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرا رشتہ چاند بی سے تقریباً آٹھ ماہ پہلے ہوا تھا، رشتہ کے بعد لڑکی کے والدین نے مجھے اپنے گھر بجنور بلایا اور مجھ میں اور لڑکی میں فون پر برابر رابطہ رہا؛ لیکن اس طرح نکاح کے بغیر فون پر بات کرنا اور گھر پر جانا مجھے قطعاً مناسب نہ لگا؛ اس لیے میں نے یہی بہتر سمجھا کہ جلد از جلد نکاح ہو جائے، چناں چہ ہم دونوں نے آپس کے مشورہ سے دو گواہوں (۱) حافظ صلاح الدین، (۲) ندیم عابد کی موجودگی میں آپس میں ایجاب وقبول کیا اور میں نے چاند بی سے اس طرح کہا کہ میں تمہیں ایک ہزار روپئے مہر کے عوض اپنے نکاح میں لینا چاہتا ہوں تو چاند بی نے کہا: میں نے قبول کیا۔ واضح ہو کہ بوقت ایجاب وقبول مذکورہ دو گواہ ہی تھے، نہ قاضی تھا، نہ وکیل تو کیا اس طرح میرا نکاح ہو گیا، یا نہیں؟ لڑکی کے والد کا کہنا ہے کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، جس کی بنا پر وہ لڑکی کو بھیجنے پر راضی نہیں ہیں۔ (المستفتی: ریاست علی، منڈی دھنورہ، جے پی نگر (یوپی)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

نکاح کے صحیح ہونے کے لیے وکیل اور قاضی کا ہونا لازم نہیں؛ بلکہ صرف دو مردوں کا گواہ کے طور پر موجود ہونا کافی ہے، لہٰذا سوال نامہ میں جو شکل لکھی گئی ہے، اس سے نکاح صحیح اور درست ہو گیا ہے۔ اب شرعی طور پر ریاست علی اور چاند بی دونوں میاں بیوی بن چکے ہیں۔

النكاح ينعقد بالإيجاب و القبول (إلىٰ قوله) بحضور شاهدين، الخ. (الهداية، كتاب النكاح، اشرفية ديوبند: ۲/۳۰۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۵/رجب المرجب ۱۴۲۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۹۰۶۱/۳۸)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۷/۷/۱۵ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/۶۸-۶۹)

نکاح میں وکیل اور گواہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ نکاح میں لڑکی کی جانب سے ایک وکیل طے ہوتا ہے اور نوشہ کی جانب سے دو گواہ طے ہوتے ہیں۔ اس کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

(المستفتی: مدرسہ عربیہ اشاعت العلوم کرن کھیر، اکولہ، مہاراشٹر)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

بوقت نکاح لڑکی کی جانب سے ایک وکیل جو لڑکی سے اجازت لے کر کے آتا ہے، پھر اس کی اجازت سے نکاح خواہ نکاح پڑھا دیتا ہے، یہ جائز اور صحیح طریقہ ہے اور جہاں تک دولہے کی طرف سے دو گواہوں کی بات ہے تو مجلس نکاح میں دو گواہوں کا

ہونا صحت نکاح کے لیے شرط ہے اور یہ دو گواہ دو لہے کی جانب سے بھی ہو سکتے ہیں اور دولہن کی جانب سے بھی ہو سکتے ہیں؛ لیکن بہتر یہی ہے کہ دولہن کے رشتہ داروں میں سے دو گواہ ہوں اور ان گواہوں کے سامنے دولہن کا وکیل دولہن سے اجازت لے کر کے آجائے، پھر انہی کی موجودگی میں ایجاب وقبول ہو جائے، جیسا کہ ہمارے اتر پردیش میں یہی دستور ہے۔

وشرط حضور شاهدين حرين، أوحر وحرتين، مكلفين سامعين قولهما معاً على الأصح. (الدر المختار مع الرد، زكريا: ۸۷/٤ـ۹۲، كراچی: ۲۱/۳ـ۲۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱/ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۰۸۱۵/۳۹)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۳/۱۱/۴ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۶۹/۱۳ـ۷۰)

وکیل کی موجودگی میں قاضی صاحب نکاح پڑھا دیں تو کیسا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں امام صاحب نکاح پڑھاتے ہیں، ایک مجلس نکاح میں دلہن کے وکیل نے حسب دستور امام صاحب سے نکاح پڑھانے کی درخواست کی، امام صاحب نے خطبہ پڑھا اور دولہا کو مخاطب کر کے کہا کہ فاطمہ بی بی اسماعیل سے سیدات کی ذات کو ان وکیل صاحب کی وکالت سے اور ان دو گواہوں کی گواہی سے حاضرین کے روبرو اتنی مہر کے عوض آپ کے نکاح میں دیا، آپ نے قبول کیا؟ دولہا نے کہا کہ قبول کیا تو نکاح ہو گیا، یا نہیں؟ ایک غیر مقلد مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ نکاح نہیں ہوا؛ اس لیے کہ ایجاب نہیں پایا گیا، جو کہ رکن ہے، لہذا دوبارہ نکاح پڑھانا چاہیے، ورنہ زنا کاری ہوتی رہے گی، کیا یہ اعتراض صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں نکاح خوان نے وکیل کی اجازت سے خطبۂ نکاح پڑھ کر وکیل کی موجودگی میں اور شرعی گواہوں کی حاضری میں دولہا کو مخاطب کر کے کہا کہ فاطمہ بی بی اسمٰعیل سیدات کو ان وکیل کی وکالت سے اور ان دو گاہوں کی گواہی سے حاضرین مجلس کے روبرو اتنی مہر کے عوض میں آپ کے نکاح میں دیا، آپ نے قبول کیا؟ (یہ ایجاب ہے) اس کے جواب میں ناکح نے کہا کہ قبول کیا (یہ قبول ہے) ایجاب وقبول دونوں پائے گئے، لہذا نکاح منعقد ہو گیا۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

الوكيل بالتزوج ليس له أن يؤكل غيره، فإن فعل فزوجه الثاني بحضرة الأوّل جاز. (۵۸۰/۳، فصل في التوكيل بالنكاح، إلخ) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۵۱/۸)

کیا وکیل اور گواہوں کے بغیر جوازِ نکاح کی کوئی صورت ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر صرف لڑکا اور لڑکی ہوں،

اور کوئی گواہ، یا وکیل میسر نہ ہو، تو نکاح پڑھانے کی کیا شکل اختیار کرنی چاہیے؟ اگر لڑکی اور لڑکا دونوں آپس میں ایجاب وقبول کرلیں تو کیا نکاح صحیح ہوجائے گا؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر صرف لڑکا اور لڑکی موجود ہوں اور گواہ نہیں ہیں تو ایسی صورت میں نکاح کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے، نکاح کے لیے بہرحال دو مسلمان گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ بریں بنا اگر لڑکے اور لڑکی گواہوں کے بغیر ایجاب وقبول کریں گے تو ہرگز اُن کا نکاح منعقد نہیں ہوگا اور دونوں بدستور ایک دوسرے کے لیے اَجنبی رہیں گے اور اُن کے درمیان اِزدواجی تعلق حرام ہوگا۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قوله: لا نكاح إلا ببينة. (سنن الترمذي: ١/١٤٠، وصححه)

وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين مسلمين. (الدر المختار مع الشامي: ٤/٨٧-٩٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۲/۲/۲۱ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۴۶/۸)

بالغہ نومسلم لڑکی سے دو گواہوں کے سامنے بغیر وکیل کے اِیجاب وقبول کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرے ایک دوست نے تقریباً دس برس قبل ایک ہندو لڑکی (جو اسلام قبول کرچکی ہے) سے تعمیر ملت اِدارہ میں دو گواہوں کی موجودگی میں قاضی صاحب کے سامنے نکاح کیا ہے، اس نکاح میں لڑکی کی طرف سے وکیل نہیں تھا، لڑکی کا باپ چوں کہ کافر ہے؛ اس لیے وہ لڑکی کی طرف سے وکالت کے فرائض انجام نہیں دیا، اس پس منظر میں چند سوالات میرے ذہن میں پیدا ہورہے ہیں: کیوں کہ میرے دوست کی دوسری بیوی (جو مسلمان والدین کی بیٹی ہے) نے کسی عالم اور مفتی صاحب سے یہ دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ: "لانکاح إلا بولی" وکیل کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا، اس بات پر میرے دوست کی دوسری بیوی اپنے شوہر پر یہ دباؤ ڈال رہی ہیں کہ آپ کا نکاح نومسلم لڑکی سے ہوا ہی نہیں؛ اس لیے آپ اس سے علاحدگی اختیار کرلیں؟

(۱) کیا یہ نکاح شریعت کی نظر میں جائز ہے، یا نہیں؟

(۲) کیا یہ نکاح اگر ٹوٹ جاتا ہے تو اس نومسلم لڑکی کی کفالت کون کرے گا؟ (کافروں کے ملک میں)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

مذکورہ نومسلمہ بیوی سے آپ کا نکاح بلاشبہ درست ہے؛ اس لیے کہ لڑکی نے خود قاضی اور دو شرعی گواہوں کی موجودگی میں نکاح کو قبول کیا ہے، جو شرعاً معتبر ہے اور حدیث "لا نکاح إلا بولی" کا تعلق اس صورت سے ہے، جب کہ لڑکی نابالغہ ہو؛ کیوں کہ نابالغہ کا نکاح بغیر ولی (باپ دادا وغیرہ) کی اجازت کے نہیں ہوتا، پس جو عورت بالغہ مسلمان ہے، اس کے نکاح کی صحت کے لیے ولی، یا وکیل کی کوئی شرط نہیں۔

أن أبا هريرة رضي الله عنه حدثهم، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تنكح الأيم حتٰى تستأمر، ولا تنكح البكر حتٰى تستأذن، وبهٰذا احتج أبوحنيفة على أن الولي لا يجبر الثيب ولا البكر على النكاح، والمرأة العاقلة البالغة إذا زوجت نفسها من غير ولي ينفذ نكاحها. (عمدة القاري: ۱۲۸/۲۰)

وهٰذا بإطلاقه حجة لأبي حنيفة في عدم تجويزه إجبار البكر البالغة، وفي شرح جمع الجوامع حمله الحنفية على الصغيرة والأمة والمكاتبة. (مرقاة المفتاتيح: ۲۰۴/۶-۲۰۷)

قال في الخانية: والقاضي عند عدم الأولياء بمنزلة الولي في ذٰلك. (البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء: ۱۹۷/۳، زكريا)

اور بلاوجہ شرعی کے محض دوسری بیوی کے کہنے پر مذکورہ نومسلمہ سے نکاح ہرگز نہیں توڑنا چاہیے؛ بلکہ مسلم معاشرہ کے ہرفرد کو اس کی قربانی کی قدر کرنی چاہیے اور منکوحہ کی کفالت کی ذمہ داری اُس کے شوہر پر ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه أنه عن النبي صلى الله عليه وسلم: لايحل لامرأة تسأل طلاق أختها تستفرغ صحفتها، فإنما لها ما قدر لها. (صحيح البخاري: ۷۷۴/۲)

(قوله: لايحل): ظاهره التحريم؛ لكنه محمول على ما إذا لم يكن هناك سبب يجوز ذٰلك. (عمدة القاري: ۱۴۲/۲۰)

النفقة هي الطعام والكسوة والسكنى والنفقة الغير تجب على الغير بأسباب ثلاثة: زوجية، وقرابة، وملك، فتجب للزوجة على زوجها؛ لأنها جزاء الاحتباس. (شامي: ۲۷۸/۵-۲۸۱، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۹/۲/۴ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۴۷/۸-۱۴۸)

لڑکے کی عدم موجودگی میں دُوسرا شخص نکاح قبول کرسکتا ہے:

سوال: کیا لڑکے کی عدم موجودگی میں اس کا والد، یا وکیل لڑکے کی جانب سے نکاح قبول کرسکتا ہے؟ جب کہ ہمارے علاقے میں ایسا عام کیا جاتا ہے، بعد میں وہ لڑکے سے قبول کروالیتا ہے؟

الجواب

کسی دُوسرے کی جانب سے وکیل بن کر ایجاب وقبول کرنا صحیح ہے، (۱) اب اگر لڑکے نے اس کو ''نکاح کا وکیل'' بنایا تھا، تب تو وکیل کا ایجاب وقبول خود اس لڑکے کی طرف سے ہی سمجھا جائے گا، بعد میں لڑکے سے قبول کرانے کی ضرورت نہیں اور اگر لڑکے نے وکیل مقرّر نہیں کیا تھا، کوئی شخص اس کی اجازت کے بغیر ہی وکیل بن گیا اور اس نے لڑکے کی طرف سے ایجاب وقبول کرلیا تو اس کا کیا ہوا نکاح لڑکے کی اجازت پر موقوف ہے، اگر لڑکا اس کو برقرار رکھے تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر مسترد کردے تو نکاح ختم ہوگیا۔ (۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۱۹/۶)

---

(۱) ويصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود، كذا في التاتارخانية. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح: ۲۹۴/۱)

(۲) قال: وتزويج العبد والأمة بغير إذن مولاهما موقوف فإن أجاز المولٰى جاز وإن رده باطل وكذلك لوزوج رجل امرأة بغير رضاها أورجلا بغيررضاه وهٰذا عندنا فإن كل عقد صدرمن الفضولي وله مجيز انعقد موقوفا على الإجازة: ۳۲۲/۲، شركت علمية بيروت)

دُولہا کی موجودگی میں اس کی طرف سے وکیل قبول کرسکتا ہے:

سوال: اگر کوئی شخص اپنے نکاح کے وقت موجود ہواور وہ نکاح کی مجلس میں نہ بیٹھے تو اس شخص کا نکاح اس کا بھائی، یا کوئی سر پرست اس کی طرف سے وکیل بن کر قبول کرسکتا ہے؟

الجواب

اگر کوئی شخص اس کی طرف سے وکیل بن کر قبول کرلے تو نکاح ہوجائے گا۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۶/۱۱۹)

دولہا کی غیر موجودگی میں نکاح:

سوال: صوبہ سرحد کے دیہی علاقوں میں شادی کے موقعوں پر عام طور پر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ دولہا کی غیر موجودگی میں نکاح پڑھایا جاتا ہے اور دولہا کی جگہ اس کا بھائی یا دوست وغیرہ ایجاب وقبول کے الفاظ اس طرح ادا کرتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص کے لیے یہ لڑکی قبول کرلی۔ کیا یہ نکاح جائز ہے؟

الجواب

کسی کی طرف سے وکیل بنا کر ایجاب وقبول صحیح ہے۔(۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۶/۱۱۹-۱۲۰)

شوہر بیوی الگ الگ ملک میں ہوں تو تجدید نکاح کس طرح کریں:

سوال: اگر کوئی نکاح کے ایک سال بعد اپنا نکاح دوبارہ کرنا چاہے اور مرد ایک ملک میں اور عورت دوسرے ملک میں ہو تو کیا یہ صورت ہوسکتی ہے کہ اس عورت سے مرد خط کے ذریعے معلوم کرلے کہ میں اپنا اور تمہارا نکاح کر رہا ہوں، اگر وہ اجازت دے دے کہ میری طرف سے آپ وکیل مقرر کرلیں، یا خود اگر صرف خاوند کو اتنا بتادے کہ میری اجازت ہے، نکاح پڑھ لیں تو اگر شوہر بیوی کی طرف سے خود وکیل مقرر کرے اور اسی مہر پر جتنا پہلے تھا، نکاح پڑھ لے تو کیا نکاح ہوجائے گا؟ نیز اگر منہ سے ایسی بات نکل جائے، جس سے نکاح ٹوٹ جائے اور ایمان جاتا رہا ہے تو اگر بیوی پاس نہ ہو کہ بلکہ کسی دوسرے ملک میں ہوا اور وہ خط کے ذریعے، یا ٹیلی فون کے ذریعے اجازت دے کہ تم نکاح دوبارہ پڑھ لو اور وکیل بھی خود مقرر کرلو تو کیا بیوی اس کی اجازت پر نکاح ہوجائے گا؟

---

(۱) ویصح التوکیل بالنکاح وإن لم یحضره الشهود، کذا فی التاتارخانیة.(الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب السادس الوکالة:۱/۲۹٤)

ثم النکاح کما ینعقد بهٰذه الألفاظ بطریق الإصالة،ینعقد بها بطریق النیابة بالوکالة والرسالة،لأن تصرف الوکیل کتصرف المؤکل.(بدائع الصنائد،کتاب النکاح،فصل فی رکن النکاح:۲/۲۳۱)

(۲) ویصح التوکیل بالنکاح وإن لم یحضر الشهود کذا فی التتارخانیة.(الفتاویٰ الهندیة،کتاب النکاح،الباب السادس فی الوکالة:۱/۲۹٤)

الجواب ______________________

اگر نکاح کی تجدید کی ضرورت ہو تو بیوی سے ٹیلی فون پر، یا کسی اور ذریعے سے رابطہ قائم کر کے دریافت کیا جا سکتا ہے، اگر وہ اجازت دے تو نکاح کی تجدید صحیح ہے، شوہر اس کی طرف سے وکیل بھی ہو جائے گا۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶/۱۲۰)

کیا ایک ہی شخص لڑکی، لڑکے دونوں کی طرف سے قبول کر سکتا ہے:

سوال: اگر کسی شادی میں لڑکی کا باپ نکاح میں کہے کہ ''میں لڑکی کے والد کی حیثیت سے اپنی لڑکی کا نکاح فلاں لڑکے سے کرتا ہوں'' پھر کہے کہ: ''لڑکے کے سرپرست کی حیثیت سے میں قبول کرتا ہوں'' تین بار کہے تو کیا نکاح ہو گیا، یا کہ نہیں؟

الجواب ______________________

جو شخص لڑکے اور لڑکی دونوں کی جانب سے وکیل، یا ولی ہو، اگر وہ یہ کہہ دے کہ ''میں نے فلاں لڑکی کا فلاں لڑکے سے نکاح کر دیا'' تو نکاح ہو جاتا ہے۔(۲) یعنی اس بات کی بھی ضرورت نہیں کہ ایک باریوں کہے کہ ''میں فلاں لڑکی کا فلاں لڑکے سے نکاح کرتا ہوں'' اور دُوسری باریوں کہے کہ ''میں اس لڑکے کی طرف سے قبول کرتا ہوں'' اور تین بار دہرانے کی بھی ضرورت نہیں، صرف ایک بار گواہوں کے سامنے کہہ دینے سے نکاح ہو جائے گا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶/۱۲۰)

دو وکیلوں میں سے ایک کا دوسرے کی اجازت کے بغیر نکاح کر دینا:

سوال: مسماۃ سکینہ نے دو وکیلوں کو اپنے نکاح کر دینے کا اختیار دے دیا۔ اس صورت میں اگر ایک وکیل اس کا نکاح دوسرے وکیل کی اجازت کے بغیر کر دے تو یہ نکاح شرعاً درست ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ______________ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جب عورت نے دو شخصوں کو وکیل بالنکاح بنایا اور ان میں سے ایک نے بغیر دوسرے کی اجازت ورضامندی کے نکاح کر دیا تو نکاح نہیں ہوا۔

إذا وكّلت المرأة أو الرجل رجلين بالتزويج، ففعل أحدهما لم يجز، هكذا في فتاوىٰ قاضي خان (الفتاوىٰ الهندية: ۱/۲۹۸) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۸/۱۰/۱۳۷۰ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۱۰۲)

---

(۱) امرأة وكلت رجلاً أن يزوجها من نفسه فقال: زوجت فلانة من نفسي، يجوز وإن لم تقل قبلت، كذا في الخلاصة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح: ۱/۲۹۵، طبع بلوچستان)

وللوكيل أن يزوج مؤكلته من نفسه، والمراد بالوكيل، والوكيل في أن يزوجها من نفسه لما في المحيط، لو كلته بتزويجه من رجل فزوجها من نفسه لم يجز. (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل بعض مسائل الوكيل والفضولي: ۳/۱٤٦، طبع دار المعرفة بيروت)

(۲) (ويتولى طرفي النكاح واحد) بإيجاب مع القبول في خمس صور كأن كان وليا أو وكيلا من الجانبين. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۹٦، طبع ايچ ايم سعيد كراچی)

لڑکی نے جسے وکیل بنایا، فقط وہی نکاح کرا سکتا ہے:

سوال: ہمارے گاؤں میں نکاح کا طریقہ یہ ہے کہ ایک شخص کو لڑکی کا وکیل مقرر کرتے ہیں اور وکالت کے تقرر پر دو گواہ بھی ہوتے ہیں، پھر کبھی یہ تینوں بندے لڑکی کے پاس جا کر نکاح کی اجازت لیتے ہیں، کبھی صرف گواہ جا کر کہتے ہیں کہ آپ کا نکاح فلاں بن فلاں سے کرنے کی اجازت ہے؟ وہ ہاں کہہ دیتی ہے، پھر وکیل نکاح پڑھا دیتا ہے؛ لیکن ظاہر ہے وکیل تو اندر گیا نہیں۔ کیا وہ بطور وکیل لڑکی کی طرف سے عقد کر سکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

جو شخص لڑکی کے پاس جا کر اجازت لے گا فقط وہی نکاح کا وکیل شمار ہوگا اور اس وکالت کے وقت گواہوں کی موجودگی ضروری نہیں لہٰذا بہتر صورت یہ ہے کہ ایک شخص جو کے محرم ہو اسے وکالت کے لیے منتخب کیا جائے اور وہ اندر لڑکی کے پاس جا کر لڑکی سے اجازت لے لے اور لڑکی کا نکاح پڑھا دے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں جو شخص (یعنی وکیل) اندر جا کر اجازت لے کر نہیں آیا، وہ لڑکی کا نکاح کرانے کا وکیل نہیں، اگر وہ شخص نکاح کرائے گا تو یہ نکاح لڑکی کی اجازت پر موقوف رہے گا، البتہ جو گواہ اندر گئے ہیں اور لڑکی نے انہیں اجازت دی ہو تو وہ گواہ شرعاً لڑکی کے وکیل ہوں گے (یا ان دو میں سے ایک گواہ جس کو لڑکی اجازت دے) وہ وکیل بن کر نکاح کرا سکتے ہیں۔

لمافي الهندية (۲۹۸/۱): إذا وكلت المرأة رجلا أن يزوجها وقالت ما صنعت من شيء فهو جائز جاز للوكيل أن يوكل غيره بتزويجها. الخ.

وفي الشامية (۹۹/۳): قوله (فإن له ذلک) أي تزويجها لنفسه بشرط أن يعرفها الشهود أو يذكر اسمها واسم أبيها وجدها.

(وفي ص: ۹۵، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح): واعلم أنه لا تشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح بل على عقد الوكيل وإنما ينبغي أن يشهد على الوكالة إذا خيف جحد الموكل إياها، فتح. (نجم الفتاویٰ: ۸۸/۵)

مطلق توکیل کو صحت مند عورت سے نکاح پر محمول کیا جائے گا:

سوال: ایک شخص دوسرے شخص کو وکیل بناتا ہے کہ میرا نکاح کسی عورت سے کروا دو وہ شخص اس کا نکاح ایک نابینا عورت سے کروا دیتا ہے، یا لنگڑی عورت سے کروا دیتا ہے تو اس صورت میں نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟ برائے مہربانی تشفی بخش جواب دیں۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

مذکورہ شخص نے دوسرے کو وکیل بنا کر کہا کہ میرا نکاح کسی عورت سے کروا دو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ متعارف

نکاح کروانا۔اب وکیل نے اس کا نکاح کسی نابینا، یا لنگڑی عورت سے کروادیا تو یہ نکاح مؤکل کی اجازت پر موقوف ہوگا؛ کیوں کہ وکیل نے مؤکل (جس نے نکاح کے لیے کہا تھا) کی منشا کی خلاف ورزی کی ہے۔

لما فی البحر الرائق(۲۴۷/۳):وذکر فی الوکالة أن اعتبار الکفاءة فی هذا استحسان عندهما لأن کل واحد لا یعجز عن التزوج بمطلق الزوجة فکانت الاستعانة فی التزوج بالکفء، کذا فی الهدایة وظاهره ترجیح قولهما؛لأن الاستحسان مقدم علی القیاس إلا فی مسائل معدودة لیس هذا منها ولذا قال الإسبیجابی: قولهما أحسن للفتوی واختاره أبواللیث.

وفی الهندیة (۲۹۵/۱،الباب السادس فی الوکالة بالنکاح وغیرها) :ولو وکل رجلا أن یزوجه امرأة فزوجه امرأة عمیاء أو شلاء أو رتقاء أو مجنونة أو صغیرة تجامع أو لا تجامع حرة أو أمة لیست بکفء له مسلمة أو کتابیة جاز فی قول أبی حنیفة رحمه اللّٰه تعالٰی،کذا فی فتاوی قاضی خان.

وفی الشامیة (۹۵/۳،باب فی الکفاءة) :قوله (بتزویج امرأة)...وما لو کانت عمیاء أو مقطوعة الیدین أو مفلوجة أو مجنونة خلافا لهما أو صغیرة لا تجامع اتفاقا وقیل علی الخلاف، فتح... قوله (وقالا:لا یصح) أی إذا رده الآمر والأولی التعبیر بلا ینفذ لیفید أنه موقوف... قوله (وهو استحسان) قال فی الهدایة:وذکر فی الوکالة إن اعتبار الکفاءة فی هذا استحسان عندهما لأن کل أحد لا یعجزعن التزوج بمطلق الزوجة فکانت الاستعانة فی التزوج بالکفء، آه، قال فی الفتح: وفیه إشارة إلی اختیار قولهما؛ لأن الاستحسان مقدم علی غیره؛ إلا فی المسائل المعلومة والحق أن قول الإمام لیس قیاسا لأنه أخذ بنفس اللفظ المنصوص فکان النظر فی أی الاستحسانین أولی،آه. (نجم الفتاویٰ:۸۸/۵۔۸۹)

وکیل کوصرف کفو میں نکاح کرانے کا حق ہوگا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک دوسرے شخص کو نکاح میں وکیل بنایا کہ میری شادی کراوٴ اور نہیں بتایا کہ کیسی عورت سے نکاح کروانا ہے، چناں چہ اس وکیل نے اس کا نکاح ایسی عورت سے کروایا، جو اس شخص کے کفو کی نہیں تھی تو اس صورت میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ نکاح درست ہوا، یا نہیں اور وکیل کا ایسا کرنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

نکاح مؤکل کی اجازت پر موقوف رہے گا،موکل اگر اجازت دے تو وہ نکاح نافذ ہوگا، ورنہ نہیں اور وکیل کے لیے ایسا کرنا درست نہیں؛ بلکہ اس کو چاہیے تھا کہ اپنے مؤکل کا نکاح اس کے کفو میں کراتا۔

لمافی الخانیة (۱۶۱/۱۔۱۶۲،کتاب النکاح، فصل فی الوکالة):ولو وکل رجلاً بأن یزوجه امرأة

فزوجه امرأة عمياء أو شلاء أو رتقاء أو مجنونة أوصغيرة تجامع أولا تجامع حرة أو أمة كفاء وليست كفاء بكفء له مسلمة أو كتابية جاز فى قول أبى حنيفة رحمه الله تعالى.

وفى الشامية (۹۵/۳،كتاب النكاح، مطلب فى الوكيل والفضولى فى النكاح) :(قوله:جاز) فى بعض النسخ نفذ وهى أنسب لأن الكلام فى النفاذ لا فى الجواز ح قوله (وقالا لا يصح) أى إذا رده الآمر والأولٰى التعبير بلا ينفذ ليفيد أنه موقوف... قوله (وهو استحسان) قال فى الهداية وذكر فى الوكالة إن اعتبار الكفائة فى هذا استحسان عندهما لأن كل أحد لا يعجز عن التزوج بمطلق الزوجة فكانت الاستعانة فى التزوج بالكفء اه قال فى الفتح وفيه إشارة إلى اختيار قولهما لأن الاستحسان مقدم على غيره إلا فى المسائل المعلومة والحق أن قول الإمام ليس قياسا لأنه أخذ بنفس اللفظ المنصوص فكان النظر فى أى الاستحسانين أولٰى اه. والمراد باللفظ المنصوص لفظ الموكل.

وفى تقريرات الرافعى (۱۹۱/۳): تحت]قوله:والحق ان قول الامام ليس قياسا الخ[فيه أن القياس ما كان دليله جليا والاستحسان ما كان دليله خفيا وهنا لا شك فى ظهور دليله وخفاء دليلهما تأمل، على أن الطحاوى قال قولهما أحسن للفتوى. (نجم الفتاویٰ:۸۹/۵-۹۰)

وکیل کے کفو میں نکاح کرانے کی شرط پر اشکال کا جواب:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص دوسرے کو وکیل بناتا ہے کہ کسی عورت سے میرا نکاح کرادو وہ شخص مؤکل خود ایک ٹانگ سے لنگڑا ہے، وکیل نے رشتہ ڈھونڈا اور ایک لنگڑی سے اس کا نکاح کرادیا، مؤکل کو علم ہوا تو اس نے بولا: ''میں نہیں مانتا لنگڑی سے تو میں خود نکاح کرسکتا تھا، وکیل تو صحیح لڑکی سے نکاح کے لیے بنایا تھا''۔ مفتی صاحب مسئلے کا کیا حل ہے؟

یہاں ایک طالب علم ہے، اس نے کہا کہ لنگڑا صحیح کہتا ہے؛ کیوں کہ مطلق وکالت میں کفو اور صحت مند عورت سے نکاح کرانا مراد ہوتا ہے اور وکیل نے اس کی رعایت نہیں کی، لہٰذا یہ نکاح کالعدم ہے۔ ہم بھی دین سے کچھ متعلق ہیں، ہم نے سوچا طالب علم کا صحت مند کہنا تو سمجھ آتا ہے؛ لیکن کفو کہنا تو مشکل ہے؛ کیوں کہ کفو تو مرد ہوتا ہے، عورت تو بھنگی بھی ہو تو پرواہ نہیں، کفاءت مرد سے متعلق مسئلہ ہے، بہرحال طالب کا کہنا تھا کہ یہ استحسان ہے اور صاحبین کا قول ہے۔ اب آپ حضرات اس مسئلے پر مفصل ہر ہر جزء پر گہری نظر فرماتے ہوئے جواب مرحمت فرمائیں۔ خصوصاً اس پر کہ کیا وکیل کا کفو میں نکاح کرنا ضروری ہے؟

الجواب ______________ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں طالب علم کا قول صحیح ہے، یہ صاحبین کا قول ہے اور استحسان ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے؛ تاہم واضح

رہے کہ یہ مسئلہ اصطلاحی کفاءت سے متعلق نہیں؛ بلکہ عرف سے متعلق ہے؛ یعنی اگر کسی کو وکیل بنایا جائے تو عرف یہ ہے کہ وہ مؤکل کے لیے بے عیب شی ءکا انتخاب کرے، چناں چہ صورت مذکورہ میں لنگڑے شخص نے وکیل اس وجہ سے بنایا تھا کہ کسی صحت مند عورت سے نکاح کرایا جائے ،لہٰذا اگر وکیل نے کسی لنگڑی عورت سے مؤکل کا نکاح کرایا تو نکاح نہیں ہوگا۔

لمافی الشامیة(۹۵/۳،مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح) قوله (بتزويج امرأة) أی منكرة ويأتی محترزه وأطلق فی الأمة فشمل المكاتبة وأم الولد بشرط أن لا تكون للوكيل للتهمة وما لو كانت عمياء أومقطوعة اليدين أو مفلوجة أو مجنونة خلافا لهما،الخ. (نجم الفتاویٰ:۹۰/۵)

وکیل اگر مؤکل کی شرط کی مخالفت کردے تو نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے کسی کو وکیل بنایا کہ میرا نکاح کسی خوبصورت گوری لڑکی سے کرادے لیکن وکیل نے بدصورت کالی لڑکی سے اس کا نکاح کرادیا تو کیا یہ نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں چونکہ وکیل نے مؤکل کے امر کی مخالفت کی ہے اس لئے یہ نکاح مؤکل کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر مؤکل نے اجازت دے دی تو یہ نکاح صحیح ہوجائے گا، ورنہ نہیں۔

لمافی الهندية (۲۹۵/۱): أمره أن يزوجه بيضاء فزوجه سوداء أوعلى العكس لا يصح.

وفی الدرالمختار (۹۵/۳):وأجمعوا أنه لو زوجه بنته الصغيرة أوموليته لم يجز كما لو أمره بمعينة أوبحرة أو أمة فخالف.

وفی الشامية (۹٦/۳):وفی كل موضع لا ينفذ فعل الوكيل فالعقد موقوف على إجازة الموكل وحكم الرسول كحكم الوكيل فی جميع ما ذكرناه. (نجم الفتاویٰ:۵/۹۰-۹۱)

نکاح میں دلہا دلہن کا بھی وکیل بن سکتا ہے:

سوال: عاقل بالغ لڑکے اورلڑکی کی منگنی ہوگئی۔ان دونوں کے والدین ان کی شادی کرانے کے لیے راضی بھی ہیں؛مگر فی الوقت نہیں؛ بلکہ ایک سال کے بعد اور فی الوقت نکاح کے مخالف ہیں اور ان دونوں کا کفو؛ یعنی دین داری، حسب ونسب، مال ودولت اورحسن وجمال وغیرہ دونوں برابر ہیں تو اگر اس عاقلہ بالغہ لڑکی نے اس عاقل بالغ لڑکے سے کہا کہ میں آپ کو اختیار دیتی ہوں کہ آپ میرا نکاح اپنے آپ سے کرلیں اور میں آپ سے نکاح کرتی ہوں۔وہ لڑکا دو عاقل بالغ لڑکوں کے پاس گیا اور ان کو گواہ بنا کر ان کے سامنے اقرار کیا کہ فلانہ لڑکی نے مجھے اپنے آپ سے نکاح کا اختیار دیا ہے ''میں اس لڑکی کو اپنے نکاح میں لیتا ہوں'' آیا کہ شرعی اعتبار سے نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

لڑکی کا منگیتر جس کو لڑکی نے اپنے آپ سے نکاح کرانے کا وکیل بنایا تھا، اس نے جب دو ایسے عاقل بالغ گواہوں کے سامنے جو لڑکی کو پہچانتے تھے، لڑکی کا نام لے کر کہا کہ فلانہ لڑکی نے مجھے اپنے آپ سے نکاح کا اختیار دیا ہے" میں اس لڑکی کو اپنے نکاح میں لیتا ہوں" تو نکاح منعقد ہو گیا اور اگر وہ گواہ لڑکی کو پہچانتے نہ تھے تو پھر لڑکی کے باپ، دادا کا نام لینا بھی ضروری ہے۔

لمافی الهندية (۲۹۵/۱): امرأة وكلت رجلا بأن يزوجها من نفسه فقال زوجت فلانة من نفسي يجوز وإن لم تقل قبلت كذا في الخلاصة.

وفى الشامية(۲۲/۳): والحاصل أن الغائبة لا بد من ذكر اسمها واسم أبيها وجدها وإن كانت معروفة عند الشهود على قول ابن الفضل وعلى قول غيره يكفي ذكر اسمها إن كانت معروفة عندهم وإلا فلا وبه جزم صاحب الهداية فى التجنيس وقال لأن المقصود من التسمية التعريف وقد حصل وأقره فى الفتح والبحر... والظاهر أن المراد بالمعرفة أن يعرفها أن المعقود عليها هي فلانة بنت فلان الفلاني لا معرفة شخصها.

وفى الدر المختار (۹٦/۳): أو أصيلاً من جانب ووكيلا أووليا من آخر.

وفى الرد تحته: قوله (ووكيلا أو وليا من آخر) كما لو وكلته امرأته أن يزوجها من نفسه... ولا بد من التعريف بالاسم والنسب. (نجم الفتاویٰ:۹۱/۵)

وکیل کا موکلہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وکیل کا اپنی مؤکلہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ جبکہ ہمارے معاشرہ میں عموماً اسے ناجائز قرار دیا جاتا ہے۔ از روئے شریعت کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: شفیع اللہ مغلپورہ لاہور، ۱۲/ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ)

الجواب ــــــــــــــــــــ

وکیل کا اپنی موکلہ کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے یہ اس کے محرمات میں سے نہیں ہے جبکہ عدم جواز صرف محرمات تک محدود ہے۔ (كما في كتب الفقه)(۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۸۱/۴)

---

(۱) قال الإمام أكمل الدين البابرتي: (بيان المحرمات) لما كانت من بنات آدم من أخرجها الله عن محلية النكاح بالنسبة الى بعض بنى آدم احتاج الى ذكرها فى فصل على حدة واسباب حرمتهن تتنوع الى تسعة انواع القرابة والمصاهرة والرضاع والجمع وتقديم الحرة على الامة وقيام حق الغير من نكاح او عدة والشرك وملك اليمين والطلقات الثلاث وكل ذلك مذكور فى الكتاب.(شرح العناية على هامش فتح القدير: ۱۱۷/۳، فصل فى بيان المحرمات)

لڑکی کے ولی کے وکیل نے ایجاب کیا اور لڑکے کے وکیل نے قبول، نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: مشرف علی میانجی نے اپنے لڑکے ابوالخیر کو اپنی بنت صغیرہ کلثوم کو مولوی اعظم اللہ کے دینے کے لیے اجازت دی، پس ابوالخیر نے کہا کہ میں نے مسماۃ کلثوم کو مولوی اعظم کو دیا، امام الدین نے کہا کہ میں نے مولوی اعظم اللہ کی جانب سے قبول کیا اور عام خرچ کے بھی حسب رواج دے دیئے اور ابوالخیر نے لے لیے، صورت مسئولہ میں کلثوم کا نکاح مولوی اعظم اللہ کے ساتھ منعقد ہو گیا، یا نہیں؟

الجواب ______________________

الدرالمختار میں ہے:

''أو هل أعطيتنيها إن المجلس للنكاح وإن للوعد فوعد، الخ''.

وفي ردالمحتار: ''(قوله: إن المجلس للنكاح) أي لإنشاء عقده، لأنه يفهم منه التحقيق في الحال، فإذا قال الآخر: أعطيتكها او فعلت لزم.(۱)

اور نیز درمختار میں ہے کہ الفاظ ہبہ وتملیک وصدقہ وعطیہ یہ سب کنایات ہیں، اگر نیت ان الفاظ میں نکاح کی ہے، یا قرینہ ہے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، الخ۔

پس صورت مسئولہ میں اگر وہ مجلس انعقاد نکاح کی تھی اور یہ کلام بطور خطبہ نہ تھا اور شہود کے سامنے ایجاب وقبول واقع ہوا تو نکاح منعقد ہو گیا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۸۲-۸۳)

ولی اگر دوسرے کو وکیل بنا دے تو کیا حکم ہے:

سوال: بھائی کی موجودگی میں اور کسی رشتہ دار مثلاً ماموں وغیرہ کو دلہن جا مقرر وارث بن کر منکوحہ ہونے کے لیے وکالت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ______________________

ولی جائز اگر کسی دوسرے رشتہ دار، یا غیر رشتہ دار کو وکیل بنا دیوے تو جائز ہے، اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۱۹۲)

باپ کا بیٹی سے اِجازت لے کر بغیر وکیل بنائے مجلسِ نکاح میں نکاح پڑھوانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مجلسِ نکاح میں باپ موجود

---

(۱) ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲/۳۷۸، ظفير

(۲) لأن الوكالة نوع من الولاية كنفاذ تصرفه على المؤكل. (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب في الوكيل والفضولي: ۲/٤٤٦، ظفير)

ہے، باپ نے اپنی بیٹی سے اجازتِ نکاح کے لیے کسی کو وکیل اور گواہ نہیں بنایا؛ بلکہ خود ہی لڑکی سے اِجازت لے کر مجلسِ نکاح میں نکاح خواں سے نکاح پڑھوادیا، مجلسِ نکاح میں تقریباً ۵۰/آدمی تھے، یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ اور رجسٹر میں جو وکیل اور گواہوں کے نام درج ہوتے ہیں اور دستخط لیے جاتے ہیں، اب رجسٹر کے اندر وکیل اور گواہوں کے خانہ میں کس کو لکھیں، یا مجلسِ نکاح میں جو حضرات موجود ہیں، اُن میں سے دو گواہوں کے نام لکھیں، ارکان نکاح میں جو ایجاب وقبول اور حضور شاہدین آتا ہے، اُس سے مجلسِ نکاح کے گواہ مراد ہیں، یا لڑکی سے اجازت لیتے وقت جو وکیل اور ۲/گواہ جاتے، وہ مراد ہیں؟ اس سلسلہ میں دارالافتاء سے تسلی بخش تفصیل مطلوب ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

باپ کا اپنی بیٹی سے اجازت لے کر دوسرے کو وکیل بنائے بغیر اُس کا نکاح مجلسِ نکاح میں پڑھوانا بلاشبہ جائز اور درست ہے اور مجلسِ نکاح کے سبھی حاضرین اس نکاح کے گواہ سمجھے جائیں گے، رجسٹر میں جن دو گواہوں کا نام لکھا جاتا ہے، وہ صرف ایک رسمی کارروائی ہے، لہٰذا ضرورت کے وقت اُن کے علاوہ دیگر حاضرین مجلس بھی نکاح کی گواہی دے سکتے ہیں۔

عن عبد اللّٰه بن دينار عمن حدثه عن الحسن قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا أنكح الرجل ابنه وهو كارهٌ فليس بنكاح، وإذا زوجه وهو صغير جاز نكاحه. (المصنف لابن أبی شيبة:۳/۴۴۹،رقم:۱۶۰۰۴،دار الكتب العلمية بيروت)

عن عطاء قال: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا خطب أحدًا من بناته جلس إلى جنب خدرها، فقال: إن فلانًا يخطبُ فلانةً، فإن سكتت زوجها وإن طعنت بيدها، وأشار حفص بيده السبابة، أى تطعن فى الخدر، لم يزوجها. (المصنف لابن أبی شيبة:۳/۴۴۵،رقم: ۱۵۹۶۴،دار الكتب العلمية بيروت)

ولو بعث مريدُ النكاح (أقواماً للخطبة، فزوجها الأب) أو الولى (بحضرتهم، صح) فيجعل المتكلم فقط خاطبًا والباقى شهودًا به يفتىٰ.

وعليه الفتوىٰ؛ لأنه ضرورة فى جعل الكل خاطبًا، فيجعل المتكلم فقط والباقى شهود. (الدر المختار مع الشامی، كتاب النكاح،مطلب فی عطف الخاص على العام:۳/۷۷، كراچی،۹۷-۹۸،زكريا)

رجل زوّج ابنته من رجل فى بيت وقومٌ فى بيت آخر يسمعون ولم يشهدهم، إن كان من هٰذا البيت إلى ذٰلك البيت كوة رأوا الأب منها، تقبل شهادتهم ... رجل بعث أقواماً لخطبة امرأة إلى والدها، فقال الأب: زوّجت، وقبل عن الزواج واحدٌ من القوم، لا يصح النكاح، وقيل: يصح، وهو الصحيح وعليه الفتوىٰ. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح ،الباب الأول فى تفسيره شرعاً الخ:۱/۲۶۸،زكريا)

ووقت حضور الشهادة وقت الإيجاب والقبول لا وقت الإجازة. (الفتاوىٰ الهندية: ۱/۲۶۹،زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۸/۶/۵ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل:۸/۳۴۴-۳۴۶)

نکاح میں وکیل باپ سے مراد کون ہیں اور وکیل محرم ہونا ضروری ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ نکاح کے رجسٹر میں جہاں لڑکا لڑکی اور گوہوں کے دستخط ہوتے ہیں، اسی میں وکیل کا بھی دستخط ہوتا ہے تو پوچھنا یہ ہے کہ اس وکیل سے کون سا وکیل مراد ہے؟ آیا جو لڑکا، یا لڑکی کے گھر شادی کا پیغام لے کر جاتا ہے، وہی مراد ہے، یا کوئی دوسرا؟ کیوں کہ بعض علاقوں میں ایسا ہوتا ہے کہ نکاح پڑھانے کے وقت جب دو گواہ لڑکا اور لڑکی کے پاس جاتے ہیں تو اس وقت ایک فرضی وکیل بنالیا جاتا ہے اور دونوں گواہوں کے ساتھ ساتھ وہ بھی لڑکا اور لڑکی کے پاس نکاح کے وقت موجود رہتا ہے، اس سے زیادہ اس کا اور کوئی کام نہیں ہوتا ہے، اسی کا دستخط نکاح رجسٹر میں ہوتا ہے، اس وکیل کو لڑکا یعنی دولہا میاں سسر کے درجہ تک مانتا اور عزت کرتا ہے اور عرف میں اس کو وکیل باپ، یا وکیل سسر کے نام سے یاد کرتے ہیں اور لڑکی؛ یعنی دولہن بھی اس کو باپ کے درجہ میں مانتی ہے اور ادب واحترام کرتی ہے اور باپ کا درجہ دے کر اس سے بول چال بھی کرتی ہے تو کیا شرعی اعتبار سے اس طرح کا وکیل بنانا اور اس کو سسر کے درجہ تک سمجھنا، یا لڑکی کا اس کو باپ کے درجہ تک سمجھ کر بول چال کرنا درست ہے، یا نہیں؟ (المستفتی: اسرار الحق مظاہری)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

نکاح کے رجسٹر میں جن گواہوں اور وکیل کا نام لکھا جاتا ہے، اس سے وہ گواہ اور وکیل مراد ہیں، جو بوقت نکاح مجلس نکاح میں شریک ہوں، ان گواہان اور وکیل کا لڑکی کے لیے محرم ہونا ضروری ہے، نامحرم اجنبی مردوں کے لیے لڑکی سے اجازت لینے کے لیے جانا شرعاً ممنوع اور ناجائز ہے۔

﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْاَلُوْهُنَّ مِنْ وَرَآءِ حِجَابٍ﴾ (الأحزاب: ۵۳)

والنظر إلى الأجنبيات حرام. (الهندية، زكريا: ۳۹۲/۵، جديد زكريا: ۳۸۲/۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۵/محرم الحرام ۱۴۲۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۵۳۷۵/۳۰)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۵/۱/۱۴۲۲ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/۷۰-۷۱)

باپ کی موجودگی میں وکیل کا نکاح کرنا:

سوال: زید نے کسی شخص کو اپنی نابالغہ لڑکی سے نکاح کر دینے کا وکیل بنا دیا۔ اب وہ وکیل اس لڑکی کے باپ کی موجودگی میں اور اسی کے مکان میں لڑکی کا نکاح کر دیتا ہے تو اس صورت میں لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

خیارِ بلوغ حاصل نہ ہوگا؛ کیوں کہ باپ کی موجودگی میں وکیل کا نکاح کرنا ایسا ہی ہے کہ خود باپ نے نکاح کیا۔

(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۷۶)

ایک شخص اپنی طرف سے اصیل اور عورت کی طرف سے وکیل بن کر نکاح کر سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: زید اپنی طرف سے اصیل اور عورت کی طرف سے وکیل ہوکر نکاح اپنی اپنی موکلہ سے کر سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

زید ایک طرف سے اصیل اور ایک طرف سے وکیل ہوکر نکاح اپنا اپنی موکلہ سے کر سکتا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ وکیل ؛یعنی زید دو گواہوں کے روبرو یہ کہے کہ مسماۃ فلانہ نے مجھ کو اختیار اپنے نکاح کا دیا ہے اور وکیل بنایا ہے، پس تم گواہ رہو کہ میں نے اپنا نکاح فلاں بنت فلاں سے کیا، پس نکاح صحیح ہو جائے گا۔

فی الشامی: ''ولو صرح بالتوكيل وقال: وكلتك بأن تزوجي نفسك مني، فقالت: زوجت صح النكاح''. (۱)

وأيضاً فيه: ''وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقرأته عليهم وقالت: زوجت نفسي منه''. (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۷/۱۳۸)

نکاح میں ایک شخص کا اصیل اور وکیل ہونا:

سوال: رشید کی عمر ۵۰/سال اور انیس خاتون بیوی کی عمر تقریباً ۴۵/سال ہے، شوہر کے انتقال کو تقریباً ۲۰/سال ہو گئے، رشید نے انیس سے نکاح کرنے کو کہا، وہ راضی ہوگئی اور کہا کہ نکاح تم کر لو، زید نے نکاح پڑھایا۔ نکاح پڑھانے والا اور وکیل نمازی نہیں۔ عمر بحیثیت گواہ ہے، وہ بھی نمازی نہیں۔ نکاح انیس کی عدم موجودگی میں ہوا، بعد میں رشید نے انیس سے کہا کہ تمہارے کہنے کے مطابق ہم نے نکاح کر لیا ہے اور انیس نے بھی قبول کر لیا ہے تو کیا یہ نکاح جائز ہوا؟ کیا اس کو بیع فضولی پر قیاس کر سکتے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جب کہ انیس نے رشید کو نکاح کی اجازت دے دی کہ تم نکاح کر لو تو رشید اس کی طرف سے وکیل اور اپنی طرف سے اصیل ہو گیا، زید اور عمر دونوں گواہ ہو گئے، جب رشید نے ان دونوں کے سامنے انیس کو قبول کر لیا تو یہ نکاح منعقد ہو گیا، نفسِ توکیل بھی کافی تھی، نکاح میں شخصِ واحد اصیل اور وکیل ہو سکتا ہے، پھر انیس نے اس کی تنفیذ بھی کر دی تو بالکل ہی بلا تردد لازم و نافذ ہو گیا۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۳۰)

---

(۱) دالمحتار، كتاب النكاح: ۳٦۲/۲، ظفير

(۲) ردالمحتار، كتا ب النكاح: ۳٦٤/۲، ظفير

(۳) ''أجمع أصحابنا أن الواحد يصلح وكيلاً في النكاح من الجانبين، ووليّاً من الجانبين، ووليّاً من جانب أصيلاً من جانب، الخ''. (الفتاوىٰ العالمگيرية، كتاب النكاح، الباب السادس في الوكالة بالنكاح وغيرها: ۲۹۹/۱، رشيديه)

قاضی ووکیل کا الگ الگ ہونا اور خطبہ پہلے ہو، یا ایجاب وقبول:

سوال: یہاں پر پہلے ایجاب وقبول کرایا جاتا، پھر خطبہ پڑھا جاتا ہے اور وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ ایجاب وقبول واجب ہے اور خطبہ سنت ہے؛ اس لیے ایجاب وقبول پہلے ہونا چاہیے اور خطبہ بعد میں۔ نیت ایجاب وقبول اس طرح کرائی جاتی ہے کہ فلاں کی صاحبزادی فلاں صاحب کی وکالت اور فلاں فلاں کی شہادت میں اپنے نفس کو بعوض اتنے اتنے آپ کی زوجیت میں دیا، کیا آپ نے قبول کیا؟

(الف) سوال یہ ہے کہ سنت طریقہ کیا ہے کہ پہلے ایجاب وقبول ہو، یا نہ ہو؟

(ب) کیا وکیل دوسرا ہو اور ناکح دوسرا؟ اور قاضی یہ کہے کہ فلاں کی وکالت سے اور قاضی صرف خطیب کی حیثیت رکھتا ہو، صحیح ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(الف) پہلے خطبہ پڑھا جائے، پھر ایجاب وقبول کرایا جائے۔ (۱) یہ بات کہ فرض پہلے ہو، سنت بعد میں ہو، قاعدہ کلیہ نہیں، وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے، منہ (چہرہ) دھونا فرض ہے، سنت پہلے ادا کی جاتی ہے، فرض بعد میں فجر کی نماز میں سنت دو رکعت پہلے پڑھتے ہیں، فرض بعد میں پڑھتے ہیں۔

(ب) یہ صورت بھی درست ہے، قاضی بھی وکیل ہوسکتا ہے۔ (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۵/۴/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۴۲/۱۱)

نکاح میں عاقد کا خود وکیل بننا:

سوال: ایک عورت نے ایک مرد کو اختیار دیا کہ تم میری طرف سے وکیل ہو، تم میرا نکاح اپنے نفس کے ساتھ باندھ لو، اس شخص نے دو گواہوں کے روبرو ایسا ہی کیا، اس طریقہ سے نکاح کا شرعاً انعقاد ہوجاتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

عقد نکاح میں جیسا کہ ایک آدمی مرد عورت دونوں کی طرف سے وکیل بن سکتا ہے، ایسا ہی کوئی مرد ایک طرف سے

---

(۱) "ويندب إعلانه وتقديم خطبة". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۸/۳، سعيد)

(۲) "(ولو زوج بنته البالغة العاقلة) كونها بنته غير قيد، فإنها لو وكلت رجلاً غيره، فكذا لک، كما فی الهندية، وقيد بالبالغة ؛لأنها لو كانت صغيرة لا يكون الولی شاهداً ؛لأن العقد لا يمكن نقله إليها، بحر". (الدر المختار)

"(قوله: لأنها تجعل عاقدة) لانتقال عبارة الوكيل إليها، وهی فی المجلس ،فكانت مباشرة ضرورة، ولأنه لا يمكن جعلها شاهدة على نفسها (قوله: وإلا لا) أی وأن لم تكن حاضرة، لا يكون العقد نافذاً، بل موقوفاً على إجازتها، الخ". (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب فی عطف الخاص على العام: ۲۵/۳، سعيد)

اصیل اور دوسری طرف سے وکیل ہوکر نکاح کرسکتا ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں عورت نے جب اس مرد کو وکیل بنایا کہ اپنے نفس کے ساتھ میرا نکاح باندھ لو تو جب اس شخص نے روبروئے گواہان نکاح باندھ لیا تو یہ نکاح درست اور صحیح ہے۔

قال العلامة الحصكفي: كما للوكيل الذى وكلته أن يزوجها من نفسه فان لهٗ ذٰلك فيكون أصيلاً من جانب و كيلاً من اٰخر. (الدرالمختار علىٰ صدر ردالمحتار: ۹۸/۳، كتاب النكاح باب الأكفاء)(۱)(فتاویٰ حقانیہ: ۳۸۲/۴)

وکیل کہتا ہے کہ لڑکی نے اجازت دی اور لڑکی کہتی ہے کہ نہیں، نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: وکیل نے دو آدمیوں کی موجودگی میں لڑکی سے وکالتِ نکاح کی اجازت لی، اس نے ہاں کہا، اس نے قاضی سے آ کر کہا نکاح پڑھا دیا گیا، لڑکی کے باپ کو جب معلوم ہوا تو اس نے آ کر اپنی لڑکی کلثوم سے اس سلسلہ میں معلوم کیا، جواب میں کلثوم نے اس پورے واقعہ سے لاعلمی ظاہر کی اور کہا کہ میں نے کسی کو اذن نہیں دیا ہے۔ شرع شریف میں اس نکاح کا کیا حکم ہے؟

الجواب

لڑکی اگر بالغ ہے اور اس نے بجواب کلامِ بکر ''ہوں'' کہا ہے، جس کے شاہد ہیں تو نکاح اس کا منعقد ہوگیا اور بعد میں انکار کرنا لڑکی کا کہ میں اذن نہیں دیا، معتبر نہ ہوگا کہ لفظِ ہوں کہنا اس کا اولاً اذن ہے۔

قال فى الدرالمختار: ''(فإن استأذنها غير الأقرب) كأجنبى أوولى بعيد (فلا) عبرة لسكونها، بل لابد من القول''. (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عزیز الرحمٰن (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۱۱/۷-۳۱۲)

وکیل نے لڑکی سے اجازت نہیں لی اور نکاح کر دیا، کیا حکم ہے:

سوال: اگر ہندہ بالغہ کے پدر نے زید کو وکیل بنایا اور زید نے بلا اجازت ہندہ کے نکاح اس کا پڑھایا، بعد میں ہندہ کو جس وقت اطلاع نکاح کی ہوئی، اس نے سکوت کیا تو یہ سکوت اس کا موجب صحت نکاح ہے، یا نہیں؟ اور یہ سکوت اجازت ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر ہندہ بالغہ کے پدر نے زید کو وکیل بنایا اور زید بلا اجازت دئے ہندہ کے نکاح اس کو پڑھ دیا، بعد میں ہندہ کو جس

---

(۱) قال ابن نجيم المصرى رحمه الله: تحت قول الماتن، وللوكيل أن يزوج مؤكلته من نفسه والمراد بالوكيل الوكيل فى أن يزوجها من نفسه لما فى المحيط لو وكلته بتزويجها من رجل فزوجها من نفسه لم يجز. (البحر الرائق: ۱۳۶/۳، كتاب النكاح، فصل لابن العم أن يزوج، إلخ)

ومثلهٗ فى الهندية: ۲۹۵/۱، الباب السادس فى الوكالة بالنكاح وغيرها

(۲) الدرالمختار على هامش الشامى: ۴۱۳/۲، ظفير

وقت اطلاع نکاح کی ہوئی، اس نے سکوت کیا تو یہ سکوت اس کا موجب صحت نکاح ہے اور سکوت اس کا اجازت ہے۔

"(..زوجها) وليّها وأخبرها رسوله أوالفضولي عدل (فسكتت) عن رده مختارةً (أوضحكت غير مستهزئة أو تبسمت أوبكت بلاصوت) (إلى قوله) فهو إذن. (الدر المختار) (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۰۷/۸)

عورت نے پانچ ہزار مہر پر نکاح کی اجازت دی؛ لیکن وکیل نے کم کر دیا تو کیا حکم ہے:

سوال: زید و ہندہ دونوں بالغ ہیں ان کا نکاح ہوا ہندہ نے اپنا مہر پانچ ہزار روپیہ سکہ رائج تعین کر کے وکیل کو ہدایت کی؛ لیکن وکیل بھول گیا، یا کسی اور وجہ سے اس نے قاضی کے سامنے ہندہ کی رضا مندی شرع محمدی مہر پر ظاہر کی؛ یعنی دو دینار سرخ اور ۳۳ ٹکہ، چناں چہ اس تعین مہر سے نکاح ہو گیا، فریقین کے ملنے پر اختلاف مہر کا حال معلوم ہوا، ہندہ اس سے کم پر رضا مند نہیں ہے اور زید اس بڑی رقم کو منظور نہیں کرتا، کیا نکاح ہو گیا، زید نے ہندہ کو چھوا بھی نہیں ہے، صرف صورت دیکھی ہے، کیا کوئی تعداد مہر کی واجب ہوئی؟

الجواب

یہ نکاح موقوف ہے، اگر زید اس مقدار پر راضی ہو، جو منکوحہ کہتی ہے تو نکاح نافذ ہوگا اور اگر راضی نہ ہو، باطل ہوگا، کما فی نکاح الفضولی، درمختار میں زیادتی کی طرف خلاف کرنے کی مثال موجود ہے، کمی کی نہیں ہے؛ لیکن ظاہر یہ ہے کہ اس کا حکم بھی ایسا ہی ہے؛ کیوں کہ بصورت خلاف وکیل کو اختیار باقی نہیں رہتا، پس وہ بحکم فضولی ہوگا۔

قال فی الدر المختار: "وكّله بأن يزوجه فلانة بكذا فزاد الوكيل في المهر لم ينفذ. (۲) فقط
(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۹۳/۸-۱۹۴)

عورت وکیل بنادے اور وکیل دو گواہوں کے سامنے خود نکاح کرلے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک عورت بیوہ نے بوجہ اندیشہ فساد خفیہ نکاح اس طرح کیا کہ جس شخص سے نکاح کیا، اس کو اس عورت نے یہ کہا کہ میں نے مجھ کو اجازت دی، میرا نکاح اپنی ساتھ کرلو، دو گواہوں کے سامنے پانچ روپیہ مہر پر چوں کہ گواہ اس موقعہ پر نہیں آسکتے تھے، نہ عورت کسی دوسرے موقعہ پر جاسکتی تھی؛ اس لیے اس شخص نے علاحدہ مسجد میں دو آدمیوں کے سامنے یہ کہہ دیا کہ فلاں عورت نے مجھے اجازت دی ہے کہ تم میرا نکاح اپنے ساتھ کرلو؛ اس لیے میں تم دونوں گواہوں کے سامنے اس عورت کو پانچ روپیہ مہر پر قبول ومنظور کرلیا اور تم دونوں کے سامنے نکاح اس عورت کا اپنے ساتھ کرلیا۔ شرعاً نکاح درست ہوا، یا نہ؟

الجواب

یہ نکاح منعقد ہو گیا۔ (۳) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۹۴/۸)

---

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۱۰/۲، ظفیر

(۲-۳) الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳۷۹/۲، ظفیر

وکیل کا اپنے نفس سے نکاح کرنے کا حکم:

سوال: ایک شخص نے اپنی لڑکی کے نکاح کے لیے کسی شخص کو وکیل بنایا کہ وہ اس کا نکاح کسی دوسرے مرد سے کردے، اس وکیل نے اس لڑکی کا نکاح اپنے نفس کے ساتھ کرلیا، لڑکی کا باپ راضی نہیں ہے تو یہ نکاح صحیح ومنعقد ہوا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں اگر یہ صحیح ہے کہ شخص مذکور نے مذکورہ شخص کو دوسرے سے اپنی لڑکی کے نکاح کرانے کا وکیل بنایا تھا اوراس نے اپنے نفس سے نکاح کرلیا تو ایسی صورت میں یہ نکاح شرعاً صحیح ومنعقد نہیں ہوا اور دونوں میاں بیوی نہیں ہوئے؛ اس لیے کہ اس صورت میں وکیل کو اپنے نفس سے نکاح کا اختیار نہیں ہے۔

للوكيل الذى وكّلته أن يزوّجها من نفسه فإن له (ذٰلک) فيكون أصيلا من جانب وكيلا من آخر (بخلاف مالو وكّلته بتزويجها من رجل فزوّجها من نفسه)...لم يصح تزويجها من نفسه. (ردالمحتار، باب قبيل المهر: ۳۲۷/۲-۳۲۸) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۰۲/۴-۳۰۳)

نکاح کے وقت وکیل نے عورت کے نام میں غلطی کردی تو نکاح نہیں ہوا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ بروقت نکاح ہندہ اور زینب یہ غلطی ہوگئی کہ ہندہ نے جس شخص کے ساتھ نکاح باندھنے کی اجازت دی تھی، اس کے روبرو زینب کا نام لے دیا گیا اور زینب نے جس شخص کے ساتھ اپنا نکاح باندھنے کی اجازت دی تھی، اس شخص کے روبرو ہندہ کا نام لے دیا، ان دونوں شخصوں میں سے ہر ایک نے قبول کیا ایسے نکاح کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں نکاح نہیں ہوا، دونوں کا نکاح دوبارہ صحیح نام کے ساتھ ہونا چاہیے۔

قال فى الدر (۴۵/۲): (غلط وكيلها بالنكاح فى اسم أبيها بغير حضورها لم يصح) للجهالة وكذا لو غلط فى اسم بنته، آه.

وفى الشامية تحت (قوله: لم يصح): "والظاهر أنه فى مسئلتنا لا يصح عند الكل؛ لأن ذكر الاسم وحده لايصرفها عن المراد إلى غيره بخلاف ذكر الإسم منسوبا إلى أب آخر، فإن فاطمة بنت أحمد لا تصدق على فاطمة بنت محمد، تأمل، وكذا يقال فيما لو غلط فى اسمها، آه. (۱)

---

(۱) ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲٦/۳، دارالفكر بيروت، انيس

وفی العالمگیریة (۳/۲): رجل له بنت واحدة اسمها فاطمة قال لرجل:زوجت منک ابنتی عائشة ولم تقع الاشارة إلی شخصها، ذکر فی فتاوی الفضلی أنه لا ینعقد النکاح.(۱) **واللّٰہ اعلم بالصواب**

۲۲/محرم ۱۳۴۰ھ (امدادالاحکام:۳/۳۵۰)

بذریعہ خط وکیل بنایا اور وکیل نے اپنے ساتھ شادی کردی، کیا حکم ہے:

سوال: ہندہ ایک بارہ برس کی لڑکی ہے اور اس کا ولی بجز اس کی ماں کے کوئی دوسرا نہیں ہے اور وہ زید کے گھر رہتی ہے، جو کہ بہت دور کا عزیز ہے، زید نے اس کی ماں کو بذریعہ ڈاک خط بھیجا کہ اگر تم اجازت دو تو میں جہاں مناسب سمجھوں، ہندہ کا نکاح کردوں، ہندہ کی ماں نے بذریعہ کارڈ اس کی اجازت دے دی، زید نے اس کا نکاح خود اپنے ساتھ بموجودگی ایک مرد اور دو عورت کے کرلیا، ایک زید کی بہن اور ایک زوجہ اولیٰ ہے۔ کیا ایسا نکاح جائز ہے؟

الجواب ــ

جائز ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۱۹۰-۱۹۱)

وکیل بنایا کہ میری لڑکی کا نکاح کرادو، پھر وکیل نے اپنے بیٹے سے نکاح کرادیا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک مجلس میں کم از کم چالیس شخص موجود تھے، اس مجلس میں مسکین علی نے اپنی لڑکی کے اذن محمد اسرائیل کو دیئے بطور امانت، جب مسکین علی نے اپنی لڑکی کے اذن اسرائیل کو دئے تو اس وقت مسکین علی نے قاضی بھی رکھا اور وکیل بھی اور گواہ بھی رکھے تھے، کچھ دنوں کے بعد مسکین علی کی امانت محمد سرائیل نے اپنے لڑکے کو دے دی؛ یعنی مسکین علی کی لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے کے ساتھ قاضی وکیل وغیرہ کی موجودگی میں کردیا تو یہ نکاح ہوگیا، یا نہیں؟ بہت سے علماء فرماتے ہیں کہ نکاح درست ہے؛ مگر کچھ کہتے ہیں کہ یہ نکاح نہیں ہوا؛ لہٰذا برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جب مسکین علی نے اپنی لڑکی کا نکاح کرانے کی اجازت محمد اسرائیل کو دے دی اور اُنہوں نے اپنے ہی لڑکے کے ساتھ نکاح کرادیا تو یہ نکاح مسکین علی کی اجازت پر موقوف ہوگا، وہ اگر اجازت دے دیں تو نکاح منعقد ہوجائے گا۔

عن الحسن قال: إذا اختلف الولیّ والمرأة نظر السلطان، فإن کان الولیّ مضارًا زوّجها وإلا ردّ أمرها إلی ولیها. (المصنف لابن أبی شیبة:۳/۴۴۸،رقم: ۱۶۰۰۲،دار الکتب العلمیة بیروت)

---

(۱) الفتاویٰ الهندیة،الباب الثانی فیما ینعقد به النکاح ومالا: ۱/۲۷۰،دارالفکربیروت،انیس

(۲) أو وکلته أن یتصرف فی أمرها أوقالت له : زوج نفسی ممن شئت) لم یصح تزویجها من نفسه.(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار،مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح:۲/۴۵۱،ظفیر)

ولو زوجها من أبيه أو ابنه لم يجز عنده، وفي كل موضع لاينفذ فعل الوكيل، فالعقد موقوف على إجازة المؤكل. (شامي: ۲۲۳/٤، زكريا)

الأصل عندنا أن العقود تتوقف على الإجازة، إذا كان لها مجيز حالة العقد جازت، وإن لم يكن تبطل. (فتح القدير، فصل في الوكالة بالنكاح: ۲۰۸/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۶/۲/۸ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۴۲/۸-۳۴۳)

نکاح کا وکیل اپنا نائب بنا سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: بوقت نکاح دلہن کا وکیل خود نکاح نہیں پڑھاتا ہے، نائب یا قاضی وغیرہ کو سپرد کرتا ہے تو وکیل دوسروں کو نائب بنا سکتا ہے، اس سے نکاح میں کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب

وکیل کو اختیار نہیں کہ دوسرے کو نکاح خوانی کا وکیل بنائے۔ ہاں وکیل اول کی حاضری میں دوسرا وکیل نائب قاضی وغیرہ نکاح کرے تو کوئی حرج نہیں آتا، نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

الوكيل بالتزوج ليس له أن يؤكل غيره، فإن فعل فزوجه الثاني بحضرة الأوّل جاز. (۵۸۰/۳، فصل في التوكيل بالنكاح، إلخ)

یعنی: وکیل نکاح کو حق نہیں کہ دوسرے کو وکیل بنائے، اگر اس نے ایسا کیا اور وکیل ثانی نے پہلے کی حاضری میں نکاح خوانی کی تو نکاح درست ہو گیا۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۴۹/۸)

بذریعہ تار بنائے گئے کا نکاح صحیح ہوگا، یا نہیں:

سوال: دو شخص ایک ہی مرشد کے معتقد ہیں، ان دونوں میں ایک نے اپنی لڑکی کا عقد دوسرے کے لڑکے سے کر دیا ہے اور تاریخ نکاح مرشد کے سامنے طے ہو گئی، ایک فریق مقررہ پر نہ آسکا، اس نے بذریعہ تار مرشد کو اطلاع دی کہ میری عدم موجودگی میں نکاح پڑھ دیا جائے۔ اس صورت میں مرشد نکاح پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

مرشد اس حالت میں نکاح پڑھا سکتا ہے اور ایجاب وقبول اس فریق کی طرف سے کر سکتا ہے، جس نے بذریعہ خط، یا تار کے اجازت دی ہے۔ (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۳۸/۷)

(۱) يصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود، كذا في التتارخانية ناقلا عن خواهرزاده. (الفتاویٰ الهندية، الباب السادس في الوكالة في النكاح، نول كشور: ۳۰۳/۲، ظفير)

اس وکیل کے ذریعہ نکاح جسے ولی نے کسی قاصد، یا خط کے ذریعہ وکیل بنایا ہو:

سوال: ایک شخص نے ایک شخص کو زبانی کہا کہ ہم سفر میں جا رہے ہیں تم فلاں شخص کو کہو کہ میری لڑکی کا نکاح کوئی تاریخ اچھی مقرر کر کے فلاں سے اتنے دین مہر پر پڑھا دے۔ اس کہنے کے وقت دوسرا کوئی نہ تھا، پھر ایک خط بھی اسی کے نام سے اسی مضمون کی تاکید میں تھا تو یہ تیسرا شخص دوسرے شخص کے کہنے پر نکاح پڑھا سکتا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں تیسرے شخص کی وکالت درست ہے اور اس کا نکاح پڑھانا درست ہے اور یہ دوسرا شخص رسول بالتوکیل ہوگا اور یہ جائز و درست ہے۔ البحر الرائق میں ہے:

"**ويثبت العلم إمّا بالمشافهة أو الكتاب إليه أو الرسول إليه**". (كتاب الوكالة: ۱٤٠)(۱) فقط اللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۰؍محرم الحرام ۱۳۴۲ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۱۰۱-۱۰۲)

نکاح بذریعہ وکیل یا بذریعہ خط:

سوال: لڑکا اور لڑکی اپنی مرضی سے خفیہ طور پر نکاح کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ کیا دونوں کا ایک ہی دن نکاح ہونا ضروری ہے، یا دو چار دن کا وقفہ ہو سکتا ہے، مثلاً ایک کا نکاح پیر کے دن ہوا اور دوسرے کا جمعرات کے دن ہو؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

اگر مجلس میں دونوں موجود ہوں، یا ایک موجود اور دوسرے کی طرف سے کوئی وکیل موجود ہو، تب بھی کافی ہے، دو مجلس کی ضرورت نہیں اور یہی صورت مناسب اور بہتر ہے، یا مثلاً لڑکی اپنی طرف سے لڑکے کو وکیل بنا دے کہ میرا نکاح اپنے سے اتنے مہر پر کر لیں اور لڑکا گواہوں کے سامنے کہے کہ فلاں لڑکی نے مجھے وکیل بنایا ہے، لہٰذا اس کا نکاح اپنے سے میں نے کر لیا، تب بھی صحیح ہو جائے گا۔ (۲) اگر لڑکی نے خط کے ذریعہ ایجاب کیا اور لڑکے نے خط پہونچنے پر گواہوں کے سامنے وہ خط پڑھ کر سنایا اور ان کے سامنے ہی قبول کر لیا، تب بھی صحیح ہو جائے گا۔ (۳) دونوں کا نکاح آپس میں ہوا اور پھر دو تین دن کے وقفہ سے ہو، یہ صورت سمجھ میں نہیں آتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۳/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۳۳)

---

(۱) البحر الرائق: ۱۵۳/۷، طبع أولى مطبع علمية بيروت

(۲) "وينعقد بإيجاب من أحد هما وقبول من الآخر ... كزوجت نفسي أو بنتي أو مؤ كلتي منك". (الدر المختار)
(قوله: كزوجت نفسي أشار إلى عدم الفرق بين ألا يكون الموجب أصيلاً أو ولياً أو وكيلاً". (رد المحتار، كتاب النكاح: ۹/۳، سعيد)

(۳) "فإنه قال: ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب، وصورته: أن يكتب إليها يخطبها، فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقرأته عليهم، وقالت: زوجت نفسي منه أما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان لا ينتعقد، الخ". (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب: التزوج بإرسال كتاب: ۱۲/۳، سعيد)

نکاحِ غائب میں توکیل کی صورت:

سوال (۱) زاہد امریکہ میں ہے اور زاہدہ افریقہ میں ہے، زاہد امریکہ میں رہتے ہوئے زاہدہ کی عدم موجودگی میں زاہدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ مجلس نکاح کیسے قائم کی جائے؟ اور جواز کی کیا صورت ہے؟

(۲) دوسرا مسئلہ اس کے برعکس ہے یعنی محمود امریکہ میں ہے اور محمود افریقہ میں ہے، مجلس نکاح کہاں پر قائم ہوگی، ایجاب وقبول کی طرفین میں کیا شکل ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) زاہد زبانی، یا تحریری کسی کو اپنا وکیل بنادے کہ وہ زاہدہ کی طرف سے ایجاب ہوا اور زاہد کا وکیل زاہد کے لیے قبول کرے، پس نکاح منعقد ہو جائے گا، حاضرین مجلس گواہ ہوں گے۔ (شامی اور خانیہ میں تفصیل مذکور ہے) (۱)

(۲) اس کی بھی یہی صورت ہے، جو نمبر:۱، میں ہے، خواہ شوہر کے مقام پر ہو اور زوجہ کی طرف سے وکیل ہو، یا اس کا برعکس ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۳/۳/۲۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۴۱)

بیرونِ ملک میں مقیم لڑکے کے نکاح کے لیے اپنے والد کو مختار بنانا:

سوال: میں کنیڈا میں بوجہ تعلیم مقیم ہوں، میری شادی کے سلسلہ میں والد نے لکھا تو میں نے جواباً لکھا: بذریعہ ٹیلیفون نکاح کر دوں، جب کہ اور بہت سے لڑکوں کے ہوتے ہوئے ہیں۔ ایک مولوی صاحب کے بتلانے پر کہ مختار نامہ منگا لیا جائے تو میں نے ایک بیرسٹر سے مختار نامہ لے کر اور پاکستان ہائی کمشنر سے تصدیق کرا کر والد کو بھجوا دیا، میں نے اپنے والد صاحب کو لکھا کہ نکاح پڑھنے کے بعد جب اقرار لیویں تو آپ میری طرف سے اقرار کرلیں کہ یہ رشتہ میرے لڑکے کو منظور ہے اور میں اس کا اقرار کرتا ہوں۔

مذہب اور مختار نامہ کی رو سے مولوی صاحب نے نکاح پڑھنے کے بعد چند شہادتوں کے میرے والد سے قبولیت کا اقرار لیا اور مجھے ابا جان نے ٹیلی گرام سے مبارکبادی اور میرے والد صاحب نے بطورِ مختاری نکاح نامہ پر دستخط کئے،

---

(۱) "فإنه قال: ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب، وصورته :أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب،أحضرت الشهود وقرأته : زوجت نفسي منه ، أما لو لم تقل بحضر تهم سوى زوجت نفسي من فلان، لاينعقد". (رد المحتار، كتاب النكاح،مطلب:التزوج بإرسال كتاب:۱۲/۳،سعيد)

فتاویٰ قاضی خان على هامش الفتاویٰ العالمگیرية،كتاب النكاح، الباب الأول فيما انعقاد النكاح، الفصل الأول: ۳۲۶/۱،رشيديه ،وكذا في مجمع الأنهر،كتاب النكاح: ۳۲۰/۱،دارإحياء التراث العربی بیروت،وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح:۱۴۸/۳،رشيديه)

میرے گھر میں سے دس ۱۰/ رکوکنیڈا پہونچ رہی ہیں۔ میری بیوی کوتایا کہتے پھرتے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں؛ کیوں کہ لرکا یہاں نہیں تھا، براہ کرم بتلا دیں کہ یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جب کہ آپ نے والدصاحب کو اپنی طرف سے مختار بنادیا، انہوں نے مجلسِ نکاح میں گواہوں کے سامنے آپ کی طرف سے قبول کیا تو نکاح بالاتکلف درست ہوگیا، کوئی شبہ اور تردد نہ کریں۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۴۱/۱۱)

وکیل کے ذریعے تحریری ایجاب سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا مجلس نکاح میں فریقین کا حاضر ہونا اورزبانی ایجاب وقبول کرنا ضروری ہے، یا نہیں؟ اگر کسی کی طرف سے مجلس نکاح میں تحریری صورت میں بغیر اس کے موجودگی کے ایجاب پیش کیا جائے اور فریق ثانی گواہوں کے سامنے اس ایجاب کو قبول کرلے تو کیا اس سے نکاح منعقد ہوجائے گا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

اگر چہ بہتر یہ ہے کہ دونوں عاقدین، یا ان کے وکلاء مجلس نکاح میں موجود ہوں؛ لیکن اگر کوئی فریق خود، یا اس کا وکیل نہ ہو؛ مگر اس کی طرف سے ایجاب مستند تحریری شکل میں موجود ہو اور فریق ثانی گواہوں کی موجودگی میں قبول کا اظہار کرے تو نکاح درست ہوگا۔

قال العلامة الكاساني: ولو أرسل إليها رسولاً وكتب إليها بذلك كتابًا فقبلت بحضرة شاهدين سمعا كلام الرسول وقرأة الكتاب جاز ذلك لاتحاد المجلس من حيثُ المعنى. (بدائع الصنائع، فصل: أما شرائط النكاح: ۲۳۳/۲)

وفي الهندية: ولو أرسل إليها رسولاً وكتب اليها بذٰلك كتاباً فقبلت بحضرة الشاهدين سمعا كلام الرسول وقرأة الكتاب جاز ذٰلك لا تحادالمجلس من حيث المعنى. (الفتاوٰی الهندية: ۲٦۹/۱، كتاب النكاح. باب الأوّل) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۱۳/۴)

---

(۱) "ثم النكاح كما ينعقد بهذه الألفاظ بطريق الأصالة ينعقد بها بطريق النيابة بالوكالة والرسالة؛ لأن تصرف الوكيل كتصرف المؤكل، وكلام الرسول كلام المرسل، والأصل فى جواز الوكالة فى باب النكاح ماروى: "أن النجاشى زوج رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أم حبيبه رضى اللّٰه عنها". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل فى ركن النكاح: ۳۲۲/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

"(قوله: كز وجت نفسى) أشار إلى عدم الفرق بين أن يكون الموجب أصيلاً، أو وليا أو كيلاً". (رد المحتار، كتاب النكاح: ۹/۳، سعيد)

نکاح نامے پر صرف دستخط:

سوال: وکیل اور گواہان لڑکی کے پاس گئے اور موجودہ قوانین کے مطابق صرف نکاح نامے کے رجسٹر پر لڑکی کا دستخط لے لیا، وکیل نے لڑکی سے کوئی بات نہ کہی، نہ لڑکے کا نام لیا، نہ مہر کی رقم بتائی، نہ خود کو وکیل گردانا، نہ نکاح پڑھانے کی اجازت لی، صرف دستخط لے کر نکاح خواں کے پاس لوٹ آئے اور دونوں گواہوں نے بھی صرف دستخط کرتے ہی دیکھا، سنا کچھ بھی نہیں اور ایسی ہی حالت میں نکاح خواں نے بھی بغیر گواہوں سے دریافت کئے نکاح پڑھ دیا اور لڑکی بھی رخصت ہوکر سسرال چلی گئی، کیا شرعاً نکاح ہوگیا؟ اور اگر نہیں ہوا تو کیا صورتِ حال سامنے آئے گی؟

الجواب ــ

نکاح کے فارم میں یہ ساری تفصیلات درج ہوتی ہیں، جنہیں پڑھ کر لڑکی نکاح کی منظوری کے دستخط کرتی ہے، اس لیے اجنبی کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ (۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶/۱۲۱)

توکیل واجازتِ نکاح کے بعد دستخط سے مکر جانا:

سوال: ہندہ نے دو شوال ۶۲/۱۳ھ، کی شب کو دو شاہدوں کے روبرو رجسٹر نکاح خوانی سرکاری پر انگوٹھا اپنی رضا سے لگا دیا، بعد ازاں جب ورثہ ہندہ کو واقعہ معلوم ہوتا ہے تو حلفیہ بیان کرتی ہے کہ نہ میرا انگوٹھا ہے، نہ کسی کاغذ پر دستخط کئے ہیں اور نہ نکاح کی اجازت دی ہے تو کیا اس صورت میں اس کا انکار عند الاحناف معتبر ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جب شرعی گواہ موجود ہیں کہ ہندہ نے ہمارے سامنے رجسٹر نکاح خوانی پر دستخط کئے ہیں اور اس نکاح پر رضامندی ظاہر کردی تو اب اس کا انکار شرعاً معتبر نہیں۔

"أمرأة وكلت رجلاً بأن يزوجها من نفسه، فقال: زوجت فلانة من نفسي، يجوز، وإن لم تقل: قبلت، كذا في الخلاصة". (ص: ۱/۲۹۵) (۲)

"ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب، وصورته: أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقرأته عليهم، وقالت: زوجت نفسي منه، أو تقول: إن فلاناً كتب إلي يخطبني، فأشهدوا أني زوجت نفسي منه، أما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان، لا ينعقد؛ لأن سماع الشطرين شرط صحة النكاح، وبأسماعهم الكتاب أو التعبير عنه منها قد سمعوا الطرين، بخلاف ما إذا انتفيا، قال في المصفى: هذا: أي

---

(۱) والعلم للوكيل بالتوكيل (إلى قوله) ويثبت العلم أما بالمشافهة أو الكتاب إليه. (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۷/۱۴۰)

(۲) الفتاویٰ العالمگیرية، الباب السادس في الوكالة بالنكاح وغيرها: ۱/۲۹۵، رشيديه

الخلاف إذا كان الكتاب بلفظ التزوج ، أما إذا كان بلفظ الأمر ، كقوله: زوجني نفسك مني، لا يشترط إعلامها الشهود بما في الكتاب، لأنها تتولى طرفي العقد بحكم الوكالة، آه". (رد المحتار: ۲/۲۰۹)(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ الجواب صحیح: سعید احمد، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/صفر ۱۳۶۳ھ۔ صحیح: عبد اللطیف، سہارنپور، ۱۴/صفر ۱۳۶۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۳۴)

اجازت و دستخط کے بعد انکار:

سوال: ایک عاقلہ بالغہ عورت اپنے ایک رشتہ دار کو جس کو وہ چچا کہتی ہے کہ چچا جی میرا نکاح فلاں سے کرا دو؛ کیوں کہ والدین کی طرف سے اس کے ساتھ میری نسبت کی ہوئی ہے، اب غیر جگہ جہاں میں منظور نہیں کرتی، بطمع زر کرنا چاہتے ہیں۔ اس گفتگو کے تقریباً ۴/۳۰ گھنٹے بعد مسماۃ کے منسوب جس کے ساتھ وہ جہاں نکاح رکھتی ہے، وہ اس کے پاس جاتا ہے اور اس حالت میں کہ وہ دونوں ہیں اور کوئی نہیں مسماۃ اس کو کہتی کہ میں بخوشی اجازت دیتی ہوں کہ روبرو گواہوں کے نکاح کرلو اور یہی لفظ مرد تحریر کرتا ہے اور عورت دستخط کر دیتی ہے اور ایک پرچہ تحریر کرتا ہے کہ فلانی کی فلاں سے ۵۰/روپے حق مہر میں منظور ہے تو روبرو دو گواہوں کے اپنے ساتھ نکاح کرلو، جس کے نیچے وہ تحریر کرتی ہے: فلانی دل سے راضی ہوں۔ اس کے بعد مسماۃ کے چچا کو جس کو وہ چچا کہتی ہے اور ایک دوسرے شخص کے سامنے اس نے دونوں کاغذ دکھلا دیئے اور کہا: میں اپنا نکاح کرتا ہوں، ۵۵/روپے بمدِ مہر ہیں اور قبول کرتا ہوں۔ تینوں مسماۃ کے گھر چلے گئے اور ناکح نے اندارج رجسٹر کرلیا اور شاہدین سے پوچھتا تو اس نے کہا: ہاں میں نے اجازت دی ہے۔ مسماۃ نے نشان انگوٹھا لگا دیا اور شاہدین نے دستخط کر دیئے؛ مگر جب مسماۃ کے ورثہ کو علم ہوا تو اس نے انکار کر دیا کہ میں نے ہرگز اجازت نہیں دی اور نہ دستخط کیے۔ آیا یہ انکار معتبر ہے، یا نہیں؟ ناکح شرعاً کیا کرسکتا ہے؟ تھوڑی دیر کے بعد چچا اور دوسرے شخص نے پوچھا کہ نشان وغیرہ تم نے کیا، اس نے ہاں کہا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

صورت مسئولہ میں جب کہ مسماۃ نے دو گواہوں کے سامنے اجازت و رضامندی کا اقرار کیا اور رجسٹر نکاح خوانی پر دستخط کر دیئے ہیں تو شرعاً نکاح صحیح ہوگیا، اب انکار سے کچھ نہیں ہوتا، (۲) البتہ دو گواہ عادل نہ ہوں اور شرعاً مردود الشہادۃ ہوں تو ان کی گواہی سے قضاء نکاح کا ثبوت نہیں ہوگا اور مسماۃ کا انکار اس وقت معتبر ہوگا۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/جمادی الثانیہ ۱۳۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف غیرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۳۶)

---

(۱) ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب: التزوج بإرسال كتاب: ۳/۱۲-۱۳، سعيد

(۲) "فإنه قال: ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب ، وصورته : أن يكتب إليها يخطبها، فإذا بلغها الكتاب،==

بالغہ عورت اگر غیر ولی کے اجازت طلب کرنے پر سکوت اختیار کرے، جب کہ غیر ولی نے خود کو عورت کے ولی کا رسول، یا وکیل ظاہر نہ کیا ہو، اس صورت میں لڑکی کا سکوت اذن سمجھا جائے گا، یا نہیں:

سوال (۱) ایک شخص سے ولی نے کہا کہ جاؤ لڑکی سے جو بالغہ باکرہ ہے، نکاح کی اجازت لے آؤ اور اس کے کان میں یہ بات ڈال دو کہ تیرا نکاح فلاں شخص سے کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں یہ شخص ولی کا وکیل ہوگا، یا رسول؟

(۲) اگر یہ شخص جا کر لڑکی سے اتنا ہی کہہ دے کہ تیرا نکاح فلاں سے کرتے ہیں، یہ نہیں کہا کہ مجھے ولی نے بھیجا ہے، یا میں اس کی طرف سے وکیل، یا رسول ہو کر آیا ہوں اور لڑکی نے اس کی بات سن کر سکوت کیا تو اس صورت میں لڑکی کا سکوت معتبر ہے، یا نہیں؟ اور یہ سکوت اجازت پر محمول ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

قال الشامی بعد تفصیل الفرق بین الوکیل والرسول: "وحاصله أنه یصیر وکیلاً بألفاظ الوکالة ویصیر رسولاً بألفاظ الرسالة وبالامر؛ لکن صرح فی البدائع أن: افعل کذا وأذنت أن تفعل کذا، توکیل، ویؤیده ما فی الولوالجیة، فذکره، ثم قال: وأفاد أنه لیس کل أمر توکیلا بل لا بد مما یفید کون فعل المأمور بطریق النیابة عن الأمر فلیحفظ،آه". (٦١٧/٧)(۱)

وفی البحر: "لأن الرسالة لا تتضمن الوکالة لأنها فوقها،آه". (١٤٨/٧) (۲)

چوں کہ ولی کا یہ قول کہ "جاؤ، لڑکی سے اجازت نکاح لے آؤ، یا اس کے کان میں یہ بات ڈال دو" محتمل ہے وکالت اور رسالت دونوں کو اور کوئی لفظ صریح موجب توکیل موجود نہیں بجز امر کے اور امر محتمل طرفین ہے؛ اس لیے اس کلام کو رسالت پر محمول کرنا لازم ہے؛ کیوں کہ وہ ادنیٰ ہے، **الأدنی هو المتیقن.**

== أحضرت الشهود،وقرأته علیهم،وقالت: زوجت نفسی منه، أو تقول: إن فلاناً کتب إلی یخطبنی فاشهدوا أنی زوجت نفسی منه، أما لو لم تقل بحضر تهم سوی زوجت نفسی من فلان ،لا ینعقد؛لأن سماع شطرین شرط صحة النکاح، وبإ سماعهم الکتاب أو التعبیر عنه منها قد سمعوا الشطرین، بخلاف ما إذا انتفیا،قال فی المصفی: هذا: أی الخلاف إذا کان الکتاب بلفظ التزوج،أما إذا کان بلفظ الأمر، کقوله: زوجنی نفسک منی،لا یشترط إعلامها الشهود بما فی الکتاب؛لأنها تتولی طرفی العقد بحکم الوکالة،الخ". (ردالمحتار، کتاب النکاح،مطلب: التزوج بإرسال کتاب: ١٢/٣ـ١٣،سعید)

"ولا المحدود فی القذف وإن تاب ، لقوله تعالیٰ: ﴿ولا تقبلوا لهم شهادة أبداً﴾الخ". (الهدایة،باب من یقبل شهادته ومن لا یقبل: ١٦٠/٣،إمدادیه ملتان)

صفحه هذا:

(۱) ردالمحتار، کتاب الوکالة: ٥٠٩/٥،دارالفکر بیروت،انیس

(۲) البحر الرائق، کتاب الوکالة: دارالکتاب الإسلامی بیروت،انیس

(۲) اگر اس شخص نے لڑکی سے جا کر اپنی وکالت، یا رسالت کا اظہار نہیں کیا تو اس کے قول کو سن کر لڑکی کا سکوت کرنا مفید اذن نہ ہوگا۔

قال الشامی:"فالرسول لا بد له من إضافة العقد إلى مرسله لمامر عن الدرر من أنه معبّر وسفير بخلاف الوكيل، فإنه لا يضف العقد إلى المؤكل إلا فی مواضع كالنكاح والخلع والهبة والرهن ونحوها، فإن الوكيل فيها كا لرسول،حتى لو أضاف النكاح لنفسه كان له،آه.(٦١٧/٤)(۱)

وفی البحر تحت قول الكنز (وفيما يضيفه إلى المؤكل كالنكاح والخلع والصلح عن دم العمد أو أن إنكار يتعلق بالمؤكل فلا يطالب وكيله بالمهر ووكيلها بتسليمها) ما نصه:أی والحقوق فی كل عقد يستغنی الوكيل عن إضافته إلى مؤكله لأن الوكيل فيها سفير محض، الاترى أنه لا يستغنی عن اضافته العقد إلى المؤكل ولو أضافه إلى نفسه كان النكاح له، فصار كالرسول وهذا لأن الحكم فيها لايقبل الفصل عن السبب لأنه إسقاط فيتلاشی فلا يتصور صدوره من شخص و ثبوت حكمه لغيره فكان سفيراً (إلى أن قال) وأشار بالكاف فی قوله كالنكاح إلى بقية أفراد هذا النوع ولذا قال فی الهداية:من اخواته العتق على مال والكتابة والهبة وكذا إذا كان الوكيل من جانب الملتمس،آه.(١٥٢/٧)(۲)

قال ابن عابدين فی حاشية البحر:وكذا بقية الصور الآتية يقول الوكيل من جهة طالب التملک:هب فلا نا أو تصدق عليه أو أعره أو أودعه أو ارهن عنده،كذا أو أقرضه كذا،ولو قال: هبنی أو تصدق علیَّ أو أعرنی،الخ، يقع له، لا للمؤ كل،آه، (إلى أن قال) فعلى هذا قولهم: التوكيل بالاستقراض باطل، معناه أنه فی الحقيقة رسالة لا وكالة، فلو أخرج الكلام مخرج الوكالة لم يصح، بل لابد من إخراجه مخرج الرسالة،كما قلنا،وبه علم أن ذلک غير خاص بالاستقراض، بل كل ما كان تمليكا إذا كان الوكيل من جهة طالب التملک،لامن جهة المملک (أی يعم) فإن التوكيل بالإقراض والإعارة صحيح لا بالإستقراض والإستعارة، بل هو رسالة، هذا ما ظهر لی،فتأمله.(ص:١٥٢)(۳)

قلت:وفی الصورة المسئولة لم يوجد مايدل على كون هذا الأجنبی وكيلا، كما قلنا فی الجواب الأول وإن سلمنا أن الأمر فيه يدل على التوكيل فهو وكيل من جانب الملتمس أی من جهة طالب التملک وقد عرفت أن التوكيل بطلب التملک لا يصح،بل هو رسالة وقد تقدم أن الرسول لا بد له من إخراج الكلام مخرج الرسالة وإلا لا يكون رسولاً وإذا لم يكن رسولا لم يكن طالبا للإذن من

---

(۱) ردالمحتار،كتاب الوكالة:٥٠٩/٥،دارالفكربيروت،انيس

(۲) البحرالرائق،كتاب الوكالة:١٥١/٧-١٥٢،دارالكتاب الإسلامی بيروت،انيس

(۳) منحة الخالق على البحرالرائق،كتاب الوكالة:١٥٣/٧،دارالكتاب الإسلامی بيروت،انيس

جهة الولي، بل من جهة نفسه وهو إذن اجنبي محض فلايكون سكوت البنت علم الرضا لكونه سكوتا بعد كلام الأجنبي معها لا كلام رسول الولي والله تعالى أعلم وعلمه أتم وأحكم

۲۷/صفر ۱۳۴۶ھ (امدادالاحکام: ۳/۳۵۳)

حکم بایجاب وکیل بالفاظ اذن دادہ است:

بعونہ تعالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت تاج العلماء سراج الفضلاء مدظلہ العالی

سوال: شرائط ملازمانہ وضوابط تلازمانہ بجا آوردہ بعد عرض ملازمان ثریا مکان برساند کہ محمد رشید احمد وکیل زبیدہ خاتون مع دو شاہد عادل بحضار مجلس درآمدہ ناطق شدہ زبیدہ خاتون دختر محمد نصیر احمد یک ہزار روپیہ مہر متعین نمودہ بمعرفت من نزج اسد اللہ کہ پسر از الفاظ ایجاب است، یا نہ براہین قاطعہ بزیر کلک نادر سلک آوردہ این ہیچمداں را سرفراز دارین فرمایند زیادہ آفتاب عنایت درخشان باد الی یوم التناد؟

الجواب ـــ

لفظ اذن نکاح دادہ از الفاظ ایجاب نکاح نیست؛ بلکہ مشعر از توکیل است پس تکلم وکیل بلفظ انشاء لازم بود چون وکیل بعد از ان تکلم بلفظ انشاء نکردہ ایجاب محقق نہ شدہ۔ پس تجدید نکاح لازم است واگر در عرف سائل اذن نکاح بمعنی انشاء نکاح مستعمل است سوال باردیگر کردہ باید۔ واللہ تعالی اعلم

۱۷/رمضان ۱۳۴۷ھ (امدادالاحکام: ۳/۳۵۳)

وکیل بالنکاح کا دوسرے کو اپنا وکیل بنانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا نکاح میں وکالت علی الوکالت جائز ہے؟ یعنی لڑکی نے ایک شخص کو اپنی طرف سے نکاح کا وکیل بنایا، پھر اس وکیل نے کسی دوسرے شخص کو اس لڑکی کے نکاح کا وکیل بنا دیا اور یہ تیسرا شخص اس لڑکی کا نکاح کرادے تو کیا شرعاً یہ نکاح جائز اور درست ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

وکیل بالنکاح اپنی طرف سے دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا؛ لیکن اگر وکیل بنا دیا اور دوسرے نے اصل وکیل کی موجودگی میں نکاح پڑھایا تو یہ نکاح وکالۃً منعقد ہوجائے گا اور اس میں کوئی خرابی نہیں رہے گی، البتہ اگر وکیل اپنی جگہ دوسرے کو وکیل بنا کر خود مجلس سے غیر حاضر رہا اور اس کی غیر موجودگی میں نکاح پڑھایا گیا، تو یہ نکاح وکالۃً منعقد نہیں ہوگا؛ بلکہ فضولی کے طور پر منعقد ہوگا اور بعد میں اگر لڑکی اس پر کسی بھی طرح رضامندی ظاہر کردے، یا بخوشی رخصت ہوکر شوہر کے گھر چلی جائے تو انجام کار یہ نکاح نافذ ہوجائے گا۔

الوكيل بالتزويج ليس له أن يؤكل غيره، فإن فعل فزوج الثاني بحضرة الأول جاز. (الفتاویٰ الهندية: ۲۹۸/۱، زكريا)

كل عقد صدر من الفضولي وله قابل يقبل، سواء كان ذلك القابل فضوليا آخر أو وكيلا أو أصيلا انعقد موقوفا، هٰكذا في النهاية. (الفتاویٰ الهندية: ۲۹۹/۱، زكريا)

وتثبت الإجازة لنكاح الفضولي بالقول والفعل كذا في البحر الرائق. (الفتاویٰ الهندية: ۲۹۹/۱، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۸/۲۳ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۴۳/۸-۳۴۴)

عاقدین کی طرف سے وکیل بننا، نیز وکیل کا موکلہ سے اپنا نکاح کرنے کا حکم:

سوال: ہمارے علاقے میں ایک نکاح اس طرح کیا گیا کہ لڑکا اور لڑکی دونوں غیر ملک برطانیہ میں مقیم تھے، وہاں تعلیم کے حصول کے لیے گئے ہوئے تھے، لڑکی کا تو باپ وکیل ہوتا ہے، لڑکے نے بھی اپنا وکیل بنا دیا، لہٰذا دونوں کے وکیلوں نے یہاں ان کا نکاح ایک تقریب منعقد کر کے اس میں کرا دیا، ان دونوں سے بذریعہ ٹیلیفون رابطہ تھا۔ آیا یہ نکاح منعقد ہو گیا؟ کیا دلہا، یا دلہن میں سے کسی ایک کا موقع پر موجود ہونا ضروری نہیں؟ وکیل بنانے کی تفصیلات تحریر فرما دیں؟ نیز لڑکی کا وکیل اپنے آپ سے لڑکی کا نکاح کر سکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

دونوں سوالوں کے جواب درج ذیل ہیں:

(۱) نکاح میں لڑکا اور لڑکی دونوں کو اپنا وکیل بنانے کا اختیار ہے، لہٰذا اگر دونوں کے وکیل عقدِ نکاح کو انجام دے دیں تو بھی نکاح منعقد ہو جائے گا؛ بلکہ نکاح میں تو اگر لڑکا اور لڑکی دونوں کسی ایک شخص مثلاً سلیم کو وکیل بنا دیں اور وہ شخص (سلیم) لڑکے اور لڑکی کی طرف سے ایجاب وقبول کر دے تو یہ بھی جائز ہے۔ نیز دُلہا خود بھی دلہن کا وکیل بن کر اپنے آپ سے اس کا نکاح کرا سکتا ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں چوں کہ دونوں کے وکیلوں نے یہ عقد کرایا ہے، لہٰذا یہ نکاح صحیح ہے اور دولہا، یا دلہن کا موقع پر موجود ہونا ضروری نہیں؛ لیکن ہر جواز کی صورت میں دو گواہوں کا موقع پر موجود ہونا لازمی ہے۔

(۲) آپ کا دوسرا سوال یہ ہے کہ وکیل اپنے آپ سے نکاح کرا سکتا ہے، یا نہیں؟ اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ دیکھا جائے گا کہ لڑکی نے وکیل کو کیا الفاظ بولے ہیں، اگر لڑکی نے یہ کہا ہو کہ ''آپ اپنے آپ سے میرا نکاح کرا دو'' (یا اس جیسا کوئی جملہ جس میں وکیل سے نکاح پر دلالت ہو) تو پھر وکیل اپنے آپ سے نکاح کرا سکتا ہے؛ لیکن اگر لڑکی نے یہ بولا کہ ''کسی شخص سے میرا نکاح کرا دو''، یعنی جملہ مطلق ہو اور وکیل کا ذکر نہ ہو تو پھر وکیل اپنے آپ

سے نکاح کرانے میں بااختیار نہ ہوگا اور اگر اپنے آپ سے نکاح کرادیتا ہے تو یہ نکاح نافذ نہ ہوگا (بلکہ لڑکی کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر لڑکی اجازت دیدے تو صحیح ہوجائے گا وگرنہ کالعدم ہوگا)۔

لمافي البحر الرائق (٣/ ٢٤٠): لو وكلته بتزويجها من رجل فزوجها من نفسه لم يجز لأنها إمرأته بالتزويج من رجل نكرة وهو معرفة بالخطاب والمعرفة لا تدخل تحت النكرة.

وفي الدرالمختار (٣/ ١٤): ومن شرائط الايجاب والقبول اتحاد المجلس لوحاضرين.

وفي الدر المختار (٣/ ٩٦): (ويتولى طرفي النكاح واحد) بإيجاب يقوم مقام القبول في خمس صور كأن كان وليا أو وكيلا من الجانبين أوأصيلا من جانب ووكيلا أو ولياً من آخر أو ولياً من جانب ووكيلا من آخر كزوجت بنتي من موكلي. (نجم الفتاویٰ: ۵/ ۸۴-۸۵)

غیرمحرم کا وکیل بن کر اجازت لینے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ برادری کے معزز لوگوں نے ایک صاحب اولاد نمازی ایماندار باشرع کو نکاح میں وکالت کے لیے منتخب کیا، وکیل صاحب مع دو گواہوں کے لڑکی کے مکان پر جاتے ہیں اور اجازت لے کر گھر میں داخل ہوتے ہیں، قریش برادری میں دولہن سے نکاح کی اجازت لیتے وقت بے پردہ ہوتی ہے اور دیگر لڑکیاں بھی بے پردہ ہوتی ہیں، وکیل صاحب لڑکی سے نکاح کی اجازت لے کر نیچی نظروں سے باہر آکر نکاح خواں کو آگاہ کرتے ہیں۔ وکیل صاحب کا یہ عمل جائز ہے، یا ناجائز؟

(المستفتی: محمد حنیف، اصالت پورہ، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

پوری برادری کے لیے ایک ہی شخص کو وکیل مقرر کرنا جائز نہیں؛ کیوں کہ وہ ہر عورت کا محرم نہیں ہوسکتا، لہٰذا مرد کے لیے غیرمحرم عورتوں کے مجمع میں جاکر غیرمحرم عورت سے بات چیت کرنا جائز نہیں، ایسا شخص شرعاً فاسق ہے؛ اس لیے اجازت کے لیے جب تک محرم مرد موجود ہو، غیرمحرم مرد کا وکیل بن کر اجازت لینے کے لیے عورتوں کے مجمع میں جانا جائز نہیں، لہٰذا لڑکی کا محرم مرد ہی اجازت لینے کے لیے جایا کرے۔

عن ابن عباس رضى الله عنهما، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: لا يخلون رجل بامرأة، إلا مع ذى محرم. (الحديث) (صحيح البخاري، كتاب النكاح باب لايخلون رجل بامرأة إلا مع ذومحرم، والدخول على المغيبة، النسخة الهندية: ٧٨٧/٢، رقم: ٥٠٣٧، ف: ٥٢٣٣)

فإن خاف الشهوة، أوشك امتنع نظرهُ إلى وجهها، فحل النظر مقيد بعدم الشهوة، وإلا فحرام وهذا في زمانهم، وأما في زماننا، فمنع من الشابة إلا النظر لا المس لحاجة كقاض، وشاهد يحكم ويشهد عليها لا لتتحمل الشهادة في الأصح.

وفی الشامیة: لأنه یوجد من لا یشتهی فلا ضرورة. (شامی، کتاب الحظر والإباحة،زکریا دیوبند: ۵۳۲/۹، کراچی: ۳۷۰/۶،وهٰکذا فی البحر الرائق، کوئٹه:۱۹۲/۸، زکریا دیوبند:۳۵۲/۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ،۱۲؍رجب المرجب ۱۴۱۹ھ (فتویٰ نمبر:الف ۳۴؍۵۵۵۸)

الجواب صحیح:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۲؍۷؍۱۴۱۹ھ۔(فتاویٰ قاسمیہ:۱۳؍۸۰-۸۱)

نکاح کا وکیل نامحرم ہوسکتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے مجلس نکاح میں موبائل فون پرلڑکی سے ایجاب وقبول کروایا تو کیا موبائل فون پرایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے، یانہیں؟

(۲) لڑکی کے لیے اپناوکیل اور گواہ محارم میں سے مقرر کرنا ضروری ہے، یاغیر محرم کوبھی نکاح کا وکیل اور گواہ بناسکتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

گواہوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ متعاقدین (یعنی نکاح کرنے والے مرد اور عورت) میں سے ہرایک کے الفاظ (یعنی ایجاب وقبول) کوایک ساتھ سنیں، نیز متعاقدین اور گواہوں کی مجلس بھی ایک ہونی چاہیے، اگر مجلس ایک نہ ہوتو نکاح منعقد نہیں ہوتا، لہٰذا فون وغیرہ سے جوایجاب وقبول کیا جاتا ہے، اس سے مجلس ایک نہ ہونے کی وجہ سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، چناں چہ اگر متعاقدین دور دراز علاقہ میں ہوں تو نکاح کی بہتر صورت یہ ہے کہ لڑکا کسی ایسے شخص کو جو لڑکی کے شہر میں رہتا ہو، وکیل بنادے اور وکیل اس کی جانب سے گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرے، نیز لڑکی کے لیے وکیل وگواہ غیر محرم بھی بن سکتے ہیں، البتہ نامحرم کولڑکی سے اجازت لینے کا وکیل بنانا خلافِ مروت ہے، بہتر یہ ہے کہ لڑکی کا محرم یاولی اقرب خود جا کرلڑکی سے اجازت لے۔

لما فی الخانیة علیٰ هامش الهندیة (۳۲۶/۱):ولو أرسل الرجل وسولاً إلیها أو کتب إلیها کتاباً أنی تزوجتک علی کذا فقبلت بحضرة الشاهدین إن سمعا کلام الرسول أو قرأ الکتاب علیهما فقبلت جاز.

وفی الهندیة (۲۶۸/۱):رجل بعث أقواما لخطبة امرأة إلی والدها فقال الأب زوجت وقبل عن الزوج واحد من القوم لا یصح النکاح وقیل یصح النکاح وهو الصحیح وعلیه الفتوی، کذا فی محیط السرخسی.

لمافی فتاویٰ اللجنة الدائمة (۹۰/۱۸):س: إذا توفرت أرکان النکاح وشروطه إلا أن الولی والزوج کل منهما فی بلد، فهل یجوز العقد تلیفونیا أو لا؟

ج: نظراً إلی ما کثر فی هذه الأیام من التغریر والخداع، والمهارة فی تقلید بعض الناس

بعضا فی الکلام وإحکام محاکاۃ غیرهم فی الأصوات حتی إن أحدهم یقوی علی أن یمثل جماعة من الذکور والإناث صغارا وکباراً،ویحاکیهم فی أصواتهم وفی لغاتهم المختلفة محاکاۃ تلقی فی نفس السامع أن المتکلمین أشخاص،وما هو إلا شخص واحد،ونظرا إلیٰ عنایة الشریعة الإسلامیة بحفظ الفروج والأعراض،والاحتیاط لذلک أکثر من الاحتیاط لغیرها من عقود المعاملات، رأت اللجنة أنه ینبغی ألا یعتمد فی عقود النکاح فی الإیجاب والقبول و التوکیل علی المحادثات التلیفونیة تحقیقا لمقاصد الشریعة، ومزید عنایة فی حفظ الفروج والأعراض حتی لا یعبث أهل الأهواء ومن تحدثهم أنفسهم بالغش والخداع وباللّٰہ التوفیق، وصلی الله علی نبینا محمد وآله وصحبه وسلم. (نجم الفتاویٰ:۸۶/۵-۸۷)

اجنبی شخص وکیل نکاح بننے سے بھائی نہیں بنتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شادی کے دوران میں کسی بعید رشتہ دار کو وکیل نکاح بنانے کیلئے بھائی بنادیا جاتا ہےاوراس کے بعداس بہن سے رابطہ قائم کرتا ہےاس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

(المستفتی: نعیم الرحمٰن ارباب روڈ پشاور،۲رشعبان ۱۴۰۱ھ)

الجواب

یہ شخص اگراس عورت کے محارم سے نہ ہوتو وکیل نکاح بننے سے بھائی نہیں بنتا ہے، یہ اجنبی ہوتا ہےاس سے پردہ کرنا ضروری ہے یہ مضرات اور مفاسد سے بھرا ہوا جاہلانہ رسم ہے۔(۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲۸۲/۴)

بوقت نکاح بھائی بنانے کارواج غلط ہے:

سوال: یہاں کابل اور پشاور میں یہ دستور کہ ماں باپ موجود ہوں، یا نہ ہوں،نکاح کے وقت غیرآدمی کو بھائی بناتے ہیں،بغیراس کے نکاح نہیں کرتے اور ہمارے ہند کا یہ دستور ہے کہ ماں باپ خوداجازت دیں،یالڑکی خود ہوشیاری اوراجازت دے دونوں باتیں درست ہیں،یا کچھ فرق ہے؟

الجواب

جو ہمارے ملک کارواج ہے کہ نابالغہ کے لیےاس کےاولیا؛ یعنی باپ داداوغیرہ اجازت دیتے ہیں اور جولڑکی بالغہ ہوتو خوداس کے گوش گزار کیا جاتا ہے کہ تیرا نکاح فلاں شخص سے کیا جاتا ہے،اس پر وہ سکوت کرتی ہےاور یہ سکوت

(۱) قال عبد اللّٰہ النسفی: ﴿ذلکم قولکم بأفواهکم﴾ أی أن قولکم للزوجة هی أم وللدعی هوابن قول تقولونه بألسنتکم لا حقیقة له إذ الابن یکون بالولادة وکذا الأم ﴿واللّٰہ یقول الحق﴾ أی ما حق ظاهره وباطنه.(التفسیر النسفی:۳۳٤/۲،سورة الأحزاب،پارہ:۲۱، آیت:۵)

اجازت شرعاً بھی صحیح ہے اور ایسا ہی ہونا چاہیے، (۱) بھائی بنانے کی صورت فضول ہے اور اس کی کچھ اصل معلوم نہیں ہوتی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۶/۸-۴۷)

نامحرم لڑکی سے براہِ راست نکاح کی اِجازت لینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے محلّہ کی مسجد کے امام صاحب جب کہیں نکاح پڑھانے جاتے ہیں تو وکیل اور گواہوں کے ساتھ دولہن کے کمرہ تک خود بھی جاتے ہیں اور لڑکی سے وہ براہِ راست اِجازت لیتے ہیں، جب کہ وہ لڑکی کے لیے نامحرم ہیں، امام صاحب کو لڑکی کے کمرہ تک جانا اور کلمہ پڑھوانا، یا اقرار کرانا صحیح ہے؟ جب کہ وکیل اور گواہ قابلِ احترام اور باعزت ذمہ دار شخص ہوں، کچھ دن پہلے کی بات ہے کہ ایک نکاح کے وقت امام صاحب، وکیل اور گواہوں کے ساتھ خود بھی گئے، جس میں وکیل اور گواہوں میں ایک حاجی صاحب ذمہ دار اور پڑھے لکھے تھے، اُن کو یہ بات اچھی نہیں لگی، وہاں پر موجود لوگوں نے بتایا کہ یہ امام صاحب تو ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں، جس لڑکی کا نکاح ہو رہا تھا، وہ خود پڑھی لکھی اور صوم وصلوٰۃ کی پابند ہے، کیا امام صاحب کو ایسا کرنا چاہیے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

سنت یہ ہے کہ لڑکی کا ولی اور ذی رحم محرم ہی اس سے اِجازت لے اور کسی بھی نامحرم شخص کا وکیل بن کر براہِ راست لڑکی سے نکاح کی اِجازت لینا شریعت میں جائز نہیں ہے؛ بلکہ یہ بڑی بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے۔ پس امام صاحب کو نامحرم عورت سے اِجازت لینے خود جانا درست نہ ہوگا، اُنہیں یہ طریقہ ترک کردینا لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ: ۵۷/۱۱، ڈابھیل)

عن عطاء قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا خطب أحدًا من بناته جلس إلى جنب خدرها فقال: إن فلاناً يخطب فلانةً فإن سكتت زوجها، وإن طعنت بيدها، وأشار حفص بيده السبابة، أي تطعن في الخدر لم يزوجها. (المصنف لابن أبي شيبة: ۴۴۶۵/۳، رقم: ۱۵۹۶۴، دار الكتب العلمية بيروت)

ولا يجبر البالغة البكر على النكاح، فإن استأذنها هو الولي، وهو السنة، أو وكيله فسكتت أو ضحكت غير مستهزئة أو تبسمت أو بكت بلا صوت، فهو إذن. (شامي: ۱۵۹/۴، زكريا)

واستحسن الرحمتي ما ذكره الشافعية: من أن السنة في الاستيذان أن يرسل إليها نسوة ثقات ينظرن ما في نفسها، والأم بذٰلك أولى؛ لأنها تطلع على ما لا يطلع عليه غيرها. (الدر المختار، باب الولي: ۱۵۹/۴، زكريا)

وينظر من الأجنبية إلى وجهها وكفيها فقط للضرورة، وهٰذا في زمانهم، أما في زماننا فمنع من الشابة. (شامي: ۵۳۲/۹، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۲/۶/۱۷ھ۔ (کتاب النوازل: ۱۰۳/۸-۱۰۴)

---

(۱) (لاتجبر البالغة البكر على النكاح) لانقطاع الولاية بالبلوغ (فإن استأذنها هو) أي الولي وهو السنة (أو وكيله أو رسوله أو زوجها) وليها واخبرها رسوله أو فضولي عدل (فسكتت) عن رده مختارةً (فهو إذن). (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۱۰/۲-۴۱۱، ظفير)

اجنبی اور نامحرَم مردوں کولڑکی کے پاس وکیل بنا کر بھیجنا خلافِ غیرت ہے:

سوال: ہمارے یہاں رواج ہے کہ جب کسی گھر میں لڑکی کی منگنی کی جاتی ہے تو دس بیس آدمی، یا کم وبیش لڑکے کے گھر والوں کی طرف سے لڑکی والے کے گھر جاتے ہیں، ساتھ ہی کافی مقدار میں مٹھائی وغیرہ اور لڑکی کے لیے کئی جوڑے کپڑے اور جوتے، انگوٹھی لڑکی کو پہناتے ہیں، جو تھوڑی دیر کے بعد اُتار دیتے ہیں۔ اس کے بعد لڑکے کے والوں کی آمد و رفت خلافِ معمول کسی تکلف کے بغیر رہتی ہے، پھر شادی سے دو چار دن پہلے لڑکی کو کچھ مستورات لڑکے کے گھر سے آکر مایوں بٹھاتی ہیں اور لڑکی کے والدین لڑکی کے لیے جہیز وغیرہ بناتے ہیں۔ غرض مدعا یہ ہے کہ یہ سب باتیں ہوتی ہیں اور لڑکی کو اپنے رشتے اور نسبت کا پورا پورا علم ہوتا ہے اور وہ تمام معاملے میں خاموش رہتی ہے اور ان تمام باتوں کو لڑکی منظور کرتی ہے، اس کی صاف دلیل یہ ہے کہ لڑکی کسی بات پر انکار نہیں کرتی تو بوقتِ نکاح بعض حضرات لڑکی کے پاس اجازت کے لیے دو گواہ بھیجتے ہیں، جو کہ غیر محرَم ہوتے ہیں اور غیر محرَم عورتوں میں بلا جھجک جاتے اور لڑکے سے اجازتِ نکاح اور وکیل کا سوال کرتے ہیں، اکثر و بیشتر لڑکی خود نہیں بولتی، پڑوس والی عورتوں میں سے کوئی عورت کہہ دیتی ہے کہ لڑکی نے فلاں کو وکیل مقرّر کیا ہے، جب کہ لڑکی کا باپ، بھائی، چچا وغیرہ مجلس میں موجود ہوتے ہیں، بعض اوقات ایسے نام بھی وکالت کے لیے سامنے آتے ہیں، جن کی ولی اَقرَب کی موجودگی میں وکالت جائز بھی نہیں ہوتی، کیا یہ سب کچھ جائز ہے؟

الجواب

اجنبی اور نامحرَم لوگوں کا لڑکی کے پاس اجازت کے لیے جانا خلافِ غیرت ہے، معلوم نہیں لوگ اس خلافِ غیرت وحیا رسم کو کیوں سینے سے چمٹائے ہوئے ہیں؟ باپ لڑکی کا ولی ہے، وہی اس کی جانب سے نکاح کرنے کا وکیل اور مجاز بھی ہے، (۱) البتہ رشتہ طے کرنے اور مہر وغیرہ کے سلسلے میں لڑکی سے مشورہ ضرور ہونا چاہیے اور یہ مشورہ لڑکی کی والدہ اور دُوسری مستورات کے ذریعہ ہوسکتا ہے، (۲) اور آج کل تو نکاح کے فارم میں تمام اُمور کا اندراج ہوتا ہے، نکاح کے فارم پر دستخط کرنے سے لڑکی کی اجازت بھی معلوم ہوجاتی ہے؛ اس لیے اجنبی نامحرَم اَشخاص کو دُلہن کے پاس بھیجنے (اور ان کے دُلہن سے بے حجابانہ ملنے) کی رسم قطعاً موقوف کردینی چاہیے، شادی کی تیاری کے باوجود کنواری لڑکی کا اس پر خاموش رہنا اس کی طرف سے اجازت ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶/۱۲۱-۱۲۲)

☆☆☆

---

(۱) (الوالی فی النکاح) … (العصبة بنفسه) … (بلا توسطه إثنیٰ) … (علیٰ ترتیب الإرث)
قال ابن عابدین: یقدم الأب ثم أبوه، الخ. (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۷۶)

(۲) وهو السنة بأن یقول لها قبل النکاح فلان یخطبک أویذکرک … واستحسن الرحمتی ما ذکره الشافعیة من أن السنة فی الاستئذان أن یرسل إلیها نسوة ثقات ینظرن ما فی نفسها والأم بذلک أولیٰ لأنها تطلع علیٰ ما لا یطلع علیه غیرها. (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۵۸)

فضولی کا نکاح کرانا

فضولی کے نکاح کا حکم:

سوال: ایک مقام پر نکاح اس طرح سے ہوا کہ ایک وکیل اور دو گواہ لڑکی اور لڑکے والے نے مقرر کئے اور اجازت لینے اندر مکان لڑکی کے پاس گئے، مہر مقرر کیا، لڑکی نے اپنے نکاح کی اجازت دے دی، وہ تینوں صاحب لڑکی سے اجازت لے کر قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وکیل صاحب سے قاضی نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں لڑکی کی طرف سے وکیل ہوں اور یہ دونوں صاحب گواہ ہیں۔ قاضی صاحب نے کہا کہ لڑکی کا والد خود نکاح پڑھاوے تو اولیٰ ہے اور جو پڑھا ہوا نہ ہو تو وہ خود اجازت دے دے۔ اب قاضی صاحب نے اس لڑکی کے والد سے دریافت کیا نہیں اور نہ لڑکی سے دوبارہ دریافت کیا؛ بلکہ اسی شخص سے جو پہلے وکیل بن چکا تھا، لڑکی کا نام، والد اور دادا کا نام دریافت کیا اور مہر دریافت کیا، اس کے بعد دولہا کا نام و والد و دادا کا نام دریافت کیا۔ اب قاضی صاحب نے دولہا سے یہ نہیں کہا کہ تمہارے نکاح کے یہ وکیل اور یہ گواہ ہیں، بغیر گواہ اور وکیل کے قاضی صاحب نے نکاح پڑھا دیا، ایسی صورت میں نکاح جائز ہوا کہ نہیں؟ جواب سے مطلع فرمایئے گا۔

(المستفتی: ۲۳۹۷، محمد یعقوب صاحب، بریلی، ۱۶/ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۴/ اگست ۱۹۳۸ء)

الجواب

اگر مجلس نکاح میں لڑکی کا باپ موجود تھا، اس کے سامنے نکاح پڑھا دیا گیا اور وہ خاموش رہا تو یہ نکاح اس کی اجازت سے پڑھایا جانا قرار پائے گا اور نکاح صحیح ہوگا، (۱) اور اگر ابھی تک اس قسم کا کوئی عمل نہ پایا گیا ہو، جس سے اجازت سمجھی جائے تو یہ نکاح لڑکی کی (اگر وہ بالغہ ہو)، یا اس کے ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر وہ اجازت دیں تو صحیح، ورنہ فسخ ہو جائے گا۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۳۰۵/۵)

---

(۱) أمر الأب رجلا أن يزوج صغيرته فزوجها عند رجل وامرتين والحال أن الأب حاضر، صح: لأنه يجعل عاقداً حكماً. (الدر المحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۲۴/۳، سعيد)

(۲) وثبت الإجازة لنكاح الفضولي بالقول والفعل. (الفتاویٰ الهندية، الباب الرابع في الأولياء: ۲۹۹/۱، ماجدية)

لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل ... فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على أجازتها، فإن أجازته جاز وإلا بطل. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۲۸۷/۱، ماجدية)

فضولی کا نکاح کرانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہم نے کلما کی قسم اس طرح کھائی تھی کہ میں کلما کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں فلاں کام نہیں کروں گا اور اگر دوبارہ کروں تو جب جب میں نکاح کروں، میری بیوی کو طلاق ہو، یہ ہیں ہماری قسم کے الفاظ، اس سے قبل ہم نے جو خط روانہ کیا، اس میں ہم سے یہ غلطی ہوئی تھی کہ ہم نے جب جب کی جگہ صرف ایک جب لکھ دیا تھا، آپ نے جواب لکھا تھا کہ اگر کلما کی قسم میں جب جب کا لفظ استعمال کیا ہے تو ایسی صورت میں جب بھی کسی عورت سے نکاح کرے گا تو طلاق واقع ہوجائے گی۔

مفتی صاحب! ضروری بات یہ ہے کہ آج سے ایک ماہ پہلے ہمارا نکاح اس طرح کردیا گیا ہے، جس نکاح کا خلاصہ تفصیل یہ ہے: کہ ہم نے کسی سے یہ نہیں کہا کہ تم میرا نکاح کردو نہ کسی کو وکیل بنایا؛ بلکہ ہمارا رشتہ طے ہوجانے کے بعد ہم نے اپنی قسم کے بارے میں گھر والوں کو آگاہ کردیا تھا، اس کے بعد ہمارے گھر والوں نے ہمارا نکاح اس طرح کیا، کہ ایک عورت جو بحیثیت فضولی بن کر اس نے یہ عمل کیا، فضولی عورت نے دو مرد گواہوں کی موجودگی میں اس لڑکی سے کہا جہاں رشتہ طے ہوا تھا کہ ہم نے تمہارا نکاح فلاں ابن فلاں سے اتنے مہر پر کردیا ہے، کیا تم نے قبول کیا، اس لڑکی نے ایجاب قبول کرلیا، اس کے بعد اس فضولی عورت نے مرد سے کہا کہ ہم نے تمہارا نکاح فلاں بنت فلاں سے اتنے مہر پر کردیا ہے، فضولی عورت کی بات سن کر مرد نے زبان سے کچھ نہیں کہا؛ بلکہ مہر کی رقم فضولی عورت کو دے دی اور مہر کی رقم فضولی عورت نے لڑکی کو جا کر دے دی؛ مگر ہم نے لڑکی سے ابھی خلوت و جماع نہیں کیا ہے، صرف نکاح کی رضامندی مہر دے کر ظاہر کردی ہے، کیا عورت نے بحیثیت فضولی بن کر ہمارا جو نکاح کیا ہے، یہ نکاح درست ہوگیا، اگر ابھی ہمارا نکاح درست نہ ہوا ہو تو مہربانی فرما کر جو صحیح نکاح کا طریقہ ہو اس طریقہ سے آگاہ کردیں؛ کیوں کہ ہم نے ابھی اس لڑکی سے خلوت و جماع نہیں کیا ہے، اگر اس طرح سے ہمارا نکاح نہ ہوا ہو تو آپ کے بتائے ہوئے طریقہ پر دوبارہ اسی لڑکی سے نکاح کرسکتے ہیں؟ (المستفتی: محمد خالد بھوگاؤں مین پوری)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

سوال نامہ میں نکاح کے جس حیلہ کا ذکر کیا گیا ہے، وہ حیلہ درست ہے، اس طرح نکاح شرعاً جائز ہے، لہٰذا وہ عورت آپ کی بیوی بن چکی ہے، اب دوسرے حیلہ کی ضرورت نہیں، اس لڑکی کو بیوی کی حیثیت سے رکھ سکتے ہیں اور جب آپ نے فضولی عورت کے ذریعہ بیوی کے پاس مہر بھیج دیا ہے تو اب آپ کے لیے اس کے ساتھ خلوت و جماع سب درست ہے۔ (مستفاد: امداد الاحکام: ۹۳/۴، امداد الفتاوی زکریا: ۴۵۹/۲، احسن الفتاوی: ۱۷۶/۵)

وكذا إذا قال لجماعة لي حاجة إلى نكاح الفضولي، فزوجه واحد منهم. (شامی، كتاب الطلاق، باب التعليق، كراتشي: ۳/۳۴۸، زكريا: ۴/۵۹۸)

إذا قال كل امرأة أتزوجها، فهي طالق، فزوجه فضولي وأجاز بالفعل بأن ساق المهر ونحوه لا تطلق. (الهندية، زكريا: ٤١٩/١، جديد: ٤٨٨/١، شامي، كراچی: ٨٦٤/٣، زكريا: ٦٧٢/٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۹؍ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ (الف فتویٰ نمبر: ۶۵۳۳/۳۵)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۹/۳/۱۴۲۱ھ (فتاویٰ قاسمیہ: ۲۵/۱۲-۲۶-۲۷)

فضولی کے پڑھائے ہوئے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے اجنبیہ زاہدہ کے سلسلے میں یہ تحریر لکھی ہے کہ جب جب میں اس سے نکاح کروں اس پر طلاق ہے، اب زید یہ چاہتا ہے کہ زاہدہ مذکورہ سے نکاح کر کے اپنے گھر میں بحیثیت بیوی بنا کر رکھے، اس سلسلے میں مقامی علما کی مختلف آرا ہیں، ایک فریق کہتا ہے کہ اب زاہدہ سے زید جب بھی نکاح کرے گا، فوراً طلاق واقع ہوجائے گی، زاہدہ کو بیوی بنا کر نہیں رکھ سکتا، نکاح باقی رہنے کی کوئی صورت نہیں؛ لیکن ایک عالم مولانا فخر الدین صاحب قاسمی اور بعض مستند مفتی صاحبان کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں اگر زید کا نکاح زاہدہ مذکورہ سے بالفضولی کر دیا جائے اور زید بالفعل قبول کر لے تو اس حالت میں زاہدہ پر طلاق بھی نہیں ہوگی اور زاہدہ زید کی بیوی بن کر رہے، ان پر کوئی گناہ نہیں ہے؛ بلکہ جو شخص زید اور زاہدہ کے تعلقات کو ناجائز کہے، وہ بہتان لگانے کے جرم میں حد قذف کا مستحق ہے؛ یعنی اسلامی حکومت میں اسی کوڑے لگائے جائیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ فریق اول کی رائے صحیح ہے، یا مولانا قاسمی کی رائے ٹھیک ہے؟ برائے کرم بحوالہ کتب جواب باصواب مرحمت فرمائیں۔

نوٹ: زید کا نکاح زاہدہ مذکورہ سے بالفضولی ہوگیا ہے، اور زید قبول بالفعل کر کے زاہدہ کو اپنے ساتھ رکھ رہا ہے۔

(المستفتی: محمد صابر اودھم، ضلع مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللہ التوفیق

فریق ثانی کا قول صحیح ہے کہ فضولی نکاح کر دے اور حالف نکاح کی زبانی اجازت نہ دے اور نہ ہی کسی کی مبارک بادی قبول کرے؛ بلکہ نکاح کی اطلاع ملنے پر مہر کا کچھ حصہ ادا کر دے، یا زاہدہ کے ساتھ ہمبستر ہوجائے تو طلاق واقع نہیں ہوگی اور زن وشوہر کی زندگی درست اور صحیح ہوجائے گی اور اس نکاح پر کسی کا الزام اور طعن کرنا جائز نہ ہوگا۔ (مستفاد: احسن الفتاوی: ۱۷۵/۶، امداد الفتاوی: ۴۵۹/۲)

حلف لا يتزوج فزوجه فضولي، فأجاز بالقول، وبالفعل لا يحنث، به يفتى.

وتحته في الشامية: كبعث المهر أو بعضه بشرط أن يصل إليها، وقيل: الوصول ليس بشرط، الخ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان، باب اليمين في الضرب والقتل، زكريا: ٦٧٢/٥، كراتشي: ٨٤٥/٣، مجمع الأنهر، قديم: ٥٨٣/١، جديد دار الكتب العلمية بيروت: ٣١٦/٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ (الف فتویٰ نمبر: ۲۲۰۲/۲۶) (فتاویٰ قاسمیہ: ۲۴/۱۲-۲۵-۲۷)

غیر ولی کا کیا ہوا نکاح:

سوال: مسمی سلامت علی نے اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ ایک دختر حقیقی مسماۃ اختری کو مکمل قطع کر کے دوسرے موضع میں سکونت اختیار کر لی اور عرصہ دراز تک دونوں زوجین اپنی اپنی جائے سکونت پر بالکل اجنبی کی طرح رہتے رہے، جب جانبین میں موافقت کی امید بالکل قطع ہوچکی تو ہندہ نے اپنا نکاح ثانی مسمی کرامت علی سے کرلیا اور خوب محبت و پیار سے رہتے سہتے رہے۔ نکاح کے بعد سلامت علی نے نہ دختر کو لے جانے کا قصد کیا اور نہ زوجہ کا دھیان دل پر لایا۔ ایک روز ہندہ نے اپنے خاوند کرامت علی سے کہا کہ مسماۃ اختری کا نکاح مسمیٰ اصغر علی سے موضع ساہا میں کردو۔ خاوند صاحب نے اختری کے بلا اجازت پوشیدہ طریقہ سے اپنے رشتہ دار کے مسمی حشمت علی سے کر دیا اور معاً رخصت بھی کر دیا، ان ایام میں اختری سن نابالغہ میں تھی۔ جب یہ تمام دغابازی ہندہ کو معلوم ہوئی تو وہ خاوند پر بہت خفا ہوئی اور فوراً اپنی دختر کو اپنے پاس بلوالیا، بعدہ سالہا سال تک رخصتی کا نام تک نہ لیا، یہاں تک کہ اختری جوان ہوگئی اور اختری کا والد حقیقی فوت ہوگیا۔ بعد میں ہندہ نے سینہ سپر ہوکر اپنے شوہر کی رضامندی کے خلاف اور حشمت کے طلاق دیئے بغیر صرف اپنی و اختری کی رضامندی سے اسے سابق پسند کردہ لڑکے اصغر علی سے نکاح ثانی کر دیا اور حشمت علی کو صاف جواب دے دیا، وہ محروم ہوکر بیٹھ گیا۔ فی الحال دونوں اختری و اصغر علی ایک مکان میں خاوند و بیوی کی طرح رہتے سہتے ہیں۔ اب بعض لاعلم اشخاص یہ کہتے ہیں کہ جو نکاح اول کیا تھا، وہی صحیح ہوگیا تھا، نکاحِ ثانی نہیں ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ نکاحِ ثانی صحیح ہوا ہے؛ کیوں کہ یہ اختری و اصغری کی والدہ کی رضامندی سے ہوا ہے۔ حضور والا سلیس اردو میں تحریر فرمادیں کہ یہ عورت کون سے خاوند کو حلال ہے اور کس کو حرام ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر سلامت علی نے ہندہ کو طلاق دے دی تھی اور ہندہ نے عدت گزار کر کرامت علی سے نکاح کیا تھا، تب تو یہ نکاح صحیح ہے اور اگر طلاق نہیں دی تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، (۱) سلامت علی کے انتقال کے بعد عدتِ وفات گزار کر دوبارہ نکاح کرنا چاہیے اور سلامت علی ہندہ کو طلاق تو دے دی تھی؛ لیکن عدت پوری ہونے سے پہلے ہندہ نے کرامت علی سے نکاح کرکیا ہے، تب بھی صحیح نہیں ہوا، عدتِ طلاق گزار کر دوبارہ کرنا چاہیے، یہ حکم تو ہندہ کا ہے۔

اور ہندہ کی لڑکی اختری کا یہ حکم ہے کہ اس کا پہلا نکاح جو کرامت علی نے کیا تھا، وہ ہندہ کے پہلے شوہر؛ یعنی اختری کے والد سلامت علی کی اجازت پر موقوف تھا، اگر اس نے اجازت دے دی تھی تو نافذ ہوگیا تھا، (۲) پھر اختری کو جو اس کی والدہ نے بلالیا تھا اور پھر رخصت نہیں کیا؛ بلکہ اس کے جوان ہونے پر دوبارہ اصغر علی سے نکاح کر دیا، یہ ناجائز رہا،

---

(۱) "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، سواء كانت العدة عن طلاق أو وفاة أو دخول في نكاح فاسد أو شبهة نكاح". (الفتاویٰ العالمگيرية: ۱/ ۲۸۰، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، رشيديه)

(۲) "فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على أجازته". (الدر المختار: ۳/ ۸۱، باب الولي، سعيد)

یہ نکاح درست نہیں ہوا، حشمت علی کے گھر اس کو بھیجنا ضروری ہے اور اگر اختری کے والد سلامت علی نے اس کے نکاح کی اجازت نہیں دی تھی؛ بلکہ رد کر دیا تھا تو وہ رد ہو گیا تھا، اب حشمت علی کو کوئی حق نہیں رہا۔ اختری کے بالغہ ہونے پر جو اس کی رضا مندی سے اس کی والدہ نے اصغر علی سے دوبارہ نکاح کیا ہے، وہ صحیح اور نافذ ہو گیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۸/۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم، یکم رمضان ۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۰۱/۱۱)

ایضاً:

سوال: میرے چچا زاد بھائی محمد عمر خان کے لڑکے کلام الدین خان جو مر چکے ہیں، ان کی دو لڑکیاں اور بیوی موجود ہیں: (۱) دختر جس کی عمر چار پانچ سال ہے، (۲) دختر قیصری جس کی عمر ڈھائی سال ہے، ان دونوں لڑکیوں کا عقدِ نکاح ہو گیا، سروری کا نکاح محمد ظہیر خان نے ولی بن کر اپنی اجازت سے کیا، قیصری کا نکاح ثناء اللہ نے ولی بن کر اپنی اجازت سے کیا۔ یہ دونوں عقد کس کی اجازت سے ہونے چاہیے تھے؟ اور ولی کون ہو سکتا تھا؟

شجرۂ خاندان

محبوب عالم			شفیع خان	کلو خان	وزیر خان
نجیب اللہ	ثناء اللہ	جان اللہ		محمد عمر خان (فوت)	دولت خان (فوت)
مر چکے	زندہ	زندہ		کلام الدین خان (فوت)	محمد ظہیر خان (زندہ)
				سروری قیصری	

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

ثناء اللہ خان نے جو قیصری کا نکاح کیا ہے، وہ صحیح ہو گیا، اس کو شرعاً ولایتِ نکاح حاصل ہے۔ (۱) محمد ظہیر خان نے جو نکاح سروری کا کیا ہے، وہ ثناء اللہ اور جان اللہ کی اجازت پر موقوف ہے، (۲) اگر ان میں سے کسی نے بھی اس کو منظور کر لیا تو وہ درست ہو گیا، اگر کسی نے نامنظور کر دیا تو وہ جب ہی بے کار اور ختم ہو گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۴/۲/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۱۴/۲/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۰۲/۱۱)

---

(۱) "فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على أجازته". (الدر المختار، باب الولي: ۸۱/۳، سعيد)

"(وأن كان المزوج غيرهما) أى غير الأب وأبيه ... (وإن كان من كف وبمهر المثل صح)". (الدر المختار: ۶۹/۳، باب الولي، سعيد)

(۲) "(الوالي في النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (بلا توسط أنثىٰ) ... (على ترتيب الأرث والحجب) ... فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته". (الد المختار) ==

توقف نکاح فضولی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ایک عورت بیوہ اوراس کی لڑکی نابالغہ ہے اور لڑکی کے تائے چچا غیر حقیقی ہیں، اس لڑکی کے نکاح کے وقت غیر حقیقی تائے چچا سے نکاح کی اجازت چاہی تو انہوں نے کہا کہ ہمیں اس نکاح سے کچھ غرض نہیں ہے، نہ انکار ہے، نہ اقرار ہے۔ عورت بیوہ نے باذن خود نکاح کرادیا، عرصہ دوسال گزرگیا، اب یہ ہی عورت بیوہ اس لڑکی نابالغہ کا نکاح ثانی دوسری جگہ کرنا چاہتی ہے، اس لڑکی کی تائے چچا غیر حقیقی کو نکاح ثانی کرنے میں اب بھی کچھ غرض مطلب نہیں ہے، نہ انکار کرتے ہیں، نہ اقرار کرتے ہیں۔ اس حالت میں نکاح ثانی جائز ہے، یا ناجائز؟

الجواب

فی الدرالمختار: (ونكاح عبد وأمة بغير إذن السيد موقوف) على الإجارة (كنكاح الفضولى) سيجئى فى البيوع توقف عقوده كلها إن لها مجيز حالة العقد وإلا تبطل.

فى رد المحتار: لوباع الصبى ماله أو اشترى (إلىٰ قوله) توقف على إجازة الولى، فلو بلغ هو فأجاز نفذ، آه. (۵۳۵/۲)(۱)

وفى الدرالمختار: الفضولى قبل الاجازة لا يملك نقص النكاح بخلاف البيع.

فى ردالمحتار (قوله: يملك نقص النكاح): أى لا قولاً ولا فعلاً، قال فى الخانية: العاقدون فى الفسخ أربعة: عاقد لا يملك الفسخ قولاً وفعلاً، وهو الفضولى حتى لو زوج رجلا امرأة بلا إذنه، ثم قال قبل إجازته: فسخت، لا ينفسخ وكذا لو زوجه أختها يتوقف الثانى ولا يكون فسخا للأول، وعاقد يفسخ بالقول فقط وهو الوكيل بنكاح معينة إذا خاطب عنها فضولى، فهذا الوكيل يملك الفسخ بالقول ولو زوجه أختها لا ينفسخ الأول. (۵۳۸/۲)(۲)

بنابرروایات مذکورہ جواب اس مسئلہ کا یہ ہے کہ اگر یہ تایا چچا عصبات میں سے ہوں تو ان کے ہوتے ہوئے ماں کا نکاح کردینا موقوف یعنی معلق ہے، جب تک یہ تایا چچا زبان سے نہ کہیں کہ ہم اس کو قبول نہیں کرتے، اس وقت تک یہ ایسا ہی رہے گا اور دوسری جگہ بھی نکاح صحیح نہیں ہوسکتا اور اگر دوسری جگہ بھی ماں کردے گی تو وہ بھی معلق ہوجاوے گا،

== قال العلامة الشامى رحمه اللّٰه تعالىٰ تحته بعد عبارة: "فلا يكون سكوته إجازة لنكاح الأبعد وإن كان حاضراً فى مجلس العقد مالم يرض صريحاً أو دلالة، تأمل". (ردالمحتار: ۷۶/۳-۸۱، باب الولى، سعيد)

"وإن زوج الصغير أو الصغيرة أبعد الأولياء، فإن كان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولاية، توقف نكاح الأبعد على إجازته" (الفتاوىٰ العالمگيرية: ۲۸۵/۱، الباب الرابع فى الأولياء، رشيديه)

(۱) ردالمحتار، مطلب فى الوكيل والفضولى فى النكاح: ۹۷/۳، دارالفكربيروت، انيس

(۲) ردالمحتار، باب المهر: ۱۰۰/۳، دارالفكربيروت، انيس

پھر چچا تایا اگر اس ثانی کو جائز رکھیں گے تو وہ جائز ہو جاوے گا اور اگر اس میں بھی سکوت کیا تو دونوں معلق رہیں گے، پھر لڑکی جب بالغ ہو جاوے گی اور اگر وہ زبان سے کچھ نہ کہے گی تو دونوں معلق ہی رہیں گے، (**والتمکین من الوطء یقوم مقام الاجازة باللسان**)(۱) اور اگر وہ چچا تایا عصبہ نہ ہوں تو سوال مکرر کیا جاوے۔

۱۵/ جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ، ص: ۴۴) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/ ۲۲۱)

فضولی کا نکاح اجازت پر موقوف رہے گا:

سوال: ایک شخص نے زید کی لڑکی کا نکاح بلا اجازت ایک غیر شخص سے کر دیا، یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

غیر کے ساتھ نکاح کرنا موقوف ہے، باپ کی اجازت پر، یا اگر لڑکی بالغہ ہے تو خود اس کی اجازت پر، اگر انھوں نے اجازت نہیں دی اور اس نکاح سے رضامندی ظاہر نہیں کی تو نکاح باطل ہوا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/ ۱۳۷)

فضولی کا نکاح موقوف ہے:

سوال: زینب نے بلا اجازت باپ کے زید کے ساتھ نکاح کر لیا ہے اور زینب کے ساتھ اس کا چھوٹا بھائی عمر تھا، جس کی عمر تخمیناً چھ سال ہوگی، زید کی بھائی بکر نے اپنی لڑکی فاطمہ کا نکاح عمر کے ساتھ کر دیا، جب کہ عمر کا والد موجود نہ تھا، دس روز کی مسافت پر تھا، بغیر اس کی اجازت کے کیا گیا، عمر کی جانب سے خالد نے قبول کیا، جو کہ عمر کا رشتہ دار نہیں؛ بلکہ اجنبی شخص ہے، دس گیارہ سال کا عرصہ گزر چکا ہے، اب نکاح عمر کا فاطمہ کے ساتھ ہے، یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے:

(كل تصرف صدرمنه) ... (وله مجيز) ... (حال وقوعه انعقد موقوفاً).(۳)

اور علامہ شامی مجیز کے بیان میں لکھتے ہیں:

فأفاد أنه ليس المراد المجيز بالفعل بل المراد من له ولاية إمضاء ذلک الفعل من مالک أوولی کاب وجد ووصی وقاض،الخ.(۴)

---

(۱) لِأَنَّ التَّمْكِينَ مِنَ الْوَطْءِ كَالْإِقْرَارِ. (ردالمحتار،باب الولی:۳/ ٦٤،دارالفکربیروت،انیس)

(۲) فإن كل عقد صدرمن الفضولی وله مجیز انعقدموقوفا علی الإجازة. (الهداية،فصل فی الوكالة فی النكاح:۱/ ۱۹۷،دارإحياء التراث العربی بيروت،انيس)

(۳) الدرالمختارعلی هامش ردالمحتار،کتاب البیوع،فصل فی الفضولی:٤/ ۱۸۷،ظفير

(۴) ردالمحتار،کتاب البیوع،فصل فی الفضولی:٤/ ۱۸۷،ظفير

پس اس سے ثابت ہوا کہ صورت مسئولہ میں جب کہ عمرو کا والد مجیز وقت عقد موجود نہیں ہے تو یہ تصرف فضولی کا اس کی اجازت پر موقوف رہے گا، باطل نہ ہوگا اور جب عمر قبل اجازت اپنے والد کے بالغ ہوگیا تو اب عقد اس کی اجازت پر موقوف رہے گا، جیسا کہ اس جزئیہ سے مستنبط ہوتا ہے:

(قوله: باع مثلاً، الخ) أى تصرف تصرفاً يجوز عليه لو فعله وليّه فى صغره كبيع وشراء وتزوج وتزويج أمته وكتابة قنّه ونحوه فإذا فعله الصبى بنفسه يتوقف على إجازة وليه مادام صبياً لو بلغ قبل إجازة وليه فأجاز بنفسه جاز ولم يجز بنفس البلوغ بلا إجازة، جامع الفصولين. (ردالمحتار: ١٥٢/٤)(۱)

الغرض یہ نکاح موقوف ہے، جب تک مجیز کی طرف سے اجازت، یا انکار نہ ہو جاوے موقوف رہے گا۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۲/۷-۲۲۳)

فضولی نے نکاح کر دیا اور عورت نے قبول کرلیا تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے مجمع یہ کہا کہ تم گواہ رہو میں نے فلاں عورت غائب کا اس مرد حاضر سے نکاح کر دیا اور یہ شخص نکاح کرنے والا اس عورت کا ولی شرعی نہیں ہے؛ لیکن جب عورت کو خبر پہونچی تو اس نے اس نکاح کو قبول کرلیا تو کیا یہ نکاح جائز و مکمل ہو جائے گا اور اگر مہر کی تعداد بیان نہ کی ہو تو کس قدر مہر واجب ہوگا؟

الجواب

جب کہ شوہر نے اس نکاح کو قبول کرلیا تھا اور پھر جس وقت عورت کو خبر پہونچی تو اس نے بھی اس نکاح فضولی کو قبول کرلیا تو یہ نکاح صحیح ہوگیا۔ (كذا فى الدر المختار) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۴/۸)

اجازت نکاح فضولی بتمکین الوطی:

سوال: ایک بیوہ عورت سے نکاح کی اجازت کے واسطے اس کے پاس آدمی بھیجا گیا، وہ آدمی اس کے پاس نہیں گیا، صبح کو بیوہ نے شہرت سنی کہ نکاح ہوگیا اور اس خبر سے وہ اسی شخص کے گھر میں چلی گئی، اولاد بھی پیدا ہوئی، یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ بعد چند روز کے اسی عورت کی حقیقی بہن اس کے خاوند کے یہاں ناجائز تعلق کے ساتھ بلا نکاح آگئی اور اس سے بھی اولاد ہوئی، اب اس پہلی عورت کا نکاح باقی رہا، یا نہیں؟ پھر اس پہلی عورت کو اس کے شوہر نے مار نکال دیا اور یہ

---

(۱) ردالمحتار، كتاب البيوع، فصل فى الفضولى، تحت قوله: بيانه صبى باع مثلاً: ١٨٧/٤، ظفير

(۲) (ونكاح عبد وأمة بغير إذن السيد موقوف) على الإجارة (كنكاح الفضولى) سيجئى فى البيوع توقف عقوده كلها إن لها مجيز حالة العقد وإلا تبطل. (الدرالمختار)

(قوله: كنكاح الفضولى): أى الذى باشره مع آخر أصيل، أو ولى أو وكيل، أو فضولى ...قال فى البحر: الفضولى من يتصرف لغيره بغير ولاية ولا وكالة أو لنفسه. (ردالمحتار، باب الكفاءة: ٤٩/٢، ظفير)

کہا: جہاں تیرا جی چاہے چلی جا، چناں چہ وہ دوسری بستی میں چلی گئی۔اب چاہتی ہے کہ کہیں نکاح ہوجاوے،اس کے لیے عدت کی کیا صورت ہونی چاہیے،اس کی دوسری بہن بلا نکاح اب تک اس کے شوہر کے پاس موجود ہے۔

الجواب

فی العالمگیریة، کتاب النکاح،الباب السادس:"وتثبت الإجازة لنکاح الفضولی بالقول والفعل.(۱)

وعد فی الدرالمختار وغیرہ: تمکینھا من الوطء من الأفعال الدالة علی الرضا.(۲)

اس سوال میں سائل نے یہ نہیں لکھا کہ واقع میں نکاح پڑھا بھی گیا تھا، یا صرف شہرت ہی ہوگئی تھی،اگر محض شہرت ہوئی ہے، تب تو نکاح نہیں ہوا اور نکاح نہیں ہوا تو عدت بھی نہیں اور اگر نکاح ہوا تھا تو یہ نکاح فضولی ہے،عورت کی تمکین من الوطی اجازت نکاح ہے؛اس لیے یہ نکاح نافذ ہوگیا اور حقیقی بہن کے آنے سے اور صحبت سے اس نکاح میں کوئی خلل نہیں ہوا، البتہ یہ جو کہا کہ جہاں تیرا جی چاہے چلی جا،اس سے تحقیق کرنا چاہیے کہ بہ نیت طلاق کہا ہے، یا کیا؟ اور حالت مذاکرہ طلاق، یا غضب میں کہا، یا کیا؟اس کے بعد جواب دیا جاسکتا ہے۔فقط

۱۸/ربیع الاول ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولی ص:۷۷) (امداد الفتاویٰ جدید:۲۲۰/۲)

وکیل وگواہوں نے مجلس نکاح میں ایجاب وقبول کے بعد لڑکی کو اطلاع کردی،لڑکی نے اجازت دے دی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید دہلی میں رہتا ہے اور ہندہ دوسو کلومیٹر کے فاصلہ پر دہلی سے دور رہتی ہے، دونوں میں فون کے ذریعہ بات چیت خفیہ ہوتی رہتی ہے،ایک دن زید نے نکاح کے ارادہ سے دہلی میں رہتے ہوئے دو گواہوں اور ایک وکیل اپنی طرف سے متعین کرکے امام مسجد سے اپنا نکاح پڑھوالیا، جب کہ لڑکی نے اپنی طرف سے کسی کو نکاح کا وکیل نہیں بنایا تھا اور زید کے دونوں نامزد گواہوں نے نکاح کی اطلاع فون کے ذریعہ ہندہ کو دے دی، جسے ہندہ نے بذات خود فون پر قبول کرلیا اور ہندہ کے گھر والے اور ولی کو اس کی خبر نہ ہوئی، پھر زید ہندہ کو بہلا پھسلا کر اور نکاح کے صحیح ہونے کی سند دکھا کر اپنے پاس پوشیدہ طور پر دہلی لے گیا اور ہندہ کئی روز اس کے پاس رہنے کے بعد اپنے گھر واپس آگئی، مفتی صاحب سے اب سوال یہ ہے کہ یہ نکاح شرعاً (جو فون کے ذریعہ ہوا ہے) منعقد ہوا، یا نہیں؟ جب کہ لڑکی (ہندہ) کے ولی اور گھر والے اس نکاح سے راضی نہیں ہیں اور دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتے ہیں، اب دخول کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنے کے لیے استبراء رحم ضروری ہے، یا نہیں؟ اگر ضروری ہے،تو اس کی مدت کتنی ہوگی؟ تشفی بخش جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع دیں، عین نوازش ہوگی۔فقط والسلام

(المستفتی: محمد رضوان قصبہ چلکانہ، ضلع سہارنپور)

---

(۱) الفتاویٰ الھندیة،الباب السادس فی الوکالة بالنکاح وغیرھا: ۲۹۹/۱،دارالفکر بیروت،انیس

(۲) لَکِنْ أَجَابَ فِي الْفَتْحِ بِأَنَّ الْحَقَّ أَنَّ الْكُلَّ مِنْ قَبِيلِ الْقَوْلِ إلَّا التَّمْكِينُ فَيَثْبُتُ دَلَالَةً لِأَنَّهُ فَوْقَ الْقَوْلِ: أَيْ لِأَنَّهُ إذَا ثَبَتَ الرِّضَا بِالْقَوْلِ يَثْبُتُ بِالتَّمْكِينِ مِنْ الْوَطْءِ بِالْأَوْلَى لِأَنَّهُ أَدَلُّ عَلَى الرِّضَا.(ردالمحتار،باب الولی:۶۲/۳، دار الفکر بیروت،انیس)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

مذکورہ صورت میں جب مسجد کے امام نے قاضی بن کردو نامزد شرعی گواہوں کی موجودگی میں ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ کردیا تو یہ نکاح فضولی ہوا ہے اوراس نکاح کے منعقد ہونے کا مدارلڑکی کی اجازت پر موقوف رہا اور بعد میں جب اس نکاح کی اطلاع لڑکی کو دی گئی اورلڑکی نے فون کے ذریعہ سے اس نکاح کوتسلیم کرکے قبول کرنے کی اطلاع دے دی اوراس کے بعدلڑکی (ہندہ) ازخودلڑکے (زید) کے پاس دہلی میں آکر رضامندی کے ساتھ بخوشی حق زوجیت ادا کرنے لگی تو یہ نکاح شرعی طور پر نافذ ہو چکا ہے اوراس نکاح کے صحیح ہونے میں کوئی تردد باقی نہیں رہا اور معلوم ہوا ہے کہ دونوں ایک ہی برادری میں سے ہیں اورلڑکی عاقلہ، بالغہ ہے تو ایسی صورت میں لڑکی کے اولیا کوحق اعتراض بھی باقی نہ رہا، جب کہ مہر بھی مہر مثل سے کم نہ ہو، لہٰذا دونوں کے درمیان ازدواجی تعلق قائم ہوجانے کے بعداس نکاح کوختم کرنے کا اختیار نہ ماں باپ کو ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کو ہے اور زید سے شرعی طور پر طلاق حاصل کرکے عدت پوری کئے بغیر کسی دوسری جگہ نکاح کرنا قطعی طور پر جائز نہیں ہوگا۔

لو زوج رجل امرأة بغير رضاها، أو رجلا بغير رضاه، وهذا عندنا، فإن كل عقد صدر من الفضولي، وله مجيز انعقد موقوفا على الإجازة. (الهداية مع الفتح، كتاب النكاح، فصل في الوكالة بالنكاح وغيرها، كوئٹه: ۱۹۸/۳، زكريا: ۲۹۷/۳)

صدر من الفضولي وله مجيز انعقد موقوفا على الإجازة، فإذا أجاز من له الإجازة ثبت حكمه مستندا إلى العقد، فسر المجيز في النهاية بقابل يقبل الإيجاب، سواء كان فضوليا أو وكيلا، أو أصيلا. (فتح القدير، كوئٹه: ۲۹۷/۳، زكريا: ۹۷/۳)

أن لا تكون منكوحة الغير لقوله تعالىٰ: ﴿والمحصنات من النساء﴾ معطوفا على قوله عز وجل ﴿حرمت عليكم امهاتكم (إلى قوله) **والمحصنات من النساء﴾ وهن ذوات الأزواج.** (بدائع الصنائع، زكريا: ۵۴۸/۲، الهندية، زكريا: ۲۸۰/۱، التاتارخانية، زكريا: ۶۶/۴، رقم: ۵۵۴۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۲ ر جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ (الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۷۴/۴۱)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ، ۱۴۳۵/۶/۲۲ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۲۲۲/۱۲-۲۲۳)

فضولی نے نکاح کیا اور ولی نے اجازت نہیں دی، کیا حکم ہے:

سوال: زید کی لڑکی زینب نابالغہ کا نکاح خالد فضولی نے کردیا، ولید کے ساتھ، زید نے اپنے محلّہ کے آدمیوں کوجمع کرکے یہ کہا کہ میری لڑکی زینب کا عقد میرے بھتیجے نذیر سے کردو، ان حضرات نے زید سے یہ کہا کہ اگر تو اجازت عقد کی دوسری جگہ دے آیا ہے تو نکاح وہاں ہوگیا، زید نے حلفیہ بیان کیا کہ میں نے اجازت نہیں دی، تب نکاح زینب کا نذیر کے ساتھ باجازت زید کردیا۔ اس صورت میں کون سا عقد صحیح ہوا؟

الجواب

اس صورت میں خالد فضولی کا کیا ہوا نکاح زید کی اجازت پر موقوف تھا، پس جب کہ زید نے اس نکاح کو جائز نہیں رکھا تو وہ باطل ہوگیا،(۱) اور خود زید نے اپنی ولایت سے جو نکاح زینب کا نذیر سے کرادیا، یہی نکاح جو نذیر سے ہوا، صحیح ہوا، خالد کا کیا ہوا نکاح صحیح نہ ہوا۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۸۹/۸-۱۹۰)

بلا اجازت ولی غیر نے نکاح کردیا تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک مسماۃ کے والدین اور دادا بھائی فوت ہوگئے اور اس کے دادا کے ہم زلف نے جو غیر شخص ہے، مسماۃ مذکورہ آٹھ سالہ کا نکاح کردیا، مسماۃ نے بالغ ہوتے ہی اسی وقت روبرو گواہان شرعی کے اس نکاح کو فسخ کردیا تو شرعاً یہ نکاح فسخ ہوا، یا نہیں؟

الجواب

مسماۃ کے دادا کا ہم زلف ظاہر ہے کہ ولی اس نابالغہ کا نہیں ہے؛ بلکہ اجنبی اور فضولی ہے، لہذا وہ موقوف ہے کسی ولی کی اجازت پر اور اگر ولی کوئی نہیں ہے تو وہ نکاح باطل ہے، یا خود نابالغہ کی اجازت پر بعد بلوغ کے موقوف تھا اور جب مسماۃ مذکورہ نے بعد بلوغ کے اس نکاح کو فسخ کردیا اور اس سے انکار کردیا تو وہ باطل ہوگیا۔

درمختار میں ہے:

(ونكاح عبد وأمة بغير إذن السيد موقوف) على الإجارة (كنكاح الفضولي) سيجيء في البيوع توقف عقوده كلها إن لها مجيز حالة العقد وإلا تبطل، الخ. وتفصيله في الشامي. (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۸۴/۸-۱۸۵)

بلا اجازت ولی فضولی نے جو نکاح کیا اور ولی نے انکار کردیا تو وہ نکاح نہیں ہوا:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کی والدہ کے شوہر ثانی نے ایک لڑکے نابالغ کے ساتھ کردیا۔ لڑکی نابالغہ کے سوائے دو سوتیلے بھائیوں کے اور کوئی وارث نہیں تھا، بوقت نکاح کے سوتیلے بھائیوں سے کسی نے اجازت نہیں لی؛ بلکہ عرصہ کے بعد سوتیلے بھائیوں کو خبر ہوئی تو سوتیلے بھائی ناراض ہوئے کہ ہماری بلا اجازت کیوں نکاح کردیا اور نکاح سے پہلے والدہ لڑکی نابالغہ کی مر چکی تھی، اس صورت میں لڑکی دوسری جگہ بعد بالغہ ہونے کے نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

والدہ کا شوہر ثانی اس نابالغہ کا ولی نہیں ہے؛ بلکہ ولی عصبہ ہوتا ہے اور اگر ولی قریب کوئی موجود نہ تھا تو سوتیلے بھائی

---

(۱) **(ونكاح عبد وأمة بغير إذن السيد موقوف) على الإجارة (كنكاح الفضولي) سيجئى في البيوع توقف عقوده كلها إن لها مجيز حالة العقد وإلا تبطل، الخ. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الكفاءة: ۴۴۹/۲، ظفير)**

(۲) **الدر المختار مع ردالمحتار، باب الكفاءة: ۴۴۹/۲، ظفير**

یعنی علاتی بھائی ولی ہیں، بدون اس کی اجازت کے نکاح صحیح نہیں ہوسکتا، پس جب کہ علاتی بھائی نے بعد خبر پانے کے ناخوشی اس نکاح سے ظاہر کی تو وہ نکاح جو موقوف تھا باطل ہوگیا۔(۱) لہذا اب اس لڑکی کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے۔فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۸/۶۰)

عورت کے ساتھ مرد خود گواہوں کے سامنے نکاح کرے اور فضولی قبول کرے، کیا حکم ہے:

سوال: اگر زید ہندہ کے ساتھ اس طرح پر نکاح کرے کہ بلا اجازت واطلاع ہندہ کے عمرو بکر سے کہے کہ تم دونوں گواہ رہو میں نے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا اور خالد دوسرا فضولی فی المجلس کہے کہ میں نے ہندہ کی طرف قبول کیا تو یہ ظاہر ہے کہ دوسرے فضولی کا قبول بالاتفاق غائب کے اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔پس دریافت طلب یہ بات ہے کہ اگر اس قول مفتی بہ کے بموجب کہ جس چیز میں جد و ہزل برابر ہے، اس میں لفظ کے معنی کی حقیقت؛ بلکہ مضمون کا بھی علم شرط نہیں، اس صورت میں ہندہ غائبہ من المجلس سے کسی دوسرے وقت میں عربی زبان میں مثلا یہ کہلا لیا جائے: "رضيت بالتزويج الذى قبله عنى خالد" تو یہ شرعاً اجازت ہوجائے گی اور نکاح مذکور منعقد ہوجائے گا، یا نہ؟

الجواب

وکیل بنانے، یا فضولی کے عقد کی اجازت دینے کے لیے رضاء موکلہ مجیزہ کی ضرورت ہے اور رضا کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اس کو سمجھنے، ورنہ بلا علم رضا بالعقد الموقوف کیسے حاصل ہوسکتی ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۸/۱۸۵-۱۸۶)

فضولی کے نکاح کی خبر پر لڑکا خاموش رہا، جب لڑکی کی دوسری شادی ہوگئی تو کہتا ہے کہ نکاح ہوچکا ہے:

سوال: امیر خان ملازم فوجی کے نکاح کی قبولیت ایک فضولی نے کی اور امیر خان کو بذریعہ خط کے خبر دی کہ میں نے تمہارا نکاح فلاں عورت کے ساتھ کردیا ہے۔امیر خان نے اس عقد کی منظوری وعدم منظوری کا کوئی جواب نہیں دیا؛ یعنی ساکت رہا، اس حالت سکوت میں فضولی کا انتقال ہوگیا اور والدہ دختر نے اپنی لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کردیا۔اب امیر خان باوجود عدم قبولیت نکاح فضولی مدعی نکاح ہے، کیا یہ عورت امیر خان کی منکوحہ کہی جائے گی، یا زوج ثانی کی زوجہ متصور ہوگی؟

الجواب

اس صورت میں اگر امیر خاں اب بھی نکاح فضولی کو قبول کرلے تو نکاح اس کا صحیح ونافذ ہوگا اور دوسرا نکاح باطل وحرام ہے۔

---

(۱) (الوالي في النكاح) لا المال (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب) ... فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۲۷/۲، ظفير)

(۲) والعبرة فى العقود للمعانى دون الألفاظ. (قواعد الفقه، رقم القاعدة: ۱۸۳، ص: ۹۱، ظفير

درمختار میں ہے:

(ولو أجاز) من له الإجازة (نكاح الفضولي بعد موته صح) لأن الشرط قيام المعقود له وأحد العاقدين لنفسه فقط.

(قوله: وأحد العاقدين) هو العاقد لنفسه، كما في البحر، أي سواء كان أصيلا أو وليا أو وكيلا فإنه عاقد لنفسه بمعنى أنه غير فضولي، تأمل، وانظر مالو كان فضوليا بأن كان كل من العاقدين فضوليين والظاهر أن الشرط قيام المعقود لهما فقط. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۶/۸)

صورت ذیل میں نکاح درست نہیں ہوا:

سوال: زید نے ایک معاملہ میں یہ قسم کھائی کہ اگر میں فلاں کام کروں تو میں جو نکاح کروں، یا جس عورت سے نکاح کروں، اس پر طلاق مغلظ ہے، اب اگر زید اپنا نکاح بذریعہ وکیل فضولی بصورت ذیل کرے کہ زید اپنے کسی خاص محبّ سے یہ کہے کہ جب میرے نکاح ہونے کا وقت قریب آجائے اور ہندہ منسوبہ کی جانب سے اذن آجائے، مجھ سے ایجاب وقبول کرانے کے قبل تم دو گواہوں کے سامنے یہ کہنا کہ میں نے زید کی جانب سے ہندہ کو بعوض اس قدر مہر نکاح میں قبول کیا، اس کے بعد ناکح ہندہ کا نکاح زید سے کہے کہ میں نے قبول کی تو اس صورت میں نکاح ہوجائے گا، یا نہیں؟ اور زید نے شخص مذکور کو اپنا وکیل نہیں بنایا۔

الجواب

اس طریق سے نکاح صحیح نہیں ہوتا؛ کیوں کہ ایک شخص فضولی جو ولی اور وکیل جانبین کا نہ ہو، وہ متولی ایجاب وقبول طرفین کا نہیں ہوسکتا۔ درمختار میں ہے:

(ويتولى طرفي النكاح واحد) بإيجاب يقوم مقام القبول في خمس صور، كأن كان وليا أو وكيلا من الجانبين أو اصيلا من جانب ووكيلا أووليا من آخر أو وليا من جانب، ووكيلا من آخر، كزوجت بنتي من موكلي (ليس) ذلك الواحد (بفضولي) ولو (من جانب). (۲)

پس صورت مذکورہ میں بذریعہ فضولی زید کا نکاح موافق طریق مذکور کے سبب عدم حنث ہوسکتا تھا، بشرطیکہ عورت کی طرف سے ایجاب کرنے والا دوسرا شخص ہو، خواہ اس کا ولی، یا وکیل، یا فضولی۔

قال في الدرالمختار: (كنكاح الفضولي) أي الذي باشره مع آخر أصيل أو ولي أو وكيل أو فضولي، أما لو تولى طرفي العقد وهو فضولي من الجانبين أو أحدهما فإنه لايتوقف خلافا لأبي يوسف، كمامر، [أي بل يبطل]. (۳)

---

(۱) ردالمحتار، باب الكفاءة، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح: ۴۵۱/۲، ظفير
(۲) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الكفاءة، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح: ۴۴۸/۲، ظفير
(۳) ردالمحتار، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح: ۹۷/۳، دارالفكر بيروت، انيس

وفـي كتـاب الأيـمان منه: (حلف لايتزوج فزوّجه فضولي فأجاز بالقول حنث وبالفعل) ومنه الكتابة خلافا لابن سماعة (لا) يحنث، به يفتي،خانية.

(قوله:ومنه الكتابة) أى من الفعل ما لوأجاز بالكتابة. (شامی)(۱)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۱۸۷-۱۸۸)

صورت مذکورہ میں نکاح فضولی درست نہیں:

سوال: زید نے ہندہ کے ساتھ اس طرح پرنکاح کیا: بلا اطلاع واجازت ہندہ کے خالد اور ولید دو شخصوں سے ہندہ کو ان کو اچھی طرح بتلا کر کہا کہ میں نے تم دونوں کے سامنے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا،اس کے بعد یہ عبارت "**قبلت تزويج من أرسل هذا القرطاس إلى نفسي من نفسه**" لکھ کر ایک لڑکے کے ہاتھ ہندہ کے پاس بھیج دی اور اس لڑکے سے کہہ دیا کہ ہندہ سے کہہ دینا کہ یہ ایک دعا ہے، زید نے لکھ کر بھیجی ہے، اس کو تین مرتبہ پڑھو تو اس کا فائدہ بعد میں بتایا جائے گا۔ پس اس لڑکے نے ایسا ہی کیا اور وہ عبارۃ تین مرتبہ ہندہ سے کہلوادی؛ مگر ہندہ کو اس کا گمان بھی نہیں کہ اس کی کہہ لینے سے نکاح ہوجائے گا۔ ہاں یہ یقیناً کہی جاتی ہے کہ یہ کاغذ زید ہی کا بھیجا ہوا ہے۔ پس یہ تو ظاہر ہے کہ فضولی کا نکاح اجازت پر موقوف ہوتا ہے اور علی ما فی الدر المختار وغیرہ، یہ بھی مفتی بہ ہے کہ جس میں جد و ہزل برابر ہو، اس میں لفظ کی معنی کی حقیقت، یا اس کے مضمون کا علم شرط نہیں۔ پس دریافت طلب یہ بات ہے کہ بطور مذکور شرعا ہندہ کی اجازت ہوئی، یا نہیں؟ برتقدیر ثانی کیا اجازت کا بھی کم از کم دو گواہوں کے سامنے ہونا شرط ہے، اس وجہ سے نہیں ہوئے، یا اور کسی وجہ سے؟ غرض کہ جس وجہ سے نہیں ہوئے، اس وجہ کو مفصل ومدلل ارقام فرمادیں اور اجر جزیل اللہ تعالیٰ سے پاویں۔

الجواب

درمختار میں ہے:

(ولايتـوقف الايـجـاب عـلـى قبـول غـائـب عـن الـمـجلس في سائر العقود) من نكاح وبيع وغيـرهـمـا بـل يبطل الإيجاب ولاتلحقه الإجارة اتفاقا،(ثم قال) (ويتولى طرفي النكاح واحد)، الـخ، (لـيـس) ذلـک الـواحـد (بـفـضـولي) ولو(من جانب)وإن تكلم بكلامين على الراجح؛ لأن قبوله غير معتبر شرعاً لما تقرر أن الإيجاب لايتوقف على قبول غائب،الخ.

وفـي ردالـمـحتار (قوله لما تقرر):حاصله أن الإيجاب لما صدر من الفضولي وليس له قابل فـي الـمـجـلـس،ولو فصوليا آخر صدر باطلا غير متوقف على قبول غائب، فلايفيد قبول العاقد بعده. (ص:٣٢٦)(۲)

وفيـه أيضا: (قوله:ولومن جانب) أى سواء كان فضوليا من جانب واحد أو من جانبين،أى من

---

(۱) ردالمحتار،باب اليمين في الضرب والقتل وغيرذلک،مطلب لايتزوج فزوجه فضولي:۳/۱۸۸-۱۸۹،ظفير

(۲) ردالمحتار،باب الكفاءة،مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح:٢/٤٩٠،ظفير

جانب الزوج والزوجة فإذا كان فضوليا منهما أو كان فضوليا من أحدهما وكان من الآخر أصيلا أووكيلا أوو ليا ففى هذه الأربع لايتوقف بل يبطل عندهما خلافا للثانى. (۱)

پس معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں نکاح فضولی کا موقوف اجازت پر نہیں رہا؛ بلکہ باطل ہوگیا، علاوہ بریں ایجاب قبول دو گواہوں کو معا سننا ضروری ہے۔

كما فى الدر المختار: (و) شرط (حضور) شاهدين (حرين) أو حر وحرتين (مكلفين سامعين قولهما معاً). (۲)

الغرض صورت مذکورہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۸۸/۸-۱۸۹)

نکاحِ فضولی یمین طلاق کی صورت میں:

سوال: زید نے ایک آدمی کو مندرجہ ذیل قسم کھانے پر مجبور کیا کہ میں نے قسم کھائی کہ "میں جب بھی شادی کروں تو میری عورت پر طلاق ہوگی" اس کے بعد زید نے وہ کام کرلیا۔ چند سال بعد اس نے شادی کرلی اور ایک بچہ بھی پیدا ہوگیا۔ اب ایک شخص کے یاد دلانے پر اسے اپنی قسم یاد آئی، جب سے شادی کی ہے، اب تک اسے قسم یاد نہیں آئی تھی، اب وہ کیا کرے؟

(۱) عورت پر طلاق ہوئی، یا نہیں؟

(۲) بچہ کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۳) پھر سے اس کے ساتھ زندگی گزارنے کی کیا صورت ہے؟

(۴) اس کے ساتھ اب تک جو میاں بیوی کے تعلقات رکھے، اس میں گناہ ہوا، یا نہیں؟

(۵) اگر گناہ ہوا ہو تو اس کے کفارہ کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب ———— حامداً ومصلياً

(۱) طلاق ہوگئی۔ (۳)

(۲) شبہۃ العقد کی وجہ سے بچہ ثابت النسب ہے۔

(۳) کوئی فضولی اس کا نکاح کردے اور یہ خاموش رہے، زبان سے قبول نہ کرے؛ بلکہ فعل سے اجازت دے دے، مثلاً اس طرح کہ اس کی عدم موجودگی میں فضولی گواہوں کے سامنے اس عورت سے ایجاب وقبول کرلے، پھر اس (قسم کھانے والے) سے کہے کہ فلاں عورت کے ساتھ میں نے تمہارا عقد کردیا ہے اور اتنی رقم مہر معجّل مثلاً بیس روپے مقرر کردیا ہے، وہ بیس روپے لاؤ؛ تاکہ تمہاری عورت کو دے دوں، وہ خاموشی سے بیس روپے مہر کے اس کو دے دے، بس نکاح ہوگیا۔

---

(۱) ردالمحتار، باب الكفاءة، مطلب فى الوكيل والفضولى فى النكاح: ۴۴۸/۲، ظفير

(۲) الدر المختار، كتاب النكاح: ۲۱/۳-۲۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۳) "وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقوله لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق". (الفتاوىٰ العالمگيرية، الباب الرابع فى الطلاق بالشرط، الفصل الثالث فى تعليق الطلاق: ۴۲۰/۱، رشيديه)

(۴)　وہ قسم یاد نہ رہنے کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے، لہٰذا توبہ واستغفار کرے، اللہ پاک معاف کرے۔

"ولا فرق في وجوب الكفارة بين العامد والناسي، والمكره في الحلف والحنث". (ملتقى، ص: ٥٤٩)(۱)

"حلف لايتزوج، فزوجه فضولي، فأ جاز بالقول، حنث، وبالفعل لا يحنث". (الدر المختار، ص: ۵۸۳)(۲)

"ويثبت نسب الولد المولود في النكاح الفاسد، آه". (الهندية، ص: ٣٤٤)(۳)

"فثبت نسب ولد معتدة الرجعي ولو بالأشهر لإياسها، بدائع، وفاسد النكاح في ذلك كصحيحه، قهستاني". (الدر المختار)(۴)

جب تک طریقِ مذکور پر بذریعہ فضولی دوبارہ نکاح نہ ہوجائے، دونوں الگ الگ رہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۴۶)

مفقود کی طرف سے فضولی نے قبول کیا تو نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال:　ایک شخص نے اپنے مفقود الخبر لڑکے کے واسطے ایک نکاح کی قبولیت کی اور لڑکے کے مفقود ہونے کی وجہ سے لڑکے کی اجازت کی نوبت نہیں آئی تو یہ عقد منعقد ہوگیا، یا مفقود کی اجازت پر موقوف رہا؟ یا امضاء نکاح پر مفقودیت پسر کے باعث عدم قدرت کی وجہ سے یہ عقد باطل ہوگیا، اگر منعقد ہوگیا تو کیا وکیل ہے؟ اور اگر موقوف ہے تو کب تک موقوف رہے گا، اس کی مدت شریعت میں کیا مقرر ہے؟ آیا مفقود کے ہم عمروں کے معدوم ہونے جانے تک یہ نکاح موقوف رہے گا، یا اس سے پہلے توقف جاتا رہے گا؟ اور اگر نکاح باطل ہوا تو اس کی وجہ کیا ہے؟ نیز اس نکاح میں والد مفقود فضولی ہے، یا ولی ہے؟

الجواب

شرعاً مفقود وہ غائب ہے، جس کی موت وحیات کچھ معلوم نہ ہو، پس جب کہ اس کی حیات معلوم ومحقق نہیں ہے، جیسا کہ مفقود کی تعریف سے ظاہر ہوا تو اس کی طرف سے قبول نکاح موقوف نہ رہے گا؛ بلکہ باطل ہوگا؛ کیوں کہ فقہا نے نکاح کے موقوف رہنے کی شرائط میں سے یہ لکھا ہے کہ حالت عقد میں اجازت دینے والے کا وجود معلوم اور محقق ہو اور جب مفقود کے وجود کا علم نہیں، ورنہ تو وہ مفقود نہیں تو عقد مذکور باطل ہوگا۔

في الدر المختار: (كنكاح الفضولي) سيجيء في البيوع توقف عقوده كلها إن لها مجيز حالة العقد وإلا تبطل. (۵)

قال في الفتح: وهذا يوجب أن يفسر المجيز هنا بمن يقدر على إمضاء العقد، لا بالمقابل مطلقا. (۶)

فقط واللہ اعلم (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۱۳۹-۱۴۰)

---

(۱)　ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر ومع سكب الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الأيمان: ٥٤١/١، دار إحياء التراث العربي

(۲)　الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الأيمان، مطلب: حلف لا يتزوج فزوجه فضولي: ٨٤٦/٣، سعيد

(۳)　الفتاویٰ العالمگيرية، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ٣٣٠/١، رشيديه

(۴)　فصل في ثبوت النسب: ٥٤٠/٣، سعيد

(۵)　الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الكفاءة، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح: ٤٤٩/٢، ظفير

(۶)　ردالمحتار، باب الكفاءة، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح: ٤٤٩/٢، ظفير

نابالغ کا نکاح غیرِ ولی نے کیا، ولی نے طلاق دی، پھر نکاحِ ثانی ہوا:

سوال (۱) زید نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح مسمیٰ عمر کے نابالغ لڑکے سے کر دیا، مسمی بکر نے جو عمر کا حقیقی بھائی ہے، اپنے بھتیجے کے لیے قبول کیا۔ عرصہ ایک سال کے بعد تقریباً ۴/سال عرصہ گزرنے کے بعد اب مسمی زید نے اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح کسی دوسری جگہ کر دیا۔ کیا عندالشرع نکاحِ ثانی جائز ہے؟

(۲) اور طلاق مسمی عمر کی نابالغ لڑکے کی جانب سے درست؟ جواب مدلل ہو۔

(۳) اگر نہیں تو مسمی زید کی نسبت عندالشرع کیا سزا ہے؟

(۴) اور جنہوں نے نکاحِ ثانی کیا ہے، ان کی نسبت کیا حکم ہے؟ یہ یاد رہے کہ نکاح ثانی لینے والوں کو یہ تو علم تھا کہ اس لڑکی کا نکاح پہلے ہوا تھا؛ مگر بچپن ہی میں مطلقہ ہوگئی، وہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے طلاق کو درست اور صحیح سمجھے۔

(۵) نیز جو گواہان وغیرہ اب نکاحِ ثانی میں ہوئے ان میں سے کسی کو بھی پہلے نکاح، یا طلاق کا کوئی علم نہ تھا، نکاح کے وقت منکوحہ کنواری لکھی گئی۔ اب نکاح ثانی کو بھی عرصہ سات ماہ ہو چکا ہے۔ فقط

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) اگر اول نکاح درست ہو چکا تھا یعنی عمر نے اس کی اجازت دے دی تھی، (کیوں کہ قبول عمر نے نہیں کیا، جو کہ شرعی ولی ہے؛ بلکہ بکر نے کیا ہے، پس یہ قبول عمر کی اجازت پر موقوف ہے) تو یہ نکاح نافذ اور صحیح ہو گیا تھا، (۱) اور عمر نے جو طلاق ثلاثہ دی ہے، وہ واقع نہیں ہوئی، جب طلاق واقع نہیں ہوئی تو نکاحِ ثانی درست نہیں ہوا، اگر عمر نے اول نکاح کی اجازت نہیں دی تھی؛ بلکہ اس کو رد کر دیا تھا تو وہ اول نکاح نافذ اور لازم نہیں ہوا تھا؛ بلکہ رد ہو گیا تھا، پس نکاحِ ثانی درست ہو گیا اور طلاق بے کار گئی، اس کی ضرورت بھی نہیں۔

”الوالی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسط انثیٰ علی ترتیب الإرث والحجب، آه“. (۲)

”لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذلک المعتدة“. (الهندية) (۳)

(۲) نہیں، جیسا کہ جواب نمبر: ا میں گزرا۔

(۳) اس نے اگر اول نکاح صحیح اور نافذ ہو جانے کے باوجود دوسرا نکاح کر دیا ہے تو وہ دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا اور ایسا کرنے سے زید گناہ گار ہوا، اس کو چاہیے کہ اپنے اس فضل سے توبہ کرلے اور لڑکی کو اس کا شوہر اول کے پاس پہنچا دے۔ اگر اول صحیح اور نافذ نہیں ہوا تھا، تب ایسا کیا ہے تو یہ موافق شرع ہے، اس سے گناہ گار نہیں ہوا۔

(۴) اگر مسئلہ سے ناواقفیت کی بنا پر ایسا کیا ہے؛ یعنی منکوحہ لڑکی (جس پر طلاق شرعاً نہیں واقع ہوئی) سے

---

(۱) ”فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب، توقف علی إجازته“. (الدر المختار: ۸۱/۳، باب الولی، سعید)

(۲) الدرالمختار: ۷۶/۳، باب الولی، سعید

(۴) الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۸۰/۱، القسم السادس، المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، رشیدیه

نکاح کر لیا تو وہ لوگ معذور ہیں، اب انہیں لڑکی کو واپس کر دینا چاہیے، اگر جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو سخت گناہ گار ہے۔ اگر پہلا نکاح صحیح نہیں ہوا تو دوسرا نکاح کرنے والے گناہ گار نہیں۔

(۵)　ایسی حالت میں ان پر گناہ نہیں، اگر جان بوجھ کر نا جائز نکاح کے گواہ بنتے تو گناہ گار ہوتے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۶/۱۲/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۰۶/۱۱)

کلما کی قسم کے بعد پسند کا کوئی اعتبار نہیں:

سوال:　میرا ایک دوست ایک جگہ انٹرویو کے لیے گیا، وہاں اس سے ''کلما'' پر قسم لی گئی (یعنی اگر میں نے فلاں فلاں امر کی مخالفت کی تو میں جب جب کسی لڑکی سے شادی کروں اسے تین طلاق ہوں) اور اب وہ یہ قسم پوری نہ کر سکا تو اُسے کسی نے بتایا کہ تم اب کبھی شادی نہیں کر سکتے، جب بھی شادی کرو گے تو بیوی کو طلاق ہو جائے گی اور وہ تین طلاقوں سے مغلظہ ہو جائے گی، وہ دوست بڑا پریشان تھا، اُسے ایک دوست نے فضولی کے نکاح کرانے کا حیلہ بتایا، اُسے وہ حیلہ بھی سمجھ نہ آیا اور اس میں اس کی پسند ناپسند کا بھی اعتبار مشکل تھا۔ مفتی صاحب! اب وہ زندگی کی سخت کشمکش میں ہے، مفتی صاحب! اس کی قسم کا کوئی کفارہ نہیں ہو سکتا کہ یہ قسم ختم ہو جائے؟ فقہ حنفی کے علاوہ دوسری فقہ میں بھی کوئی گنجائش نہیں ہے؟ مفتی صاحب! کسی طرح اس بیچارے مظلوم کا مسئلہ حل فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

سائل کی زبانی یہ بات معلوم ہوئی کہ ''کلما'' پر قسم لیتے وقت (یعنی یہ کہتے وقت کہ جب جب کسی لڑکی سے، الخ) وکالت کی نفی نہیں کی گئی، لہٰذا سائل کے دوست کی پریشانی کا حل یہی ہے کہ کوئی فضولی شخص (بغیر صریح، یا دلالۃً اجازت کے نکاح کرانے والا شخص فضولی کہلاتا ہے) اُس کا نکاح کرا دے، جہاں تک تعلق اس کی پسند ناپسند کا ہے تو اُسے اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ نکاح تو ہو رہا ہے، حالاں کہ اُس نے خود قسم اُٹھا کر اپنے نکاح کے اختیار کو ختم کیا ہے۔

لما في الدر المختار (۹۷/۳) كتاب النكاح مطلب في الوكيل والفضولي: (ونكاح عبد وأمة بغير إذن السيد موقوف) على الإجازة (كنكاح الفضولي).

وفي الرّد تحته: (قوله: كنكاح الفضولي) أي الذي باشره مع آخر أصيل أو ولي أو وكيل أو فضولي ... قال في البحر الفضولي من يتصرف لغيره بغير ولاية ولا وكالة أو لنفسه.

وفي الشامية (۳۴۸/۳، كتاب النكاح، مطلب في فسخ اليمين المضافة): وفي البحر عن البزازية والتزوج فعلا أومن فسخ اليمين من زماننا وينبغي أن يجيء إلى عالم ويقول له ما حلف واحتياجه إلى نكاح الفضولي فيزوجه العالم امرأة ويجيز بالفعل فلا يحنث وكذا إذا قال لجماعة لي حاجة إلى نكاح الفضولي فزوجه واحد منهم أما إذا قال لرجل اعقد لي عقد فضولي يكون توكيلا، آه. (نجم الفتاویٰ: ۹۳/۵)

ذرائع ابلاغ کے ذریعہ نکاح

نکاح کے لیے تحریر ضروری نہیں ہے:

سوال: نکاح میں اگر حاکم کی طرف سے تحریر کو ضروری قرار دیا ہے تو تحریر ضروری ہے، یا نہ؟ بغیر تحریر کے نکاح منعقد ہوگا، یا نہ؟

الجواب ــ

بلا تحریر نکاح منعقد ہو جاوے گا، تحریر ضروری نہیں ہے، شرائط نکاح مثل شرط وغیرہ ہونی چاہیے، تحریر ہونا، یا نہ ہونا ضروری نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۸۵-۸۶)

نکاح بذریعۂ تحریر:

سوال: ایک نابالغ لڑکی نے جو برادری کے اعتبار سے انصاری ہے، اس نے بنا کسی جبر و دباؤ اور لالچ کے بخوشی ایک بالغ شادی شدہ لڑکے صدیقی کے پاس یہ تحریر بھیجی کہ ''میں فلاں بنت فلاں نے اپنا نفس فلاں بن فلاں کے نکاح میں اتنے مہر پر دے دیا''۔ لڑکے نے لڑکی کی اس تحریر کو دو گواہوں کے سامنے پڑھ کر سنائی اور کہا کہ ''یہ تحریر فلاں بنت فلاں نے اپنے نکاح کے لیے میرے پاس بھیجی ہے'' اور گواہوں کے رو برو لڑکے نے لڑکی کو اپنے نکاح میں قبول کرلیا۔ کیا یہ نکاح صحیح درست ہوگیا؟

بعد نکاح ہمبستری لڑکی اپنے عزیز و اقارب کے دباؤ، یا خوف دلانے، یا کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر شوہر کی طرف سے بدظن ہو کر اپنی تحریر سے انکار کردے، یا یہ کہہ دے کہ یہ تحریر مجھ سے دھوکا دے کر لکھوائی اور شوہر کو اپنا بھائی بھی کہہ دے تو کیا ایسی صورت میں نکاح میں کوئی فرق آئے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

شرعاً یہ نکاح صحیح (اور درست) ہوگیا، (۲) نکاح اور ہمبستری کے بعد (اس) لڑکی کا اپنی تحریر سے انکار شرعاً معتبر

---

(۱) والثاني أعني الشرط الخاص انعقاد وسماع اثنين بوصف خاص للايجاب والقبول، الخ، وركنه الايجاب والقبول حقيقةً أو حكما. (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۸۳، ظفير)

(۲) "ولا بكتابة حاضر بل غائب بشرط اعلام الشهود بما في الكتاب ما لم يكن بلفعظ الأمر، فيتولى الطرفين". (الدر المختار، كتاب النكاح، مطلب: التزوج بارسال كتاب: ۳/۱۲، سعيد)　==

نہیں، (۱) شوہر کو بھائی کہنے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۶/۱۰/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، مفتی دار العلوم دیوبند، ۲۶/۱۰/۱۳۸۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۶۷۷-۶۷۸)

دھوکہ سے تحریر کے ذریعہ نکاح ہوتا ہے، یا نہیں:

سوال: اگر کوئی شخص فریب سے عورت کے سامنے یہ لفظ لکھ کر پیش کرے اور کہے کہ یہ تحریر پڑھا: ''زوجنی معک''، پھر اس کے جواب میں خود کہے: ''زوجت معک''، یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

ایسی صورت میں انعقاد نکاح میں اختلاف ہے، (۳) علاوہ بریں **حضور شاهدين فاهمين** شرط جواز ہے۔ (۴)

فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۱۰۰-۱۰۱)

کیا پرچہ پر پہیلی لکھ کر حل کراتے وقت ''نکاح'' کا لفظ لکھنے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے:

سوال: مسمی زید کی سوتیلی ماں مع اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کے علاحدہ مکان میں رہتی ہے اور ان کے تعلقات مسمی بکر کے گھرانے سے خوشگوار تھے اور بکر کا لڑکا جس کے دوستانہ مراسم زید کے سب سے سوتیلے بھائی سے تھے اور کچھ دنوں تک اس کو ٹیوشن بھی پڑھایا تھا، جس کی وجہ سے کثرت سے آمد ورفت رہتی تھی اور اسی سبب سے دونوں گھرانوں میں پردہ کا بھی اہتمام نہ تھا۔

چند ماہ قبل مسمی بکر کا لڑکا جب ٹیوشن پڑھا چکا تو اس نے چال چلی کہ معمہ حل کرانے کے بہانے سے ان کے گھر آ کر

== ''والأصل فی ذلک أن الکتاب من الغائب بمنزل الخطاب من الحاضر ... ولو قرأت الکتاب علی الشهود، أو قالت: ان فلانا کتب الی یخطبنی، فاشهدوا أنی قد زوجت نفسی منه، صح النکاح''. (خلاصة الفتاوی، الفصل السابع عشر فی النکاح بالکتاب والرسالة مع الغائب: ۲/۴۸، امجد اکادمی لاهور)

(۱) ''جحود جمیع العقود ما عد النکاح فسخ''. (الدر المختار، مسائل شتی: ۵/۴۵۱، سعید)

(۲) مفتی عزیز الرحمٰن نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: ''اس صورت میں نکاح قائم ہے، عورت کے اس کہنے سے کچھ نہیں ہوا''۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند: ۱/۲۱۱، باب الظہار)

''قال أصحابنا: لا یصح ظهار المرأة من زوجها، وهو قول مالک والثوری واللیث والشافعی''. (أحکام القرآن للجصاص: ۳/۶۳۳، باب فی ظهار المرأة من زوجها، قدیمی)

(۳) قال فی الفتح: لولقنت المرأة: ''زوجت نفسی'' بالعربیة ولاتعلم معناه وقبل والشهود یعلمون ذلک أولا یعلمون صح کالطلاق وقیل: لا، کالبیع، کذا فی الخلاصة، ومثل هذا فی جانب الرجل إذا لقنه لایعلم معناه. (رد المحتار کتاب النکاح: ۲/۳۶۷، ظفیر)

(۴) وشرط سماع کل من العاقدین لفظ الآخر لیتحقق رضاهما وشرط حضور شاهدین حرین أو حر وحرتین، الخ. (الدر المختار، کتاب النکاح: ۲/۳۷۳، ظفیر)

یہ معمہ لڑکی سے حل کرانے لگا، (۱) جس میں یہ تحریر تھی: ''میں جاوید سے ---------- کر رہی ہوں اور یہ ---------- میری مرضی سے ہو رہا ہے، اس پر کسی کی ذمہ داری نہیں ہے۔ لڑکی نے کہا: تم ہی حل کر لو؛ مگر اس نے سمجھایا کہ تو معمہ ہے، اس کو حل کرنے میں کیا حرج ہے؟ جو الفاظ ان دو جگہوں پر فٹ ہوں، وہ ان میں لکھنا ہے۔

بہر حال! کافی غور کرنے کے بعد لڑکے نے ''نکاح'' خالی جگہوں پر لکھوالیا اور اس کو بناء بنا کر جعلی وفرضی دستخط وکیل وگواہ بنا کر نکاح نامہ واقرار نامہ مرتب کرالیا، جب اس کا علم زید کو ہوا تو زید نے ہمشیرہ سے دریافت کیا کہ واقعہ کیا ہے؟ پرچہ لکھ کر دینے اور معمہ وغیرہ کا لڑکی نے اقرار کرلیا اور کہا کہ نہ تو میں نے نکاح کیا ہے اور نہ میرے وہم وگمان میں تھا اور نہ میں کسی قاضی کے پاس گئی اور نہ ہی وکیل سے کچھ کہا اور نہ ہی کوئی گواہ آیا اور نہ تو میں نے کاغذ پر دستخط کئے اور میں حلفیہ کہتی ہوں کہ پرچہ لکھتے وقت میرے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں تھی۔ اب اس صورت پر کیا پابندی عائد ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اس جعل سازی سے شرعاً نکاح منعقد نہیں ہوا، نکاح کے لیے گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ضروری ہے، یہاں تحریر لکھتے اور دستخط کرتے وقت کوئی سامنے موجود ہوتے اور برضا ورغبت لڑکی تحریر لکھتی، جس سے واقعۃً نکاح کرنا مقصود ہوتا اور لڑکا بھی اس پر دستخط کر دیتا اور گواہ بھی دستخط کر دیتے؛ مگر زبان سے ایجاب وقبول کے الفاظ ادا نہ کئے جاتے اور سب کارروائی تحریر ہوتی اور اس مجلس میں لڑکا لڑکی گواہ سب موجود ہوتے، تب بھی اس تحریر سے شرعاً نکاح منعقد نہ ہوتا، ردالمحتار میں یہ مسئلہ مذکور ہے، تحریر غائب کے حق میں چند شرائط کے ساتھ معتبر ہوتی ہے، حاضر کے حق میں تحریر سے نکاح نہیں ہوتا۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۳/۸/۱۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۷۸/۱۰)

محض تحریری ایجاب وقبول سے نکاح نہ ہونا اور جواز کی شرط:

سوال: زبیدہ جو بالغ ہے (پڑھ لکھ سکتی ہے)، کیا بکر کے ساتھ (جو پڑھ لکھا سکتا ہے) بذریعہ تحریر ایجاب وقبول کر سکتی ہے اور کیا یہ نکاح شرعاً درست ہوگا اور اگر دو عاقل اور بالغ مسلمان اپنے قلم سے ہی تحریر پر جن کو یقین ہو کہ وہ تحریر جس کے ذریعہ سے نکاح ہوا ہے، زبیدہ اور بکر ہی کے قلم سے ہے تو کیا یہ گواہی شرعاً جائز اور قابل تسلیم ہوگی، حالانکہ زبیدہ اور بکر ایک شہر میں موجود نہیں ہیں؟

---

(۱) ''معمہ حل کرنا: مخفی، پوشیدہ، مبہم، پہیلی، چیستان، پیچیدہ بات، الجھا ہوا مسئلہ کرنا''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۲۶۵، فیروزسنز، لاہور)

(۲) ''ولا بکتابة حاضر بل غائب بشرط اعلام الشهود بما فی الکتاب''. ''(قوله: ولا بکتابة حاضر) فلو کتب: تزوجتک، فکتبت: قبلتُ، لم ینعقد، بحر، والأظهر أن یقول: فقالت: قبلت، إذا الکتابة من الطرفین بلا قلول لا تکفی ولو فی الغیبه، تأمل، (قوله بل غائب) الظاهر أن المراد به الغائب عن المجلس وإن کان حاضراً فی البلد، الخ''. (ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: التزوج بارسال کتاب: ۱۲/۳، سعید)

الجواب

اگر دونوں طرف سے تحریر ہی ہوئی ہے تو نکاح درست نہ ہوگا، اسی طرح اگر ایک طرف سے تحریری ایجاب کی زبانی خبر نہیں دی گئی، تب بھی نکاح نہ ہوگا، اسی طرح گواہوں نے صرف زبیدہ، یا بکر یا دونوں کا قلم پہنچان کر گواہی دی، تب بھی نہ یہ گواہی درست ہوگی، نہ اس گواہی سے نکاح درست ہوگا، صرف نکاح درست ہونے کی خاص صورت یہ ہے کہ مثلاً زبیدہ کے نام بدرخواست نکاح خط لکھے اور زبیدہ دو گواہوں کے، یا زیادہ کو جو شرعاً گواہی کے قابل ہوں؛ یعنی دو مرد، یا ایک مرد دو عورت عاقل بالغ مسلمان جوان کی زبان سمجھتے ہوں، ایک جلسہ میں جمع کر کے ان کے سامنے پورا مضمون خط کا بیان کرے کہ فلاں شخص نے میرے پاس بدرخواست نکاح خط لکھا ہے اور میں اس درخواست کو منظور کرتی ہوں اور اس کو نکاح میں قبول کرتی ہوں، بس اب انکا درست ہوگیا۔

فی رد المحتار: الكتابة من الطرفين بلاقول لا تكفي ولو في الغيبة، وفيه من الفتح: ينعقد النكاح بالكتابة كما ينعقد بالخطاب وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب احضرت الشهود وقرأته عليهم وقالت زوجت نفسي منه أو تقول: إن فلاناً كتب إلي يخطبني فاشهدوا أني زوجت نفسي منه، أما لولم تقل بحضر تهم سوى زوجت نفسي من فلان لا ينعقد، لأن سماع الشرطين شرط صحة النكاح وبإسماعهم الكتاب أو التعبير عنه منها قد سمعوا الشرطين بخلاف ما إذا انتقيا. (۱)

(امداد: ۲/۲۳۴) ۱۹/ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ (تتمہ اولی، ص: ۸۸) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۱۳۰-۱۳۱)

سوال: ماقولکم ایہا العلماء الکرام! ہندہ عاقلہ بالغہ بست سالہ نے زید کے نام حسب ذیل تحریر بھیجی:

جناب صاحب آپ نے بذریعہ تحریر جو پیام نکاح بھیجا، وہ میں نے بجان ودل منظور کیا اور میں صاف الفاظ میں کہتی، نیز لکھتی ہوں کہ میں نے بعوض دس ہزار روپیہ مہر مؤجل اپنی ذات کو آپ کے عقد نکاح میں دیا راقمہ (دستخط) زید نے یہ تحریر وصول کر کے چند مستور الحال اہل اسلام کو مطلع کیا، نیز قبولیت نکاح ومنظوری مقدار مہر سے آگاہی بخشی اور ہندہ کو بھی اطلاع کردی کہ میں نے قبول کیا اور چند مسلمان آدمیوں کو میں نے گواہ کرلیا ہے۔ از روئے شرع متین وفقہ عالیہ مذہب امام اعظم اس صورت میں نکاح مابین زید وہندہ منعقد ہوجائے گا، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوگا؛ **لأن الشرط سماع الشاهدين ألفاظ الزوجين في مجلس واحد ولم يوجد والذي وجد هو الخبر لا الإنشاء وهو الشرط وهذا كله في الدر المختار وردالمحتار.**

۱۱/محرم الحرام ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ، ص: ۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۱۳۱-۲۳۲)

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳/۱۲، دار الفکر بیروت، انیس

مذکورہ تحریر سے نکاح نہیں ہوا:

سوال: ایک دختر ۱۸؍سالہ نے اپنا خلاف مرضی والدین اس طریقہ سے کیا ہے کہ جس سے وہ نکاح کرنا چاہتی تھی، اس کو یہ تحریر لکھی کہ میں بہ صحت وثبات عقل بلا اکراہ واجبار برضائے خود اپنے نفس کو بالعوض پانچ سو روپے دین مہر مؤجل کے تمہارے زوجیت میں دیتی ہوں اور چھ گواہوں کے نام بھی یہ تحریر بھیج دی۔ اس صورت میں نکاح منعقد ہوجاتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

صورت جواز نکاح بذریعہ تحریر شامی میں فتح القدیر سے نقل کی ہے کہ اگر کسی مرد نے عورت کو لکھا کہ مجھ سے نکاح کرلو اور اس عورت نے گواہوں کو بلا کر ان سے کہا کہ فلاں شخص مجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو تم گواہ رہو کہ میں نے اس سے اپنا نکاح کرلیا ہے تو اس صورت میں نکاح منعقد ہوجاوے گا اور اگر عورت نے گواہوں کے سامنے مرد کے طرف سے کچھ کلام نقل نہ کی اور صرف یہ لکھا اور کہا کہ میں نے اپنا نکاح فلاں شخص سے کیا تو نکاح منعقد نہ ہوگا، البتہ اگر عورت مرد کو یہ لکھے کہ تم مجھ سے اپنا نکاح کرلو، اس پر مرد نے دو گواہوں کے سامنے عورت کے اس پیام کو نقل کر کے کہا کہ تم گواہ رہو، میں نے اس عورت سے اپنا نکاح کرلیا تو نکاح منعقد ہوجاوے گا، الغرض جواز نکاح کے لیے اس صورت میں ضروری ہے کہ مرد روبرو دو گواہ کے یہ نقل کرے کہ فلاں نے مجھ کو لکھا ہے اور وہ مجھ سے نکاح کرنا چاہتی ہے، پس تم گواہ رہو کہ میں نے اس عورت سے نکاح کرلیا اور قبول کرلیا، اس طرح اگر کیا جاوے گا تو نکاح منعقد ہوجاوے گا۔ (شامی)(۱) فقط (صورت مسئولہ میں نکاح درست نہیں ہوا۔ ظفیر) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۰۳-۱۰۴)

بذریعہ تحریر نکاح اور طلاق کے وقوع میں فرق کی وجہ:

سوال: اگر لڑکا لڑکی (دونوں بالغ) تحریری طور پر ایجاب وقبول کر کے نکاح کریں اور دونوں زبان سے کچھ بھی نہ کہیں تو یہ نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟ اگر نہیں تو بذریعہ تحریر یعنی صرف لکھنے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے اور نکاح نہیں دونوں میں کوئی فرق ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

عقد نکاح کے لیے زبان سے کچھ کہے بغیر صرف تحریری طور پر ایجاب وقبول کیا جائے تو یہ نکاح منعقد نہ ہوگا؛ لیکن

---

(۱) (قوله: فتح) فإنه قال: ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب احضرت الشهود وقرأته عليهم وقالت زوجت نفسي منه أو تقول: إن فلانا كتب إلي يخطبني فاشهدوا لي زوجت نفسي منه أما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان لا ينعقد لأن سماع الشطرين شرط صحة النكاح. (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب الزوج بارسال كتاب: ۲/۳٦٤. ظفير)

تحریراً برضا ورغبت طلاق لکھ کر دینے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ان دونوں کے درمیان فرق بالکل واضح ہے کہ نکاح کے انعقاد کے لیے دو گواہوں کا موجود ہونا شرط ہے۔ نیز عاقدین کا ایک دوسرے کے کلام کو سننا اور گواہوں کے لیے بیک وقت عاقدین کے کلام کو سننا بھی شرط ہے، جو کہ تحریراً نکاح کی صورت میں نہیں پایا جاتا، جب کہ طلاق کے وقوع کے لیے نہ گواہ شرط ہیں، نہ کسی شخص کا طلاق کے الفاظ کا سننا شرط ہے، لہٰذا برضا ورغبت لکھ کر طلاق دینے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

لما في الجوهرة النيرة (٦٧/٢): ومن شرط الشهادة في انعقاد النكاح ان يسمع الشهود كلامهما جميعا في حالة واحدة.

وفي فتح القدير (٢٠٣/٣): ونص القدوري وغيره على اشتراط السماع ولأنه المقصود بالحضور فلا يجوز بالأصمين على ما هو الأصح وعن اشتراط السماع ما قدمناه في التزوج بالكتابة من أنه لا بد من سماع الشهود ما في الكتاب المشتمل على الخطبة بأن تقرأه المرأة عليهم أو سماعهم العبارة عنه.

وفي الدرالمختار (٢١/٣): (وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر) ليتحقق رضاهما (و) شرط (حضور) شاهدين(حرين) أو حر وحرتين (مكلفين سامعين قولهما معا)على الأصح.

وفي الشامية (٢٤٦/٣،مطلب في الطلاق بالكتابة): (قوله: كتب الطلاق الخ) قال في الهندية الكتابة على نوعين مرسومة وغير مرسومة ونعني بالمرسومة أن يكون مصدرا ومعنونا مثل ما يكتب إلى الغائب وغير المرسومة أن لا يكون مصدرا ومعنونا وهو على وجهين مستبينة وغير مستبينة فالمستبينة ما يكتب على الصحيفة والحائط والأرض على وجه يمكن فهمه وقرائته وغير المستبينة ما يكتب على الهواء والماء وشيء لا يمكن فهمه وقرائته ففي غير المستبينة لا يقع الطلاق وإن نوى وإن كانت مستبينة لكنها غير مرسومة إن نوى الطلاق يقع وإلا لا وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أو لم ينو ثم المرسومة لا تخلو أما إن أرسل الطلاق بأن كتب أما بعد فأنت طالق فكما كتب هذا يقع الطلاق وتلزمها العدة من وقت الكتابة. (نجم الفتاویٰ:۱۸۵/۴۔۱۸۶)

لڑکی کے دستخط اور لڑکے کا ایک بار قبول کرنا نکاح کے لیے کافی ہے:

سوال: ایک دن میری ہمشیرہ کا اور دُوسرے دن میری کزن کا نکاح ہوا، جس میں محلّہ کے اِمام صاحب نے نکاح پڑھایا؛ مگر دُولہا سے دو مرتبہ پوچھا: ’’تمھیں قبول ہے؟‘‘ مگر دُلہن سے صرف ایک دستخط کرائے، استفسار پر جواباً فرمانے لگے کہ شریعت میں ایک مرتبہ پوچھنا ہوتا ہے، دُوسری مرتبہ گواہوں کی تسلی کے لیے ہوتا ہے، آپ ہماری ذہنی خلش کو دُور فرمادیں، کیا یہ نکاح دُرست ہوئے ہیں؟

الجواب

صرف ایک دفعہ کے "قبول ہے" سے بھی نکاح ہوجاتا ہے اور لڑکی نے جب دستخط کردیئے تو گویا اپنی رضامندی سے مولوی صاحب کو وکیل بنادیا؛ اس لیے نکاح صحیح ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۹۸/۶)

بذریعہ خط ڈاک نکاح کا مسئلہ:

سوال: بذریعہ تحریر ڈاک نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح بذریعہ تحریر بھی ہوسکتا ہے، جب کہ اس تحریر پر اعتماد ہو اور مکتوب الیہ مجلس شہود میں قبول کرلے اور مضمون تحریر بھی ان کو سنادے۔ فقط (تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۸۰)

خط کے ذریعہ نکاح:

سوال: زید نے اپنی لڑکی کو بکر کو دیا اور اس یہ کہا کہ میں نے اپنی لڑکی تم کو دی، اس کے زید نے بکر کو خط لکھا اور تین آدمیوں کے دستخط کرائے تو خط پر نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب

اگر زید نے بکر کو خط اس مضمون کا بھیج دیا کہ میں نے اپنی دختر کا نکاح تم سے کیا اور مکتوب الیہ نے اس کے مضمون کو حاضری کو سنایا اور قبول کیا تو نکاح منعقد ہوگیا۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۰۲/۷)

خط کے ذریعے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خط کے ذریعے نکاح منعقد ہوتا ہے، یا نہیں؟

الجواب بعون الملك الوهاب

خط کے ذریعے نکاح منعقد ہوجاتا ہے؛ لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ جب عورت کو وہ خط ملے تو دو گواہوں کے سامنے وہ خط پڑھے اور یہ کہے کہ فلاں نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے اور تم گواہ رہو کہ میں نے اپنا نکاح اس سے کردیا ہے؛ کیوں کہ گواہوں کا ایجاب وقبول کا سننا صحت نکاح کے لیے شرط ہے۔

لمافي الهندية (۲٦۹/۱): ولو قالت إن فلانا كتب إلى يخطبني فاشهدوا إني قد زوجت نفسي منه صح النكاح لأن الشهود سمعوا كلامهما بإيجاب العقد وسمعوا كلام الخاطب بإسماعها إياهم.

(۱) والعلم للتوكيل بالتوكيل (إلى قوله) ويثبت العلم أما بالمشافهة أو الكتابة إليه. (البحر الرائق: ۱٤۰/۷)

وفی الشامية (۱۲/۳):قال: ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقراء ته عليهم وقالت زوجت نفسي منه أو تقول إن فلانا كتب إلي يخطبني فاشهدوا إني زوجت نفسي منه أما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان لا ينعقد لأن سماع الشطرين شرط صحة النكاح وبإسماعهم الكتاب أو التعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين. (نجم الفتاویٰ:۱۸۵/۴) ☆

نکاح خط وکتابت کے ذریعہ:

سوال: مثلاً ایک عورت نے ایک شخص کو خط لکھا کہ میں آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں، اتنے مہر پر، آپ منظور کریں اور ادھر سے اس شخص نے اس کے جواب میں لکھا کہ مجھے منظور ہے اور وہ شخص دو شخصوں کے سامنے پڑھ کر اور اس کا جواب بھی ان کو سنا کر لکھ دیا تو نکاح ہوگیا؛ مگر اس عورت نے خفیہ بلا دو شرعی گواہ کے خط لکھا ہو، تو کیا یہ نکاح ہو جاوے گا، یا ادھر سے بھی دو گواہ شرعی ہونے کی ضرورت ہوگی اور ان دونوں خطوں پر دونوں فریق کے گواہاں کے دستخط بھی ہونے چاہئیں، یا نہیں؟

الجواب

شامی میں خط پر جواز نکاح کی یہ صورت لکھی ہے کہ مثلاً مرد عورت کو خط لکھے کہ میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں اور عورت دو گواہوں کو بلا کر ان کے سامنے اس خط کو پڑھے اور کہہ دے کہ میں نے اپنا نکاح اس سے کیا، الخ۔ اس صورت کے

☆ **جانبین کے خط سے نکاح منعقد نہیں ہوتا:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں لاہور میڈیکل کالج میں تھا تو کراچی سے ایک لڑکی نے مجھے نکاح کے بارے میں خط لکھا اور اپنی تصویر بھی ساتھ بھیج دی، میں نے نکاح قبول کر کے خط لکھ دیا اور مہر پچاس ہزار لکھ دیا، کچھ دنوں پہلے ایک مولوی صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ خط کے ذریعے نکاح نہیں ہوتا تو مجھے تردد ہوا، اب آپ حضرات میرے تردد کو دور کریں اور بتائیں کہ میرا یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــ بعون الملك الوهاب

خط کے ذریعے نکاح میں یہ ضروری ہے کہ خط وصول کرنے والا دو گواہوں کے سامنے اس خط کی عبارت پڑھے اور پھر نکاح کو قبول کرلے۔ دونوں طرف سے خط بھیج دینے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا لہٰذا صورتِ مسئولہ میں آپ کا نکاح منعقد نہیں ہوا۔

لمافي الشامية(۱۲/۳،مطلب التزوج بإرسال كتاب): قوله (ولا بكتابة حاضر) فلو كتب تزوجتک فكتبت قبلت لم ينعقد بحر... قوله (فتح) فإنه قال ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقراء ته عليهم وقالت زوجت نفسي منه أو تقول إن فلانا كتب إلي يخطبني فاشهدوا إني زوجت نفسي منه أما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان لا ينعقد لأن سماع الشطرين شرط صحة النكاح وبإسماعهم الكتاب أو التعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين. (نجم الفتاویٰ:۱۸۶/۴)

موافق یہ بھی جائز ہے کہ عورت مرد کو خط لکھے اور مرد دو گواہوں کے سامنے اس کا خط پڑھے اور یہ کہہ دے کہ میں نے اس عورت سے نکاح کیا۔غرض یہ کہ اگر دو گواہوں کے سامنے شوہر نے اس خط کو پڑھ دیا اور قبول کرلیا تو نکاح ہوگیا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/۱۰۲-۱۰۳)

نکاح بذریعۂ خط:

سوال: دولہا افریقہ میں اور دولہن ہندوستان میں اور نکاح پڑھانا ہے تو اس کی کیا صورت ہے؟ خلاصہ تحریر فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

دلہن یا اس کا ولی دولہا، یا اس کے ولی کو بذریعۂ خط اجازت دے دے اور اس خط کے پہنچنے پر دولہا، یا اس کا ولی گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرالے، مثلاً دلہن نے لکھا کہ ''میں تم کو وکیل بناتی ہوں، تم میرا نکاح اپنے سے کرلو''۔اس پر دو گواہوں کے سامنے کہے کہ ''فلانہ بنت فلاں نے مجھے اپنی طرف سے اپنے نکاح کا وکیل بنایا ہے، میں نے اس سے اپنا نکاح کرلیا''۔یا دلہن کے ولی (باپ) نے دولہا کے ولی (باپ) کو لکھا کہ میں تم کو وکیل بناتا ہوں کہ میری فلاں لڑکی کا نکاح تم اپنے لڑکے سے کرلو''۔اس پر وہ گواہوں کے سامنے کہہ دے کہ ''میں نے فلاں کی لڑکی فلاں کا نکاح اپنے لڑکے فلاں سے کردیا'' بس نکاح ہوجائے گا، ایک ہی شخص کا کہنا ایجاب وقبول دونوں کے قائم مقام ہوجائے گا۔(۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۴۶۴)

خط کے ذریعہ نکاح:

سوال: فاطمہ نے لکھنؤ سے رفیق مقیم کلکتہ کے پاس رجسٹری خط بذریعہ ڈاکخانہ بھیجا، جس میں تحریر کیا کہ ''بھارتی رفیق صاحب میں آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں؛ اس لیے میں نے اپنے کو آپ کی زوجیت میں دے دیا، امید ہے کہ آپ قبول فرمائیں گے''، پھر دستخط کردیا، جب رفیق کے پاس یہ خط پہونچا تو دس پانچ روز اپنے پاس خط ڈالے

(۱) ینعقد النکاح بالکتاب کماینعقد بالخطاب، وصورته أن یکتب إلیها یخطبها فإذا بلغها الکتاب احضرت الشهود قرأته علیهم وقالت زوجت نفسی منه، أو تقول إن فلانا کتب إنی یخطبنی فاشهدوا انی زوجت نفسی منه، أما لو لم تقل بحضرتهم سوی زوجت نفسی من فلان لاینعقد، لأن سماع الشطرین شرط صحة النکاح وبإسماعهم الکتاب أو التعبیر عنه منها.(ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳٦٤/۲،ظفیر مفتاحی)

(۲) ''فإنه قال: ینعقد النکاح بالکتاب کما ینعقد بالخطاب، وصورته: أن یکتب إلیها یخطبها، فإذا بلغ الکتاب، أحضرت الشهود وقرأته علیهم، وقالت: زوجت نفسی منه، أو تقول: إن فلانا کتب إلی یخطبنی، فاشهدوا أنی زوجت نفسی منه؛ أما لو لم تقل بحضرتهم سوی: زوجت نفسی من فلان، لا ینعقد''.(ردالمحتار، مطلب: التزوج بارسال کتاب: ۱۲/۳، سعید)

رہے، پھر دو آدمیوں کو گواہی کے لیے بلایا کہ ''تیری حقیقی پھوپھی زاد بہن مسماۃ فاطمہ بنت حبیب خان نے لکھنؤ سے میرے پاس بذریعہ ڈاک رجسٹری خط بھیجا ہے، جس کا مضمون یہ ہے''۔

اس کے بعد فاطمہ کا ایجاب نامہ پڑھ کر سنایا گیا اور وہ خط بھی گواہوں کو دکھایا، پھر کہا کہ ''آپ لوگ گواہ رہیں، میں نے فاطمہ کی بات منظور کرلی اور اس کو اپنی زوجیت میں لے لیا اور اس کا نکاح اپنے سے کرلیا''۔ اب کیا اس صورت میں نکاح ہوگیا، یا نہیں؟ اس مسئلہ کے بارے میں دارالعلوم دیوبند سے کل فتوی نمبر: ۴۸۸ آیا ہے، اس کی نقل یہ ہے:

''مذکورہ صورت میں جب کہ رفیق نے دو گواہوں کے سامنے جب فاطمہ کا خط سنا کران کے سامنے ہی اس نکاح کو قبول کرلیا اور فاطمہ کی طرف سے خود وکیل بن کر ایجاب وقبول کیا اور پھر بحیثیتِ زوج قبولِ نکاح کیا اور اس ایجاب وقبول پر دو گواہ بنا لیے تو یہ نکاح صحیح ہوگا''۔ اس فتویٰ میں فاطمہ کی طرف سے خود وکیل بن کر ایجاب کی قید لگی ہوئی ہے، درمختار: ۳۶۴/۲، میں ہے اور مولانا احمد علی صاحب نائب مفتی دارالعلوم دیوبند کی تالیف کردہ کتاب ''عورت اور اسلام'' ص: ۴۲ بعنوان ''خط کے ذریعہ نکاح'' بنقل عبارت فتح القدیر پر جو تحریر ہے، اس میں اس وکالت کی قید مذکور نہیں ہے، پس صورتِ مسئولہ کا فیصلہ از خود مشکل ہوگیا۔

اب سوال یہ ہے کہ رفیق کو تو یہ کچھ معلوم تھا نہیں کہ خط سنانے کے ساتھ ہی فاطمہ کی طرف سے وکیل بن کر ایجاب کرنا، پھر بحیثیتِ زوج قبول کرنا ضروری ہے، یا نہیں؟ اس نے خالی الذہن کے ساتھ وکیل ہونے، یا نہ ہونے کی نیت کئے بغیر عورت کے ایجاب نامہ کو سنا کر بحیثیت زوج قبول کرلیا، اس پر دو گواہ بنا لیے تو اب کیا یہ نکاح صحیح ہوگیا، یا نہیں؟ اگر نکاح صحیح ہوگیا تو فبہا، اگر صحیح نہیں ہوا تو ایسے نکاح کے بعد جو رفیق نے اپنی منکوحہ سے وطی کی ہے، پھر اس فاطمہ کو طلاقِ مغلظہ دی ہے، اس کا کیا ہوگا؟ کیا اس نکاح وطی وطلاق مغلظہ کو کالعدم قرار دیا جائے؟ اور رفیق بلا عدت گزارے اور بلا حلالہ کے دوبارہ فاطمہ سے نکاح کرسکتا ہے؟ یا فاطمہ عدتِ طلاق گزار کر اور پھر رفیق، یا کسی اور شخص کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے؟ صحیح نکاح نہ ہونے کی صورت میں رفیق اگر دوبارہ فاطمہ سے نکاح کرنا چاہے تو حلالہ کی ضرورت تو نہیں پڑے گی؛ کیوں کہ اس نے وطی کے بعد تین طلاق دی ہے؟

اب حضرت والا سے گزارش ہے کہ جواب تشفی بخش طور پر فی الفور براہ راست عطا فرمائیں؛ تاکہ دس روز تک مل جائے، بڑی ہی عنایت ہوگی۔ اس سے قبل قریب ہی میں ایک خط حضرت والا کی خدمت میں برائے دعا ارسال کرچکا ہو، امید ہے کہ فراموش نہ فرمائیں گے۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں وکالت کے علاوہ دوسری صورت بھی ہوسکتی ہے اور اس سے بھی نکاح درست ہوسکتا ہے۔

''ینعقد النكاح بالكتاب، كما ينعقد بالخطاب، وصورته: أن يكتب اليها يخطبها، فإذا بلغها

الکتاب، أحضرت الشهدو، وقرأته عليهم، وقالت: زوجتُ نفسى منه، أو تقول: ان فلانا كتب الى يخطبنى، فاشهدوا أنى زوجتُ نفسى منه، أما لو لم تقل بحضرتهم سوى: زوجتُ نفسى من فلان، لا ينعقد؛ لأن سماع الشرطين شرط صحة النكاح ... قد سمعوا الشطرين بخلاف ما اذا نتفيا". (۳٦٤/۲)(۱)

اس لیے رفیق نے فاطمہ کو جو تین طلاق دی ہیں، وہ معتبر ہوں گی اور بغیر حلالہ کے فاطمہ کے ساتھ رفیق کا نکاح دوبارہ جائز نہیں ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸٦/۸/٦ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۷۵/۱۰-۶۷۷)

خط وکتابت کے ذریعہ نکاح کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شخص انگلینڈ میں ہے اور اس کی منگیتر پاکستان میں ہے تو نکاح کیسے کیا جائے گا، اس نوعیت کا ایک مسئلہ ماہنامہ طیبہ سیالکوٹ، فروری ۱۹۵٦ء، ص:۳۱ کے آخر میں بشکل سوال وجواب درج ہے۔ سوال یہ ہے کہ لڑکا برطانیہ میں ہے اور لڑکی یہاں، کیا خط وکتابت کے ذریعہ نکاح ہوسکتا ہے؟ جواب یہ ہے: ہوسکتا ہے اس طرح کہ لڑکی خود، یا اس کی مرضی سے اس کا وکیل لڑکے کو لکھ دے کہ فلاں لڑکی تمہارے نکاح میں دی اور لڑکا اس خط کو گواہوں کے سامنے پڑھ کر سناوے اور پھر ان گواہوں کے سامنے قبول کرے۔

ينعقد ... بكتابة... غائب بشرط اعلام الشهود بما فى الكتاب. (الدرالمختار: ۱۸۰)

التماس ہے کہ جواب مذکور (مع تکمیل عبارت) وصحیح ترجمہ بہ ثبت مہر تصدیق فرما کر ہدیہ تشکر قبول فرمایا جائے۔

(المستفتی: شیر محمد قریشی کہوٹہ، راولپنڈی، ۱۹۷۲/۴/۱۲ء)

الجواب

مکمل عبارت یہ ہے:

ولا بكتابة حاضر، بل غائب بشرط إعلام الشهود بما فى الكتاب ما لم يكن بلفظ الأمر فيتولى الطرفين، فتح. (هامش ردالمحتار: ۳٤٦/۲)(۳)

یعنی مجلس نکاح میں حاضر شخص کا نکاح خط وکتابت کے ذریعہ درست نہیں ہے؛ بلکہ صرف غائب شخص کا نکاح

---

(۱) رد المحتار، كتاب النكاح، مطلب: التزوج بارسال كتاب: ۱۲/۳، سعيد

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره﴾ (سورة البقرة: ۲۳۰)

"عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها: "أن رجلا طلق امرأته ثلثا، فتزوجت، فطلق، فسئل النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أتحل للأول؟ قال: "لا، حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول". (صحيح البخارى، كتاب الطلاق، باب من أجاز الطلاق الثلاث: ۷۹۱/۲، قديمى)

(۳) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار: ۲۸۸/۲، كتاب النكاح

بذریعہ خط وکتابت درست ہے، بشرطیکہ مرسل الیہ گواہوں کو خط کے مضمون سے آگاہ کرے؛ لیکن اگر مرسل نے خط میں امر کا صیغہ لکھا، مثلا میرا نکاح اپنے ساتھ منعقد کرو تو اس مضمون سے گواہوں کو خبردار کرنا ضروری نہیں؛ بلکہ یہ کافی ہے کہ گواہوں کے سامنے کہہ دے کہ میں نے مثلا فلانہ کو نکاح میں قبول کیا۔ وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲۷۳/۴)

نکاح بذریعہ خط:

سوال: یہاں پر ایک محترم کا نواسہ مسمی زید لندن میں ہے اور ان کی پوتی فاطمہ یہاں ہندوستان میں ہے، دونوں کی منگنی تو کئی سال سے ہوچکی ہے، ان دونوں میں نکاح کا سوال درپیش ہے، بغیر نکاح کی اسناد کے پاسپورٹ نہیں بن سکتا، اب ان کے نکاح کی کیا صورت اختیار کی جائے؟

الجواب

صورت مسئولہ میں زید فاطمہ کو لکھے کہ میں نے تیرے ساتھ اپنا نکاح کرلیا، وہ خط جب عورت کو پہنچے تو وہ شرعی گواہوں کے سامنے کہے کہ یہ خط میرے پاس آیا ہے اور میں اس لڑکے سے نکاح کرتی ہوں تو یہ ایجاب وقبول صحیح ہوجائے گا، یا لڑکی لڑکے کو خط لکھے کہ میں نے اپنی ذات تمہارے نکاح میں دے دی ہے، اس خط کو لڑکا شرعی گواہوں کے سامنے پڑھے اور کہے کہ میں نے اس خط کو منظور کرلیا تو یہ ایجاب وقبول صحیح ہوجائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولو أرسل إليها رسولاً أو كتب إليها بذلك كتاباً فقبلت بحضرة شاهدين سمعاً كلام الرسول وقراءة الكتابة جاز لاتحاد المجلس من حيث المعنى. (۲/۲، کتاب النکاح) فقط واللہ اعلم بالصواب

(فتاویٰ رحیمیہ: ۸/)

بذریعہ خط ایجاب وقبول سے نکاح کب درست ہوگا:

سوال: فاطمہ ایک عاقلہ بالغہ نوجوان خواندہ لڑکی ہے، مسائل شرعی سے بھی واقفیت رکھتی ہے، راجپوت قوم سے ہے، جس کے یہاں اب تک یہ رسم ہندوانہ چلی آتی ہے کہ وہ ایک گوت میں رشتہ ناتہ نہیں کرتے، لڑکی خود ایک لڑکے سے جو انھیں کے وت میں ہے، اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے، گویا برادری کی رو سے نکاح نہیں کرسکتی، باقی دینی لحاظ سے لڑکا اس کا بالکل کفو ہے، اب یہ لڑکی چاہتی ہے کہ میں پہلے اس کے ساتھ خفیہ نکاح کرلوں اور بعد میں اس کا اظہار کردوں، بعد میں والدین مجبور ہوکر نکاح کو مان لیں گے، اب یہ لڑکی گاؤں کے گواہاں تو برائے نکاح نہیں کرسکتی؛ کیوں کہ پہلے ہی راز افشا ہونے کا خوف ہے؛ اس لیے لڑکی خود اپنے ہاتھ سے اپنا مکمل حال اور ایجاب لکھ کر دیتی ہے کہ لڑکا کہیں دوسری جگہ جا کر گواہوں کے روبرو ایجاب پڑھ کر سنادے اور وہ قبول کرے اور اسی کاغذ پر لکھ دے۔ آیا اس طور سے نکاح منعقد ہوجاوے گا، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں اگر مرد اس ایجاب مکتوب از جانب عورت کو دو گواہوں کے سامنے پڑھ کر سنا دیوے اور انہیں گواہوں کے سامنے قبول کرے تو نکاح منعقد ہو جاوے گا،(۱) اور ایک صورت جواز کی یہ ہے کہ وہ عورت اس مرد کو وکیل اپنے نکاح کا بنا دیوے؛ یعنی یہ کہہ دے کہ میں نے تجھ کو اختیار دیا کہ اپنا نکاح مجھ سے کرے اور مرد روبرو دو گواہوں کے اس کو ظاہر کر کے انھیں گواہوں کے سامنے قول کرے، یا یہ کہہ دے کہ میں نے اس عورت سے اپنا نکاح کر لیا، تب بھی نکاح منعقد ہو جاوے گا۔(کذا فی الشامی وغیرہ)(۲)

اور چوں کہ یہ نکاح کفو میں ہے، لہذا اس کی صحت کے لیے اجازت اولیا کی ضرورت نہیں ہے۔(کذا فی الدر المختار)(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۹۹-۸۹/۷)

جواز نکاح بالکتابت کی ایک صورت:

سوال: بعد از نیاز و آداب والسلام علیکم کہ عرض ہے کہ اگر کوئی عورت بالغہ بیوہ ایجاب اپنے ہاتھ سے اس طرح لکھ کر مرد کو دے دے کہ مسماۃ فلانہ یعنی کاتبہ آپ کا نکاح مسمی فلان یعنی مکتوب الیہ سے کیا، باین قدر مہر، پھر مکتوب الیہ وہ ایجاب دو گواہوں کو پڑھ کر سناوے اور اپنا قبول بھی ان کو سنا دے تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا، یہ نہ؟

حضرت بندہ نے علما سے سنا ہے، یا کسی میں دیکھا ہے کہ کتابت بمنزلہ کلام کے ہے، جب ایسا ہے تو سامعین کلامہما معاً جو کہ شرط انعقاد نکاح کا ہے، متحقق ہو گیا تو چاہیے کہ نکاح بھی متحقق ہو جاوے؟

الجواب

ہاں اس طرح نکاح صحیح ہو جاتا ہے، جب کہ خط سنا کر اپنا قبول شاہدین کے سامنے بیان کر دے۔

وسماع الشاهدين كلام المتعاقدين شرط انعقاد النكاح فلو قرأ الكتاب على الشهود وقالت: إن فلانا كتب إلي يخطبني فاشهدوا زوجب نفسي منه بمحضر من الشهود لا ينعقد النكاح، فإن الشهود لم يسمعوا كلام الزوج. (كذا في الخلاصة: ۴۹/۳)

۲۲/رجب محرم ۱۳۴۷ھ (امداد الاحکام: ۲۲۸/۳)

---

(۱) وأفاد المصنف أن انعقاد النكاح بكتاب أحدهما يشترط فيه سماع الشاهدين قراءة الكتاب مع قبول الآخر. (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۹۵/۳، ظفير)

(۲) وإذا أذنت المرأة للرجل أن يزوجها من نفسه فعقد بحضرة شاهدين جاز. (الهداية، فصل في الوكالة: ۳۰۲/۲ ظفير)

(۳) فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي ... وله الاعتراض في غير الكفء. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الولي: ۴۰۷/۲، ظفير)

دوتین آدمیوں کے سامنے عورت نے ایجاب لکھ کر بھیج دیا اور مرد نے خط پڑھ کر قبول کیا، کیا حکم ہے:

سوال: ایک عورت نے دوتین آدمیوں کے سامنے ایک شخص کو لکھ کر بھیج دیا کہ میں اپنی راضی سے بالعوض مہر شرعی تمہارے نکاح میں آچکی، اس نے قبول کرلیا تو یہ نکاح ہوگیا، یانہیں؟

الجواب

اس میں جواز نکاح کی صورت یہ لکھی ہے کہ جس مرد کو عورت نے ایسا لکھا ہے، وہ دو گواہوں کے سامنے عورت کی تحریر کو سنا کر یہ کہے کہ میں نے قبول کیا، غرض دو گواہوں کا ہونا اور اعادہ تحریر عورت کا کرنا اور اس کے بعد۔۔۔روبرو دو گواہ کے قبول کرنا شرط جواز ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۰۰)

مذکورہ ذیل صورت میں نکاح ہوا، یانہیں:

سوال: صغریٰ نے ایک پرچہ لکھ کر زید کو دیا، اس بات کا کہ میں اس بات کا اقرار کئے دیتی ہوں کہ میرا نکاح زید کے ساتھ ہوگیا، آپ اس کو منظور کریں گے، یانہیں؟ زید نے کہا کہ بسم اللہ میں ضرور منظور کرلوں گا، جانبین سے مکرر سہ کرر اس بات کا اقرار ہوگیا، اس کے بعد صغریٰ کے بھائی نے صغریٰ کے ایک چھڑی ماری، صغریٰ کے چلانے سے مجمع زیادہ ہوگیا، اسی مجمع میں صغریٰ نے اقرار کرلیا کہ میرا نکاح زید کے ساتھ ہوگیا ہے، اس صورت میں نکاح منعقد ہوا، یانہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں جو پرچہ لکھ کر صغریٰ نے زید کو دیا اور زید ے اس کو منظور کیا، اس سے منعقد نہیں ہوا؛ کیوں کہ شہود کے سامنے نہ وہ رقعہ پڑھا گیا، نہ زید قبول کیا، پس وہ لغو ہوا، اب رہا صغریٰ کا اقرار نکاح پچیس تیس آدمیوں کے مواجہ میں کہ میرا نکاح زید سے ہوگیا اور زید نے اس سے کہا: بسم اللہ مجھے منظور ہے، اس میں روایت درمختار یہ ہے کہ بعض علما فرماتے ہیں کہ اگر گواہوں کے سامنے اقرار ہوا تو وہ اقرار انشاء نکاح ہوجاوے گا اور نکاح صحیح ہوجاوے گا۔

عبارت درمختار یہ ہے:

ولا بالإقرار على المختار، الخ، لأن الإقرار إظهار لما هو ثابت وليس بإنشاء وقيل: إن كان بمحضر من الشهود وصح كما يصح بلفظ الجعل وجعل الإقرار إنشاءً وهو الأصح، ذخيرة.(۲)

---

(۱) قال: ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب احضرت الشهود و قرأته عليهم وقالت زوجته نفسي منه أوتقول إن فلانا كتب إلي يخطبني فاشهدوا إلي زوجت نفسي منه أما لولم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان لاينعقد لأن سماع الشطرين شرط صحة النكاح وبإسماعهم الكتاب أو التعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين. (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب التزوج بارسال كتاب: ۲/۳٦٤، ظفير)

(۲) الدرالمختار على هامش ردالمحتار كتاب النكاح: ۲/۳٦٥، ظفير

شامی نے ذخیرہ کی عبارت نقل فرما کر صاحب فتح القدیر علامہ ابن الہمام کا یہ فیصلہ قاضی خاں کے حوالے سے نقل فرمایا ہے کہ اگر اقرار روبرو دو گواہوں کے اس صیغہ سے ہو کہ عورت کہے: یہ میرا شوہر ہے اور مرد کہے: یہ میری بیوی ہے تو نکاح منعقد ہو جاوے گا اور اگر اقرار اس طریق سے ہو کہ عورت کہے: میرا نکاح اس مرد سے ہو گیا ہے اور مرد بھی ایسا کہے تو نکاح منعقد نہ ہوگا؛ کیوں کہ یہ خبر کاذب ہے، عبارت ذخیرہ وقول فتح القدیر یہ ہے:

وهذاالإقرار بمنزلة إنشاء النكاح لأنه مقرون بالعوض فهوعبارة عن تمليك مبتدء في الحال،فإن كان بمحضر من الشهود صح النكاح وإلافلا في الأصح،انتهٰى ملخصاً، وقال في الفتح: قال قاضي خان: وينبغي أن يكون الجواب على التفصيل:إن أقرا بعقد ماض ولم يكن بينهما عقد، لا يكون نكاحاً وإن أقرالرجل أنه زوجها وهي أنها زوجته، يكون إنكاحاً ويتضمن إقرارهما الإنشاء بخلاف إقرارهما بماض؛لأنه كذب وهو كماقال أبوحنيفة رضي اللّٰه تعالٰى عنه:إذا قال لامرأته:لست لي امرأة ونوى به الطلاق يقع،كأنه قال:لأني طلقتك،ولوقال: لم أكن تزوجتها ونوى الطلاق لايقع لأنه كذب محض،آه.(۱)

پس اس فیصلہ محقق کے موافق صورت مسئولہ میں نکاح نہیں ہوا؛ کیوں کہ یہاں اقرار بصیغہ ماضی مذکور ہے، دونوں جگہ صغریٰ کا یہ لفظ مذکور ہے کہ میرا زید سے نکاح ہو گیا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۲/۷-۱۴۴)

میاں بیوی میں دوری ہو تو کتابت کے ذریعہ نکاح ہوسکتا ہے:

سوال: ایک شخص لاہور میں ہے اور عورت مثلاً پشاور میں ہے تو کیا بذریعہ خط وکتابت نکاح ان کا منعقد ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ خط بذریعہ رجسٹری، یا دو پیسہ کا ٹکٹ لگا کر، یا آدمی کے ہاتھ بھیجا جاوے؟

الجواب

بذریعہ کتاب نکاح ہوسکتا ہے۔ ایک صورت اس کی یہ بھی ہے کہ عورت مرد کو، یا مرد عورت کو اپنے نکاح کا وکیل بذریعہ خط وغیرہ بنا دیوے، پس اگر مکتوب الیہ روبرو دو گواہوں کے اس مضمون کو ادا کر کے نکاح اپنے سے کرلے تو نکاح ہو جاوے گا۔

في الشامي (قوله لو حاضرين) احترز به عن كتابة الغائب، لما في البحرعن المحيط:الفرق بين الكتاب والخطاب أن في الخطاب لوقال:قبلت في مجلس آخر لم يجز وفي الكتاب يجوز.(۲)

وفيه أيضاً:قال في الفتح:ومن اشترط السماع ماقدمناه في التزوج بالكتاب من أنه لابد من سماع الشهود ما في الكتاب المشتمل على الخطبة بأن تقرأه المرأة عليهم أوسماعهم العبارة

(۱) الدرالمختارعلى هامش ردالمحتار كتاب النكاح: ۳٦٥/۲،ظفير

(۲) ردالمحتار كتاب النكاح: ۳٦٦/۲،ظفير

عنه بأن تقول: إن فلانا كتب إلى يخطبني ثم تشهدهم أنها زوجته نفسها، آه؛ لكن إذا كان الكتاب بلفظ الأمر بأن كتب: زوّجي نفسك مني لايشترط سماع الشاهدين لمافيه بناء على أن صيغة الأمر توكيل لأنه لايشترط الإشهاد على التوكيل، الخ. (۱)

پس جب کہ معلوم ہوا کہ بذریعہ خط وکتابت بھی نکاح ہوسکتا ہے تو خط جس طریق سے بھی بھیجا جاوے، سب برابر ہے؛ مگر یہ ضروری ہے کہ خط اسی کا ہوا، دھوکہ نہ ہو۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۷/۱۴۴)

دور ہوتے ہوئے عقد نکاح کی کیا صورت ہے:

سوال: میرے ایک عزیز ہے، جو کہ ولایت بغرض تعلیم گئے ہوئے ہیں، میرے ایک عزیز کی نسبت پیغام شادی دیا ہے؛ لیکن عزیزہ کے رشتہ دار بغرض اطمینان یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح یہ رشتہ عقد کے ذریعہ سے مستحکم ہوجاوے، ولایت سے یہاں آنے میں تعلیم کا سخت نقصان ہے، زیر باری کا خیال ہے، لڑکا و لڑکی دونوں بالغ ہیں۔ کیا کسی صورت سے عقد ہوسکتا ہے؟

الجواب

اس کی صورت جواز کی یہ ہے کہ لڑکے کا ولی، یا کوئی رشتہ دار، یا غیر رشتہ دار ولایت ان کو لکھیں کہ ہم تمہاری شادی فلاں شخص کی دختر سے اس قدر مہر پر کرنا چاہتے ہیں، تم اپنی اجازت لکھ بھیجو، پس ان کی اجازت آنے پر جس کو وہ اجازت دیویں، یہاں شاہدین کے سامنے ایجاب وقبول باضابطہ ان کی طرف سے کرلیا جاوے، نکاح منعقد ہوجاوے گا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۷/۱۵۱)

جو دور دراز سے مجبوری کی وجہ سے نہ آسکتا ہو، اس کی شادی کس طرح انجام دی جائے:

سوال: ایک شخص دور دراز اپنے وطن میں رہتا ہے، گورنمنٹی ملازمت ہے، اس کی شادی کے دن قریب آگئے ہیں، رخصت منظور نہیں ہوتی تو بذریعہ خط اس کی شادی ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

دور سے بذریعہ خط وکتابت بھی نکاح ہوسکتا ہے۔ (۳) اس کی صورت یہ ہے کہ جو شخص جو نکاح کا ارادہ رکھتا ہے،

---

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح: ۲/۳۷۵، ظفیر

(۲) يصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضر الشهود. (عالگیری مصری: ۱/۲۳۱، ظفیر)
ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب. (ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲/۳٦٤، ظفير)

(۳) قال: ينقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب احضرت الشهود وقرأته عليهم، الخ. (ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲/۳٦٤، ظفير)

اپنی طرف سے کسی کو وکیل بنادے کہ میرا نکاح فلاں لڑکی سے کردو، وہ شخص وکیل عورت کے سامنے، یا اس کے وکیل کے سامنے جا کر روبرو دو گواہوں کے یہ کہے کہ میں نے فلاں مرد کا نکاح فلاں عورت سے بقدر اس قدر مہر کے کیا اور عورت، یا اس کا وکیل قبول کرلے، یا عورت کی طرف سے ایجاب ہو اور مرد کا وکیل قبول کرے، بہر حال یہ صورت بھی جواز نکاح کی ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶۰/۷)

ٹیلفون کے ذریعہ سے نکاح:

سوال: ایک شخص امریکہ میں تعلیم پا رہا ہے، وہ شادی کرنا چاہتا ہے، ہندوستان آنے کے لیے بہت روپیہ اور وقت خرچ ہوگا؛ اس لیے وہ چاہتا ہے کہ بذریعۂ ٹیلیفون، یا دوسرے ذریعہ سے نکاح کرے تو امریکہ میں چند معتبر لوگوں کے سامنے بذریعہ ٹیلیفون قبول کرسکتا ہے، کیا اس طرح نکاح درست ہوگا؟ فقط

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جو شخص امریکہ میں ہے، وہاں بذریعۂ ٹیلیفون، یا دیگر ذرائع (خط، تار وغیرہ) سے کسی کو ہندوستان میں اپنا وکیل بنادے کہ وہ اس کی طرف سے فلاں لڑکی کے نکاح کو قبول کرلے، پھر یہاں مجلسِ نکاح منعقد کی جائے اور قاضی صاحب، یا لڑکی کے والد وغیرہ جو بھی نکاح پڑھائیں، وہ کہیں کہ ''میں فلاں لڑکی کا نکاح فلاں شخص سے جو کہ امریکہ میں ہے کیا'' اور وکیل کہے کہ ''میں نے اس لڑکی کو فلاں کے نکاح میں قبول کیا'' پس اس سے نکاح منعقد ہوجائے گا اور صحیح ہوجائے گا۔(۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۳/۲۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۷۸/۱۰-۶۸۰)

ٹیلی فون پر نکاح کی شرعی حیثیت:

سوال: ٹیلی فون پر آج کل نکاح ہوتا ہے، کیا یہ درست ہے اور نکاح ہوجاتا ہے؟

---

(۱) وإذا أذنت المرأة للرجل أن يزوجها من نفسه فعقد بحضرة شاهدين جاز وقال زفر والشافعي: رحمهما الله لايجوز، لهما أن الواحد لا يتصور أن يكون مملكا ومتملكا كما في البيع إلا أن الشافعي رحمه الله يقول في الولي ضرورة لأنه لا يتولاه سواه ولا ضرورة في حق التوكيل، ولنا: أن الوكيل في النكاح معبر وسفير والمانع في الحقوق دون التعبير ولاترجع الحقوق إليه. (الهداية، فصل في الوكالة بالنكاح: ۳۰۲/۲. ظفير)

(۲) ''بعض ٹیلیفون سیٹ ایسے ہوتے ہیں، جن میں صرف ایک ہی بندہ سن سکتا ہے، باقی شرکاء مجلس نہیں سن سکتے اور بعض ایسے سیٹ ہوتے ہیں، جن میں یہ سہولت ہوتی ہے کہ تمام شرکاء مجلس بات کو سن سکتے ہیں، لہٰذا جس ٹیلیفون میں یہ سہولت موجود ہو تو اس میں عقد نکاح درست ہوگا اور جس میں یہ سہولت میسر نہ ہو، اس میں عقد نکاح درست نہیں ہوگا۔ (راجع للتفصیل: خیر الفتاوی، کتاب النکاح، عنوان: ''فون پر ایجاب وقبول کا حکم''، ص: ۳۶۹، ۳۷۰، ملتان)

الجواب

نکاح میں چوں کہ یہ ضروری ہے کہ دو گواہ مجلس نکاح میں حاضر ہوں اور ایجاب وقبول دونوں سنیں؛(۱) اس لیے ٹیلی فون پر نکاح درست نہیں ہوتا، اگر دوسرے شہر، یا ملک میں نکاح کرنا ہوتو اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس شہر میں کسی شخص کو اپنے نکاح کا وکیل مقرر کردیں، وکیل اس کی طرف سے دوسرے فریق کے ساتھ دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرے، اس طرح نکاح صحیح ہوجائے گا۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۲۶/۱۰/۱۴۰۱ھ۔ (فتاویٰ عثمانی:۳۰۴/۲) ☆

موبائل فون پر نکاح وطلاق:

سوال: کیا سعودی اور دوبئی میں رہنے والا موبائیل فون پر نکاح کرسکتا ہے؟ طلاق دے سکتا ہے؟

(سید حفیظ الرحمٰن، پھولا نگ)

الجواب

نکاح کے لیے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہو؛ اس لیے موبائیل پر نکاح کرنا درست نہیں، البتہ نکاح کا وکیل بنایا جاسکتا ہے اور وکیل اپنے موکل کی طرف سے ایجاب، یا قبول کرسکتا ہے، اس طرح نکاح منعقد ہوجائے گا۔ (۲) طلاق کے سلسلہ میں صحیح طریقہ تو یہ ہے کہ ایک دوسرے کو ملاقات کر کے سمجھائیں، اگر طلاق ناگزیر

---

(۱) في الدر المختار، كتاب النكاح (۹/۳): وينعقد بايجاب من أحدهما وقبول من الآخر.
وفيه أيضاً (۲۱/۳): وشرط شاهدين حرين أو حر وحرتين مكلفين سامعين قوليهما معا.
وفي الهداية (۳۰۶/۲، طبع شركة علمية): ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين.
وفي الهندية، كتاب النكاح، الفصل الأول (۲۶۸/۱): ومنها سماع الشاهدين كلامهما معا، هكذا في فتح القدير.

☆ **ٹیلی فون پر نکاح کا حکم:**

سوال: ٹیلی فون پر نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ بصورت اول کن شرطوں کے ماتحت؟

الجواب

ٹیلی فون پر نکاح نہیں ہوسکتا، کیونکہ دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول اس میں شرعی شرائط کے مطابق ممکن نہیں۔ (في الدر المختار، كتاب النكاح (۲۱/۳): وشرط حضور شاهدين حرين أو حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معا. وفي الهداية (۳۰۶/۲، طبع شركة علمية): ولا ينعقد نكاح المسلمين الا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين. وفي الهندية، كتاب النكاح الفصل الأول (۲۶۸/۱): ومنها سماع الشاهدين كلاهما معا، هكذا في فتح القدير) البتہ غیر ممالک میں رہنے والے اگر نکاح کرنا چاہیں تو اس کی یہ صورت ممکن ہے کہ جس شہر میں لڑکی موجود ہو، اس شہر کے کسی آدمی کو لڑکا اپنا وکیل بنادے اور اس سے کہہ دے کہ میرا نکاح فلاں لڑکی سے کردو، اب یہ وکیل دو گواہوں کی موجودگی میں لڑکی، یا اس کے وکیل کے ساتھ ایجاب وقبول کرلے۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۵/۱۱/۱۴۰۱ھ۔ (فتاویٰ عثمانی:۳۰۵/۲)

(۲) دیکھئے: الفتاوى الهندية: ۲۶۹/۱

ہوجائے تو طلاق دیں؛ تاہم طلاق واقع ہونے کے لیے شوہر و بیوی کا ایک جگہ موجود رہنا ضروری نہیں۔ اگر خط، یا کسی اور ذریعہ سے شوہر بیوی تک طلاق کی اطلاع پہنچادے تو اس سے بھی طلاق کے احکام جاری ہوجاتے ہیں؛ اس لیے موبائل فون کے ذریعہ اگر مرد نے طلاق دی اور اس کی آواز پہچاننے میں کوئی التباس نہ ہو تو یہ بھی طلاق واقع ہونے کے لیے کافی ہے؛ لیکن چونکہ موبائیل پر دی گئی طلاق پر کوئی گواہ نہیں ہوتا اور آواز میں اشتباہ بھی ہوسکتا ہے؛ اس لیے بہتر ہے کہ تحریر کے ذریعہ طلاق دے، یا فون کرتے وقت دو اشخاص کو گواہ بنالے؛ تاکہ آئندہ مرد و عورت کے لیے طلاق کو ثابت کرنا آسان ہو۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳۰۴/۴-۳۰۵) ☆

ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل لوگ ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کراتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: حاجی رشید الدین واہ کینٹ، ۱۹۷۸/۷/۳۰ء)

الجواب

جو شخص ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کرتا ہو اور وہ لاہور میں ہو اور عورت لندن میں ہو، مثلاً تو یہ شخص اس لڑکی، یا اس کے ولی کو بذریعہ ٹیلی فون کہہ دے کہ اپنی بیٹی کے ساتھ میرا نکاح پڑھے تو وہ گواہوں کے روبرو یہ کہے کہ فلاں نے بذریعہ ٹیلی فون یہ پیغام دیا ہے کہ میرا فلانہ کے ساتھ نکاح پڑھے تو میں نے فلانہ کو فلاں کے نکاح میں دے دیا، خواہ یہ ولی (والد) لاہور والے کو کلام بذریعہ ٹیلی فون سنادے، یا نہ سنادے، نکاح منعقد ہوگا۔ (ماخوذ از فتح القدیر بحوالہ شامی: ۴۶۳/۲) (۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۷۳/۴)

☆ **فون پر نکاح:**

سوال: ۲۵/جولائی کے ''روز نامہ منصف'' میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ بہار کی تسلیم انور کا نکاح سعودی عرب میں مقیم ذکی امام سے ٹیلیفون پر ہوا ہے، جب کہ فقہ کی کتابوں میں شادی کے لیے چار شرائط کو ضروری قرار دیا گیا ہے، جس میں سے ایک شرط یہ ہے کہ دولہا دلہن ایک ہی محفل میں ہوں۔ (سیدہ فاطمہ، مستعد پورہ)

الجواب

ٹیلیفون پر نکاح سے متعلق مسئلہ اس سے پہلے بھی آچکا ہے، حاصل یہ ہے کہ اگر ٹیلیفون ہی پر عاقدین میں سے ایک نکاح کی پیشکش کرے اور دوسرا اسے قبول کرے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا؛ کیوں کہ نکاح کے درست ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ایک ہی مجلس میں ایجاب و قبول ہو اور اسی مجلس میں گواہان ایجاب وقبول کو سنیں، البتہ اگر عاقدین میں سے ایک شخص سعودی عرب میں ہو اور وہ ٹیلیفون کے ذریعہ ہندوستان میں کسی کو اپنے نکاح کا وکیل بنادے اور وکیل دو گواہوں کے سامنے اپنے مؤکل کی طرف سے نکاح کا ایجاب کرے اور دوسرا فریق اسے قبول کرے تو نکاح منعقد ہوجائے گا؛ کیوں کہ اس صورت میں ایک ہی مجلس میں ایجاب وقبول پایا گیا، کتب فقہ میں اس کی نظیر موجود ہے۔ (دیکھئے: الفتاوی الهندية: ٢٦٩/١) (کتاب الفتاویٰ: ۳۰۵/۴)

(۲) قال العلامة ابن عابدين: (قوله بل غائب) الظاهر أن المراد به الغائب عن المجلس وإن كان حاضراً ==

ٹیلیفون پر نکاح کا حکم:

سوال: اگر مجلس میں ایجاب وقبول ٹیلیفون کے ذریعے ہو، جب کہ نکاح کے گواہ اور حاضرین مجلس نکاح اس ایجاب وقبول کو سن بھی لیں تو کیا اس سے نکاح ہو جائے گا؟

الجواب

آج کل ٹیلیفون سیٹ کئی قسم کے ملتے ہیں، مثلاً:

(۱) وہ ٹیلیفون سیٹ جس سے صرف ایک آدمی آواز سن سکتا ہے۔

(۲) وہ ٹیلیفون سیٹ جن کے ذریعے بات کرنے والے ایک دوسرے کی تصویر بھی دیکھ سکتے ہیں۔

(۳) وہ ٹیلیفون سیٹ جن کے ذریعے بات چیت کرنے والوں کی آواز حاضرین مجلس بھی سن سکتے ہیں۔

اول الذکر میں نکاح منعقد نہ ہوگا؛ اس لیے کہ گواہوں کے لیے ایجاب وقبول کا ایک ساتھ سننا ضروری ہے، جو یہاں مفقود ہے اور آخیرین میں چوں کہ شہادت کے تمام تقاضے پورے ہو سکتے ہیں، لہٰذا نکاح درست ہے۔

قال العلامة الحصكفي: وشرط حضور شاهدين حرين أوحر وحرتين مكلّفين سامعين قولهما معًا على الأصح. (الدرالمختار علیٰ هامش ردّ المحتار، كتاب النكاح: ۲۷۲/۲)

وفي الهندية: ومنها سماع الشاهدين كلا مهمامعاً هٰكذافي فتح القدير فلاينعقد بشهادة نائمين إذا لم يسمعاً كلام العاقدين. (الفتاوىٰ الهندية: ۲٦٨/۱، كتاب النكاح، الفصل الأوّل) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۱۲/۴)

فون پر نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکا اور لڑکی نے فون پر بلا کسی گواہ کے بات کرتے ہوئے آپس میں یہ الفاظ کہے کہ کیا تم نے بغیر کسی زور زبردستی بغیر کسی دباؤ کے میرے ساتھ نکاح قبول کیا، لڑکی نے جواباً تین بار کہا: میں نے قبول کیا، ایسے ہی لڑکی نے لڑکے سے کہا اور لڑکے نے تین بار قبول کیا۔

(المستفتی: عبداللہ، مرادآباد)

== في البلد ...وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقراء ته عليهم وقالت زوجت نفسي منه أوتقول إن فلاناً كتب إلىّ يخطبني فاشهدوا أني زوجت نفسي منه اما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان لا ينعقد لان سماع الشطرين شرط صحة النكاح وباسماعهم الكتاباو التعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين بخلاف ما اذا انتفيا قال في المصفى هذا اى الخلاف اذا كان الكتاب بلفظ التزوج اما اذا كان بلفظ الامر كقوله زوجي نفسک منى لا يشترط اعلامها الشهود بما في الكتاب لانها تتولى طرفى العقد بحكم الوكالة ونقله عن الكامل وما نقله من نفى الخلاف في صورة الامر لا شبهة فيه على قول المصنف والمحققين اما على قول من جعل لفظة الامر ايجابا كقاضى خان على ما نقلناه عنه فيجب اعلامها اياهم ما في الكتاب. (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۲۸۸/۲، مطلب التزوج بارسال كتاب)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

فون پر محض ایجاب وقبول سے نکاح کا انعقاد نہیں ہوتا؛ کیوں کہ مسئولہ صورت میں نکاح کی دو اہم شرطیں عاقدین کا، یا ان کے وکیل کا ایک مجلس میں موجود ہونا اور دو گواہوں کا مجلس عقد میں موجود ہونا مفقود ہیں۔

ومن شرائط الإيجاب والقبول اتحاد المجلس. (شامي، زكريا: ٤/٧٦، كراچی: ٣/١٤)

وشرائط الإيجاب والقبول فمنها اتحاد المجلس، إذا كان الشخصان حاضرين، فلو اختلف المجلس لم ينعقد. (البحر الرائق، كراچی: ٣/٨٣، زكريا: ٣/١٤٨)

وشرط حضور شاهدين حرين أو حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معاً. (تنوير مع الشامي، زكريا: ٤/٨٧، ٩١، كراچی: ٣/٢١-٢٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۸ر صفر المظفر ۱۴۳۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۸/۹۸۹۶)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۱/۲/۲۱ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/۱۱۵-۱۱۶) ☆

☆ ٹیلیفون پر نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ٹیلیفون کے ذریعہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟ مثلاً لڑکا دہلی میں رہتا ہے اور لڑکی ممبئی میں تو اب ان دونوں کے درمیان ٹیلیفون کے ذریعہ نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟ اگر درست ہے تو مہربانی فرما کر صورت درستگی تحریر فرمائیں۔　(المستفتی: نظر الاسلام، تریپورہ)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

ٹیلیفون پر نکاح جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ نکاح کی صحت کے لیے مجلس عقد اور حضور شاہدین شرط ہے، جو ٹیلیفون کی صورت میں ممکن نہیں ہے؛ اس لیے ٹیلیفون پر نکاح نہ ہوگا؛ البتہ ٹیلیفون پر نکاح کے لئے یہ صورت ہوسکتی ہے کہ ٹیلیفون کے ذریعہ لڑکا، یا لڑکی کی جانب سے کسی متعارف آدمی کو وکیل بنا دیا جائے، پھر وہ متعارف شخص دو گواہوں کے سامنے لڑکا، یا لڑکی، یا ان کے اولیا سے ایک مجلس میں ایجاب وقبول کرلے، پھر اس کی اطلاع ٹیلیفون پر دوسرے کو دے دی جائے تو اس طرح نکاح صحیح ہوسکتا ہے۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ قدیم: ۳/۳۳۲، ۳/۱۳۲، جدید زکریا: ۸/۱۸۳، محمودیہ قدیم: ۱۱/۱۶۲، ڈابھیل: ۱۰/۶۸۰)

ومن شرائط الإيجاب و القبول اتحاد المجلس. (الدرالمختار، كراچی: ٣/١٤، زكريا: ٤/٧٦)

وشرط حضور شاهدين. (الدرالمختار مع رد المحتار، زكريا: ٤/٨٧، كراچی: ٣/٢١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۵ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۵/۶۹۹۶)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۲/۱/۵ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/۱۱۶-۱۱۷)

کیا ٹیلی فون پر نکاح ہوجائے گا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ٹیلی فون پر نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ گواہی اور ایجاب وقبول کی کیا صورت ہوگی؟ قاضی لڑکے کے پاس، یا لڑکی کے پاس نکاح پڑھائے گا؟ جواب عالی سے نواز کر عند اللہ ماجور ہوں۔　(المستفتی: محمد انعام احمد ایٹہ) ==

فون پر نکاح کی شرعی حیثیت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ٹیلی فون پر نکاح کے بارے میں فتاوی عثمانی :۲/۳۰۴/ میں ناجائز لکھا ہے؛ مگر خیر الفتاوی: ۴/۳۷۰، مطبوعہ الحق ممبئی ، بعنوان ''فون پر ایجاب وقبول کا حکم وجواب مذکور پر موصول ہونے والی تحریر کا جواب'' میں ہے:

الجواب: دراصل فون دوطرح کے ہیں: ایک وہ کہ اس کی آواز صرف وہی شخص سن سکتا ہے، جس نے فون اٹھایا ہو۔ دوسرا وہ فون ہے، جس کی آواز سب حاضرین کو سنائی دیتی ہے۔

پہلی قسم کے فون پر نکاح منعقد نہ ہوگا؛ کیوں کہ ایجاب وقبول کو معاً دونوں گواہوں کا سننا شرعاً ضروری ہے، اس فون پر معاً سننا نہ ہوگا؛ بلکہ علی التعاقب ہوگا۔ درمختار میں ہے:

وشرط حضور شاهدين حرين، أوحر وحرتين، مكلفين سامعين قولهما معاً. (ردالمحتار، كراتشي: ۳/۲۱-۲۲، زكريا: ٤/٨٧-٩١)

چوں کہ عموماً فون ایسے ہی ہیں؛ اس لیے نکاح کے عدم انعقاد کا قول کہا گیا ہے، دوسری قسم کے فون میں چونکہ مذکورہ شرط پائی جائے گی؛ اس لیے نکاح منعقد ہوجائے گا، فون کے ذریعہ جو براہ راست آواز آتی ہے، اسے رسول کے پیغام ایجاب، یا خط کے مضمون کے اعادہ کی طرح قرار دیں گے؟ اس بارے میں مفتیان شاہی کی کیا رائے ہے؟ امید کہ مدلل جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں گے۔ (المستفتی: محمد ابراہیم، تری پورہ)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

تحریر کردہ صورت میں صحیح شرعی حکم یہ ہے کہ فون پر ایجاب وقبول کی صورت میں مطلقاً نکاح منعقد نہ ہوگا، خواہ فون

==　**باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق**

ٹیلی فون پر نکاح ہوسکتا ہے، اس کی شکل یہ ہے کہ جو شخص نکاح کرنا چاہتا ہے، وہ بذریعہ ٹیلی فون، یا دیگر ذرائع سے لڑکے والے لڑکی کے یہاں کسی کو وکیل بنادیں، یا لڑکی والے لڑکے کے یہاں کسی کو وکیل بنادیں، پھر یہ وکیل دو گواہوں کے سامنے اپنے موکل کی طرف سے نکاح کا ایجاب، یا قبول کرلے، اس کے بعد پھر اس نکاح کی اطلاع ٹیلی فون پر اپنے موکل کو کردے تو اس طریقہ سے ٹیلی فون پر نکاح ہوسکتا ہے؛ لیکن ٹیلی فون پر اس طرح نکاح جائز نہیں ہے کہ ایک طرف سے ایک کہے کہ میں تمہارے ساتھ نکاح کرتا ہوں اور دوسری طرف سے یہ کہے کہ میں قبول کرتی ہوں چاہے ٹیلی فون کی آواز متعدد لوگوں کو سنائی دیتی ہو؛ اس لیے کہ مجلس ایک نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم: ۱۱/۱۶۳، جدید ڈابھیل: ۱۰/۲۸۰)

ويصح النكاح بالوكالة ... لأنه عقد ينعقد بالرضا والإنابة. (الفتاویٰ التاتاخانية، كوئٹه: ٣/٥٤، زكريا: ٤/١٢٦، رقم: ٥٧٢٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۱/صفر المظفر ۱۴۲۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۴/۶۴۸۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۱/۲/۱۴۲۱ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/۱۱۷-۱۱۸)

پر صرف قبول کرنے والے نے پہلے کا ایجاب سنا ہو، یا اسپیکر کھول کر ساتھ میں گواہوں نے بھی ایجاب کرنے والے کا کلام سنا ہو، بہرصورت نکاح منعقد نہ ہوگا، وجہ اس کی یہ ہے کہ نکاح کے انعقاد کے لیے شرعاً دو شرطیں لازم ہیں:

اول یہ کہ عاقدین ایک مجلس میں موجود ہوں۔

دوم یہ کہ گواہان ایک ساتھ عاقدین کے کلام کو سنیں اور فون کا اسپیکر کھول کر گواہوں کے بیک وقت جانبین سے ایجاب وقبول سننے کی صورت میں اگر چہ دوسری شرط (گواہان کا ایک ساتھ عاقدین کے کلام کو سننا) پائی جارہی ہے؛ لیکن شرط اول (عاقدین کی مجلس کا اتحاد) مفقود ہے؛ لہٰذا اس طرح نکاح منعقد نہ ہوگا اور زیر بحث مسئلہ میں فون کی آواز کو قاصد اور رسول کے پیغام پر قیاس کرنا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ قاصد کی حیثیت شرعاً وکیل کی سی ہے، لہٰذا وکیل کے کلام کی طرح اس کے پیغام کو ایجاب قرار دیا جائے گا اور فون کی آواز لامحالہ ایجاب کرنے والے کی طرف منسوب مانی جائے گی؛ کیوں کہ فون ایک آلہ غیر مختار ہے۔ بریں بنا فون پر ایجاب وقبول کرنے کی صورت میں اتحاد مجلس کی شرط فوت ہونے کی وجہ سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔

ومن شرائط الإيجاب والقبول اتحاد المجلس لو حاضرين وإن طال. (شامی، زکریا: ۷۶/۴، کراچی: ۱۴/۳)

فمنها اتحاد المجلس إذا كان الشخصان حاضرين، فلو اختلف المجلس لم ينعقد. (البحر الرائق، کوئٹہ: ۸۳/۳، زکریا: ۱۴۸/۳)

وشرط حضور شاهدين... سامعين قولهما معاً. (شامی، زکریا: ۸۷/۴-۹۱، کراچی: ۲۱/۳-۲۲)

وحكم رسول كوكيل. (شامی، زکریا: ۴۹۹/۴، کراچی: ۱۰۰/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۳/ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۹/ ۱۰۳۳۰) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/ ۱۱۸-۱۲۰)

ٹیلی فون پر لڑکی سے اجازت لینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شادی میری نظر میں عجیب طرح سے ہورہی ہے کہ لڑکی کندرکی میں ہے اور لڑکا دہلی میں رہتا ہے اور دہلی میں اجتماع ہورہا ہے، یہاں سے چند آدمی اجازت لے کر دہلی چلے گئے ہیں اور شادی آج اجتماع میں ہوگی اس حالت میں شادی ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ آپ لکھت میں بتلائیں کہ یہ جائز ہے، یا ناجائز؟ اور کیا فون پر لڑکی سے اجازت لے کر نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: محمد عارف زیدی ریلوے گارڈ، کندرکی، مرادآباد، یوپی)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ———— وبالله التوفيق

جب لڑکی سے مذکورہ افراد باقاعدہ اجازت لینے کے بعد تبلیغی اجتماع میں پہونچ کر وہاں کے امیر کو نکاح پڑھانے کی اجازت دے دیں اور امیر مجمع عام میں نکاح پڑھا دے تو شرعی طور پر ایسا نکاح بلاتردد جائز ہے، اسی طرح اگر لڑکی

سے ٹیلیفون پر اجازت لے لی جائے، اس کے بعد اس کا نکاح اجتماع میں کردیا جائے تو یہ نکاح بھی بلا تردد جائز اور درست ہو جائے گا۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم: ۱۱/۱۶۲، جدید ڈابھیل: ۱۰/۶۸۰، فتاوی رحیمیہ قدیم: ۵/۲۶۶، جدید زکریا: ۸/۱۴۳)

ولو صرح بالتوكيل فقال وكلتك بأن تزوجني نفسك مني، فقالت: زوجت صح النكاح. (شامی، كتاب النكاح، كراچی: ۳/۱۰، زكريا: ٤/٧٠)

ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب. (شامی، زكريا: ٤/٧٣، كراچی: ٣/١٢)

ويتولّىٰ طرفي النكاح واحد بإيجاب يقوم مقام القبول. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الكفاءة، كراچی: ٣/٩٦، زكريا: ٤/٢٢٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۹ / رجب المرجب ۱۴۲۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۵/ ۶۸۲۱)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۹/ ۷/ ۱۴۲۱ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۱۲۰-۱۲۱)

فون پر نکاح کی جائز شکل:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ محمد ندیم نے ایک لڑکی شاہین جہاں سے نکاح کیا، نکاح کی صورت یہ پیش آئی کہ امام صاحب نے فون کر کے لڑکی سے اجازت لی، پھر لڑکے محمد ندیم کے تین دوستوں کی موجودگی میں مسجد کے کمرہ میں نکاح پڑھا دیا، اس نکاح کے بعد بیوی شاہین سے ریسٹورنٹ وغیرہ میں ملاقاتیں ہوئیں؛ لیکن تنہائی میں باقاعدہ خلوت صحیحہ نہیں ہوئی، اس نکاح کے آٹھ ماہ بعد محمد ندیم نے اپنی بیوی کو بعض حالات کی بنا پر تین طلاق دے دی، پھر آٹھ نو ماہ بعد بغیر حلالہ کے اسی لڑکی شاہین سے نکاح کرلیا، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ پہلا نکاح صحیح ہوا، یا نہیں اور پھر طلاق کے بعد بغیر حلالہ شرعی جو دوسرا نکاح کرلیا، وہ صحیح ہوا، یا نہیں؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں۔　　(المستفتی: محمد ندیم اصالت پورہ، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

لڑکے کو بلا کر پوری تفصیل زبانی معلوم کرلی گئی ہے اور واقعہ کے مطابق سوال لکھوایا گیا ہے، اب اسی کے مطابق جواب لکھا جارہا ہے، پہلے نکاح میں امام صاحب نے لڑکی سے فون کر کے نکاح کی اجازت لی ہے، پھر تین آدمی کی موجودگی میں کمرہ میں نکاح پڑھایا گیا ہے اور لڑکی نکاح کی اجازت دینے کا اقرار کرتی ہو تو شرعی طور پر وہ نکاح درست ہوگیا ہے، پھر اس کے بعد سال بھر تک رخصتی نہیں ہوئی ہے اور نہ ہی خلوت صحیحہ ہوئی ہے، صرف کھانے کے ہوٹلوں میں ملاقات ہوئی ہے، ایسی صورت میں شرعاً وہ لڑکی غیر مدخول بہا اور غیر رخصت شدہ ہے، ایسے میں اس نے اسے تین طلاقیں دے دی ہیں تو اس کی دو شکلیں ہے:

(۱)　تین طلاقیں زبانی الگ الگ دی ہیں، یا تحریری الگ الگ تین مرتبہ طلاقیں لکھ دی ہیں تو ایسی صورت میں

پہلی ایک طلاق معتبر ہوگی، اس سے لڑکی پر ایک طلاق بائن واقع ہوکر لڑکی نکاح سے الگ ہوگئی ہے اور باقی دو طلاقیں لغو ہوگئی ہیں؛ اس لیے کہ پہلی طلاق واقع ہوتے ہی لڑکی غیر مدخولہ نکاح سے الگ ہوجاتی ہے اور محل طلاق نہیں رہتی اور اس کے اوپر کسی بھی مرد سے نکاح کرنے کے لیے عدت گزارنا لازم نہیں ہوتا اور نہ ہی حلالہ کی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا اگر یہی شکل پیش آئی ہے تو بعد میں جو بغیر حلالہ کے شاہین کا نکاح جو اس کے ساتھ ہوا ہے، وہ نکاح درست ہوگیا ہے۔

(۲)　اور اگر ایک ہی لفظ میں یہ کہہ دیا ہو کہ میں نے اس کو تین طلاق دے دی، یا اس طرح لکھ دیا ہو کہ میں نے اس کو تین طلاق دی تو پھر بغیر حلالہ کے بعد والا نکاح درست نہیں ہوا اور جامعہ نعیمیہ سے جو جواب لکھوایا گیا ہے، اس میں سوال واقعہ کے مطابق نہیں ہے۔

لو قال لزوجته غير المدخول بها: أنت طالق ثلاثاً،وقعن،لما تقرر أنه متى ذكر العدد كان الوقوع به، وإن فرق بانت بالأولٰى لا إلى عدة ولذا لم تقع الثانية. (شامی مع الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیرالمدخول بها، کراچی: ۲۸٤/۳، زکریا: ٤/ ٥٠٩-٥١٢)

إن مستبينا على نحو لوح وقع إن نوىٰ. (شامی مع الدرالمختار، کراچی: ۲٤٦/۳، زکریا: ٤/ ٤٥٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۵؍محرم الحرام ۱۴۳۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۰؍۱۰۹۲۷)
الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۵؍۱؍۱۴۳۴ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳؍۱۲۲-۱۲۳)

فون پر نکاح کی ایک صورت جس میں نکاح نہیں ہوا:

سوال:　زید پاکستان کا باشندہ ہے اور بیرون ملک ملازمت کرتا ہے، اس کا رشتہ ایک خاتون کے ذریعہ ہندہ سے طے ہوا، جو ہندوستانی ہے، ان دونوں کا نکاح ہندوستان میں بذریعۂ ٹیلیفون ہوا، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

زید نے اپنا ایک فوٹو (بیرون ملک) جہاں وہ مقیم ہے سے بھیجا، جس میں وہ ۲۲؍سال کا جوان دکھائی دیتا ہے، ہندہ کی عمر ۱۷؍سال کی ہے، اس کا فوٹو زید کے پاس بھیجا گیا، فوٹو دیکھ کر رشتہ منظور کرلیا گیا، نکاح کی ایک تاریخ مقرر ہوگئی کہ اس روز ٹیلیفون پر نکاح ہوگا، نکاح کے روز لڑکی کے مکان میں کچھ لوگ جمع ہوئے، ایک صاحب کو ہندہ کے نکاح کا وکیل بنایا گیا اور اس نے دو گواہوں کے سامنے ہندہ سے اجازت ومنظوری حاصل کی کہ اس کا نکاح زید کے ساتھ بعوض دس ہزار روپیہ مہر کردیا جائے، قاضی صاحب نے نکاح کے رجسٹر میں تمام ضروری اندراجات کے لیے زید کو فون کیا اور فون پر ایجاب وقبول ہوا، جس کی نوعیت یہ ہے: قاضی صاحب نے وکیل کا بیان لیا اور گواہوں نے اس کی تصدیق کی، پھر قاضی صاحب نے زید کو فون پر نکاح کا پیغام دیا اور زید نے فون پر اس کو قبول کیا، اس طرح یہ نکاح منعقد ہوا، زید نکاح ہونے سے پہلے کبھی ہندوستان نہیں آیا، ہندہ اس کے والدین اس کے نکاح کا وکیل اور شاہدین اور

قاضی صاحب کسی نے بھی اس کو نہیں دیکھا تھا، نہ اس کی آواز کی پہچان کسی کو تھی، نکاح کے ڈیڑھ سال بعد زید جب اپنی اس منکوحہ ہندہ کو لے جانے کے لیے ہندوستان آیا تو ہندہ اور اس کے والدین نے اس میں فوٹو والے زید سے بہت فرق محسوس کیا، اس کے پاسپورٹ میں اس کی عمر ۴۸ رسال لکھی تھی، جب کہ نکاح کے وقت ۲۵ رسال بتائی گئی تھی، بالوں میں خصاب بھی لگا ہوا تھا اور ہندہ کو لے جانے کے لیے جو ویزا بنا کرلایا تھا، اس میں اس کو خادمہ لکھا تھا، بنا بریں ہندہ اور اس کے والدین نے اس نکاح سے انکار کر دیا اور ہندہ اس کے ساتھ نہیں گئی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ فون پر جس صورت میں یہ نکاح ہوا ہے، وہ از روئے شرع شریف صحیح ہے، یا نہیں؟ اور ہندہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

حامداً ومصلیاً ومسلماً! یہ نکاح شرعی قانون کے مطابق منعقد نہیں ہوا ہے؛ اس لیے کہ شوہر بھی مجہول ہے اور ایجاب وقبول کی مجلس بھی متحد نہیں ہے اور نہ شاہدین نے ایک ہی مجلس میں ایجاب وقبول سنا ہے۔

ومنها أن يكون الإيجاب والقبول في مجلس واحدحتى لو اختلف المجلس بأن كانا حاضرين فأوجب أحدهما،فقام الآخر عن المجلس قبل القبول أواشتغل بعمل يوجب اختلاف المجلس لاينعقد وكذا إذا كان أحدهما غائبا لم ينعقد. (فتاوى عالمگيرى: ۲/۲، كتاب النكاح)

ومنها سماع الشاهدين كلا منهما معا،هكذا في فتح القدير. (عالمگيرى: ۱/۲)

اس لیے عورت آزاد ہے، جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے، طلاق حاصل کرنے اور فسخ نکاح کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/)

ٹیلی فون پر نکاح کے اَقسام واَحکام:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا ٹیلی فون کے نکاح کو نکاح فضولی کا درجہ دیا جا سکتا ہے، یا یہ نکاح قطعاً معتبر ہی نہیں رہے گا؟ بہر صورت دوبارہ نکاح کرنا ہی ضروری ہوگا، اگر اس طرح سے لاعلمی میں کوئی نکاح ہو گیا ہو اور ایک مدت کے بعد معلوم ہوا ہو کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوا تھا تو زوجین کے تعلقات اور اولاد وغیرہ کا کیا حکم ہوگا؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

ٹیلی فون پر نکاح کی تین صورتیں ہیں:

(۱) مجلس عقد میں لڑکا حاضر نہیں ہے؛ لیکن لڑکے نے فون پر مجلس میں موجود کسی شخص کو نکاح کا وکیل بنا دیا اور اس وکیل نے لڑکے کی طرف سے مجلس میں گواہوں کے سامنے ایجاب، یا قبول کیا تو یہ نکاح شرعاً درست ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ لڑکی ٹیلی فون کے ذریعہ مجلس میں موجود کسی شخص کو اپنا وکیل بنا دے اور وہ وکیل اسی مجلس میں لڑکی کی طرف سے ایجاب، یا قبول کرے تو یہ عقد بھی شرعاً درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۸۰/۱۰، ڈابھیل)

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ براہِ راست ایجاب، یا قبول ٹیلی فون پر ہو تو یہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا، اس پر نکاحِ فضولی کا اطلاق بھی نہیں کیا جا سکتا؛ کیوں کہ نکاح کی صحت کے شرائط میں سے یہ بات ہے کہ ایجاب وقبول کرنے والے دونوں فریق (اِصالۃً وکالۃً) کی مجلس ایک ہو اور دونوں کے کلام کو اسی مجلس میں کم از کم دو گواہوں نے ایک ساتھ سنا ہو، اگر لاعلمی میں ایسا نکاح ہو گیا تو دوبارہ نکاح کرنا ضروری ہے؛ تاہم اس طرح کے نکاح میں عقد صحیح سمجھ کر جو وطی کی گئی ہے، وہ کم از کم وطی بالشبہ کے درجہ میں ہے؛ اس لیے اس سے جو اَولاد ہوئی وہ احتیاطاً ثابت النسب ہوگی۔

ویصح التوکیل بالنکاح. (الفتاویٰ التاتارخانية: ۶۹/۳)

ومن شرائط الإیجاب والقبول اتحاد المجلس. (الدر المختار مع الشامی: ۷۶/٤، زکریا)

وشرط حضور شاهدین حرین مکلفین سامعین قولهما معاً. (شامی: ۸۷/٤، زکریا)

قوله اتحاد المجلس: قال فی البحر: فلو اختلف المجلس لم ینعقد. (شامی: ۷۶/٤، زکریا، بدائع الصنائع: ۴۹۰/۲، زکریا)

إلا أن یقال: إن انعقاد الفراش بنفس العقد إنما هو بالنسبة إلی النسب؛ لأنه یحتاط فی إثباته إحیاء للولد. (شامی: ۱۹۷/۵، زکریا)

ومنه أی من قسم الوطء بشبهة، قال فی النهر: وأدخل فی شرح السمرقندی منکوحة الغیر تحت الموطوء ة بشبهة. حیث قال: أی بشبهة الملک أو العقد، بأن زفت إلیه غیر امرأته فوطئها أو تزوج منکوحة الغیر ولم یعلم بحالها وأنت خبیر بأن هذا یقتضی الاستغناء عن المنکوحة فاسدا، إذ لا شک أنها موطوء ة بشبهة العقد أیضاً، بل هی أولی بذلک من منکوحة الغیر، إذ اشتراط الشهادة فی النکاح مختلف فیه بین العلماء، بخلاف الفراغ عن نکاح الغیر، إذا علمت ذٰلک ظهر لک أن الشارح متابع لما فی شرح السمرقندی لا مخالف له، ویمکن الجواب عن السمرقندی بأنه حمل المنکوحة نکاحاً فاسداً علی ما سقط منه شرط الصحة بقدر وجود المحلیة کالنکاح المؤقت أو بغیر شهود، أما منکوحة الغیر فهی غیر محل إذ لایمکن اجتماع ملکین فی أن واحد علی شیء واحد، فالعقد لم یؤثر ملکا فاسداً، وإنما أثر فی وجود الشبهة. (شامی: ۱۹۸/۵-۱۹۹، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۰/۴/۲۷ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷۷/۸-۷۹)

قاضی کا براہِ راست فون پر لڑکی سے وکالتِ نکاح کی تصدیق کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ فاطمہ نامی خاتون نے اپنے نکاح کے لیے ایک شخص کو اپنا وکیل بنایا، وکیل نے نکاح پڑھانے والے کے سامنے مسماۃ مذکورہ کی بات رکھی تو نکاح

پڑھانے والے نے موصوفہ سے براہِ راست ٹیلیفون پر رابطہ کر کے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنے نکاح کے لیے فلاں شخص کو اپنا وکیل بناتے ہوئے کہا ہے کہ میرا نکاح توفیق نامی شخص کے ساتھ کر دیں؟ تو فاطمہ نامی خاتون نے اقرار کرتے ہوئے کہا کہ ہاں میں نے فلاں کو نکاح کرانے کا ذمہ دار بنایا ہے، چناں چہ نکاح پڑھانے والے نے اس اقرار کے بعد اس وکیل کی موجودگی میں توفیق کا نکاح فاطمہ نامی خاتون کے ساتھ کر دیا، شرعاً یہ نکاح درست ہے، یا غلط؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمه سبحانه وتعالى، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

مسئولہ صورت میں لڑکی کی طرف سے وکالۃً نکاح درست ہو چکا ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۲/۱۱، کراچی)

وينعقد بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر، كزوجت نفسي أوبنتي أوموكلتي منك، و يقول الآخر: تزوجت. وفي الشامي تحت قوله (كزوجت نفسي أو بنتي أو موكلتي منك) أشار إلى عدم الفرق بين أن يكون المجيب أصيلاً أو وليا أو وكيلاً. (الدر المختار مع الشامي: ٦٩/٤، زكريا، ٩/٣، كراچی)

إذا وكلت المرأة رجلاً أن يزوجها على مهر صحيح (إلى قوله) أما إذا زوجها على مهر صحيح فظاهر. (المحيط البرهاني: ١٥٣/٣، رشيدية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۱/۱/۵ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸۱/۸-۸۲)

ٹیلیفون کے ذریعہ نکاح کا حکم:

سوال: مفتی صاحب! کیا درج ذیل صورتوں میں نکاح منعقد ہو جائے گا؟

(۱) لڑکا سعودی عرب میں ہے اور لڑکی پاکستان میں ہے، پاکستان میں مجلسِ نکاح منعقد کی جاتی ہے اور پھر اسی مجلس میں لڑکے کو فون کیا جاتا ہے، لڑکا فون پر اس طرح ایجاب کرتا ہے کہ اس کو دو گواہ سن لیتے ہیں اور آواز بھی پہچانتے ہیں اور لڑکی قبول کرتی ہے۔ آیا اس صورت میں نکاح منعقد ہو جائے گا؟ کیا نکاح کے منعقد ہونے کے لیے گواہوں کا مجلسِ حقیقی میں موجود ہونا ضروری ہے، مجلسِ معنوی کا وجود کافی نہیں؟ جب کہ خیر الفتاویٰ (۳۷/۱/۴، کتاب النکاح) میں مجلس معنوی کو کافی بتایا ہے۔

(۲) ایک لڑکا اور ایک لڑکی اکٹھے بیٹھ کر اس طرح ایجاب وقبول کرتے ہیں کہ ایجاب وقبول کو دو ایسے گواہ فون پر سنتے ہیں، جو اس مجلس میں موجود نہیں ہوتے، کیا اس صورت میں نکاح منعقد ہو جائے گا؟ کیا اس صورت میں بھی مجلسِ معنوی کا وجود کافی سمجھا جائے گا، یا نہیں؟ دونوں صورتوں کا تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

ٹیلیفون کے ذریعے نکاح منعقد نہ ہوگا؛ کیوں کہ نکاح کی صحت کے لیے گواہوں کا مجلسِ عقد میں موجود ہونا

ضروری ہے، جو کہ مذکورہ صورت میں نہیں پایا جاتا۔ اسی طرح گواہوں کا ایک ساتھ ایجاب وقبول کو سننا بھی شرط ہے اور ٹیلیفون (اور دیگر آلاتِ جدیدہ) کے ذریعے یہ امکان موجود ہے کہ بولنے والا غیر عاقد ہو؛ بلکہ آج کے زمانے میں تو آواز بدلنا، دھوکہ دینا اور دیگر مکروفریب ان ذرائع کے ذریعے عام ہیں، جب کہ شریعت عورت کی عصمت کے بارے میں شدید احتیاط کی قائل ہے، لہٰذا کسی صورت میں بھی ان آلات کے ذریعے نکاح کے انعقاد کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ نیز جب اس کا متبادل موجود ہے تو پھر خواہ مخواہ اپنے کو شبہات میں ڈالنا کوئی عقلمندی نہیں اور وہ یہ ہے کہ کسی اہل شخص کو اپنا وکیل بنا کر بھیج دے، یا بذریعہ خط کسی کو اپنا وکیل بنادے، وہ گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کردے۔

لما فی الدر المختار (۲۱/۳، کتاب النکاح) **:(وشرط سماع کل من العاقدین لفظ الآخر) لیتحقق رضاهما (و) شرط (حضور) شاهدین(حرین) أوحر وحرتین (مکلفین سامعین قولهما معا)علی الأصح(فاهمین) أنه نکاح علی المذهب.**

وفی الشامیة تحته (ص:۲۳)**:قال فی الفتح ومن اشتراط السماع ما قدمناه فی التزوج بالکتاب من أنه لا بد من سماع الشهود ما فی الکتاب المشتمل علی الخطبة بأن تقرأه المرأة علیهم أو سماعهم العبارة عنه بأن تقول إن فلانا کتب إلی یخطبنی ثم تشهدهم أنها زوجته نفسها اه لکن إذا کان الکتاب بلفظ الأمر بأن کتب زوجی نفسک منی لا یشترط سماع الشاهدین لما فیه بناء علیٰ أن صیغة الأمر توکیل لأنه لا یشترط الإشهاد علی التوکیل.**

وفی الفتاویٰ اللجنه الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء(۹۱/۱۸): نظرا إلی ما کثر فی هذه الأیام من التغریر والخداع، والمهارة فی تقلید بعض الناس بعضا فی الکلام وإحکام محاکاة غیرهم فی الأصوات حتی إن أحدهم یقوی علی أن یمثل جماعة من الذکور والإناث صغارا وکبارا، ویحاکیهم فی أصواتهم وفی لغاتهم المختلفة محاکاة تلقی فی نفس السامع أن المتکلمین أشخاص، وما هو إلا شخص واحد، ونظرا إلی عنایة الشریعة الإسلامیة بحفظ الفروج والأعراض، والاحتیاط لذلک أکثر من الاحتیاط لغیرها من عقود المعاملات – رأت اللجنة أنه ینبغی ألا یعتمد فی عقود النکاح فی الإیجاب والقبول والتوکیل علی المحادثات التلیفونیة تحقیقا لمقاصد الشریعة، ومزید عنایة فی حفظ الفروج والأعراض حتی لا یعبث أهل الأهواء ومن تحدثهم أنفسهم بالغش والخداع. (نجم الفتاویٰ:۴/۱۸۰-۱۸۱)

موبائل وغیرہ پر نکاح کے عدم انعقاد پر ایک شبہ کا جواب:

سوال: ایک عالم صاحب بتا رہے تھے کہ موبائل پر نکاح منعقد نہیں ہوتا؛ لیکن اگر لڑکی باہر ہے اور وہ اپنا وکیل موبائل کے ذریعے بنادے تو وکیل نکاح کرادے، وجہ یہ بتائی کہ بندہ تبدیل ہونے اور آواز کے اشتباہ کا خوف ہے؛

اس لیے براہ راست موبائل اور انٹرنیٹ پر نکاح منعقد نہیں ہوگا، البتہ وکالت درست ہے۔ اشکال یہ ہے کہ وکالت میں اگر چہ اتحاد مجلس اور حضور شاہدین ضروری نہ ہو؛ لیکن لڑکی سے اس کے نکاح کی وکالت کے باب میں بڑی سخت شرائط لگائی جاتی ہے کہ وہاں کمرے میں کوئی اور عورت نہ ہو، آواز سمجھتے ہوں، الخ، وکالتِ نکاح کے مسائل سے آپ زیادہ واقف ہوں گے، اب یہاں نیٹ، یا موبائل پر وکالت میں بھی تو یہ احتمال موجود ہے کہ بندہ تبدیل ہو، وہ لڑکی وہاں نہ ہو تو وکالت میں اتنی کھلی اجازت کیوں دی جاتی ہے، اگر یہ کہا جائے کہ نکاح موقوف علی الاجازت ہوگا تو یہ تو براہِ راست نکاح میں بھی کہا جاسکتا ہے۔ بندے کا خیال ہے کہ فتاویٰ لجنہ دائمہ میں بھی موبائل کے ذریعے وکالت کو علماء حرمین نے منع کہا ہے، اسے بھی دیکھ لیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

موبائل، یا انٹرنیٹ پر ایجاب وقبول کرنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، البتہ جدید ذرائع کے ذریعے نکاح کا وکیل بنایا جائے تو یہ درست ہے، بعد ازاں وکیل مؤکل کی طرف سے ایجاب وقبول کرلے تو نکاح منعقد ہوجائے گا۔

فاضل مستفتی مسئلے کی اصل علت میں خلط کی وجہ سے تردد کا شکار ہوگئے ہیں، درحقیقت مسئلے کی علت اشتباہ نہیں کہ موبائل، یا انٹرنیٹ، یا ٹیلیفون پر بات کرنے والا غیر شخص بھی ہوسکتا ہے؛ بلکہ علت حقیقۃً اتحاد مجلس اور حضور شاہدین ہے، یہی ہمارے مسئلے میں نکاح اور توکیل بالنکاح میں فرق کی وجہ بن رہی ہے، نکاح کے لیے عاقدین کا ایک مجلس میں ایجاب وقبول کرنا، نیز گواہوں کا بیک وقت اس ایجاب وقبول کا سننا شرط ہے، اس کے بغیر انعقاد نکاح محال ہے، جب کہ وکالت کے لئے نہ مؤکل اور وکیل کی مجلس متحد ہونا ضروری ہے، نہ گواہوں کا موجود ہونا صحت وکالت کی شرط ہے اسی وجہ سے اگر انٹرنیٹ کے ذریعے لائیو (Live) کال کرکے جس میں بولنے والے کی تصویر بھی براہ راست آرہی ہو، اس میں اشتباہ بہت کم رہ جاتا ہے؛ بلکہ ایک حد تک ختم ہوجاتا ہے؛ لیکن پھر بھی اس کال کے ذریعے نکاح کا ایجاب وقبول کرنا صحیح نہیں؛ کیوں کہ اشتباہ اگر چہ نہ ہو؛ لیکن اتحاد مجلس کی شرط موجود نہیں، لہٰذا موبائل پر نکاح کے منعقد ہونے کی اصل وجہ اختلاف مجلس اور عدم حضور شاہدین ہے اور وکالت اس لیے درست ہے کہ وکالت میں یہ چیزیں ضروری نہیں۔ البتہ فتاویٰ لجنہ دائمہ میں علماء حرمین نے نکاح کے ساتھ ساتھ توکیل بالنکاح کو بھی منع لکھا ہے، لجنہ کی عبارت یہ ہے:

”نظرا إلى ما كثر في هذه الأيام من التغرير والخداع، والمهارة في تقليد بعض الناس بعضا في الكلام وإحكام محاكاة غيرهم في الأصوات حتى إن أحدهم يقوى على أن يمثل جماعة من الذكور والإناث صغارا وكبارا، ويحاكيهم في أصواتهم وفي لغاتهم المختلفة محاكاة تلقى في نفس السامع أن المتكلمين أشخاص، وما هو إلا شخص واحد، ونظرا إلى عناية الشريعة الإسلامية بحفظ الفروج والأعراض، والاحتياط لذلك أكثر من الاحتياط لغيرها من عقود المعاملات – رأت اللجنة أنه ينبغي ألا يعتمد في عقود النكاح في الإيجاب والقبول والتوكيل

علی المحادثات التليفونية تحقيقا لمقاصد الشريعة، ومزيد عناية في حفظ الفروج والأعراض حتى لا يعبث أهل الأهواء ومن تحدثهم أنفسهم بالغش والخداع".

"دورحاضر میں درج ذیل چیزوں کا رواج عام ہو چکا ہے: دھوکہ دینا، بعض کا بعض کی طرح گفتگو کرلینا، دوسرے کی آواز کی نقل اتار لینا، یہاں تک کہ بعض لوگ تو ایسے بھی ہیں، جو چھوٹے بڑے مردوں اور عورتوں کی نہ صرف آواز کی نقل کرلیتے ہیں؛ بلکہ ان کے لب ولجہ اور مختلف زبانوں پر بھی عبور رکھنے کی وجہ سے ایسی نقل کرتے ہیں کہ سننے والا سمجھتا ہے کہ بہت سے لوگ بیٹھے بات کررہے ہیں، درحقیقت وہ ایک ہی شخص ہوتا ہے تو لجنہ نے ایک طرف انہیں مدنظر رکھا اور دوسری طرف اس بات کو کہ شریعت نے عورت کی عزت وعصمت کی بہت حفاظت کی ہے اور اس معاملے میں دیگر معاملات کے مقابلہ میں زیادہ احتیاط برتی ہے؛ اس لیے لجنہ کا خیال ہے کہ نکاح جیسے معاملات میں ایجاب وقبول اور توکیل میں ٹیلیفون جیسے ذرائع پر اعتماد نہ کیا جائے تاکہ شریعت کے مقاصد کا حصول متحقق ہوجائے"۔ (فتاوی لجنہ دائمہ: ۹۱/۱۸)

ظاہر ہے کہ یہاں صرف اشتباہ کا احتمال ہے، جس کی وجہ سے لجنہ میں اس سے اجتناب کا ذکر ہے؛ لیکن اس اشتباہ کو دور کرنے کی صورت موجود ہے، وہ یہ ہے کہ جو شخص وکیل بنا رہا ہے، وہ اگر اپنا نام، یا آواز تبدیل کرکے وکیل بنائے تو اس صورت میں وکیل اگر مؤکل کو جانتا ہے تو وکالت درست ہوجائے گی، وگرنہ (اگر لائن پر کوئی دوسرا شخص آواز بدل کر بات کررہا ہوتو) پھر وکیل کا پڑھایا، نکاح اصل مؤکل کی اجازت پر موقوف ہوجائے گا۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں اتحاد مجلس اور حضور شاہدین کے نہ پائے جانے کی وجہ سے موبائل، یا انٹرنیٹ وغیرہ پر نکاح منعقد نہ ہوگا، البتہ توکیل میں چوں کہ یہ چیزیں شرط نہیں، لہٰذا وہ درست ہوجائے گی اور اگر کوئی شخص آواز بدل کر بھی وکیل بنادیتا ہے تو نکاح اصل شخص کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

ما في ملتقى الأبحر (۲۳۸/۱): وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر و حضور حرين أو حر و حرتين مكلفين مسلمين ان الزوجة مسلمة سامعين معالفظهما فلايصح ان سمعا متفرقين.

وفي الهندية (۲٦۸/۱): (ومنها) سماع الشاهدين كلا مهما هكذا في فتح القدير.

وفي الدرالمختار (۲۱/۳):(وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر) ليتحقق رضاهما (و)شرط (حضور) شاهدين(حرين) أو حر وحرتين (مكلفين سامعين قولهما معا)على الأصح. (نجم الفتاویٰ: ۱۸۳/۴-۱۸۵)

بذریعہ ٹیلیفون کئے گئے نکاح سے پیدا شدہ بچے ثابت النسب ہوں گے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل لوگ ٹیلی فون پر نکاح کرلیتے ہیں، کیا اس طرح نکاح درست ہے؟ اور اگر درست نہیں تو جو بچے پیدا ہوں گے، وہ ثابت النسب ہوں گے؟

الجواب ــــــــــ بعون الملك الوهاب

ٹیلیفون پر نکاح اگر براہ راست ہوا ہے، بایں طور کہ دو گواہوں کی موجودگی میں ایک فریق کی طرف سے ایجاب ہوا

اور پھر ٹیلیفون پر دوسرے فریق سے قبول کرایا گیا تو یہ نکاح فاسد ہوگا؛ کیوں کہ یہاں ایجاب وقبول کی مجلس متحد نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ گواہان نے بذریعہ ٹیلیفون قبول ہونے کو اکٹھے نہیں سنا۔ نکاح فاسد کا حکم یہ ہے کہ اگر مرد نے عورت سے جماع کرلیا تو اس سے جو اولاد پیدا ہوگی، اس کا نسب اس مرد سے ثابت ہوجائے گا۔

ٹیلیفون پر نکاح کرنے کی اگر نوبت آجائے تو اس کی صحیح صورت یہ ہے کہ فریقین میں سے کوئی ایک فریق، فریقِ ثانی کو، یا کسی اور شخص کو اپنی طرف سے نکاح کے لیے وکیل بنادے اور وہ وکیل دو گواہوں کی موجودگی میں بحیثیت وکیل ایجاب وقبول کا فریضہ انجام دے، مثلاً: زید کسی شخص کو بذریعہ خط کے اپنا وکیل بنادے، میں تم کو ہندہ بنت فلاں سے اپنے نکاح کا وکیل بناتا ہوں، اب وہ وکیل یہ کرے کہ دو گواہوں کی موجودگی میں ہندہ سے ایجاب کرلے اور خود زید کی طرف سے قبول کرلیتو اس طرح نکاح منعقد ہوجائے گا۔

لمافی الهندية(۱/ ۳۳۰):ويثبت نسب الولد المولود في النكاح الفاسد وتعتبر مدة النسب من وقت الدخول عند محمد رحمه الله تعالى وعليه الفتوى قاله أبو الليث، كذا في التبيين. (نجم الفتاویٰ:۴/ ۱۸۵)

ٹیلی فون پر نکاح کی شرعی حیثیت:

سوال: کیا ٹیلی فون پر نکاح جائز ہے، ہمارے ایک عزیز نے جو اپنی بیٹی اور دوسرے گھر والوں کے ساتھ یہاں مقیم ہیں، اپنی بیٹی کا نکاح ٹیلی فون پر پاکستان میں پڑھوایا ہے، جب کہ لڑکا اور نکاح خواں پاکستان میں ٹیلی فون پر موجود تھے، نکاح پاکستان میں رجسٹر بھی ہوگیا ہے، کیا نکاح شرعی طور پر ہوگیا؟

الجواب

ٹیلی فون پر ایجاب وقبول نہیں ہوتا، (۱) البتہ ٹیلی فون پر اگر نکاح خواں کو اختیار دے دیا جائے کہ وہ فلاں لڑکی کا نکاح فلاں لڑکے کے ساتھ اتنے مہر پر کردے اور وہ اس ہدایت کے مطابق نکاح کرادے تو نکاح ہوجائے گا۔ (۲)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶/ ۹۷) ☆

---

(۱) **شرائط الإيجاب والقبول فمنها اتحاد المجلس إذا كانا الشخصان حاضرين فلو اختلفا المجلس لم ينعقد.** (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/ ۸۹، طبع بيروت)

وشرط حضور شاهدين حرين أو حر أو حرتين مكلفين سامعين قولهما معاً. (الدر المختار، كتاب النكاح: ۳/ ۳۰۶)

(۲) **ويصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضر الشهود كذا في التتارخانية.** (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح: ۱/ ۲۹۴)

☆ **ٹیلی فون پر نکاح کرنا:**

سوال: میرا بھائی کوریا میں رہتا ہے، اس کے سسرال والے ٹیلی فون پر نکاح کرکے لڑکی کو کوریا بھجوانا چاہتے ہیں، کیا ٹیلی فون پر کیا گیا نکاح منعقد ہوگا؟

الجواب

لڑکا بذریعہ ٹیلی فون کے، یا خط کے، کسی آدمی کو اپنی طرف سے نکاح کا وکیل مقرر کردے اور وکیل اس کی طرف سے ==

بحالت مجبوری ٹیلی فون پر نکاح کی شرعی حیثیت:

سوال: کیا حالت مجبوری میں تمام بڑوں کی رضا مندی سے ٹیلی فون پر نکاح ہوسکتا ہے؟ اور کیا باہم ملاپ سے پہلے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں؟

الجواب

ٹیلی فون پر نکاح نہیں ہوسکتا۔(۱) اگر دور ہونے کی وجہ سے لڑکا خود مجلس نکاح میں نہ آسکتا ہو تو وہ اپنی طرف سے کسی کو وکیل بنادے اور وکیل اس کی طرف سے ایجاب وقبول کرلے۔(۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۶/۹۷-۹۸)

فون اور انٹرنیٹ پر نکاح سے متعلق ایک جامع فتویٰ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ آج کل کے زمانہ میں لوگ فون پر نکاح کرتے ہیں، خصوصاً کالج کے طلبہ اسی طرح انٹرنیٹ پر بھی نکاح کا سلسلہ جاری ہونے لگا ہے، حضور والا سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ اس سلسلے میں ہماری رہنمائی فرمائیں کہ فون، یا انٹرنیٹ پر نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟ اور اس کے جواز کی کوئی شکل نکل سکتی ہو تو تحریر فرمائیں۔ (المستفتی: عبید اللہ، بھاگلپوری)

== ایجاب وقبول کرے، بس نکاح ہوجائے گا، خود لڑکے سے ٹیلی فون پر ایجاب وقبول کرانے سے نکاح ہوگا۔(شرائط الإيجاب والقبول فمنها اتحاد المجلس إذا كانا الشخصان حاضرين فلو اختلفا المجلس لم ينعقد. (البحر الرائق، كتاب النكاح:۳/۸۹، طبع بيروت) فقط واللہ اعلم (آپ کے مسائل اوران کا حل:۶/۹۷)

ٹیلیفون پر نکاح نہیں ہوتا:

سوال: ٹیلیفون پر نکاح ہوتا ہے، یا نہیں؟ میرا بھائی امریکہ میں ہے اور اس کی جہاں شادی کی بات چل رہی تھی تو لڑکی والوں نے اچانک جلدی کرنا شروع کردی، لڑکا اتنی جلدی نہیں آسکتا تھا؛ اس لیے فوری طور پر ٹیلیفون پر نکاح کرنا پڑا، ابھی رُخصتی نہیں ہوئی ہے، بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ نکاح نہیں ہوا۔

الجواب

نکاح کے لیے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول مجلسِ عقد میں گواہوں کے سامنے ہو، (شرائط الإيجاب والقبول فمنها اتحاد المجلس إذا كانا الشخصان حاضرين فلو اختلفا المجلس لم ينعقد. (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۸۹، طبع بيروت) اور ٹیلیفون پر یہ بات ممکن نہیں، اس لئے ٹیلیفون پر نکاح نہیں ہوتا۔ اور اگر ایسی ضرورت ہو تو ٹیلیفون پر یا خط کے ذریعہ لڑکا اپنی طرف سے کسی کو وکیل بنادے اور وہ وکیل لڑکے کی طرف سے ایجاب وقبول کرلے، (ويصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضر الشهود كذا في التتارخانية. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح: ۱/۲۹٤) چوں کہ آپ کی تحریر کردہ صورت میں نکاح نہیں ہوا؛ اس لیے اب رُخصتی سے پہلے ایجاب وقبول گواہوں کی موجودگی میں دوبارہ کرالیا جائے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل:۶/۹۸)

(۱) شرائط الإيجاب والقبول فمنها اتحاد المجلس إذا كانا الشخصان حاضرين فلو اختلفا المجلس لم ينعقد. (البحر الرائق، كتاب النكاح:۳/۸۹، طبع بيروت)

(۲) ويصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضر الشهود، كذا في التتارخانية. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح: ۱/۲۹٤)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

اسلامی شریعت میں نکاح کے صحیح ہونے کے لیے بہت سی شرطیں ہیں، ان میں سے دو شرطیں نہایت بنیادی اور لازمی ہیں، ان دونوں شرطوں کے بغیر نکاح کا وجود نہیں ہوسکتا، اگر ان دونوں شرطوں میں سے ایک بھی شرط نہیں ہے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

(۱) **ومن شرائط الإيجاب والقبول اتحاد المجلس.** (الدرالمختار مع الشامی، کتاب النکاح، کراتشی: ۱۴/۳، زکریا: ۷۶/۴)

نکاح میں ایجاب وقبول کے صحیح ہونے کے لیے جانبین کی مجلس کا ایک ہونا لازمی شرط ہے، لہٰذا اگر مجلس نکاح میں جانبین میں سے ایک بنفس نفیس موجود ہے، یا اس کا وکیل موجود ہے اور دوسری جانب سے نہ خود بنفس نفیس موجود ہے، نہ اس کا وکیل موجود ہے؛ بلکہ دوسری جگہ سے ٹیلی فون پر ایجاب وقبول کرتا ہے تو شرعی طور پر یہ نکاح منعقد نہیں ہوگا اور اس سے میاں بیوی کے درمیان ازدواجی تعلق قائم نہیں ہوگا اور نہ ہی ایک دوسرے کے لیے حلال ہوں گے۔

(۲) **وشرط حضور شاهدين.** (الدرالمختار، کراچی: ۲۱/۳، زکریا: ۸۷/۴)

مجلس نکاح میں دو گواہوں کا ایک ساتھ موجود ہونا شرط ہے اور دونوں گواہوں کا اسی مجلس میں ہونا عاقدین کی باتوں کا ایک ساتھ سننا بھی شرط ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ نکاح میں ایجاب وقبول کرنے والے دونوں بنفس نفیس، یا ان دونوں کے وکیل اسی مجلس میں موجود ہوں، لہٰذا اگر میاں بیوی میں سے ایک بنفس نفیس، یا اس کا وکیل اسی مجلس میں موجود ہے اور دونوں گواہوں نے ایک ساتھ اس کی بات براہ راست سنی ہے اور دوسرا بنفس نفیس، یا اس کا وکیل مجلس میں موجو نہیں ہے؛ بلکہ اس کی آواز ٹیلی فون سے سنی جارہی ہے تو دونوں گواہوں کا اس ٹیلی فون میں سننے کا اعتبار نہیں ہے؛ بلکہ دوسری جانب سے بھی بنفس نفیس، یا اس کے وکیل کا مجلس نکاح میں موجود ہوکر ایجاب وقبول کرنا اور دونوں گواہوں کا اس مجلس میں سننا شرط ہے؛ اس لیے یہ نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ ان دونوں شرطوں کے علاوہ نکاح کے صحیح ہونے کے لیے اور بھی شرطیں ہیں؛ لیکن یہ دونوں شرطیں ایسی بنیادی شرطیں ہیں، جو نہایت اہمیت کی حامل ہیں اور ٹیلی فون میں ایجاب و قبول کی صورت میں یہ دونوں شرطیں پائی نہیں جاتیں؛ لہٰذا ٹیلی فون میں ایجاب وقبول شرعی طور پر معتبر نہیں ہوگا۔

دوسرے ملک، یا دوسرے علاقہ میں رہ کر ٹیلیفون کو واسطہ بنا کر نکاح کے درست ہونے کے لیے چند متبادل شکلیں ہیں، جن کو اختیار کرکے نکاح کیا جاسکتا ہے۔

(۱) لڑکے کی طرف سے ٹیلی فون میں جہاں لڑکی رہتی ہے، وہاں کے کسی معتبر آدمی کو وکیل بنادے اور ٹیلی فون میں وکیل بنانا جائز اور درست ہے، پھر جہاں لڑکی ہے وہاں مجلس نکاح قائم ہوجائے اور جیسا کہ ہمارے ملک میں لڑکی سے اجازت لے کر جہاں لڑکی ہے، وہاں سے ہٹ کر مجلس قائم ہوتی ہے، اب بھی ایسی ہی مجلس قائم ہوجائے اور لڑکی کی طرف سے قاضی لڑکے کے وکیل سے گواہوں کی موجودگی میں لڑکے کی طرف سے مقرر کردہ وکیل کو مخاطب کر

کے یوں کہے کہ میں نے فلاں لڑکی کا نکاح اتنے مہر پر آپ کے موکل فلاں لڑکے کے ساتھ کر دیا ہے، آپ نے اپنے موکل کی طرف سے اس کو قبول کر لیا؟ تو لڑکے کا وکیل اس طرح قبول کرے کہ میں نے فلاں لڑکی کو اپنے موکل کے نکاح میں قبول کر لیا تو یہ نکاح درست ہو جائے گا۔

(۲) دوسری شکل یہ ہے کہ لڑکی والے لڑکی سے نکاح کی اجازت لے کر ٹیلی فون پر براہ راست لڑکے کو اطلاع کر دیں کہ اتنے مہر پر فلانی لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کرنے کی اجازت مل گئی ہے، میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ اپنے یہاں نکاح کی مجلس قائم کر لو اور دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کر لو۔ اب وہ لڑکا تین آدمیوں کو جمع کر کے ان میں سے دو کو گواہ بنائے، ایک کو لڑکی کی طرف سے وکیل بنادے، پھر اس طرح ایجاب وقبول ہو جائے کہ لڑکی کا وکیل یہ کہے کہ میں نے فلاں لڑکی کا نکاح اتنے مہر پر آپ کے ساتھ کر دیا ہے اور لڑکا یہ کہے کہ میں نے قبول کر لیا تو اس طرح نکاح منعقد ہو جائے گا، اب وہ لڑکی اس کی بیوی بن گئی، اب اس کا نکاح کسی دوسری جگہ جائز نہیں ہوگا۔

(۳) لڑکی سے اجازت لے کر لڑکی کا وکیل جہاں لڑکا رہتا ہے، وہاں کے کسی معتبر آدمی کو ٹیلی فون پر وکیل بنادے، پھر وہ وکیل نکاح کی مجلس قائم کرے، دو گواہوں کی موجودگی میں لڑکے کو مخاطب کر کے کہے کہ میں نے فلانی لڑکی جو فلاں جگہ رہتی ہے، اس کا نکاح اتنے مہر پر تمہارے ساتھ کر دیا ہے تو لڑکا کہے کہ میں نے اس کو اپنے نکاح میں قبول کر لیا تو اب شرعی طور پر نکاح منعقد ہو گیا، وہ لڑکی اس لڑکے کی بیوی بن گئی، اب اس لڑکی کا نکاح کسی دوسری جگہ جائز نہیں ہوگا۔

یہ ٹیلی فون پر نکاح کے لیے متبادل شکلیں ہیں، جن کو اختیار کر کے دوسری جگہ کے لڑکے، یا دوسری جگہ کی لڑکی کے ساتھ عقد نکاح عمل میں آسکتا ہے۔

انٹرنیٹ پر نکاح:

انٹرنیٹ پر آدمی کی تصویر نظر آتی ہے، آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں، ایسا لگتا ہے کہ جس لڑکے، یا لڑکی کے ساتھ انٹرنیٹ پر نکاح کیا جا رہا ہے، وہ مجلس نکاح میں موجود ہیں، ادھر سے جب قاضی مجلس نکاح میں ایجاب کرتا ہے تو لڑکا یا لڑکی کی تصویر انٹرنیٹ پر آواز کے ساتھ بولتی ہے اور قبول کرنے کے الفاظ استعمال کرتی ہے، اس سے کوئی یہ سمجھ سکتا ہے کہ نکاح کی ساری شرطیں یہاں موجود ہیں، یہ محض ایک دھوکہ ہے، اس سے نکاح منعقد نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ نکاح کے صحیح ہونے کے لیے ایجاب وقبول کرنے والے عاقدین کا بنفس نفیس، یا دونوں کے وکیل کا بنفس نفیس مجلس نکاح میں موجود ہونا شرط ہے اور انٹرنیٹ پر جو نظر آتا ہے، وہ اصل آدمی نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ تصویر ہوتی ہے، اس کی مثال یوں سمجھو کہ انٹرنیٹ پر جو تصویر اور آواز آرہی ہے، وہ محفوظ رہ جائے اور جو اصل آدمی ہے، اس کی موت واقع ہو جائے اور وہ قبر میں دفن بھی ہو جائے، تب بھی انٹرنیٹ پر اس کی وہی تصویر اور وہی آواز باقی رہتی ہے، جب کہ اصل آدمی زندہ بھی نہیں ہے؛ اس لیے تصویر کا سامنے موجود ہونا شرعی طور پر اصل آدمی کے موجود ہونے کے قائم مقام نہیں ہوگا، لہٰذا انٹرنیٹ پر بھی جانبین سے

ایجاب وقبول اسی طرح معتبر نہیں ہے، جس طرح ٹیلی فون پر معتبر نہیں ہوتا ہے، ہاں البتہ انٹرنیٹ پر نکاح کے صحیح ہونے کے لیے وہی متبادل شکلیں اختیار کی جاسکتی ہیں، جو ٹیلی فون میں اختیار کرنی جائز ہیں کہ انٹرنیٹ پر لڑکے کی طرف سے وکیل بنادیا جائے، پھر وہ وکیل جہاں لڑکی ہے، وہاں مجلس نکاح قائم کرے، یا اس کے برعکس لڑکی کی طرف سے انٹرنیٹ پر وکیل بنادیا جائے، پھر وہ وکیل جہاں لڑکا ہے، وہاں مجلس نکاح قائم کرے، پھر مجلس نکاح میں ایجاب وقبول ہوجانے کے بعد ٹیلی فون، یا انٹرنیٹ سے دوسرے کو اطلاع کردی جائے کہ تمہارے شرائط کے مطابق یہاں نکاح ہوچکا ہے، یہ سب شکلیں ایسی ہیں، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے حضرت نجاشی نے حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وکیل بن کر کردیا تھا۔

اسی طرح وکالت کے جواز کی دلیل یہ بھی ہے کہ شرعاً خط وکتابت کے ذریعہ وکیل بنانا جائز ہے اور دور نبوت، دور صحابہؓ اور ائمہ مجتہدین اور فقہا کے دور میں خط وکتابت ہی ایک ذریعہ تھا، ٹیلی فون، فیکس، ٹیلی ویژن کے چینل، انٹرنیٹ وغیرہ جدید ذرائع مواصلات کا اس زمانہ میں تصور اور وہم وگمان بھی نہ تھا، آج کے دور میں جب جانے پہچانے آدمی سے فون پر جو بات ہوجاتی ہے، وہ رجسٹری خط اور دو آدمی کے ذریعہ لائے ہوئے خط سے بھی کہیں زیادہ معتبر اور قابل اعتماد ہوتی ہے۔

ہمارے ہندوستانی تاجروں کا یورپ وامریکہ سے تجارتی کاروبار ہے، صرف ایک فون، یا فیکس پر اعتماد کر کے کروڑوں کا مال روانہ کردیا جاتا ہے اور ادھر سے بھی ایک فون، یا انٹرنیٹ پر اعتماد کر کے کروڑوں روپیہ روانہ کردیا جاتا ہے؛ مگر رجسٹری خط پر اتنا زیادہ اعتماد نہیں ہوتا، لہٰذا جانے پہچانے آدمی سے فون، یا انٹرنیٹ پر بات کرنا رجسٹری خط اور دو آدمی کے لائے ہوئے خط سے کم درجہ کا نہیں؛ اس لیے فون، یا انٹرینیٹ پر وکیل بنا کر مذکورہ تینوں طریقوں سے نکاح جائز اور درست ہے۔ فقہاء کی عبارات ملاحظہ فرمائیے:

(۱) وكذا ما يكتب الناس فيما بينهم يجب أن يكون حجة للعرف،الخ. (شامی، کتاب القاضی، باب كتاب القاضي إلى القاضي وغيره، زكريا: ۱۳۶/۸، كراچی: ۴۳۶/۵)

اور ایسے ہی جو تحریر لوگ اپنے مابین لکھتے ہیں، وہ لازمی طور پر حجت شرعی ہے، لوگوں کے درمیان متعارف ہونے کی وجہ سے۔

(۲) أجاز أبو يوسف ومحمد العمل بالخط في الشاهد، والقاضي الراوي آدمي إذا رأى خطه (والفتوىٰ على قولهما إذا تيقن أنه خطه سواء كان في القضاء، أو الرواية، أوالشهادة) وقوله و قلما يشتبه الخط من كل وجه فإذا تيقن جاز الاعتماد عليه توسعةً على الناس. (شامی، کتاب القضاء، باب كتاب القاضي إلى القاضي وغيره، زكريا: ۱۳۸/۸، كراچی: ۴۳۷/۵، البحر الرائق زكريا: ۱۲۱/۷، كوئٹه: ۷۲/۷)

حضرت اما ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے شاہد اور قاضی اور راوی کے متعلق خط پر عمل کرنا جائز قرار دیا ہے، جب خط کو دیکھ لے، اور فتویٰ ان دونوں کے قول پر ہے، جب اس بات کا یقین ہوجائے کہ وہ خط اس کا ہے، چاہے یہ خط فیصلہ

سے متعلق ہو یا روایت سے یا دستاویز پر شہادت سے متعلق ہو اور کلی طور پر دوسرے کے خط سے بہت کم مشابہ ہوتا ہے؛ لہٰذا جب یقین پیدا ہو جائے تو لوگوں کے اوپر آسانی کے واسطے اس پر اعتماد بھی جائز ہو سکتا ہے۔

(۳)　إذا وكلت المرأة رجلا أن يزوجها، أو أجازت ماصنع فأوصٰى الوكيل إلى رجل أن يزوجها، ثم مات الوكيل كان للوصي أن يزوجها. (الهندية، زكريا: ۳/ ۶۱۰، جديد زكريا: ۳/ ۵۱۷)

جب عورت کسی مرد کو اس بات کا وکیل بنا دے کہ وہ مرد اس عورت کا نکاح کسی سے کر دے یا اس بات کی اجازت دیدے کہ وکالت میں جو چاہے عمل کرے تو وکیل نے کسی دوسرے آدمی کو اس عورت کے نکاح کی وصیت کی، پھر وکیل مر جائے تو وصی کے لئے جائز ہے کہ اس عورت کا نکاح کسی کے ساتھ کر دے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۵/ربیع الاول ۱۴۱۴ھ (فتویٰ نمبر: رجسٹر خاص)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۵/۶/۱۴۱۴ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۱۲۳-۱۲۹)

انٹرنیٹ وموبائیل کے ذریعہ کئے گئے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ E.mail, Internet, Telephone کے ذریعہ ایجاب وقبول کیا گیا نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟　(المستفتی: محمد ادریس، جامعہ ملیہ دہلی)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

براہ راست ایجاب وقبول ٹیلی فون، موبائل، انٹرنیٹ میں صحیح نہیں ہوسکتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ نکاح کے ایجاب وقبول کے وقت میں دو ایسے گواہوں کا ہونا ضروری ہے، جو دونوں ایجاب وقبول سن سکیں اور ایجاب وقبول کرنے والوں کو دیکھیں اور پہچانیں، یہ بات مذکورہ آلات کے ذریعہ سے ثابت نہیں ہو پاتی، ہاں البتہ ان آلات کے ذریعہ سے نکاح درست ہونے کی یہ صورت ہوسکتی ہے کہ لڑکی سے اجازت لے کر اس کا وکیل، یا لڑکی براہ راست ٹیلی فون میں، جہاں پر لڑکا ہے، وہاں پر ٹیلی فون موبائل، یا انٹرنیٹ کے ذریعہ سے کسی کو اپنا وکیل بنا دے، پھر وہ وکیل لڑکے کی موجودگی میں نکاح کی مجلس میں دو گواہوں کے سامنے لڑکی کی جانب سے ایجاب کرے اور لڑکا قبول کرے، یا لڑکا ایجاب کرے اور یہ وکیل لڑکی کی طرف سے قبول کرے، اس کے بعد وہ وکیل لڑکی والوں کو فون پر نکاح ہوجانے کی اطلاع کر دے تو اس طرح نکاح منعقد ہو جائے گا، اسی طرح اس کے برعکس بھی ہوسکتا ہے کہ جہاں پر لڑکی ہے، وہاں پر کسی آدمی کو ٹیلیفون وغیرہ پر لڑکا اپنا وکیل بنا دے، پھر نکاح کی مجلس قائم ہو جائے اور لڑکے کا وکیل مجلس نکاح میں لڑکے کی طرف سے ایجاب و قبول کی وکالت کرے، پھر جانبین سے ایجاب وقبول ہو جانے کے بعد نکاح منعقد ہو جائے گا، اس کے بعد لڑکے کا وکیل ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعہ سے لڑکے کو اطلاع کر دے تو اس طرح سے نکاح شرعی طور سے منعقد ہو جائے گا۔

ولو أرسل إليها رسولاً، أو كتب إليها بذلك كتاباً، فقبلت بحضرة شاهدين سمعا كلام

الرسول وقراءة الكتاب جاز لاتحاد المجلس من حيث المعنى. (عالمگیری، زکریا: ۲۶۹/۱، زکریا جدید: ۳۳٤/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۶ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۷۴۷۹/۳۶)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۲/۱/۲۷ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳۰/۱۳-۱۳۱)

انٹرنیٹ اور موبائل کے ویڈیو کانفرنس میں نکاح باطل:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ انٹرنیٹ اور موبائل کے ویڈیو کانفرنس پر نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(المستفتی: محمد یعقوب غازی آبادی)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

شرعاً نکاح کے صحیح ہونے کے لیے ایجاب وقبول کی مجلس میں جانبین میں سے دونوں کا بنفس نفیس، یا ان کے وکیل کا موجود ہونا شرط اور ضروری ہے، نیز مجلس نکاح میں دو گواہوں کا ایک ساتھ موجود ہونا اور دونوں گواہوں کا اسی مجلس میں عاقدین کی باتوں کا سننا بھی شرط ہے، انٹرنیٹ اور موبائل وغیرہ سے ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ نکاح کرنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں نکاح کی دونوں شرطیں مفقود ہیں۔ (مستفاد: جدید فقہی مسائل: ۲۸۸/۱، فتاوی عثمانی: ۳۰۴/۲، انوار نبوت: ۶۲۲)

شرط حضور شاهدين مكلفين سامعين قولهما معاً. (شامی، کراچی: ۱۴/۳، زکریا: ۸۷/٤)

من شرائط الإيجاب والقبول اتحاد المجلس. (شامی، کراچی: ۱٤/۳، زکریا: ۷۶/۴)

شرائط الإيجاب والقبول فمنها اتحاد المجلس إذا كان الشخصان حاضرين، فلو اختلف المجلس لم ينعقد. (البحر الرائق، زکریا: ۱۸٤/۳، کراچی: ۸۳/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۷ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۱۴۱۷/۴۰) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳۱/۱۳-۱۳۲)

بذریعہ کانفرنس کال، یا کیمرے والے موبائل کے ذریعے نکاح کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بذریعہ ٹیلیفون کے نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اس صورت میں کہ جب (کانفرنس کال) کے ذریعے یہ عقد دونوں فریقوں کے درمیان ہو رہا ہو اور ان کے علاوہ کم از کم دو مزید افراد (لائن) پر بطور گواہ کے موجود ہیں یا پھر دونوں فریقوں نے اپنے "فونوں" کا لاؤڈ اسپیکر کھول رکھا ہو کہ جس سے دونوں اطراف میں اور بھی کئی لوگ اس گفتگو کو براہ راست سن رہے ہوں۔

(۲) یا اسی طرح ہر دو فریق ایسا طریقہ اختیار کریں کہ جس میں آواز کا مشتبہ ہونا ختم ہو جائے، مثلاً اپنے فون پر کیمرے کا نصب کرنا کہ جو ان کی تصاویر کو بھی دوسری طرف سے ارسال کر رہا ہو۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

بذریعہ ٹیلی فون دونوں طرف گواہوں کی موجودگی میں مرد وعورت کا ایجاب وقبول کرنا اگرچہ فون پر تصویر بھی دکھائی دے رہی ہو، مجلس کے شرعاً ایک نہ ہونے اور دوسری وجوہ فاسدہ پر مشتمل ہونے کی بنا پر شرعاً اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا اور وجہ یہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے عورت کی عزت وعصمت کے تحفظ کے بارے میں بڑی احتیاط کی ہے اور نکاح میں بھی عورت کی عزت وعصمت کا مسئلہ ہوتا ہے؛ اس لیے ہر وہ طریقہ جس میں دھوکہ اور جعل سازی کا امکان ہو، نکاح کے معاملہ میں معتبر نہ ہوگا۔ نیز چونکہ دور حاضر میں ایسے بہت سے آلات اور طریقے ایجاد ہو گئے ہیں، جس سے ایک آدمی کی تصویر دکھا کر دوسرے کی آواز سنادی جاتی ہے، یا اس کے برعکس کیا جاتا ہے؛ اس لیے نکاح کے معاملے میں شرعی احکام کی پاسداری اور عورت کی عزت وعصمت کی حفاظت کی وجہ سے اس قسم کی چیزوں پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، تا کہ بے دین اور فاسق وفاجر لوگوں کو ایسے معاملات میں دھوکہ دہی اور ان کو کھیل بنا لینے کی کھلی چھوٹ نہ مل جائے، البتہ اگر یہ صورت اختیار کر لی جائے کہ فریق اوّل کسی کو یہاں اپنا وکیل بنالے اور وہ وکیل اس کی طرف سے ایجاب، یا قبول کر لے تو نکاح منعقد شمار ہوگا۔

لمافي الدر المختار (۱٤/۳): ومن شرائط الإيجاب القبول اتحاد المجلس لو حاضرين وإن طال كمخيرة.

وفي الرد تحته: (قوله: اتحاد المجلس) قال في البحر فلو اختلف المجلس لم ينعقد.

وفي الفتاویٰ اللجنه الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۹۱/۱۸): رأت اللجنة أنه ينبغي ألا يعتمد في عقود النكاح في الإيجاب والقبول والتوكيل على المحادثات التليفونية تحقيقا لمقاصد الشريعة، ومزيد عناية في حفظ الفروج والأعراض حتى لا يعبث أهل الأهواء ومن تحدثهم أنفسهم بالغش والخداع. (نجم الفتاویٰ: ۱۸۲/۴-۱۸۳)

بذریعہ انٹرنیٹ نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکا امریکہ میں اور لڑکی مرادآباد میں ہے، یا لڑکا سعودی عرب میں ہے اور لڑکی دہلی میں ہے، ان کا نکاح جو کہ انٹرنیٹ پر کیا جاتا ہے، جو کہ نئی ایجاد ہے تو کیا یہ نکاح جائز ہے؟ (المستفتی: منیر احمد کوکرپور، مرادآباد)

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر انٹرنیٹ میں نکاح کی یہ شکل ہوتی ہے کہ لڑکے کی تصویر یہاں انٹرنیٹ پر نظر آرہی ہے اور یہیں پر نکاح کی مجلس قائم کر کے دو گواہوں کے سامنے قاضی ایجاب کے الفاظ استعمال کرتا ہے اور لڑکے کی تصویر میں سے قبول کرنے کی آواز آتی ہے تو ایسا نکاح شریعت میں معتبر نہیں ہے؛ اس لیے کہ نکاح کے لیے ایجاب وقبول کی مجلس میں بنفس نفیس ایجاب

کرنے والے اور قبول کرنے والے کا موجود ہونا شرط ہے، کسی ایک کا فوٹو موجود ہونا اور فوٹو میں سے آواز سنائی دینا کافی نہیں ہے؛ اس لیے ایسا نکاح جو انٹرنیٹ پر ہوتا ہے، معتبر نہیں ہے، اس طرح نکاح سے میاں بیوی نہیں بن سکتے ہیں۔

ومن شرائط الإيجاب والقبول اتحاد المجلس. (الدرالمختار مع شامی، زکریا: ٧٦/٤، کراچی: ١٤/٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۷/۸۰۴۷)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۴/۵/۲۱ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۲۹/۱۳-۱۳۰)

انٹرنیٹ پر ویڈیو کالنگ کے ذریعہ نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ انٹرنیٹ ویڈیو کالنگ کے ذریعہ نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ میرا بھائی امریکہ میں ہے اور اس کی جہاں شادی کی بات چل رہی تھی تو لڑکی والوں نے اَچانک جلدی کرنا شروع کردی، لڑکا اتنی جلدی نہیں آسکتا؛ اس لیے فوری طور پر ویڈیو کالنگ کے ذریعہ نکاح کرنا پڑا، اَبھی رخصتی نہیں ہوئی ہے، بہت لوگ کہتے ہیں کہ نکاح نہیں ہوا؟ کیا آنے کے بعد نکاح دوبارہ کرنا پڑے گا؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

انٹرنیٹ پر ویڈیو کالنگ کے ذریعہ نکاح شرعاً معتبر نہیں ہے، لہٰذا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، اَب یا تو یہ شکل ممکن ہے کہ لڑکی ٹیلی فون وغیرہ کے ذریعہ لڑکے کو اپنے سے نکاح کرنے کا وکیل بنادے اور پھر لڑکا امریکہ ہی میں ایک ہی مجلس میں دو گواہوں کے سامنے یہ کہہ دے کہ میں نے اپنا نکاح فلاں مؤکلہ لڑکی سے کرلیا اور دوسری شکل یہ ہے کہ لڑکا جب امریکہ سے ہندوستان آئے تو باقاعدہ دستور کے مطابق مجلس نکاح منعقد کی جائے گی اور بہرحال انٹرنیٹ والا نکاح کالعدم ہے۔

شرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر ... وشرط حضور شاهدين، أصيلا يشهدان على العقد حرين ... مكلفين سامعين قولهما معا. (المغرب: ٤٥٩/١، کراچی)

من شرائط الإيجاب والقبول اتحاد المجلس. (الدر المختار: ٧٦/٤، زکریا)

ويتولى طرفي النكاح واحد بإيجاب يقوم مقام القبول في خمس صور: كأن كان ... أصيلا من جانب ووكيلا من آخر.

وتحته في الشامية: كقوله مثلا: زوجت فلانة من نفسي، فإنه يتضمن الشطرين، فلا يحتاج إلى القبول بعده (إلى قوله) كما لو وكلته امرأة أن يزوجها من نفسه، فقال: تزوجت مؤكلتي. (الدر المختار مع الشامي، باب الكفاءة: ٢٢٤/٤، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۴/۴/۲۰ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷۹/۸-۸۰)

انٹرنیٹ وغیرہ پر نکاح:

سوال: انٹرنیٹ، ویب سائٹ، فیکس، ای میل، ٹیلیفون کانفرس اور ٹیلی گرام پر نکاح کرنا درست ہے، یا نہیں؟
(محمد عاشق صدیقی، پھلت، مظفرنگر، یوپی)

الجواب ـــــــــــــــــــ

نکاح میں ضروری ہے کہ ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہو، سوال میں جن صورتوں کا ذکر ہے، اس میں ظاہر ہے کہ بات کرنے یا تحریری طور پر اپنی بات کو پیش کرنے والے کی مجلس الگ ہوتی ہے اور مخاطب کی مجلس الگ؛ اس لیے ان ذرائع ابلاغ کے ذریعہ نکاح کا ایجاب وقبول درست نہیں؛ البتہ کسی شخص کو ایجاب وقبول کا وکیل بنایا جاسکتا ہے اور وہ اپنے موکل کا نکاح کرسکتا ہے۔(۱) (کتاب الفتاویٰ:۴/۳۰۶)

انٹرنیٹ کے ذریعہ وکالۃً نکاح کے جواز کی صورت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: موجودہ دور کے نو ایجاد انٹرنیٹ کے ذریعہ دولہا اور دولہن کی غیر موجودگی میں نکاح جائز ہونے کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اُس کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیں؛ تاکہ اس سلسلہ میں ہماری رہنمائی ہوسکے۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

انٹرنیٹ، یا ٹیلی فون پر براہِ راست نکاح جائز نہیں، البتہ اگر فریقین دونوں انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ کسی تیسرے کو وکیل بنادیں اور وہ مجلس نکاح میں دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلے تو یہ نکاح منعقد ہوسکتا ہے۔

قال فی الدرالمختار: ویتولی طرفی النکاح واحد بإیجاب یقوم مقام القبول فی خمس صور: کأن کان ولیا، أو وکیلاً من الجانبین، الخ. قال الشامی: (قوله: ولیا أو وکیلاً من الجانبین) کزوجت ابنی بنت أخی أو زوجت مؤکلی فلاناً مؤکلتی فلانة، قال ط: یکفی شاهدان علی وکالته ووکالتها وعلی العقد؛ لأن الشاهد یتحمل الشهادات العدیدة. (الدرالمختار مع الشامی: ۲۲۴/۴، زکریا، ۹۶/۳، کراتشی)

وفی الفتح: ویجوز للواحد أن ینفرد بعقد النکاح عند الشهود علی اثنین إذا کان ولیا لهما، أو وکیلاً عنهما. (فتح القدیر: ۲۹۹/۳) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۹/۲/۱۵ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۸۰-۸۱)

انٹرنیٹ پر نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک دوست امریکہ میں

---

(۱) دیکھئے: رد المحتار: ۶۳/۴

مقیم ہیں ان کا نکاح ایک پاکستانی لڑکی کے ساتھ (براہ راست) ویڈیو کانفرس کے ذریعے ہوا اور اس کی صورت یہ تھی کہ لڑکا امریکہ میں اور لڑکی پاکستان میں دو دو گواہوں اور دیگر اولیا کے ساتھ ایک ایک کمرے میں بیٹھ گئے۔ اب نکاح کی مکمل کارروائی دونوں فریقوں نے کمپیوٹر اسکرین پر براہ راست دیکھی، جس کا انٹرنیٹ کے ذریعے براہ راست تبادلہ جاری تھا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ نکاح منعقد ہوا ہے، یا نہیں؟ اور کیا اس بارے میں کوئی گنجائش دی جاسکتی ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

نکاح منعقد نہیں ہوا؛ اس لیے کہ نکاح میں لڑکے اور لڑکی کا، یا پھر ان کے وکیل کا گواہوں کے ساتھ ایک مجلس میں ہونا ضروری ہے، جب کہ صورتِ مسئولہ میں مجلس کا اتحاد نہیں پایا جا رہا، رہا کمپیوٹر اسکرین پر تصویر کا دکھائی دینا تو اس میں احتمالِ خدع (دھوکہ) موجود ہے، ممکن ہے کہ سامنے دکھائی دینے والی تصویر حقیقی نہ ہو؛ بلکہ سائنس وکمپیوٹر کا کمال ہو، لہٰذا نکاح منعقد نہیں ہوا اور شریعت نے جب اتنی رخصت دی ہے کہ لڑکا، یا لڑکی کسی وجہ سے مجلس عقد میں حاضر نہ ہوسکتے ہوں تو اپنی طرف سے کوئی وکیل مقرر کردیں تو پھر خواہ مخواہ نکاح میں ان آلات کے استعمال کی ضرورت نہیں۔

لمافي الهندية (۲٦٨/۱): رجل زوج ابنته من رجل في بيت وقوم في بيت آخر يسمعون ولم يشهدهم إن كان من هذا البيت إلى ذلک البيت كوة رأوا الأب منها تقبل شهادتهم وإن لم يروا الأب لا تقبل كذا في الذخيرة.

وفيه ايضاً (۲۹٤/۱): يصح التوكيل بالنكاح وان لم يحضره الشهود.

وفي الشامية (۹٥/۳): واعلم أنه لا تشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح بل على عقد الوكيل وإنما ينبغي أن يشهد على الوكالة إذا خيف جحد الموكل إياها. (نجم الفتاویٰ: ۱۸۲/۴)

فیس بک اور ٹیوٹر پر نکاح پڑھانے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل فیس بک اور ٹیوٹر کا طریقہ چل رہا ہے، لڑکے لڑکی گروپ بنا کر آپس میں ٹیوٹ کرتے ہیں، مثلاً ۱۵/ بندوں کا ایک گروپ ہے، ایک شخص یہاں کراچی سے پیغام چھوڑ دیتا ہے کہ گرمی ہو رہی ہے تو باقی چودہ کراچی، یا پاکستان میں جہاں ہوں، وہ اپنے اعتبار سے پیغام کا جواب دیتے ہیں، اس طرح مشترکہ بات چیت چلتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر لڑکا یہ پیغام چھوڑ دے کہ میں انیلہ سے نکاح کرتا ہوں اور انیلہ ٹیوٹر پر ہی قبول کا پیغام چھوڑ دے باقی ۱۳/ بھی مشاہدہ کرلیں تو کیا نکاح ہوجائے گا؟ یا انیلہ کے پاس اس کے دو بہنیں اور ایک بھائی بیٹھا ہوا اور انیلہ منہ سے بول دے قبول کیا اور بھائی بہن سن لیں تو نکاح ہوگا؟ ازراہ کرم ٹیوٹر کے تمام احکام بسطِ مشفی کے ساتھ بیان کریں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

انعقاد نکاح کے لیے ضروری ہے کہ دو گواہ مجلسِ نکاح میں حاضر ہوں اور ایجاب وقبول سنیں۔ صورت مسئولہ میں

نکاح منعقد نہ ہوگا؛ کیوں کہ گواہ مجلسِ نکاح میں ایجاب اور قبول نہیں سن رہے۔ اگر دوسرے شہر، یا ملک میں نکاح کرنا ہوتو اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس شہر میں کسی شخص کو اپنے نکاح کا وکیل مقرر کردیں، وکیل اس کی طرف سے دوسرے فریق کے ساتھ دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرے، اس طرح نکاح صحیح ہو جائے گا، یا جب عورت کے پاس مرد کا پیغام جائے تو عورت مرد کے پیغام کو دو گواہوں کے سامنے پڑھے اور پھر اُس کو گواہوں کے سامنے قبول کرے، اس طرح ایجاب اور قبول کو گواہ مجلسِ نکاح میں سن لیں گے اور نکاح منعقد ہو جائے گا؛ لیکن شرط یہ ہے کہ گواہ مرد کو جانتے ہوں اور پیغام بھی اُسی مرد کا ہو۔

لمافي خلاصة الفتاوى (٤٨/٢،ط:رشيديه): لأن سماع الشهود كلام المتعاقدين شرط انعقاد النكاح فالشهود وإن سمعوا كلامها لكن لم يسمعوا كلام الزوج ولو قرأت الكتاب على الشهود أو قالت إن فلانا كتب إلي يخطبني فاشهدوا إني قد زوجت نفسي منه صح النكاح.

وفي التاتارخانية (١٢٦/٤،ط:فاروقيه): ويصح النكاح بالوكالة والرسالة والكتابة لأنه عقد ينعقد بالرضا والإنابة.

وفي الهندية كتاب النكاح (٢٦٧/١،ط: ماجديه) : وأما شروطه... ومنها سماع الشاهدين كلامهما معاهكذا في فتح القدير... ولا ارسل اليها رسولا اوكتب اليها بذلك كتابا... جاز لا تحاد المجلس من حيث المعنى.

وفي الدرالمختار كتاب النكاح (٢١/٣): بل غائب بشرط إعلام الشهود بما في الكتاب ما لم يكن بلفظ الأمر فيتولى الطرفين.

وفيه أيضاً(٢١/٣):(وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر) ليتحقق رضاهما (و) شرط (حضور) شاهدين(حرين) أو حر وحرتين (مكلفين سامعين قولهما معا)على الأصح. (نجم الفتاویٰ:۱۸۳/۴)

میسج پر نکاح منعقد نہیں ہوگا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص میسج (Message) کرے، کسی لڑکی کو اور وہ اس میں نکاح کا ایجاب کرے اور لڑکی اس کے جواب میں ''قبول ہے'' کا (Reply) کرے اور لڑکی کے پاس جو میسج آیا تھا اور جو اس لڑکی نے جواباً میسج کیا ہے, اس کو لڑکی کا بھائی اور اس لڑکی کی سہیلیاں پڑھ لیں اور دوسرے طرف لڑکے کے دوست ان میسج کو پڑھ لیں تو اس طریقہ سے نکاح ہوجاتا ہے؟ اگر نہیں تو میسج پر نکاح کی کوئی ممکنہ جائز صورت ہے؟ اگر ہے تو برائے مہرانی تحریر فرمادیں اور نکاح جائز نہ ہونے کی وجہ بھی تفصیل سے تحریر فرمادیں۔

الجواب ــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں اولاً یہ بات ذہن نشین رہے کہ بغیر اولیا کے لڑکے اور لڑکی کا آپس میں نکاح کے معاملات کرنا

شرفاء کا طریقہ کار نہیں۔ نیز نکاح سے قبل لڑکے، لڑکی کا آپس میں ایک دوسرے کو میسج بھیجنا، یا فون پر بات کرنا جائز نہیں یہ انتہائی قبیح اور غیر اسلامی حرکت ہے، البتہ اگر ایسی صورت پیش آجاتی ہے اور لڑکے کی طرف سے ایجاب کا میسج لڑکی پڑھ کر دو گواہوں کو سنائے اور پھر اسے قبول کرلے تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔ صورت مسئولہ میں چونکہ لڑکی نے وہ میسج پڑھ کر نہیں سنایا اور گواہوں نے لڑکی کے قبول کے الفاظ نہیں سنے، لہٰذا یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔

لمافي الشامية (۱۲/۳، كتاب النكاح: مطلب التزوج بإرسال كتاب): (قوله:ولا بكتابة حاضر) فلو كتب تزوجتك فكتبت قبلت لم ينعقد بحر والأظهر أن يقول فقالت قبلت الخ إذ الكتابة من الطرفين بلا قول لا تكفي ولو في الغيبة تأمل... ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقراءته عليهم وقالت زوجت نفسي منه أو تقول إن فلانا كتب إلي يخطبني فاشهدوا إني زوجت نفسي منه أما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان لا ينعقد لأن سماع الشطرين شرط صحة النكاح وبإسماعهم الكتاب أو التعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين بخلاف ما إذا انتفيا. (نجم الفتاویٰ:۴/۱۸۱-۱۸۲)

تار سے خبر دی کہ میرا نکاح فلاں سے کردیجئے:

سوال: ایک شخص نے بذریعہ تار اپنے مرشد کو اطلاع دی کہ میرا نکاح فلاں عورت کے ساتھ پڑھا دیا جائے، اس صورت میں کیا حکم ہے۔

الجواب

مرشد اس حالت میں نکاح پڑھا سکتا ہے اور ایجاب وقبول اس فریق کی طرف سے کرسکتا ہے، جس نے بذریعہ خط، یا تار کے اجازت دی ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/۱۴۰)

بذریعہ تار نکاح منعقد ہوگا، یا نہیں:

سوال: لڑکا دوسرے شہر میں ہے اور وہ ہمارے گاؤں کی ایک لڑکی سے تار کے ذریعہ نکاح کرے تو نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

تار سے نکاح صحیح نہ ہوگا، غائبانہ نکاح صحیح ہوسکتا ہے اور اس کا طریقہ فتاویٰ رحیمیہ، جلد سوم اردو، ص:۱۳۱، میں شائع ہو چکا ہے، ملاحظہ فرمالیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۸/۱۵۵)

☆☆☆

اردو کتب فتاویٰ

نمبر شمار	کتب فتاویٰ	مفتیان کرام	مطبع
(۱)	فتاویٰ عزیزی	حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	ایم ایچ سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی
(۲)	فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	محمد اسحاق صدیقی اینڈ سنز، تاجران کتب، وما لکان کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۳)	تالیفات رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲
(۴)	باقیات فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع پربدھ نگر (مظفرنگر) یوپی، انڈیا
(۵)	عزیز الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۶)	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۷)	امداد الفتاویٰ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۸)	الحیلۃ الناجزۃ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	مکتبہ رضی دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۹)	امداد الاحکام	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی بن لطیف احمد، مولانا عبدالکریم گمتھلوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۰)	آلات جدیدہ کے شرعی احکام	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۱)	جواہر الفقہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۲)	امداد المفتیین	حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانیؒ	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۳)	مجموعۂ فتاویٰ عبدالحیٔ	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	مکتبہ تھانوی، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۱۴)	فتاویٰ مظاہر علوم	ابوابراہیم خلیل احمد بن مجید علی انبہٹوی محدث سہارنپوریؒ	شعبۂ نشر واشاعت مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۵)	فتاویٰ محمودیہ	حضرت مولانا مفتی محمود حسن بن حامد حسن گنگوہی	مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۶)	فتاویٰ امارت شرعیہ	حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد بن مولوی حسین بخش ودیگر مفتیان	شعبۂ نشر واشاعت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ
(۱۷)	کفایت المفتی	حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی بن شیخ عنایت اللہ	حفیظ الرحمٰن واصف، کوہ نور پریس، دہلی، انڈیا
(۱۸)	فتاویٰ باقیات صالحات	حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری بن عبدالقادر	جامعہ باقیات صالحات، ویلور، بنگلور، انڈیا
(۱۹)	فتاویٰ احیاء العلوم	حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین مبارک پوری بن عبدالسبحان	جامعہ احیاء العلوم، مبارکپور، یوپی، انڈیا
(۲۰)	منتخبات نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگا بائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۱)	نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگا بائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۲)	خیر الفتاویٰ	حضرت مولانا خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲

نمبر	نام کتاب	مصنف	ناشر
(۲۳)	فتاویٰ شیخ الاسلام	شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی بن سید حبیب اللہ	مکتبہ شیخ الاسلام، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۲۴)	فتاویٰ حقانیہ	حضرت مولانا عبدالحق بن حاجی معروف گل پاکستانی	دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز، نزد واٹر ٹینک مغل پورہ، حیدرآباد
(۲۵)	احسن الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی رشید احمد بن مولانا محمد سلیم پاکستانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۲۶)	فتاویٰ عثمانی	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی بن محمد شفیع دیوبندی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۲۷)	فتاویٰ قاضی	قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمی	ایفا پبلیکیشن، جوگا بائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۸)	فتاویٰ رحیمیہ	حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ	مکتبہ رحیمیہ منشی اسٹریٹ راندیر، سورت گجرات
(۲۹)	کتاب الفتاویٰ	مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی صاحب	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۳۰)	محمود الفتاویٰ	مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب	مکتبہ نور، محمود نگر، متصل جامعہ، ڈابھیل
(۳۱)	حبیب الفتاویٰ	مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب	سمیع پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹیڈ، دریا گنج، نئی دہلی
(۳۲)	فتاویٰ فرنگی محل	حضرت مولانا محمد عبدالقادر صاحب فرنگی محلی	مطبع نامی نخاس، لکھنؤ، یوپی، انڈیا
(۳۳)	فتاویٰ ندوۃ العلماء	حضرت مولانا مفتی محمد ظہور ندوی صاحب	مجلس صحافت ونشریات، ندوۃ العلماء مارگ، پوسٹ باکس نمبر ۹۳ لکھنؤ، انڈیا
(۳۴)	فتاویٰ بینات	مفتیان جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، پاکستان	مکتبہ بینات، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان
(۳۵)	فتاویٰ فریدیہ	مولانا مفتی محمد فرید صاحب پاکستانی	مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی، پاکستان
(۳۶)	فتاویٰ مفتی محمود	مولانا مفتی محمود صاحب پاکستانی	جمعیت پبلیکیشنز وحدت روڈ، لاہور، پاکستان
(۳۷)	آپ کے مسائل اوران کا حل	حضرت مولانا محمد یوسف بن چودھری اللہ بخش لدھیانوی	مکتبہ لدھیانوی ایم اے جناح روڈ، کراچی، پاکستان
(۳۸)	مرغوب الفتاویٰ	مولانا مفتی مرغوب الرحمٰن صاحب لاجپوری	جامعۃ القرأت کفلیۃ، مولانا عبدالحئی نگر، سورت، گجرات
(۳۹)	فتاویٰ دارالعلوم زکریا	مولانا مفتی رضاء الحق صاحب، افریقہ	ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی-۶، انڈیا
(۴۰)	فتاویٰ شاکرخان	مولانا مفتی محمد شاکرخان صاحب پونہ، انڈیا	مدرسہ بیت العلوم کونڈوا، خردسروے نمبر ۱۴۲، شوکا میوز کے پیچھے، پونہ ۴۸، انڈیا
(۴۱)	فتاویٰ ریاض العلوم	مفتیان کرام مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، گورینی، جونپور	مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، چوکیہ گورینی، جونپور (یوپی)
(۴۲)	فتاویٰ بسم اللہ	حضرت مولانا اسماعیل بن محمد بسم اللہ	جامعۃ القرءات، مولانا عبدالحئی نگر، کفلیۃ، سورت گجرات
(۴۳)	فتاویٰ یوسفیہ	مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
(۴۴)	کتاب النوازل	مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۴۵)	نجم الفتاویٰ	مفتی سید نجم الحسن امروہوی	شعبہ نشرواشاعت جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن، نارتھ کراچی
(۴۶)	فتاویٰ فلاحیہ	حضرت مولانا مفتی احمد ابراہیم بیماتؒ	حافظ اسجد بن مفتی احمد ابراہیم بیمات، کینیڈا
(۴۷)	فتاویٰ دینیہ	حضرت مولانا مفتی محمد اسماعیل کچھولویؒ	جامعہ حسینہ راندیر، سورت، گجرات

مصادر و مراجع

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
	﴿قرآن (مع تفاسیر و علوم قرآن)﴾		
(۱)	القرآن الکریم	کتاب اللہ	وحی الٰہی
(۲)	جامع البیان فی تأویل القرآن	ابوجعفر الطبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی	۳۱۰ھ
(۳)	احکام القرآن	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۴)	التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)	أبوعبداللہ، محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی، فخر الدین الرازی	۶۰۶ھ
(۵)	انوار التنزیل واسرار التأویل (تفسیر بیضاوی)	ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی	۶۸۵ھ
(۶)	تفسیر القرآن العظیم	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی	۷۷۴ھ
(۷)	تفسیر الجلالین	جلال الدین محمد بن احمد محلی رجلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان سیوطی	۸۶۴ھ/۹۱۱ھ
(۸)	الإتقان فی علوم القرآن	جلال الدین سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابوبکر	۹۱۱ھ
(۹)	شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی	شیخ زادہ، محی الدین بن مصطفیٰ مصلح الدین القوجوی	۹۵۱ھ
(۱۰)	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ مظہری پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۱۱)	فتح القدیر	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
۱۲()	روح المعانی	محمود بن عبداللہ شہاب الدین ابوالثناء الحسینی الآلوسی	۱۲۷۰ھ
(۱۳)	التفسیر المنیر	وھبہ بن مصطفیٰ الزحیلی	۱۴۳۶ھ
	﴿عقائد (مع شروحات)﴾		
(۱۴)	فقہ اکبر	ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۱۵)	العقیدۃ الطحاویۃ	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۶)	الشریعہ	ابوبکر محمد بن الحسین بن عبداللہ الآجری البغدادی المکی	۳۶۰ھ
(۱۷)	أبوالمعین علی ہامش شرح العقائد	ابوالمعین میمون بن محمد بن محمد بن معتمد بن محمد ابن مکحل۔ الفضل النسفی المکحولی	۵۰۸ھ
(۱۸)	شرح فقہ اکبر	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۹)	منح الروض الأزہر فی شرح فقہ أکبر	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۰)	مبدأ و معاد	حضرت مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندی	۱۰۳۴ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
	﴿متون واطراف واجزاء حدیث﴾		
(۲۱)	مسند ابوحنیفہ بروایۃ الحصکفی وابی نعیم	امام اعظم ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۲۲)	جامع معمر بن راشد	ابوعروۃ البصری معمر بن أبی عمرو راشد الأزدی	۱۵۳ھ
(۲۳)	موطأ امام مالک	امام دارالہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۴)	کتاب الآثار بروایۃ أبی یوسف	ابویوسف القاضی، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حبتۃ انصاری	۱۸۲ھ
(۲۵)	الزھد والرقائق لابن المبارک	ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی الترکی ثم المروزی	۱۸۱ھ
(۲۶)	کتاب الاٰثار بروایۃ امام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۷)	موطأ امام مالک/موطأ امام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۸)	الجامع لابن وھب	ابومحمد عبداللہ بن وھب بن مسلم المصری القرشی	۱۹۷ھ
(۲۹)	مسند الشافعی بترتیب السندی	امام شافعی ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبدالمطلب بن	۲۰۴ھ
(۳۰)	السنن الماثورۃ بروایۃ المزنی	عبدمناف الشافعی القرشی المکی	
(۳۱)	مسند ابوداؤد الطیالسی	ابوداؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی البصری	۲۰۴ھ
(۳۲)	مصنف عبدالرزاق صنعانی	عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی	۲۱۱ھ
(۳۳)	مسند الحمیدی	ابوبکر عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبیداللہ القرشی الأسدی الحمیدی المکی	۲۱۹ھ
(۳۴)	الصلوٰۃ	ابونعیم الفضل بن عمرو بن حماد بن زہیر بن درہم القرشی المروف بابن دکین	۲۱۹ھ
(۳۵)	مسند ابن الجعد	علی بن الجعد بن عبید الجوھری البغدادی	۲۳۰ھ
(۳۶،۳۷)	مصنف ابن ابی شیبہ/مسند ابن ابی شیبہ	حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان بن خورستی	۲۳۵ھ
(۳۸)	مسند اسحاق بن راھویہ	ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحنظلی المروزی، ابن راھویہ	۲۳۸ھ
(۳۹)	مسند امام احمد	امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۴۰)	فضائل الصحابۃ	امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۴۱)	المنتخب من مسند عبد بن حمید	ابومحمد عبدالحمید بن نصر الکسی	۲۴۹ھ
(۴۲)	صحیح البخاری	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۴۳)	الادب المفرد	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۴۴)	صحیح مسلم	ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری بن دردین النیشا فوری	۲۶۱ھ
(۴۵)	أخبار مکۃ فی قدیم الدھر وحدیثہ	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن العباس المکی الفاکھی	۲۷۲ھ
(۴۶)	سنن ابن ماجہ	حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ الربعی القزوینی، ابن ماجہ	۲۷۳ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۴۷)	سنن ابوداؤد/مراسیل ابوداؤد	ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی السجستانی	۲۷۵ھ
(۴۸)	سنن الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۴۹)	شمائل الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۵۰)	مسند الحارث	ابومحمد الحارث بن محمد بن داهر التميمي البغدادي الخطيب المعروف بابن ابی اسامہ	۲۸۲ھ
(۵۱)	البدع	ابوعبداللہ محمد بن وضاح بن بزیع المروانی القرطبی	۲۸۶ھ
(۵۲)	الآحاد والمثانی	ابوبکر بن أبي عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۵۳)	السنۃ	ابوبکر بن أبي عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۵۴)	البحر الزخار المعروف بمسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بن خلاد بن عبیداللہ العتکی، البزار	۲۹۲ھ
(۵۵)	تعظیم قدر الصلاۃ	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۶)	مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۷)	القدر	ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض الفریابی	۳۰۱ھ
(۵۸)	سنن النسائی	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۵۹)	عمل الیوم واللیلۃ	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۶۰)	المسند	حافظ ابویعلی احمد بن علی الموصلی	۳۰۷ھ
(۶۱)	المنتقی	ابن الجارود ابومحمد عبداللہ بن علی النیشاپوری	۳۰۷ھ
(۶۲)	مسند الرویانی	ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی	۳۰۷ھ
(۶۳)	الکنی والأسماء	ابوبشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الدولابی الرازی	۳۱۰ھ
(۶۴)	صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسافوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۵)	التوحید	محمد بن اسحق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسافوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۶)	السنۃ لابن ابی بکر بن الخلال	ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید الخلال البغدادی الحنبلی	۳۱۱ھ
(۶۷)	مسند السراج/حدیث السراج	ابوالعباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن مہران الخراسانی النیسابوری	۳۱۳ھ
(۶۸)	مستخرج ابوعوانہ	ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم النیسابوری الاسفرائنی	۳۱۶ھ
(۶۹)	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۷۰)	شرح مشکل الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۷۱)	مکارم الأخلاق/مساوی ءالاخلاق	ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل بن شاکر الخرائطی السامری	۳۲۷ھ
(۷۲)	مسند الشاشی	ابوسعید الہیثم بن کلیب بن سریج بن معقل الشاشی البنکثی	۳۳۵ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۷۳)	معجم ابن الأعرابي	ابوسعید بن الأعرابي احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درهم البصری الصوفی	۳۴۰ھ
(۷۴)	صحیح ابن حبان	ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التمیمی الدارمی البستی	۳۵۴ھ
(۷۵)	المعجم الأوسط/المعجم الكبير	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۶)	الدعاء	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۷)	مسند الشاميين	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۸)	عمل اليوم والليلة	ابن السنی، احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن اسباط بن عبداللہ	۳۶۴ھ
(۷۹)	سنن الدارقطني	ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود البغدادی الدارقطنی	۳۸۵ھ
(۸۰)	الترغيب في فضائل الاعمال وثواب ذلك	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۸۱)	شرح مذاهب أهل السنة	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۸۲)	الإبانة الكبرىٰ	ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن محمد بن حمدان العکبری المعروف بابن بطة	۳۸۷ھ
(۸۳)	معالم السنن	ابوسلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب البستی المعروف بالخطابی	۳۸۸ھ
(۸۴)	المستدرك على الصحيحين	محمد بن عبداللہ بن حمدویہ الحاکم النیسا فوری	۴۰۵ھ
(۸۵)	الإيمان	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحی بن مندہ العبدی	۳۹۵ھ
(۸۶)	شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة	ابوالقاسم هبة اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی اللالکائی	۴۱۸ھ
(۸۷)	حلية الاولياء وطبقات الاصفياء	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۸)	المسند المستخرج على صحيح مسلم	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۹)	امالی	ابوالقاسم عبدالملک بن محمد بن عبداللہ بن بشران بن محمد بن بشران بن مهران البغدادی	۴۳۰ھ
(۹۰)	مسند الشهاب	ابوعبداللہ محمد بن سلامة بن جعفر بن علی بن حکمون القضاعی المصری	۴۵۴ھ
(۹۱)	السنن الكبرىٰ/السنن الصغير	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۲)	شعب الإيمان	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۳)	معرفة السنن والآثار	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۴)	الدعوات الكبير	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۵)	جامع بيان العلم وفضله	ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم النمری القرطبی	۴۶۳ھ
(۹۶)	تفسير غريب ما في الصحيحين	محمد بن فتوح بن عبداللہ بن فتوح بن حمید الازدی المیورقی الحمیدی	۴۸۸
(۹۷)	الفردوس بمأثور الخطاب	ابوشجاع، شیرویہ بن شهردار بن شیرویہ بن فناخسرو الدیلمی الهمدانی	۵۰۹ھ
(۹۸)	شرح السنة	محی الدین ابومحمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی	۵۱۶ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۹۹)	سنن الدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہزام التمیمی السمرقندی الدارمی	۵۵۲ھ
(۱۰۰)	المعجم	ابوالقاسم، علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر	۵۷۱ھ
(۱۰۱)	کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی	۵۷۹ھ
(۱۰۲)	جامع الأصول فی أحادیث الرسول	مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری ابن الاثیر	۶۰۶ھ
(۱۰۳)	مشکوٰۃ المصابیح	ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی	۷۲۰ھ
(۱۰۴)	منہاج السنۃ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الجرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۱۰۵)	الجوھر النقی	علاء الدین علی بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ الماردینی ابن الترکمانی	۷۵۰
(۱۰۶)	جامع المسانید والسنن الھادی لأقوم السنن	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی	۷۷۴ھ
(۱۰۷)	نصب الرایۃ فی تخریج أحادیث الہدایۃ	جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی	۷۶۲ھ
(۱۰۸)	البدر المنیر مختصر تلخیص الذھبی	ابن الملقن سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری	۸۰۴ھ
(۱۰۹)	تخریج أحادیث إحیاء علوم الدین	عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن الحافظ العراقی	۸۰۶ھ
		تاج الدین ابونصر عبدالوھاب ابن تقی الدین السبکی	۷۷۱ھ
		السید محمد مرتضی الزبیدی	۱۲۰۵ھ
(۱۱۰)	مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	نور الدین محمد بن ابوبکر بن سلیمان الہیثمی	۸۰۷ھ
(۱۱۱)	الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۱۲)	التلخیص الحبیر	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۱۳)	المقاصد الحسنۃ	محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد شمس الدین السخاوی	۹۰۲ھ
(۱۱۴)	الجامع الصغیر / الفتح الکبیر	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۵)	تنویر الحوالک شرح موطأ الامام مالک	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۶)	جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد	العلامۃ محمد بن محمد سلیمان المغربی	۱۰۹۴ھ
(۱۱۷)	آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۱۸)	اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد بن محمد لطیف عثمانی تھانوی	۱۳۹۴ھ

﴿شروح وعلل حدیث﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۱۹)	شرح صحیح البخاری	ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک	۴۴۹ھ
(۱۲۰)	النووی شرح مسلم	محی الدین ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۱۲۱)	احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام	تقی الدین ابوالفتح الشہیر بابن دقیق العید	۷۰۲ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۲۲)	المفاتیح شرح المصابیح	الحسین بن محمد بن الحسن مظہر الدین الزیدانی الکوفی الضریر الشیر ازی الحنفی	۷۲۷ھ
(۱۲۳)	الکاشف عن حقائق السنن شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن عبداللہ بن محمد الحسن الطیبی	۷۴۳ھ
(۱۲۴)	فتح الباری	زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب بن الحسن السلامی البغدادی ثم الدمشقی الحنبلی	۷۹۵ھ
(۱۲۵)	المحلی شرح الموطأ	ابوعبداللہ محمد بن سلیمان بن خلیفہ المالکی	
(۱۲۶)	فتح الباری شرح صحیح البخاری	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۷)	تقریب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۸)	تہذیب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۹)	شرح المصابیح	محمد بن عزالدین عبداللطیف بن عبدالعزیز بن امین الدین بن فرشتا الرومی الکرمانی الحنفی المشہور با بن ملک	۸۵۴ھ
(۱۳۰)	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۳۱)	شرح سنن أبی داؤد	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۳۲)	قوت المغتذی شرح جامع الترمذی	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۳)	الآلی المصنوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۴)	مصباح الزجاجۃ شرح سنن ابن ماجۃ	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۵)	ارشاد الساری شرح البخاری	احمد بن محمد بن ابوبکر بن عبدالملک القسطلانی المصری	۹۲۳ھ
(۱۳۶)	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۳۷)	جمع الوسائل فی شرح الشمائل	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۳۸)	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	زین الدین محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۳۹)	کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق	زین الدین محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۴۰)	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح	مولانا عبدالحق محدث دہلوی (عبدالحق بن سیف الدین بن سعداللہ البخاری الدہلوی الحنفی)	۱۰۵۲ھ
(۱۴۱)	حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجۃ	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالهادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۴۲)	شرح مسند الشافعی	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالهادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۴۳)	کشف الخفاء	اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی بن عبدالغنی العجلونی الدمشقی الشافعی	۱۱۶۲ھ
(۱۴۴)	سبل السلام شرح بلوغ المرام	محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسن امیر یمانی	۱۱۸۲ھ
(۱۴۵)	نیل الأوطار	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۴۶)	مظاہر حق	نواب قطب الدین خاں دہلوی	۱۲۸۹ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۴۷)	بذل المجھود فی حل أبی داؤد	المحدث خلیل احمد السہارنفوری	۱۲۹۷ھ
(۱۴۸)	التعلیق المجد علی موطا الإمام محمد	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۹)	حاشیۃ السنن لأبی داؤد	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۵۰)	حاشیہ حصن حصین	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۵۳)	عون الباری لحل أدلۃ البخاری	نواب صدیق حسن خاں (محمد صدیق بن حسن بن علی بن لطف اللہ حسینی قنوجی)	۱۳۰۷ھ
(۱۵۲)	التعلیق الحسن علی آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۵۳)	لامع الدراری علی صحیح البخاری	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۵۴)	الکوکب الدری علی جامع الترمذی	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۵۵)	عون المعبود فی شرح سنن أبی داؤد	ابوالطیب محمد شمس الحق بن أمیر علی بن مقصود علی الصدیقی العظیم آبادی	۱۳۲۹ھ
(۱۵۶)	المنھل العذب المورود شرح أبی داؤد	محمود محمد خطاب السبکی	۱۳۵۲ھ
(۱۵۷)	العرف الشذی شرح سنن الترمذی	علامہ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۵۸)	فیض الباری شرح البخاری	علامہ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۵۹)	تحفۃ الأحوذی شرح سنن الترمذی	ابوالعلی عبدالرحمٰن مبارکپوری	۱۳۵۳ھ
(۱۶۰)	فتح الملہم	مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی	۱۳۶۹ھ
(۱۶۱)	التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۱۳۹۴ھ
(۱۶۲)	معارف السنن شرح جامع الترمذی	مولانا محمد یوسف بن سید زکریا حسینی بنوری	۱۳۹۷ھ
(۱۶۳)	أوجز المسالک إلی موطا امام مالک	مولانا محمد زکریا بن محمد یحییٰ کاندھلوی	۱۴۰۲ھ
(۱۶۴)	مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	ابوالحسن عبیداللہ بن بن محمد عبدالسلام بن خاں محمد بن امان اللہ بن حسام الدین رحمانی مبارکپوری	۱۴۱۴ھ
(۱۶۵)	سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ	محمد ناصر الدین الالبانی	۱۴۲۰ھ
(۱۶۶)	منار القاری شرح مختصر صحیح البخاری	حمزہ بن محمد قاسم	۱۴۳۱ھ
(۱۶۷)	منہاج السنن شرح سنن الترمذی	مولانا مفتی محمد فرید زرویوی	۱۴۳۲ھ
(۱۶۸)	البحر المحیط الثجاج فی شرح صحیح المسلم	محمد بن علی بن آدم بن موسی الإتیوبی الولوی	--

﴿سیرت وشمائل﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۶۹)	زاد المعاد فی ہدیۃ خیر الانام	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۱۷۰)	لمواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۷۱)	سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر الانام	محمد بن یوسف الصلاحی الشامی	۹۴۲ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۷۲)	تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس النفیس	حسین بن محمد بن الحسن الدیار بکری	۹۶۶ھ
(۱۷۳)	شرح المواھب اللدنیۃ	العلامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی	۱۱۲۲ھ
(۱۷۴)	اصح السیر	مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف داناپوری	--
(۱۷۵)	سیرۃ المصطفی	محمد ادریس کاندھلوی بن حافظ محمد اسماعیل کاندھلوی	۱۳۹۴ھ

﴿کتب فقہ احناف﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۷۶)	الحجۃ علی اہل المدینۃ	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۷)	کتاب الأصل	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۸)	الجامع الصغیر	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۹)	مختصر الطحاوی	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۸۰)	شرح مختصر الطحاوی	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۱۸۱)	عیون المسائل	ابواللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمر قندی	۳۷۳ھ
(۱۸۲)	مختصر القدوری	محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان القدوری	۴۲۸ھ
(۱۸۳)	النتف فی الفتاوی	ابوالحسن علی بن الحسین بن محمد السغدی الحنفی	۴۶۱ھ
(۱۸۴)	المبسوط	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۸۵)	شرح السیر الکبیر	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۸۶)	تحفۃ الفقہاء	علاء الدین محمد بن احمد بن ابواحمد السمر قندی الحنفی	۵۳۹ھ
(۱۸۷)	خلاصۃ الفتاویٰ / مجموع الفتاویٰ	طاہر بن احمد بن عبدالرشید البخاری	۵۴۲ھ
(۱۸۸)	المحیط البرھانی فی الفقہ النعمانی	ابوالمعالی محمود بن احمد بن عبدالعزیز بن مازہ البخاری	۵۷۰ھ
(۱۸۹)	بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی	۵۸۷ھ
(۱۹۰)	فتاویٰ قاضی خان	محمود اوزجندی قاضی خان حسن بن منصور	۵۹۲ھ
(۱۹۱)	بدایۃ المبتدی وشرحہ الھدایۃ	برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر المرغینانی	۵۹۳ھ
(۱۹۲)	قنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ	ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۹۳)	المجتبی شرح مختصر القدروی	ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۹۴)	تحفۃ الملوک	زین الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الحنفی الرازی	۶۶۶ھ
(۱۹۵)	مجمع البرکات	ابوالبرکات بن حسام الدین بن سلطان بن ھاشم بن رکن الدین بن جمال الدین بن سماء الدین الحنفی الدہلوی	۶۶۷ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۱۹۶)	الوقایۃ (وقایۃ الروایۃ)	صدرالشریعہ محمود بن عبداللہ بن ابراہیم المحبوبی الحنفی	۶۷۳ھ
(۱۹۷)	الاختیار لتعلیل المختار	عبداللہ بن محمود بن مودود بن محمود ابوالفضل مجد الدین الموصلی	۶۸۳ھ
(۱۹۸)	الفتاویٰ الغیاثیۃ	شیخ داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	۶۸۶ھ کے بعد
(۱۹۹)	مجمع البحرین وملتقی النیرین	مظفرالدین احمد بن علی بن ثعلب المعروف بابن الساعاتی البعلبکی	۶۹۴ھ
(۲۰۰)	منیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی	سدیدالدین محمد بن محمد بن الرشید بن علی الکاشغری	۷۰۵ھ
(۲۰۱)	کنزالدقائق	حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی	۷۱۰،۷۰۱ھ
(۲۰۲)	تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق	فخرالدین عثمان بن علی بن محجن الزیلعی	۷۴۳ھ
(۲۰۳)	شرح مختصرالوقایۃ (شرح وقایۃ الروایۃ)	صدرالشریعہ الصغیر،عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۲۰۴)	النقایۃ مختصرالوقایۃ	صدرالشریعہ الصغیر،عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۲۰۵)	الکفایۃ شرح الہدایۃ (متداولہ)	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرمانی	۷۶۷ھ
(۲۰۶)	النہایۃ شرح الہدایۃ	حسام الدین حسن بن علی بن حجاج السغناقی	۷۷۱ھ
(۲۰۷)	جامع المضمرات شرح مختصرالقدوری	یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکادوری نبیرہ شیخ عمر بزار	۸۳۲ھ
(۲۰۸)	شرح العنایۃ علی الہدایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود البابرتی	۷۸۶ھ
(۲۰۹)	الفتاویٰ التاتارخانیۃ	علامہ عالم بن العلاء الأنصاری الدہلوی	۷۸۶ھ
(۲۱۰)	السراج الوہاج فی شرح مختصرالقدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۱۱)	الجوہرۃ النیرۃ فی شرح مختصرالقدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۱۲)	شرح مجمع البحرین علی ہامش المجمع	ابن الملک،عبداللطیف بن عبدالعزیز	۸۰۱ھ
(۲۱۳)	الفتاویٰ البزازیۃ	محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الکردری الخوارزمی المعروف بابن بزازی	۸۲۷ھ
(۲۱۴)	معین الحکام	ابوالحسن علاءالدین علی بن خلیل الطرابلسی الحنفی	۸۴۴ھ
(۲۱۵)	البنایۃ شرح الہدایۃ	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۱۶)	منحۃ السلوک فی شرح تحفۃ الملوک	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۱۷)	فتح القدیر علی الہدایۃ	ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید الحنفی	۸۶۱ھ
(۲۱۸)	کتاب التصحیح والترجیح علی مختصرالقدوری	ابوالعدل زین الدین قاسم بن قطلو بغاالحنفی	۸۷۹ھ
(۲۱۹)	دررالحکام شرح غررالأحکام	ملاخسرو،محمد بن فرامرز بن علی	۸۸۵ھ
(۲۲۰)	شرح النقایۃ	ابوالمکارم عبدالعلی بن محمد بن حسین البرجندی	۹۳۲ھ
(۲۲۱)	حاشیۃ علی العنایۃ شرح الہدایۃ	سعداللہ بن عیسیٰ بن امیرخان الرومی الحنفی الشہیر بسعدی چلپی وبسعدی آفندی	۹۴۵ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۲۲)	ملتقی الأبحر	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۲۳)	الصغیری رالکبیری شرح منیۃ المصلی	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۲۴)	جامع الرموز شرح مختصر الوقایۃ المسمیٰ بالنقایۃ	شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی	۹۶۲ھ
(۲۲۵)	البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق	ابن نجیم زین العابدین بن ابراہیم المصری الحنفی	۹۷۰ھ
(۲۲۶)	المسالک فی المناسک	،ابومنصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحنفی	بعد: ۹۷۵ھ
(۲۲۷)	المنسک المتوسط المسمی لباب المناسک	رحمۃ اللہ بن عبداللہ السندی المکی الحنفی	--
(۲۲۸)	الفتاویٰ الحامدیۃ	حامد بن محمد آفندی القونوی العمادی المفتی بالروم	۹۸۵ھ
(۲۲۹)	تنویر الأبصار وجامع البحار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن تمرتاش الغزی الحنفی الخطیب التمرتاشی	۱۰۰۴ھ
(۲۳۰)	النہر الفائق شرح کنز الدقائق	علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم المصری الحنفی	۱۰۰۵ھ
(۲۳۱)	شرح النقایۃ فی مسائل الہدایۃ	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۳۲)	رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۳۳)	حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق	شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن یونس بن اسماعیل بن یونس الشلبی	۱۰۲۱ھ
(۲۳۴)	سکب الأنہر علی فرائض مجمع الانہر	علاء الدین علی بن محمد الطرابلسی بن ناصر الدین الحنفی	۱۰۳۲ھ
(۲۳۵)	نور الایضاح ونجاۃ الارواح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۶)	امداد الفتاح شرح نور الایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۷)	مراقی الفلاح شرح نور الایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۸)	مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر	عبدالرحمٰن بن شیخ محمد بن سلیمان الکلیبولی المدعو بشیخی زادہ، المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸ھ
(۲۳۹)	الفتاویٰ الخیریۃ لنفع البریۃ	خیرالدین بن احمد بن نورالدین علی ایوبی علیمی فاروقی الرملی	۱۰۸۱ھ
(۲۴۰)	الدر المختار شرح تنویر الأبصار	محمد بن علی بن محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن حسن الحصنی المعروف بالعلاء الحصکفی	۱۰۸۸ھ
(۲۴۱)	الفتاویٰ الأسعدیۃ	سید اسعد بن ابوبکر المدنی الحسینی	۱۱۱۶ھ
(۲۴۲)	الفتاویٰ الھندیۃ (عالمگیریہ)	شیخ نظام الدین برہان پوری گجراتی (وجماعۃ من اعلام فقہاء الھند)	۱۱۶۱ھ
(۲۴۳)	حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۴۴)	حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۴۵)	اسعاف المولی القدیر شرح زاد الفقیر	احمد بن ابراہیم تونسی دقدویسی مصری	۱۱۲۲ھ کے بعد
(۲۴۶)	مالابد منہ (فارسی)	قاضی ثناء اللہ الاموی العثمانی الہندی پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۲۴۷)	ردالمحتار رحاشیۃ الدر المختار	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۴۸)	العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۹)	مجموعہ رسائل ابن عابدین	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۵۰)	منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۵۱)	مأۃ مسائل	ابوسلیمان اسحاق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین العمری الدھلوی (مولانا محمد اسحاق دہلوی)	۱۲۶۲ھ
(۲۵۲)	رسالہ الاربعین	ابوسلیمان اسحاق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین العمری الدھلوی (مولانا محمد اسحاق دہلوی)	۱۲۶۲ھ
(۲۵۲)	غایۃ الاوطار ترجمہ اردو الدر المختار	مترجم اول: مولانا خرم علی ملہوری/مترجم دوم: مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی	۱۲۷۱ھ/--
(۲۵۳)	التحریر المختار حاشیۃ رد المحتار	عبدالقادر الرافعی الفاروقی	۱۲۸۳ھ
(۲۵۴)	جواہر الإخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر بن محمد بن الحسین الاخلاطی الحسینی	--
(۲۵۵)	مفتاح الجنۃ	کرامت علی بن ابوابراہیم شیخ امام بخش بن شیخ جاراللہ جونپوری	۱۲۹۰ھ
(۲۵۶)	اللباب فی شرح الکتاب (القدوری)	عبدالغنی بن طالب بن حمادۃ بن ابراہیم الغنیمی الدمشقی المیدانی الحنفی	۱۲۹۸ھ
(۲۵۷)	النافع الکبیر شرح الجامع الصغیر	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۸)	السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۹)	عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۰)	حاشیہ علی الہدایہ	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۱)	نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۲)	مجموعۃ الفتاویٰ	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۳)	مجموعۃ رسائل اللکنوی	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۴)	تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۵)	تحفۃ الاخیار	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۶)	علم الفقہ	عبدالشکور بن ناظر علی فاروقی لکھنوی	--
(۲۶۷)	الفتاویٰ الکاملیۃ فی الحوادث الطرابلسیۃ	محمد کامل بن مصطفیٰ بن محمود الطرابلسی الحنفی	۱۳۱۷ھ
(۲۶۸)	القطوف الدانیۃ فی تحقیق الجماعۃ الثانیۃ	مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد انصاری گنگوہی	۱۳۲۲ھ
(۲۶۹)	رسائل الارکان	عبدالعلی محمد بن نظام الدین محمد انصاری لکھنوی	۱۳۳۵ھ
(۲۷۰)	مجلۃ الاحکام العدلیۃ	لجنۃ مکونۃ من عدۃ علماء وفقہاء فی الخلافۃ العثمانیۃ	--

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۲۷۱)	الآثارالحمیدیۃ شرح مجلۃ الاحکام العدلیۃ	عبداللطیف بن حسین الغزی	۱۳۴۰ھ
(۲۷۲)	بہشتی گوہر،بہشتی زیور	مولانامحمداشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۷۳)	کشف الدجیٰ عن وجہ الربوا	مولانامحمداشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۷۴)	تصحیح الاغلاط	مولانامحمداشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۷۵)	ارشادالساری الی مناسک الملاعلی قاری	حسین بن محمدسعیدعبدالغنی المکی الحنفی	۱۳۶۶ھ
(۲۷۶)	جواہرالفقہ	مفتی محمدشفیع دیوبندی	۱۳۹۶ھ
(۲۷۷)	دینی مسائل اوران کاحل	مولانامفتی سلمان منصورپوری	مدظلہ

دیگرمسالک کی کتب فقہ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۲۷۸)	المدونۃ الکبریٰ	امام دارالہجرہ،مالک بن انس بن مالک بن عامرالاصبحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۷۹)	نھایۃ المطلب فی درایۃ المذہب	امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف بن محمدالجوینی	۴۷۸ھ
(۲۸۰)	بحرالمذہب	ابوالمحاسن عبدالواحد بن اسماعیل الرویانی	۵۰۲ھ
(۲۸۱)	متن اَبی شجاع المسمی الغایۃ والتقریب	احمد بن الحسین بن احمد،اَبوشجاع،شھاب الدین اَبوالطیب الأصفھانی	۵۹۳ھ
(۲۸۲)	بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد	ابوالولیدمحمد بن احمد بن محمد بن احمد بن احمد بن رشد	۵۹۵ھ
(۲۸۳)	المغنی	ابومحمدعبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۲۸۴)	المجموع شرح المھذب	محی الدین ابوزکریایحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۸۵)	المقنع رالشرح الکبیرعلی المقنع	شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامۃ المقدسی	۶۸۲ھ
(۲۸۶)	الفتاویٰ الکبریٰ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الحرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۲۸۷)	الفتاویٰ الکبریٰ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجرالکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۸۸)	المبدع شرح المقنع	ابواسحاق،برہان الدین،ابراہیم بن محمدعبداللہ بن محمد بن مفلح	۸۸۲ھ
(۲۸۹)	المیزان الکبریٰ	ابوالمواھب عبدالوھاب بن احمد بن علی بن احمد بن علی بن زوفابن ابی الشیخ الشعرانی	۹۷۳ھ
(۲۹۰)	الشرح الکبیرعلی مختصرخلیل	احمددردیر،احمد بن احمد بن اَبی حامدالعدوی المالکی الأزہری الخلوتی	۱۲۰۱ھ
(۲۹۱)	حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر	محمد بن احمد بن عرفہ الدسوقی المالکی	۱۲۳۰ھ

فقہ مقارن

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۲۹۲)	بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجرالکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۹۳)	الفقہ علی المذاہب الأربعۃ	عبدالرحمٰن بن محمدعوض الجزیری	۱۳۶۰ھ
(۲۹۴)	الفقہ الاسلامی وادلتہ	ڈاکٹروہبہ بن مصطفیٰ زحیلی	۲۰۱۵ء
(۲۹۵)	الموسوعۃ الفقہیۃ	مرتبہ وزارت اوقاف کویت	--

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات

﴿اصول فقہ﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۹۶)	اصول البزدوی	فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی	۴۲۲ھ
(۲۹۷)	اصول السرخسی	محمد بن احمد بن ابوسہل شمس الائمہ السرخسی	۴۸۳ھ
(۲۹۸)	المقدمات الممہدات	ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن احمد بن رشد	۵۹۵ھ
(۲۹۹)	آداب المفتی	محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۳۰۰)	المنار	حافظ الدین النسفی	۷۱۰ھ
(۳۰۱)	الکافی شرح البزدوی	الحسین بن علی بن حجاج بن علی حسام الدین السغناقی	۷۱۱ھ
(۳۰۲)	کشف الاسرار شرح اصول البزدوی	عبدالعزیز بن احمد بن محمد علاء الدین البخاری الحنفی	۷۳۰ھ
(۳۰۳)	الأشباہ والنظائر	زین الدین بن ابراہیم بن محمد، ابن نجیم المصری	۹۷۰ھ
(۳۰۴)	غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر	احمد بن محمد المکی ابوالعباس شہاب الدین الحسینی الحموی الحنفی	۱۰۹۸ھ
(۳۰۵)	نورالانوار فی شرح المنار	ملاجیون حنفی، احمد بن ابوسعید	۱۱۳۰ھ
(۳۰۶)	شرح عقود رسم المفتی	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۳۰۷)	عمدۃ الفقہ	سید زوار حسین شاہ	۱۴۰۰ھ

﴿تزکیہ واحسان﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۰۸)	ادب الدنیا والدین	ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی	۴۵۰ھ
(۳۰۹)	احیاء علوم الدین	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطّوسی	۵۰۵ھ
(۳۱۰)	عوارف المعارف	شیخ المشائخ شہاب الدین سہروردی شافعی علیہ الرحمہ	۶۳۲ھ
(۳۱۱)	غنیۃ الطالبین	قطب ربانی محبوب سبحانی عبدالقادر بن أبی صالح الجیلی	۵۶۱ھ
(۳۱۲)	الترغیب والترہیب	ابومحمد زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری الشامی الشافعی	۶۵۶ھ
(۳۱۳)	الکبائر	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز ذہبی	۷۴۸ھ
(۳۱۴)	الزواجر عن اقتراف الکبائر	شہاب الدین شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی السعدی الانصاری	۹۷۴ھ
(۳۱۵)	تحقیق الحق المبین	حضرت شاہ احمد سعید صاحب نقشبندی مجددی	۱۲۷۷ھ

﴿لغات، معاجم، ادب وتاریخ، طبقات وتراجم﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۱۶)	الطبقات الکبریٰ لابن سعد	ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی البصری البغدادی	۲۳۰ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۳۱۷)	المتفق والمفترق	ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی	۴۶۳ھ
(۳۱۸)	النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر	مجدالدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری	۶۰۶
(۳۱۹)	مجمع البحار فی لغۃ الاحادیث والآثار	علامہ محمد طاہر بن علی صدیقی پٹنی	۹۸۶ھ
(۳۲۰)	کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم	محمد بن علی ابن القاضی محمد حامد بن محمّد صابر الفاروقی الحنفی التھانوی	۱۱۵۸ھ
(۳۲۱)	نوراللغات	مولوی نورالحسن نیر	۱۳۵۵ھ
(۳۲۲)	تاریخ مکۃ المشرفۃ والمسجد الحرام والمدینۃ الشریفۃ والقبر الشریف	محمد بن احمد بن الضیاء محمد القرشی العمری المکی الحنفی	۱۳۸۷ھ
(۳۲۳)	التعریفات الفقہیۃ	محمد عمیم الاحسان المجددی البرکتی	۱۳۹۵ھ
(۳۲۴)	غیاث اللغات	مولوی غیاث الدینؒ	--
(۳۲۵)	فیروز اللغات	الحاج مولوی فیروزالدینؒ	--

﴿متفرقات﴾

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۳۲۶)	منازل الأئمۃ الأربعۃ أبی حنیفۃ ومالک والشافعی وأحمد	ابوزکریا یحیی بن ابراہیم بن احمد بن محمد ابوبکر بن ابی طاہر الازدی السلماسی	۵۵۰ھ
(۳۲۷)	ماثبت من السنۃ	شیخ ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری	۱۰۵۲ھ
(۳۲۸)	کتاب آداب الصالحین	شیخ ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری	۱۰۵۲ھ
(۳۲۹)	حجۃ اللہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابوعبدالعزیز وابوعبداللہ	۱۱۷۶ھ
(۳۳۰)	تحفۃ الزوجین	مولوی محمد قطب الدین خان	۱۲۸۹ھ
(۳۳۱)	براہین قاطعہ	مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد انصاری گنگوہی	۱۳۲۲ھ
(۳۳۲)	دین کی باتیں	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	۱۳۶۲ھ
(۳۳۳)	انوار ساطعہ	علامہ عبدالسمیع بیدل رامپوری	--
(۳۳۳)	فقہ السنۃ	محمد عاصم الحداد	--
(۳۳۵)	نزل الابرار	علامہ وحیدالزماں کیرانوی	
(۳۳۶)	انوار نبوت	مولانا شبیر احمد قاسمی مرادآبادی	مدظلہ

نوٹ: ''فتاویٰ علماء ہند، جلد-۲۷'' کے متن وحاشیہ میں ان کتابوں سے استفادہ ہوا ہے اور متعلقہ جگہ طباعت کی تفصیلات درج ہیں۔ (انیس الرحمٰن قاسمی)